بسم اللہ الرحمن الرحیم

إمدادُ الکرم

قرآن مجید کی آسان اور عام فہم تفسیر

سُورۃ الفاتحہ تا سُورۃ المائدۃ

جلد اوّل

محمد امداد حسین پیرزادہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِمدادُ الکرم

قرآن مجید کی آسان اور عام فہم تفسیر

سورۃ الفاتحہ تا سورۃ المائدۃ

جلد اوّل

محمد امداد حسین پیرزادہ

Marfat.com

Marfat.com

الامداد الکریم

قرآن مجید کی آسان اور عام فہم تفسیر

سورۃ الفاتحہ تا سورۃ المائدہ

جلد اوّل

محمد امداد حسین پیرزادہ

Marfat.com

جميع الحقوق محفوظة للناشر

© All Rights Reserved

Al-Karam Publications, UK

No part of this publication may be reproduced by any means without the written permission of the publisher

154711

ISBN 0-9533999-5-8

تاریخ طباعت : اگست2004ء

پہلا ایڈیشن : 3000

ناشر : الکرم پبلی کیشنز، یوکے

ملنے کا پتا

Al-Karam Publications, UK

Eaton Hall, Retford, Notts, DN22 OPR

England

Tel. 01777-706441

Marfat.com

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
1	قرآن مجید کا تعارف	۱
5	جمع قرآن مجید	۲
7	مقدمہ	۳
11	سورۃ الفاتحہ	۴
17	سورۃ البقرۃ	۵
147	سورۃ آل عمران	۶
226	سورۃ النساء	۷
333	سورہ المائدہ	۸
443	فہرست مطالب	۹

Marfat.com

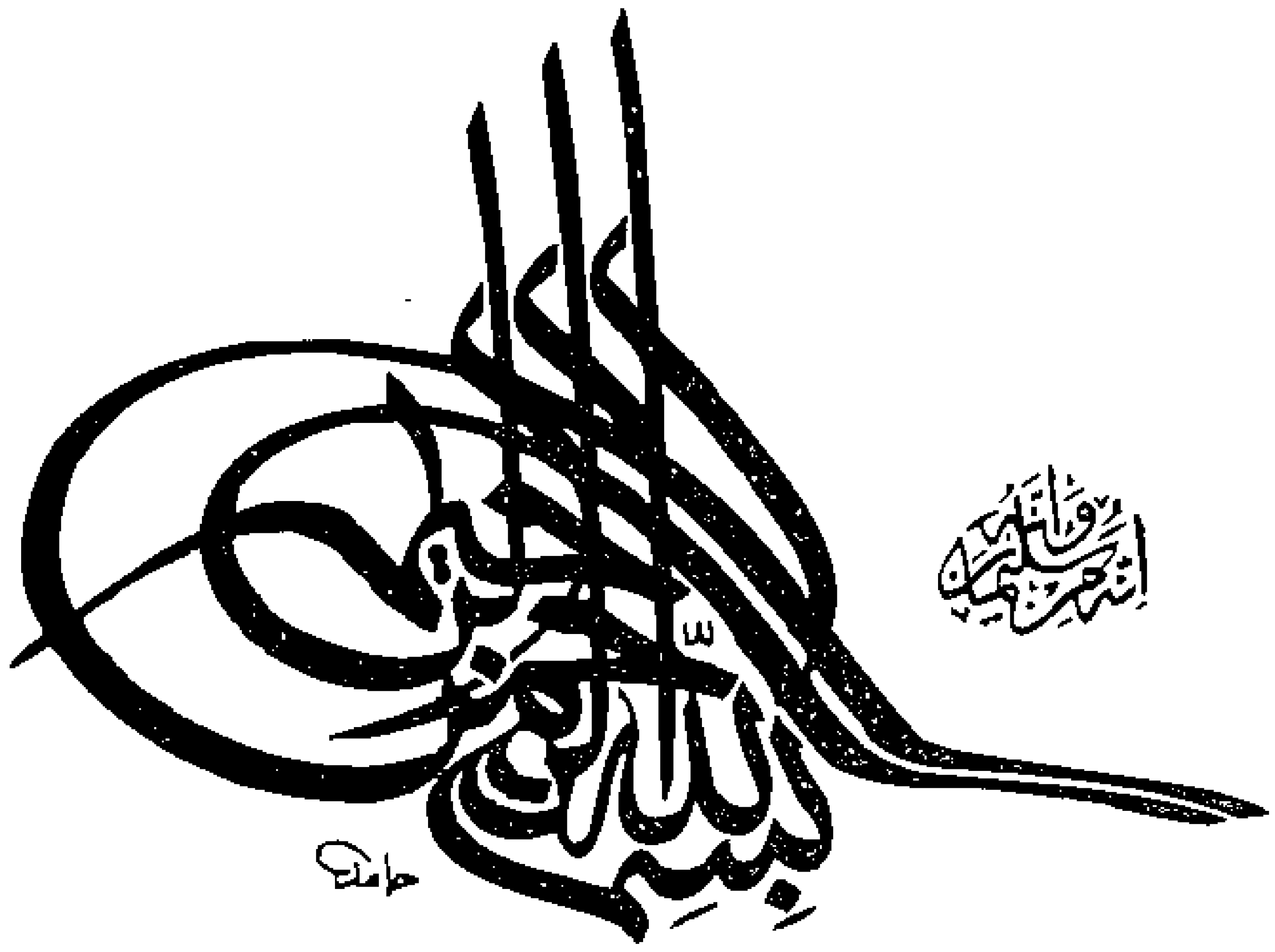

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

Marfat.com

قرآن مجید کا تعارف

قرآن مجید وہ مقدس کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے سب سے آخر میں اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر نازل فرمائی۔ قرآن کا لغوی معنیٰ پڑھنا اور تلاوت کرنا ہے۔ اس کا نزول عربی زبان اور قریشی لب ولہجہ میں ہوا۔ آج بھی قرآن مجید اسی زبان اور لہجہ میں محفوظ ہے جبکہ پہلی آسمانی کتابیں آج اپنی اصلی زبان اور ابتدائی حالت میں دستیاب نہیں ہیں۔

انسانی فہم وادراک بہت محدود ہے۔ کامل اور بے خطا ذات فقط اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اگر بشر کی عقل کامل ہوتی تو وہ کبھی غلطی کا مرتکب نہ ہوتا۔ لیکن زیرک ترین اشخاص بھی لغزش کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت انسان آج تک اپنے لئے مکمل ضابطۂ حیات نہیں بنا سکا۔ بارہا اس نے زندگی کے میدان میں طبع آزمائی کی مگر منزلِ مراد تک نہ پہنچ سکا۔ بلکہ اس جدوجہد میں بعض قومیں اس قدر تباہ ہوئیں کہ ان کا نام و نشان تک مٹ گیا۔

انسان کی اس بنیادی کمزوری کے پیش نظر خالق کائنات نے اقوام عالم کی فلاح و بہبود اور رشدوہدایت کے لئے کئی کتب اور صحیفے نازل فرمائے تاکہ وہ زندگی کی صحیح راہ پر گامزن ہوں۔ لیکن ہر قوم نے جلد یا بدیر تعلیمات خداوندی کو پس پشت ڈال دیا اور ان میں انسانی ہاتھ نے اس حد تک رخنہ اندازی کی کہ اصلیت مستور ہو کے رہ گئی۔

آخرکار قرآن حکیم نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خود ذمّہ لیا اور اسے مستقبل کے تمام ازمنہ واوطان کے لئے ایک ناقابل تغیر ضابطۂ حیات قرار دیا۔ آج چودہ صدیاں گزر چلیں اور قرآن حکیم روزِ اوّل کی طرح سالم ومحفوظ چلا آتا ہے۔ اگر اس کی حفاظت بھی ہمارے ذمّہ ہوتی تو سورہ بقرہ گائے کی نذر ہو جاتی اور سورہ نمل کو چیونٹی کھا گئی ہوتی۔ اسی لئے خدائے حکیم وعلیم نے اس کی حفاظت ہم پہ نہیں چھوڑی اور نہ

Marfat.com

ہی توراۃ و زبور کی محافظت کا اعلان کیا۔ کیونکہ وہ کتب محدود وقت اور متعین علاقہ کے لئے آئی تھیں مگر قرآنِ مجید کی برکات نسلی یا زمانی قیود سے مبرّیٰ اور منزّہ ہیں۔ قرآنِ حکیم واضح الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ سب انسان ایک اصل رکھتے ہیں اور نفسِ واحدہ سے ان کی تخلیق ہوئی ہے۔ قرآنِ مجید کا دامن ہر اس آدمی کے لئے کشادہ ہے جو اس سے رہنمائی حاصل کرنا چاہے۔ اس کا بتایا ہوا دین کسی گروہ کا اجارہ نہیں۔ یہ شاہراہِ حیات ہے جس پر چلنے کی صدا عام ہے۔ ہر عُمر، ہر مزاج، ہر نسل اور ہر وطن کا آدمی اس شاہراہِ حیات کو اپنا سکتا ہے۔ قرآنِ کریم کے اسلوب میں یہ خوبی ہے کہ عامی ہو یا عالم ہر درجہ اور ہر دَور کا انسان بقدر فہم اور حسبِ ضرورت اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔ ایک عام شخص اپنی ضرورت کے مطابق عقیدہ وعمل کی تعلیمات حاصل کر لیتا ہے اور ایک عالم کو سیرابیٔ طبع کے لئے معنویت کے ابدی سرچشمے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ ہر لفظ معانی واسرار کا ایک خزانہ ہے، جس کا سرمایہ ختم ہونے پر نہیں آتا۔

قرآنِ حکیم کا اسلوبِ کلام تمام انواعِ اسلوب کا جامع ہے۔ تاہم ان میں سے ایک بھی نہیں۔ شعر نہیں لیکن شعر کا جادو رکھتا ہے۔ خطابت نہیں لیکن خطابت کے جوش اور زیرو بم سے معمور ہے۔ نثر نہیں لیکن نثر کی تمکنت اور حسنِ ادا کا سرمایہ دار ہے۔ الغرض کسی صنف کا پابند نہیں لیکن ہر صنف کی خوبیوں اور رعنائیوں سے مالا مال ہے۔ اس کے مطالعہ کے دوران ہم اللہ تعالیٰ کو اپنے آپ سے ہمکلام پاتے ہیں۔ طبیعت میں ایک عجیب کیف وسرور اور خودی کی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ مہمل خیالات کی زنجیریں ٹوٹ کر گرنے لگتی ہیں۔ باطل خداؤں کی نفرت سے خون کھولنے لگتا ہے اور انسان خالقِ حقیقی کے وجود کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

ہر تحریر میں صاحبِ تحریر کی شخصیت کے خطوط مستور ہوتے ہیں۔ ایک عامی کی نگاہ چاہے اُن تک نہ پہنچ سکے لیکن ایک نکتہ دان اور صاحب نظر نقاد تصنیف سے مصنف کی مکمل شخصیت کو بھانپ جاتا ہے۔

قرآن کے مطالعہ سے بھی خالقِ کائنات کا جلال و جمال نمایاں ہو جاتا ہے۔ ہر آیت زبانِ حال سے دعویٰ کرتی ہے کہ میں کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ یزداں کا کلام ہوں اگر کسی کو شک ہے تو قرآن کی للکار آج تک موجود ہے۔ ''... اور اگر تم کو اس کتاب (کے کلام اللہ ہونے) میں شک ہے جس کو ہم نے اپنے (محبوب) بندے پر نازل کیا ہے۔ تو اس جیسی ایک چھوٹی سورت ہی بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے سارے مددگاروں کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔'' (سورۃ بقرہ: ۲۳)

Marfat.com

چودہ صدیاں گزر چلیں، یہ چیلنج بدستور فضاؤں میں گونج رہا ہے۔ کسی حریف کو جرأت نہیں ہوئی کہ اسے قبول کرے۔ اعداء کی یہ لاجوابی آج تک باقی ہے۔ بعض جھوٹے نبی اُٹھے، انہیں جال پھیلانے کے لئے وحی اور الہام گھڑنے کی بھی سُوجھی۔ انہوں نے حسبِ توفیق کچھ فقرے تراش بھی لئے لیکن ان کی حیثیت یاوہ گوئی سے نہ بڑھ سکی۔

قرآنِ حکیم سے قبل جس قدر الہامی کتب آئیں، ان کی بنیادی اور اصولی تعلیمات اس میں جمع کردی گئی ہیں۔ تمام آسمانی صحیفوں کے حقائق اس میں موجود اور محفوظ ہیں۔ یہ سابقہ آسمانی کتب کا مُهَيْمِن (پاسبان، محافظ، نگران، شاہد، امین) ہے اور آئندہ فلاحِ انسانی کا ضامن ہے۔ یہ کتاب ان تمام اصول وقواعد اور ہدایات کی جامع ہے جو کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے لابدی ہیں۔ اس میں قطرہ سے سمندر، ذرّہ سے صحراء، عبد سے معبود، حیات سے ممات اور بعد الموت تک کے تمام احکام ومسائل مندرج ہیں۔

الغرض قرآنِ مجید ایک جامع کتاب ہے جو زندگی کے ہر میدان میں کامل رہنمائی کرتی ہے۔ قرآنِ مجید صرف کاغذ پر نقش نہیں بلکہ اس کے ہر لفظ نے عملی زندگی میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ قرآنِ مجید نے پہلے ایک قوم کے اندر تبدیلی پیدا کی اور پھر اس قوم نے دنیا کے ایک عظیم حصّہ کو بدل ڈالا۔ قرآنِ مجید صرف عقائد اور قصص کی کتاب نہیں بلکہ اصلاح وانقلاب کی داعی ہے۔ اس کی انقلابی صلاحیتیں آج بھی زندہ ہیں بشرطیکہ انسان خلوص نیت اور استقامت سے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔

Marfat.com

محمد از تو مے خواھم خدارا

خدایا از تو عشقِ مصطفیٰ را

Marfat.com

حکیم محمد موسیٰ امرتسری

جمعِ قرآن مجید

قرآنِ مجید میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ سب سے بڑی سورت میں دو سو چھیاسی آیات ہیں اور سب سے چھوٹی سورت میں صرف تین آیات ہیں۔ قرآن مجید ۲۳ سالوں (۶۱۰ تا ۶۳۲ عیسوی) میں حالات کے مطابق بتدریج نازل ہوا۔

نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ نے فنِ تحریر میں ماہر صحابہ کرام ؓ کی ایک جماعت کو قرآن مجید کی کتابت کے لئے متعین فرما رکھا تھا۔ جنہیں ''کاتبانِ وحی'' کہا جاتا تھا۔ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو حضورِ اکرم ﷺ تصریح فرما دیتے کہ یہ آیت فلاں سورت میں فلاں مقام پر لکھی جائے۔ اس طرح پورا قرآن مجید حضورِ اکرم ﷺ کی براہ راست نگرانی میں لکھا گیا لیکن یہ تحریریں کتابی شکل میں مدوّن نہیں تھیں صرف پتوں، ہڈیوں اور پتھروں وغیرہ پر لکھی گئیں۔

حفاظتِ قرآن کا سب سے اہم ذریعہ اس کو زبانی یاد کرنا تھا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے خود بھی قرآنِ مجید کو حفظ فرمایا اور صحابہ کرام ؓ کو قرآنِ مجید زبانی یاد کرنے کی ترغیب دی جس کے نتیجہ میں کئی صحابہ کرام ؓ نے قرآنِ مجید زبانی یاد کر لیا۔

حضورِ اکرم ﷺ کے وصال کے بعد سینکڑوں حفّاظِ کرام جنگوں میں شہید ہو گئے اس پر صحابہ کرام ؓ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر حفّاظِ کرام کی شہادت کی یہی رفتار رہی تو قرآنِ مجید کی حفاظت کا کام مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے حکم سے اصل کاتبانِ وحی کی نگرانی میں قرآنِ مجید کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کیا گیا جو خلیفۂ وقت کے پاس محفوظ رہتا۔

قرآنِ مجید کے پہلے مخاطبین اہلِ عرب تھے۔ ہر قبیلہ کا لب و لہجہ مختلف تھا اور وہ قرآنِ مجید کو اپنے قبیلہ کے لب و لہجہ کے مطابق پڑھتے تھے۔ چونکہ ان کی مادری زبان عربی تھی اس لئے مختلف لہجوں سے کسی غلط

Marfat.com

فہمی کا اندیشہ نہیں تھا۔لیکن جب اسلام عرب کی حدود سے نکل کر دوسری دنیا میں پھیلنا شروع ہوا اور غیر عربی لوگوں نے مختلف عرب قبائل سے قرآنِ مجید مختلف لہجوں میں سیکھنا شروع کیا تو ظاہر ہے اختلافات کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔ چنانچہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے قرآنِ مجید کو قریشی لب ولہجہ میں لکھایا اور اس کی کاپیاں تمام دنیائے اسلام میں بھجوادیں۔ جو آج دنیا کے ہر کونے میں موجود ہے اور اس میں ذرّہ بھر بھی اختلاف یا تبدیلی نہیں ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ

Marfat.com

مقدمه

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ وَ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِينَ

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئی۔ یہ کتاب جملہ علوم کی جامع ہے۔ اس کی تعلیمات کامل اور سراپا ہدایت ہیں۔ یہ عربی زبان میں ہے جو اپنی وسعت کے اعتبار سے لاجواب ہے۔

اہلِ علم نے قرآن کریم کی تفسیر میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اور الفاظ و معانی کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر علم و حکمت کے بے شمار موتی نکالے ہیں جن کو تفاسیر میں لکھ کر امت مسلمہ پر عظیم احسان کیا ہے اور اہل خرد بھی انہیں داد دیئے بغیر نہیں رہ سکے۔ لیکن ایک عام آدمی میں اتنی صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ صرفی، نحوی اور لغوی مسائل کو سمجھ سکے۔ اس لئے ایک ایسی تفسیر کی ضرورت تھی جس میں قرآن حکیم کا مفہوم بالکل سادہ اور آسان لفظوں میں بیان کیا جائے اور علمی مباحث اہل علم کے لئے چھوڑ دیئے جائیں تاکہ وہ نومسلم جو اسلامی تعلیمات سے ناآشنا ہے یا وہ نوجوان جو عربی زبان بالکل نہیں جانتا اس کا قرآن کے ساتھ ابتدائی رابطہ قائم ہو جائے اور اہل علم کی تفاسیر کو سمجھنے کے قابل ہو سکے۔ لہٰذا اس تفسیر سے اہل علم حضرات کی تسکین مقصود نہیں اور نہ ہی اس فقیر کے پاس اتنا علم ہے کہ اہل علم حضرات کی معلومات میں اضافہ کر سکے کیونکہ مفسرین کی تاریخ میں یہ فقیر وہ نووارد ہے جو سب سے زیادہ کم علم ہے۔ اسی لئے میرے مخاطبین بالخصوص وہ مسلمان ہیں جو قرآن کی بالکل ابتدائی سمجھ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کی خاطر بات کو آسان کرنے کے لئے میں نے بعض مقامات پر ترجمہ کی بجائے ترجمانی کا راستہ بھی اختیار کیا ہے۔

Marfat.com

نیز قرآن کریم ایک عالمگیر، ہمہ جہت اور دائمی پیغام ہدایت ہے جو کسی وقت اور جگہ کا پابند نہیں لیکن مفسرین نے اپنے علاقہ کی زبان، مروج علوم اور مخصوص ذہنیت کا لحاظ رکھتے ہوئے تفاسیر لکھی ہیں۔ اور حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قارئین کی ذہنی استعداد کے مطابق ان سے بات کی جائے۔ یورپ آج مادی ترقی کی جس راہ پر گامزن ہے پہلے کبھی نہیں تھا۔ ان کی مادہ پرستی نے مذہب اور روحانیت کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اور ہماری آنے والی نسلیں بھی اس معاشرہ سے اثر لے رہی ہیں۔ لہٰذا یہاں بھی ایک ایسی تفسیر کی ضرورت تھی جس میں ان مسائل اور دلائل کو زیادہ اہمیت دی جائے جو اس عقل پرست معاشرہ کو متاثر کر سکیں اور اسلام کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوں۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ تسکینِ قلب کے لئے عقلی توجیہ اور ظاہری تمثیل کو پسند کرتی ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان رکھتے تھے اس کے باوجود اطمینانِ قلب کے لئے اللہ تعالیٰ سے مشاہدہ کا سوال کیا۔ (قرآن: ۲: ۲۶۰) اس فطری تقاضا کے پیش نظر میں نے بعض مقامات پر بات کو آسان کرنے کے لئے کچھ مثالیں بیان کی ہیں۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ اگر کسی مقام پر میری عقلی توجیہ قرآن و حدیث سے ٹکرائے یا قرآن کا مفہوم واضح نہ کر سکے تو وہ میری سمجھ کی کوتاہی ہے اسلام کا حکم غلط نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی بات کے سچا ہونے کا اصل معیار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول ﷺ کا فرمان ہے چاہے اس کی حکمت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

اے علیم وقدیر اور رحیم وکریم خدا! تیری بے پایاں رحمتوں پر توکل کرتے ہوئے اس بے علم و ناتواں بندۂ فقیر نے تیرے عظیم کلام کی تفسیر شروع کی ہے۔ یہ بے کس و بے نوا اور تہی دامن مسکین تیرے پیارے حبیبِ مکرم ﷺ کا دامنِ رحمت تھام کر عرض کرتا ہے۔ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَ يَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي (اے میرے پروردگار! میرا سینہ میرے لئے کشادہ فرما دے اور میرا کام میرے لئے آسان فرما دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں۔ قرآن: ۲۰: ۲۵) میں نے کئی عربی اور اردو تفاسیر سے استفادہ کیا ہے مگر زیادہ تر میری معلومات کا ذریعہ سیدی و مرشدی حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ضیاء القرآن ہے۔ اسی لئے میں نے اس تفسیر کا نام

Marfat.com

''امداد الکرم'' رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر انور پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!

یَا اَللّٰہُ ! یَا غَفَّارُ ! یَا تَوَّابُ !

اس حقیر اور پُر تقصیر بندے نے ترے مقدس کلام کو ایک عام ذہن تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اس سے میرا مقصد فقط تیری اور تیرے پیارے حبیب ﷺ کی رضا کا حصول ہے۔ لیکن اس میں اگر کہیں غلطی ہوئی ہے تو وہ میری کم علمی ہے میں اپنی کوتاہی کا پیشگی اعتراف کرتے ہوئے توبہ کرتا ہوں۔ میری توبہ قبول فرما اور میری رہنمائی فرما تا کہ میں اس کی اصلاح کرسکوں۔

یَا اَللّٰہُ ! یَا رَحْمٰنُ ! یَا رَحِیْمُ !

یہ فقط ترا کرم تھا جو اس گناہگار بندے نے ترے عظیم کلام کی تفسیر شروع کی۔ اب اپنے ہی کرم کے صدقے اس کو قبول فرما اور میدانِ حشر میں اسے میرے، میرے والدین، میری اولاد، میرے اساتذہ کرام، میرے شاگرد، میرے عقیدت مند، میرے دوست، جامعہ الکرم اور مسلم چیرٹی کے معاونین اور جملہ قارئین کیلئے نجات کا ذریعہ بنا۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اغْفِرْلِی وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِینَ یَوْمَ یَقُومُ الْحِسَابُ آمِینَ بِجَاہِ طٰہٰ وَ یٰسٓ عَلَیْهِ التَّحِیَّةُ وَالتَّسْلِیمُ

اَحْقَرُ الْعِبَادِ : محمد امداد حسین پیرزادہ

یکم رجب ۱۴۲۱ھ ۳۰ ستمبر ۲۰۰۰ء (بروز ہفتہ بعد از نماز مغرب)

جامعہ الکرم، ایٹن ہال، انگلستان

Marfat.com

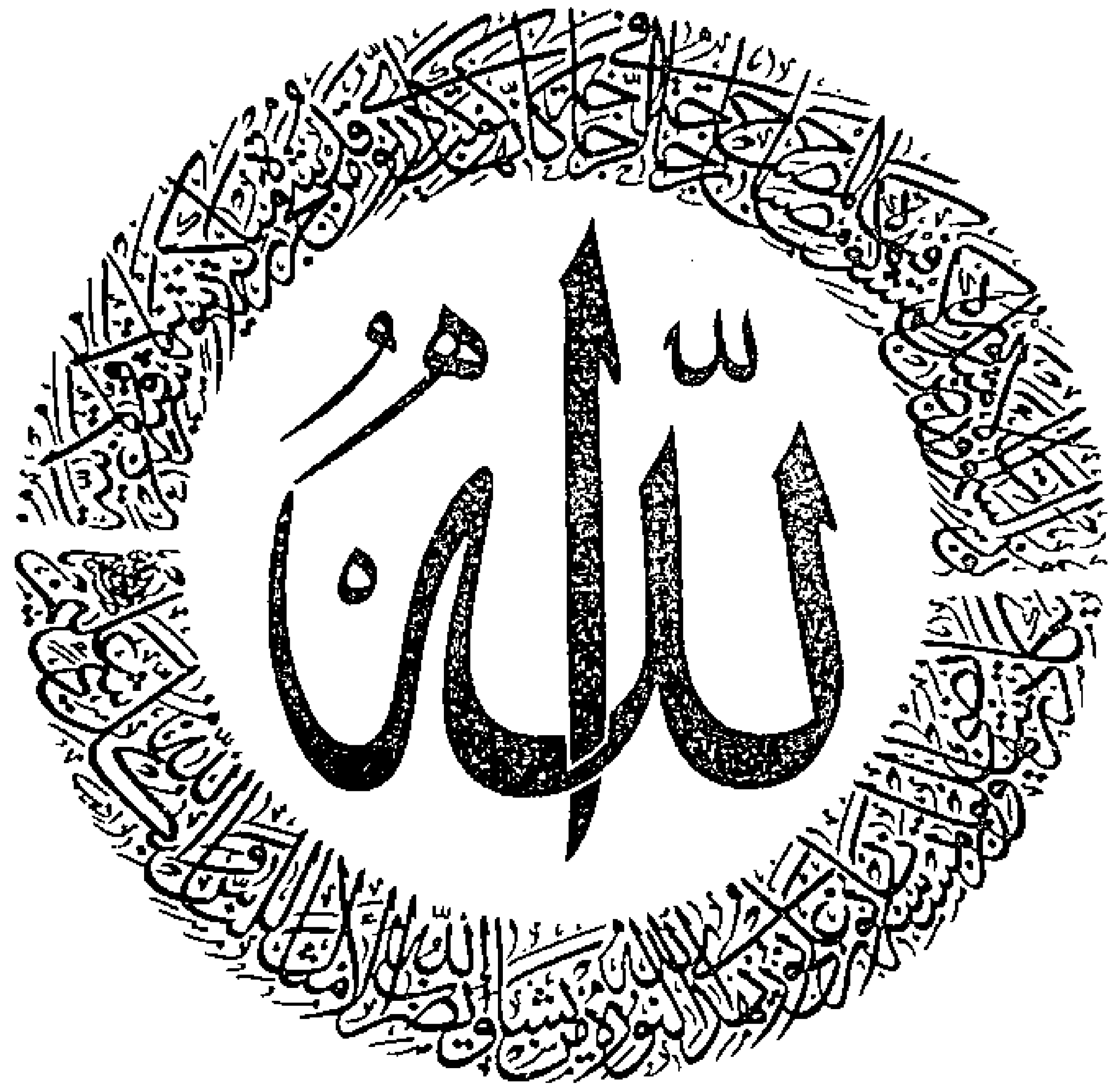

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سورہ فاتحہ

انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔اور قرآن مجید وہ مقدس کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا راستہ بتاتی ہے۔سورہ فاتحہ میں اس تفصیل کو اختصار کے ساتھ بطور دیباچہ بیان کیا جارہا ہے تاکہ قاری کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ انسان کا منشورِ تخلیق اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور اس کا دستورِ حیات اللہ والوں کا نقشِ قدم ہے جو صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔

سورہ فاتحہ دراصل ایک جامع دعا ہے۔اس کی تلاوت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت اور قرآن مجید کی فہم و فراست کے دروازے کھلتے ہیں۔اسی لئے اس کو ابتدا میں رکھا گیا ہے تاکہ قرآن سمجھنے میں آسانی ہو۔یہ سورہ کتنی عظیم ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کا نزول دو بار ہوا (ایک بار مکہ مکرمہ میں اور دوسری بار مدینہ منورہ میں) اور ہر نماز میں اس کا پڑھنا واجب قرار پایا۔سورہ فاتحہ کی فضیلت میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔تورات،انجیل،زبور اور قرآن میں سورہ فاتحہ جیسی کوئی سورت نہیں ہے۔'' (ترمذی: فضائل قرآن) ''.....یہ سب سے عظیم سورت ہے۔...'' (صحیح بخاری : فضائل قرآن)

Marfat.com

آیاتہا ۷ ۔ ۱ سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۵ ۔ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اللہ[۱] کے نام سے(شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) [۲] جو بہت ہی مہربان ، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ [۳]

[۱] اللہ خالقِ حقیقی کا ذاتی نام ہے۔ کسی دوسرے کے لئے استعمال نہیں ہوسکتا۔ خالقِ حقیقی صرف ایک ہے اور اس کا ذاتی نام یعنی اللہ بھی مُفرَد ہے اس کی کوئی جمع نہیں ہے۔ یہ تمام اسمائے حُسنٰی (صفاتِ باری تعالیٰ) کا جامع ہے اور بقول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم بھی یہی ہے۔

[۲] اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان اپنے ہر جائز کام کی ابتدا بسم اللہ سے کرے تاکہ اس کے نام کی برکت سے مشکلیں آسان ہوں۔ اسی لئے میں نے بسم اللہ کے ترجمہ میں بھی اللہ کے نام کو سب سے پہلے رکھا ہے تاکہ اللہ کے نام کی برکت سے اس ترجمہ کی ابتدا ہو۔ اس طرح کرنے سے انسان اپنی کمزوری کا اعتراف کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت پر اس کا توکل پختہ ہوجاتا ہے۔ نیز جب اسے ہر کام شروع کرتے وقت اللہ کا نام لینے کی عادت ہوجائے گی تو وہ ہر ایسا کام کرنے سے رُک جائے گا جس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو کیونکہ اسے اپنے رب سے شرم آئے گی کہ اس کا نام لے کر اس کی نافرمانی کر رہا ہے۔

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" قرآن مجید کی آیت ہے اور دو سورتوں کو الگ کرنے کیلئے نازل ہوئی۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جسم میں جہاں درد ہو وہاں ہاتھ رکھ کر تین بار بسم اللہ پڑھی جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں بسم اللہ ہر مرض کے لئے شِفا ہے۔(تفسیر قرطبی)

لمحہ فکریہ: انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں سے استفادہ کر رہا ہے۔ مثال کے طور پر آنکھ، کان، ناک، منہ، ہاتھ، پاؤں، صحت، دولت وغیرہ۔ اگر ان میں سے ایک بھی ناقص ہوجائے تو یہ زندگی بوجھ بن جائے۔ اس قدر احسانوں میں ڈوبا ہوا انسان اگر کوئی کام کرتے وقت بھی اپنے محسنِ حقیقی کا نام نہ لے تو اس سے بڑی ناشکری اور کیا ہوسکتی ہے۔

[۳] رحمٰن اور رحیم دونوں مبالغے کے صیغے ہیں اور رحمٰن میں تو مبالغہ کی بھی انتہا ہے۔ یعنی اتنا بڑا مہربان کہ اس سے زیادہ کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اسی لئے رحمٰن کا لفظ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر نہیں بولا جاتا۔

قرآن نے اللہ تعالیٰ کی جس صفت کو سب سے پہلے ذکر کیا ہے وہ رحمٰن ہے اور اسکی رحمت اسکے غضب پر غالب ہے۔ لہٰذا انسان کتنا ہی بڑا گناہگار کیوں نہ ہو۔ اگر وہ سچے دل سے توبہ کرنا چاہے تو اسے گھبرانے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ کی بے حدو بے حساب رحمت اس کے گناہوں کو معاف کرنے کے لئے بے قرار ہے۔ رحمٰن و رحیم آقا تو ہر وقت مائل بہ کرم ہے۔ کاش ہمیں طلب صادق نصیب ہوجائے۔ آمین۔

15471

Marfat.com

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَۙ ۱۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں [۴] جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ [۵]

الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِۙ ۲۔ بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

---

[۴] قرآن پڑھنا، سمجھنا اور اس پر عمل کرنا سب عبادت ہے۔ اور عبادت کی جان اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے۔ اسی لئے قرآن مجید کی ابتدا حمد سے ہو رہی ہے۔

ہر خوبی و جمال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا تعریف قرآن کی ہو یا کسی نبی کی، کعبہ کی ہو یا کسی ولی کی، چاند کی ہو یا کسی پھول کی، حقیقت میں اسی ذات بے مثال کی تعریف ہے جو ہر حسن و جمال کا خالق ہے۔ اسی لئے فرمایا۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ یعنی ہر قسم کی کامل تعریفوں کا حقیقی مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ کسی صاحبِ کمال کی تعریف نہ کی جائے۔ سراپا صدق وصفا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حق ہے کہ انہیں صدیق اکبر کے لقب سے نوازا جائے۔ عدل وانصاف کے پیکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں فاروقِ اعظم کا اعزاز دیا جائے۔ اسی طرح ہر صاحبِ کمال کی قدردانی ضروری ہے لیکن سب سے پہلے اس خالق حقیقی کی حمد لازم ہے جس نے اس میں اس کمال کو پیدا فرمایا۔

سورہ فاتحہ میں دعا بھی ہے اور آدابِ دعا کی تعلیم بھی یعنی جس کریم آقا کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے جا رہے ہیں پہلے اُس کے اَن گنت احسانات اور بے پایاں عنایات کا اعتراف کریں اور شکرانے کے طور پر حمد وثناء کے گلدستے پیش کریں جس کے لئے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ کے الفاظ سب سے افضل ہیں۔ اس کے بعد اپنی مغفرت کیلئے دعا کریں اور خدا کے فضل وکرم کا سوال کریں۔

حمد باری تعالیٰ مومن کی زندگی کا اہم ترین حصہ ہے یعنی نعمت ملے تو شکر کے ساتھ حمد، مصیبت آئے تو صبر کے ساتھ حمد، چھینک یا پسندیدہ خواب آئے تو حمد، کھانے اور پینے کے بعد حمد، نماز کے بعد حمد، الغرض مومن ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے۔

[۵] رب کا ایک معنی مربی ہے یعنی کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد اور فطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبہ کمال تک پہنچانے والا۔ (امام راغب) اس سے معلوم ہوا کہ جو انسان اپنے مرتبہ کمال کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا حقیقی رب ہے۔

عَالَمِين ۔ عَالَم کی جمع ہے جس کا معنی جہان ہے۔ اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص قوم، نسل یا علاقے کا خدا نہیں بلکہ ساری کائنات کا رب ہے اور جو ساری کائنات کا رب ہو وہی ساری تعریفوں کا حقیقی مستحق ہے۔

Marfat.com

مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝

۳۔ روزِ جزاء کا مالک ہے۔[۶]

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝

۴۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔[۷]اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔[۸]

---

[۶] اس دن کا مالک جس میں ہر انسان کو اس کے اچھے کاموں کا حسین ثواب اور برائیوں کا دردناک عذاب دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات رحمت پڑھنے والا بے عملی کا شکار ہوسکتا تھا مگر مالکِ روزِ جزا نے اسے متنبہ کر دیا۔ یہ سب درست ہے کہ اس کی رحمتوں کی کوئی حد نہیں جس کو چاہے بخش دے لیکن وہ بااختیار منصف بھی ہے کوئی مجرم اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔

لہٰذا اے انسان! اس فانی زندگی اور چندروزہ عیش وراحت پر مغرور ہو کر اس دن کو فراموش نہ کر جو ابدی زندگی اور حقیقی جزا وسزا کا پہلا دن ہوگا۔ اچھے کام کر اور قبولیت کے لئے اس کی رحمتوں پر امید رکھ۔ ناجائز کاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے بے خوفی انسان کو بے عمل اور اس کی رحمت سے مایوسی انسان کو ظالم بنا دیتی ہے لہٰذا ایک طرف اس کی رحمت پر امید رکھ اور دوسری طرف اس کے غضب سے ڈر۔ یہی ایمان کی نشانی ہے۔ اس کی مزید تشریح کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد غور طلب ہے: ''اگر آسمان سے آواز آئے۔ اے لوگو! سوائے ایک انسان کے آپ سب لوگ جنت میں داخل ہونے والے ہیں تو مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب سے اتنا ڈر ہے کہ وہ میں ہوں گا۔ اور اگر اعلان یہ ہو۔ اے لوگو! سوائے ایک انسان کے آپ سب جہنم میں داخل ہونے والے ہیں تو مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اتنی امید ہے کہ وہ میں ہوں گا'' (کنز العمال: جلد ۱۲) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر مؤمن کو اللہ تعالیٰ کی سزا کا علم ہو جائے تو کوئی بھی جنت کا لالچ نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا علم ہو جائے تو کوئی بھی جنت سے مایوس نہ ہو'' (صحیح مسلم: کتاب توبۃ)

اللہ تعالیٰ آج بھی ساری کائنات کا مالک ہے۔ لیکن اس آیت میں روزِ جزا کی تخصیص شاید اس لئے ہے کہ آج جو لوگ اللہ تعالیٰ کو مالک نہیں مانتے قیامت کے دن اس کی بادشاہی کا مشاہدہ کر کے وہ بھی اس کے مالک ہونے کا اقرار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

[۷] اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بعد اب عبادت کی تعلیم دی جارہی ہے اس ترتیب سے یہ حقیقت بھی اجاگر ہو گئی کہ اعتقاد عمل پر مقدم ہے اور عبادت کی قبولیت عقیدے کی صحت پر موقوف ہے۔

انگریزی میں عبادت کو ورشپ (worship) کہا جاتا ہے اور آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق ۔ خدا کے لئے عزت و احترام کے عملی مظاہرہ کا نام عبادت ہے۔

"the practice of showing respect for God"

Marfat.com

اسلام میں بھی عبادت کا مفہوم کچھ اسی طرح ہے کہ انسان کسی کو معبود سمجھ کر اس کے سامنے عاجزی وانکساری کرے۔ مثال کے طور پر نماز میں انسان رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہے تو بھی عبادت ہے کیونکہ جس ذات کے لئے کھڑا ہے وہ اس کا معبود حقیقی ہے۔ اس کے برعکس اگر ایک بیٹا اپنے باپ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہے تو یہ عبادت نہیں بلکہ احترام اور تعظیم ہے کیونکہ کوئی مسلمان بیٹا اپنے باپ کو معبود نہیں سمجھتا۔

نیز قرآن بتاتا ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیه السلام کو اور برادرانِ یوسف علیه السلام نے حضرت یوسف علیه السلام کو سجدہ کیا اس کے باوجود نہ فرشتے مشرک ہوئے اور نہ ہی برادران یوسف علیه السلام کیونکہ وہ مسجود کو معبود نہیں سمجھتے تھے بلکہ صرف تعظیم مقصود تھی۔ اسلام نے عبادت اور تعظیم دونوں کا حکم دیا ہے۔ عبادت اللہ تعالیٰ کی اور تعظیم اللہ والوں کی لہٰذا عبادت اور تعظیم میں فرق نہ کرنا اور تعظیم کرنے والے پر عبادت کا الزام عائد کر کے اسے مشرک کہنا قرآن کے مزاج کے خلاف ہے۔

عبادت کے لائق صرف اور صرف ذات باری تعالیٰ ہے اور جو شخص کسی مخلوق (نبی ، ولی یا سورج ، آگ ، پتھر ، وغیرہ) کی عبادت کرتا ہے وہ اس میں کسی خوبی یا جمال سے متاثر ہوتا ہے حالانکہ وہ حسن یا کمال اس کا ذاتی نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس میں یہ خوبی نہ رکھتا تو کوئی انسان اس سے متاثر نہ ہوتا۔ لہٰذا عبادت کا مستحق صاحبِ کمال نہیں بلکہ خالقِ کمال ہے جس نے کائنات کو حسن وکمال سے مزین فرمایا۔

عبادت کے حوالے سے حضرت رابعة عدوية رحمة الله عليها کا قول غور طلب ہے۔ ''تیری قسم اے اللہ تعالیٰ! میں جنت کے لالچ یا دوزخ کے ڈر سے تیری عبادت نہیں کرتی بلکہ اس لئے کرتی ہوں کہ تو ہی عبادت کے لائق ہے۔''

اگر حور جنت کی دل میں بسی ہے　　عبادت ہی کیا یہ تو سوداگری ہے

[۸] ساری کائنات کا خالق، مالک اور رازق اللہ تعالیٰ ہے اس کی مرضی نہ ہو تو کوئی پتہ حرکت نہ کر سکے، اس کی اجازت نہ ہو تو کوئی ستارہ چمک نہ سکے۔ وہی کارسازِ حقیقی ہے۔ وہی اس لائق ہے کہ اس سے مدد مانگی جائے اسی لئے ہم دن میں درجنوں بار بصد ادب ونیاز عرض کرتے ہیں اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (اے ہمارے پروردگار! ہم آپ سے مدد مانگتے ہیں اور صرف آپ ہی سے مانگتے ہیں) لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم بیماری کے لئے ڈاکٹر سے مدد نہ مانگیں ، دشمن کے لئے ہتھیار کا سہارا نہ لیں، دعا کے لئے کسی بزرگ کے پاس نہ جائیں۔ دراصل یہ اسباب بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمائے ہیں۔ بلاشبہ حقیقی مددگار تو وہی ہے مگر یہ اس کی قدرت کے مظاہر ہیں۔ مثال کے طور پر نماز اور صبر خدا نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان سے مدد لینے کا حکم دیا ہے۔ (قرآن : ۲ : ۱۵۳) لہٰذا اسباب کا سہارا لینا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کی مدد ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان میں مدد کی صلاحیت نہ رکھتا تو ہمیں ان کے پاس جانے کی ضرورت نہ تھی۔

Marfat.com

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ ۵۔ ہم کو سیدھے راستہ پر چلا [۹]

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ ۶۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا [۱۰]

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۧ ۷۔ نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا [۱۱]

جس طرح مخلوق کی تعریف درحقیقت خالق کی تعریف ہے اسی طرح مخلوق سے مدد لینا بھی دراصل اللہ تعالیٰ کی ہی مدد ہے کیونکہ ساری کائنات کا کارسازِ حقیقی وہی ہے۔ ہاں اگر کوئی بے وقوف یہ سمجھے کہ اللہ نہ چاہے تو بھی ڈاکٹر کی دوا اور بزرگ کی دعا شفا دے سکتی ہے تو یہ واضح شرک ہے۔ اس طرح کا عقیدہ رکھنے والا انسان کافر ہوجاتا ہے۔

[۹] سیدھے راستہ سے مراد اسلام ہے اور اس دعا کا تعین قاری کے حال پر منحصر ہے۔ اگر دعا مانگنے والا گمراہ ہے تو مطلب ہوگا 'سیدھا راستہ دکھا' یعنی بھٹکا ہوا ہے سیدھے راستہ کا سوال کر رہا ہے۔ اگر عام مسلمان ہے تو مطلب ہوگا 'سیدھے راستے پر چلا' یعنی سیدھا راستہ تو جانتا ہے اس پر عمل کی توفیق مانگ رہا ہے۔ اور اگر پرہیزگار ہے تو مطلب ہوگا 'سیدھے راستے پر قائم رکھ' یعنی سیدھے راستہ پر گامزن ہے استقامت اور ترقی درجات کی التجا کر رہا ہے۔

الغرض منزل کوئی بھی ہو قدم اٹھانے سے پہلے اپنے خالق حقیقی کے سامنے دست سوال دراز کیا جائے تاکہ اس کی توفیق شاملِ حال ہو اور شیطان گمراہ نہ کر سکے۔

[۱۰] سیدھے راستے کی پہچان یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے (انبیاء، صدیقین، شهداء، صالحین) اختیار کریں ان کی تقلید اور ان کے نقشِ قدم کی پیروی ہی سیدھا راستہ ہے۔ نیز ہر انسان میں اتنی صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ براہ راست قرآن وحدیث کو سمجھ سکے کیونکہ بیشتر تو عربی زبان ہی نہیں جانتے لہٰذا بزرگانِ دین کی صحبت اور پیروی سے اسلام کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آسان ہوجاتا ہے اسی لئے اسلام نیک اور سچے لوگوں کی صحبت اور پیروی کی ترغیب دیتا ہے۔
حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بری سوسائٹی سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے نیک سوسائٹی بہتر ہے'' (شعب الایمان: البیہقی: حدیث نمبر ۴۹۹۳) کیونکہ جب انسان نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے تو وہاں رنگارنگ نیکیوں کی ترغیب ملتی ہے۔

[۱۱] اس سے معلوم ہوا کہ بدعقیدہ، بدعمل اور گمراہ لوگوں سے اجتناب اور ان کے راہ و رسم سے پرہیز لازم ہے کیونکہ ان کی صحبت گمراہی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب بن سکتی ہے۔

نوٹ: سورہ فاتحہ کے بعد اور اسی طرح ہر دعا کے بعد آمین کہنا سنت ہے یعنی آخر میں پھر عرض کرے کہ یا اللہ! جو دعا میں نے کی ہے اسے قبول فرما۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سورہ بقرہ

یہ سورت مدنی ہے کیونکہ یہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی اور ہجرت کے بعد نازل ہونے والی تمام سورتوں کو مدنی کہا جاتا ہے۔ یہ قرآن کریم کی سب سے طویل سورت ہے۔ اسی لئے اس میں بیان ہونے والے مضامین کی تعداد بھی دوسری سورتوں سے زیادہ ہے۔ قرآن مجید کی سب سے طویل آیت (۲۸۲) بھی اسی سورت میں ہے۔ اور آیت الکرسی (۲۵۵) بھی اسی سورت میں ہے جو قرآن کریم کی تمام آیتوں کی سردار ہے۔ (ترمذی: فضائل القرآن : حدیث ۲۸۷۸)

مدینہ میں اسلام ایک باقاعدہ اسلامی ریاست کی صورت اختیار کر رہا تھا اس لئے سورہ بقرہ میں عقائد اور عبادات کے علاوہ اسلام کے سیاسی، معاشی، اخلاقی اور معاشرتی پہلوؤں پر بھی مختلف انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور گذشتہ اقوام بالخصوص بنی اسرائیل کے عروج و زوال کا تذکرہ بھی کیا گیا تا کہ امت مسلمہ اس سے عبرت حاصل کرے۔ اس میں ایک گائے کا عجیب و غریب قصہ بھی ہے جس کے ذریعہ سے ایک مقتول کو زندہ کیا گیا تا کہ اصل قاتل کی نشاندہی ہو سکے اور اس واقعہ کی وجہ سے اس سورت کا نام بھی بقرہ ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ کی تفسیر حضور اکرم ﷺ سے بارہ سال میں پڑھی اور جس دن ختم کی اس دن خوشی میں ایک اونٹ ذبح کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت کی۔ (تفسیر قرطبی)

سورہ بقرہ کے متعلق حضور اکرم ﷺ کے چند ارشادات :

۱۔ جس نے سورہ بقرہ پڑھی اسے جنت کا تاج پہنایا جائے گا۔

(بیہقی : شعب الایمان : باب فی تعظیم القرآن)

۲۔ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جائے اس گھر سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ : کتاب فضائل القرآن)

Marfat.com

۳۔ سورہ بقرہ کی آخری دو آیات اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایسا خزانہ ہیں جس میں دنیا و آخرت کی بھلائی موجود ہے۔
(مشکوٰۃ : کتاب فضائل القرآن)

۴۔ سورہ بقرہ کی آخری دو آیات کو سیکھو اور اپنے بیوی بچوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ دونوں آیتیں نماز، قرآن اور دعا (کا درجہ رکھتی) ہیں۔
(بیهقی : شعب الإیمان : باب فی تعظیم القرآن)

۵۔ میت کو دفن کر کے اس کی قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کی پہلی پانچ آیات اور قبر کی پائینتی کی طرف کھڑے ہو کر آخری دو آیات پڑھی جائیں۔
(مشکوٰۃ : باب دفن المیت)

۶۔ سورہ بقرہ پڑھا کرو اس کے پڑھنے میں برکت اور چھوڑنے میں حسرت ہے۔ نیز اس کی برکت سے مکار لوگوں کا مکر و فریب اور جادو اثر نہیں کرتا۔
(مسلم : صلاۃ المسافرین : حدیث ۲۵۲)

الله

Marfat.com

الجزء ۱

موسیٰ امرتسری ذخیرہ لاہور پاکستان

ایاتہا ۲۸۶　۲ سورۃ البقرۃ مدنیۃ ۸۷　رکوعاتہا ۴۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾　۱۔ الف لام میم [۱]

---

[۱] قرآن مجید میں ۲۹ سورتیں ہیں جن کی ابتدا میں اس قسم کے حروف نازل ہوئے۔ ان کو حروف مُقطّعات کہا جاتا ہے۔ یہ حروف اکٹھے لکھے جاتے ہیں (الم) لیکن جدا جدا پڑھے جاتے ہیں (الف ، لام ، میم) ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان حروف کو قرآن مجید کا حصہ سمجھیں اور ان کی تلاوت کریں البتہ ان کے معانی کی تلاش ضروری نہیں۔ کیونکہ ان کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے حبیب پاک ﷺ کو عطا فرمایا۔ جبریل امین جب ان حروف کو لے کر نازل ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا "میں پہلے ہی ان سربستہ رازوں سے آگاہ ہوں۔" اس پر جبریل امین سراپا حیرت ہو کر کہنے لگے "میں ابھی ان حروف کو لے کر نازل ہو رہا ہوں۔ ان کا معنیٰ میری سمجھ سے بالاتر ہے آپ کیا سمجھے ہیں؟" نبی مکرم ﷺ نے فرمایا "یہ میرے اور میرے رب کے درمیان محبت کے راز ہیں" (تفسیر روح البیان : سورہ یٰس)

حروف مقطعات میں چند حکمتیں

۱) اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کے ذریعہ قرآن کریم نازل فرمایا مگر اس میں کچھ راز ایسے بھی ہیں جن کا جبریل امین کو بھی علم نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے علم کی پرواز اتنی بلند ہے کہ جبریل امین کا طائر خیال بھی وہاں نہیں پہنچ سکتا۔

۲) قرآن مجید کے ہر حرف کی تلاوت سے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ ان میں حروف مقطعات بھی شامل ہیں جن کا حقیقی معنیٰ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ جانتے ہیں۔ اس سے قرآن کریم کی عظمت کا اندازہ کریں۔ یہ دنیا میں واحد کتاب ہے جس کو سمجھ کر پڑھا جائے تو بھی ثواب اور بغیر سمجھے پڑھا جائے تو بھی ثواب۔

۳) حروف مقطعات سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ قرآن مجید کے کسی حکم پر عمل کرتے وقت اگر اس کی حکمت سمجھ آئے تو بھی ثواب اور اگر حکمت سمجھ نہ آئے تو بھی ثواب کیونکہ یہ اس حکیم و دانا خداوند قدوس کا کلام ہے جس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر میدان منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مارنا، صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا اور طواف کرتے وقت رمل کی حقیقی حکمتیں ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں لیکن اس کے باوجود ہم ان پر عمل کرتے ہیں اور کمالِ اطاعت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جونہی رب تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم آئے انسان اس کی اطاعت میں فوراً اپنی گردن جھکا دے۔

Marfat.com

معانقة

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿۲﴾

۲۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں [۲] یہ ہدایت ہے متقی لوگوں کے لئے [۳]

---

۴) شیخ عبد الرحمٰنؒ سے پوچھا گیا کہ اس شخص کو کوئی فائدہ ہوسکتا ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ جو کچھ اس نے پڑھا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ضرور ہوتا ہے جیسے کوئی آدمی دوائی کھاتا ہے اور اس کے اجزائے ترکیبی نہیں جانتا کہ کیا کھا رہا ہے لیکن اس کا اثر ضرور ہو جاتا ہے۔ جس طرح دوائی انسان کی جسمانی بیماریوں کو دور کرتی ہے اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت انسان کی روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہے اور ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔

۵) اگر ایک عالم قرآن مجید کے بعض حصہ (حروف مقطعات) کو بغیر سمجھے پڑھ کر ثواب کا امیدوار ہے تو ایک اَن پڑھ مسلمان کو بھی بغیر سمجھے قرآن مجید کی تلاوت کر کے ثواب کی امید رکھنی چاہیے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن مجید سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے۔ ہرگز نہیں۔ ہر مسلمان کو اپنی استعداد کے مطابق قرآن مجید سمجھنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے کیونکہ قرآن کریم کے معانی میں غور کرنے کا ثواب زیادہ ہے۔ اور پھر اس پر عمل کرنے کا ثواب اور زیادہ۔

۶) قرآن مجید تمام انسانوں کیلئے ہدایت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کفار سے مخاطب ہو کر انہیں اسلام کی دعوت دیتا ہے تو ظاہراً اس کا ہمارے ساتھ تعلق نہیں اور نہ ہی اس میں ہمارے لئے بظاہر کوئی فائدہ نظر آتا ہے کیونکہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پہلے ہی مسلمان ہیں لیکن اس کے باوجود ہم ان آیات کی تلاوت کرتے ہیں کیونکہ یہ ہمارے رب تعالیٰ کا کلام ہے اور اس میں کفار کی ہدایت کا سامان ہے۔

اسی طرح حروف مقطعات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ سے خصوصی خطاب فرمایا (جیسے ایک بادشاہ اپنے ولی عہد اور شیخ طریقت اپنے خلیفہ کو خصوصی ہدایات جاری کرتا ہے) جس میں ان کی رہنمائی مقصود ہے تو چونکہ اس کا ہمارے ساتھ براہ راست تعلق نہیں اس لئے اس کا ہماری سمجھ میں نہ آنا ایک فطری امر ہے اور ہمیں ان کی سمجھ میں سرگرداں رہنا بھی ضروری نہیں نیز اگر ہر کسی کو اس کا علم ہو جائے تو اس خطاب کی خصوصیت بے معنیٰ ہو جاتی ہے۔ البتہ جن امور کا تعلق ہمارے عقائد اور اعمال سے ہے قرآن مجید نے انہیں دن سے زیادہ روشن اور سورج سے زیادہ واضح کر دیا ہے اور ان میں ذرہ بھر ابہام کی گنجائش نہیں ہے۔

[۲] کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی آخری کتاب ہے۔ اس کی تعلیمات اتنی واضح اور کامل ہیں کہ کہیں بھی شک کی گنجائش نہیں۔ اس کے باوجود جو لوگ اس میں شک کرنے یا شک ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں وہ یا تو اس میں غور نہیں کرتے یا پھر تعصب کا شکار ہیں۔

[۳] متقی اس خوش نصیب انسان کو کہتے ہیں جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو اور وہ ہر اس کام سے اجتناب کرے جو آخرت میں

Marfat.com

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝٣

٣۔ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں[٤] اور نماز قائم کرتے ہیں[٥] اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں[٦]

اس کے لئے نقصان دہ ہو۔ ہدایت کا ایک معنیٰ ہے کسی کو راستہ دکھانا اور دوسرا معنیٰ ہے کسی کو راستے پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچانا۔ لہٰذا راستہ دکھانے کے اعتبار سے قرآن مجید تمام انسانوں (کافر و مسلم) کے لئے ہدایت ہے اور منزلِ مقصود تک پہنچانے کے اعتبار سے قرآن کریم صرف متقی لوگوں کے لئے ہدایت ہے کیونکہ یہی وہ خوش نصیب لوگ ہیں جو قرآن مجید پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے ہیں۔

[٤] متقین کون ہیں؟ ان کی پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ غیب سے مراد وہ حقیقتیں ہیں جو انسانی عقل اور حواس سے معلوم نہ ہو سکیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ، فرشتے ، قیامت ، جنت اور دوزخ وغیرہ۔ یہ سب ایسی صداقتیں ہیں جو نہ آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہیں اور نہ عقل سے سمجھی جا سکتی ہیں۔ ان کے جاننے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ نبی کی ذات گرامی ہے۔ اس سے معلوم ہوا آج کائنات کے سارے انسانوں کا علم اکٹھا کیا جائے تو بھی ایک نبی کے علم کے برابر نہیں ہو سکتا کیونکہ نبی کی زبان سے نکلنے والی ہر بات برحق ہے اور اس میں اسرار و رموز کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔

[٥] متقین کی دوسری نشانی یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں۔ نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہری حقوق کے ساتھ نماز کو وقت پر ادا کیا جائے اور دل کے خشوع کے ساتھ صرف خدا کی رضا کے لئے پڑھی جائے۔ اس احتیاط سے ادا کی ہوئی نماز ہی اس قابل ہے کہ اسے دین کا ستون اور مومن کی معراج کہا جائے۔

قرآن مجید میں نماز کا حکم تو ہے لیکن نمازوں کے اوقات ، رکعتوں کی تعداد اور نماز پڑھنے کا طریقہ بیان نہیں ہوا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! ہم نماز کس طرح ادا کریں۔ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "نماز ادا کرو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو" (بخاری : کتاب الآذان : باب ١٨)

[٦] متقین کی تیسری نشانی یہ ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق سے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ رزق سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمائی ہیں جیسے مال و دولت اور علم و عرفان وغیرہ اور ان نعمتوں کے ظاہری وسائل بھی اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا فرمائے ہیں مثلاً ہاتھ ، پاؤں، صحت و تندرستی اور دل و دماغ وغیرہ۔

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝

۴۔ اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ ﷺ کی طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو آپ ﷺ سے پہلے (انبیائے کرام پر) نازل کیا گیا [۷] اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں [۸]

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

۵۔ وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی کامیاب ہیں [۹]

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اس میں ہے کہ جس کے پاس جو نعمت ہے اس میں سے ان لوگوں کی بھی مدد کرے جو اس نعمت سے محروم ہیں۔ دولتمند اپنی دولت سے ، عالم اپنے علم سے اور عارف اپنی معرفت سے مستحقین کی مدد کرے۔ نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کا اپنا نہیں بلکہ سب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور جس انسان میں یہ یقین پختہ ہو جائے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور جو قارون کی طرح ان نعمتوں کو ذاتی کمال سمجھتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ (قرآن : ۲۸ : ۷۶ تا ۸۱)

[۷] متقین کی چوتھی نشانی یہ ہے کہ وہ نبی آخر الزمان ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن مجید اور آپ ﷺ سے پہلے انبیائے کرامؑ پر نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ البتہ پہلی کتابوں کے احکام پر عمل کرنا ضروری نہیں کیونکہ ہم صرف قرآن مجید پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔

چونکہ قرآن مجید آخری کتاب اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ آخری نبی ہیں اس لئے آپ ﷺ کے بعد کسی نبی یا کتاب پر ایمان لانا کفر ہے اسی لئے آیت میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں کا ذکر ہے لیکن بعد کا کوئی تذکرہ نہیں۔

[۸] متقین کی پانچویں نشانی یہ ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ آخرت سے مراد ایک نئی زندگی ہے جس کی ابتدا موت کے بعد ہوتی ہے۔ اس میں موجودہ زندگی کے اعمال کا محاسبہ کیا جاتا ہے اور اس کے مطابق جزا و سزا (جنت و دوزخ) کا فیصلہ ہوتا ہے جو عدل و انصاف کے عین مطابق ہوگا۔ نہ کسی کی حق تلفی ہوگی اور نہ کوئی مجرم سزا سے بچ سکے گا۔

یہ عقیدہ انسان کو ہر وقت متنبہ کرتا رہتا ہے کہ اس کی ہر حرکت ریکارڈ ہو رہی ہے اور آخرت میں اس کے متعلق باز پرس ہوگی لہٰذا آخرت پر پختہ یقین رکھنے والا کسی پر زیادتی کا تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن جس انسان کو اس آخری محاسبہ پر یقین نہیں وہ عیش پرستی کی خاطر سرکشی پر دلیر ہو جاتا ہے۔

آج ہم اپنی کوتاہیاں دوستوں سے چھپاتے ہیں تاکہ شرمندگی نہ ہو مگر اس دن کیا بنے گا جب ہماری برائیاں سب کے سامنے عیاں ہو جائیں گی۔ کاش آج ہم برائی کرنے سے پہلے اس دن کو یاد رکھیں جس میں ہماری چھوٹی سے چھوٹی برائی بھی پوشیدہ نہیں رہے گی۔

[۹] جن لوگوں میں گزشتہ پانچ صفات پائی جائیں وہ ہدایت یافتہ ہیں اور دونوں جہانوں میں کامیاب ہیں۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ⑥

۶۔ بیشک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان لوگوں کے لئے برابر ہے چاہے آپ ﷺ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ وَعَلٰی سَمۡعِهِمۡ ؕ وَعَلٰۤی اَبۡصَارِهِمۡ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ⑦ ع

۷۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ [۱۰]

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡنَ ⑧

۸۔ اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان لائے حالانکہ وہ مؤمن نہیں [۱۱]

وقف لازم

[۱۰] کافر اسے کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ یا ضروریات دین میں سے کسی ایک کا منکر ہو۔ اس کے کفر کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں مثلاً اسلام کے بارے میں لاعلمی یا اس کی تعلیمات پر شکوک وشبہات وغیرہ لیکن جب اسلام کی دعوت مل جائے یا شبہات دور ہو جائیں تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ کفار کی ایک قسم ایسی بھی ہے جو اسلام کو حق سمجھتے ہیں لیکن تعصب اور ضد نے ان کے ظاہری حواس اور عقل وخرد پر ایسے پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ مذکورہ دو آیات میں اسی قسم کے کفار کا تذکرہ ہے اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ڈاکٹر مریض سے کہے کہ اس کی بیماری آخری مرحلہ میں داخل ہو چکی ہے لہٰذا وہ علاج کرائے یا نہ کرائے وہ صحت یاب نہیں ہو سکتا اسی طرح جن لوگوں (جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ) کا کفر آخری مرحلہ میں پہنچ چکا تھا رب تعالیٰ نے ان کے اسلام نہ لانے کا اعلان کر دیا لیکن اس کے باوجود ایسے ضدی کفار کو اسلام کی دعوت دینے سے ان کے خلاف حجت قائم ہو جاتی ہے تاکہ قیامت کے دن وہ لاعلمی کا عذر نہ کر سکیں نیز دعوت دینے والے کو تبلیغ کا ثواب بہر حال ہوتا ہے سننے والا عمل کرے یا نہ کرے جیسے مؤذن کو اذان کا ثواب ضرور ملتا ہے سننے والا نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔

یہاں بعض لوگ تقدیر کا مسئلہ کھینچ لاتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور اسلام نہ لانے کا حکم صادر کر دیا تو اب وہ کیسے ایمان لا سکتے ہیں؟ دراصل بات یہ ہے کہ جب ڈاکٹر نے کسی مریض کے لاعلاج ہونے کا اعلان کیا تو کیا وہ مریض ڈاکٹر کے اس اعلان کی وجہ سے لاعلاج ہوا یا اس سے پہلے اس کی بیماری آخری مرحلہ میں داخل ہو چکی تھی؟ جواب بالکل واضح ہے کہ مریض اپنی بیماری کی وجہ سے پہلے ہی لاعلاج ہو چکا تھا ڈاکٹر نے تو صرف اطلاع دی ہے۔ اسی طرح یہ مخصوص کفار اپنے تعصب کی وجہ سے اسلام نہ لانے کا فیصلہ کر چکے تھے اللہ تعالیٰ نے تو صرف ان کے عزائم کی خبر دی ہے۔

اسی طرح ایک سوال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں جو کچھ لکھ دیا ہے وہ ہو کر ہی رہے گا۔ پھر تو انسان بالکل مجبور محض ہے اور اسے کسی گناہ کی سزا دینا ظلم ہوگا: اس بات کو سمجھنے کے لئے حضرت محمود غزنوی کا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں جو بچپن میں بزرگوں سے سنا تھا اگرچہ کتابوں سے اس کی تصدیق نہیں ہو سکی لیکن مقصد کی اہمیت کے اعتبار سے اس کو بیان کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

واقعہ کچھ اس طرح ہے۔ کہ حضرت محمود غزنویؒ کے متعلق یہ بات مشہور ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمود غزنویؒ کو اتنی بصیرت اور فراست عطا فرمائی ہے کہ وہ دوسرے انسان کے دل کی بات بتا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے بھی فرمایا: ''مؤمن کی فراست سے بچو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔'' (ترمذی : تفسیر القرآن : سورہ الحجر) دو نوجوانوں

Marfat.com

نے اس کرامت کی تصدیق کرنے کے لئے پروگرام بنایا کہ کل عصر کی نماز کے بعد حضرت محمود غزنویؒ کے باغ میں ان سے ملاقات کریں گے۔ اس باغ کے اردگرد اونچی دیوار ہے اور آنے جانے کے لئے مختلف اطراف سے چار دروازے ہیں۔ ہم ان سے پوچھیں گے کہ ہم کون سے دروازے سے باہر نکلیں گے وہ کوئی نہ کوئی دروازہ ہی بتائے گا مگر ہم مغربی کونے میں موجود درخت پر چڑھ کر دیوار کے اوپر سے چھلانگ لگا کر باہر آجائیں گے اور اس طرح اس کی یہ کرامت غلط ثابت ہو جائے گی۔
چنانچہ وہ دونوں دوست دوسرے دن حضرت محمود غزنویؒ کے پاس اس کے باغ میں حاضر ہوئے۔ محمود غزنویؒ اپنے وزراء کے ساتھ باغ میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ ان دو دوستوں نے محمود غزنویؒ سے پوچھا: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ہم کون سے دروازے سے باہر جائیں گے؟ حضرت محمود غزنویؒ نے کہا۔ اگر میں تمہیں کہوں کہ تم شمالی دروازے سے نکلو گے تو چونکہ تم میری مخالفت کا پروگرام بنا کے آئے ہو لہٰذا تم جنوبی دروازہ سے نکل کر میری تکذیب کی کوشش کرو گے۔ البتہ میں کاغذ پر لکھتا ہوں کہ تم کہاں سے باہر جاؤ گے۔ وہ کاغذ میں تمہارے ہاتھ میں دے دوں گا۔ آپ وہ کاغذ اپنے پاس رکھ کر باہر جائیں اور وہاں جا کر کھولیں کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے اور ہم بھی وہیں آجاتے ہیں۔ چنانچہ محمود غزنویؒ نے لکھا کہ تم کسی دروازہ سے نہیں بلکہ مغربی کونے میں موجود درخت کے ذریعہ باہر جاؤ گے اور کاغذ لپیٹ کر ان کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ وہ اپنے پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے مطابق مغربی کونے میں موجود درخت کے ذریعہ باہر نکل گئے اور جب کاغذ کھول کر دیکھا تو اس میں بھی یہی لکھا تھا۔
اب میرا سوال یہ ہے کہ کیا اس کاغذ نے انہیں مجبور کیا کہ وہ درخت کے ذریعہ باہر چھلانگ لگائیں یا وہ اپنی مرضی سے اپنے منصوبہ کے مطابق خود درخت کے ذریعہ باہر گئے۔ ظاہر ہے وہ اپنی مرضی سے درخت کے ذریعہ باہر گئے اس میں اس کاغذ کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مستقبل کے متعلق اپنے کامل علم کے ذریعہ ہر بندے کی تقدیر لکھ دی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے فلاں وقت میں فلاں کام کرے گا اس میں تقدیر کی طرف سے کوئی مجبوری نہیں ہے۔ بندے کا اپنا فیصلہ ہے اور وہ خود اس کی جزا اور سزا کا ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو صرف اپنے ازلی علم کے ذریعہ اسے پہلے سے قلم بند کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا علم اتنا کامل ہے کہ اس میں کسی غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے۔
نیز اس آیت کے نزول کے وقت یہ متعصب کفار زندہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو مستقبل میں ان کے اسلام نہ لانے کا علم دیدیا " یہ غیب کی خبر ہے اور حضور اکرم ﷺ کا معجزہ اور آپ کی نبوت کی دلیل ہے " (تفسیر بیضاوی)
امام محمد متولی الشعراوی نے اس نکتہ کی مزید وضاحت کے لئے "سورہ لہب" کا حوالہ دیا ہے جس میں ابولہب کے بُرے انجام اور کفر پر مرنے کی پیش گوئی ہے۔ یعنی "ابولہب عنقریب شعلوں والی آگ میں جائے گا اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں اٹھانے والی ہے۔ اس کی گردن میں مونج کی رسی ہوگی۔" (قرآن: ۱۱۱: ۳-۵)
اس سورت نے اعلان کر دیا کہ ابولہب کفر پر مرے گا اور جہنم کی آگ میں جلے گا حالانکہ وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آکر اسلام قبول کر سکتا تھا اگرچہ دکھلاوے کے لئے ہی سہی اور بعد میں قرآن کی پیش گوئی کو چیلنج کر سکتا تھا۔ دیکھ لو میں تو مسلمان ہو گیا ہوں لہٰذا قرآن کا دعویٰ غلط ہے۔ قرآن نے خاص طور پر ابولہب اور اس کی بیوی کا ذکر کیا ہے۔ دیگر کفار مثلاً خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ یہاں معجزے کی بات یہ ہے کہ قرآن نے ابولہب کو چیلنج کیا کہ وہ اپنے غلط راستے کو تبدیل نہیں کرے گا اور یہ کوئی ایسا چیلنج نہیں تھا جس میں ابولہب کے عمل اور فیصلے کا اختیار نہ ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ابولہب کفر پر ہی مرے گا اور دکھلاوے کے لئے وقتی طور پر بھی اسلام قبول نہیں کرے گا۔ (امام الشعراوی: معجزات الرسول: ص ۳۰)

[۱۱] آیات نمبر ۸ تا ۲۰ میں منافقوں کے مختلف احوال بیان کئے گئے ہیں۔ منافق اس کو کہتے ہیں جو زبان سے اسلام کا

Marfat.com

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹

۹۔ وہ اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور (دراصل) وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور وہ (اس حقیقت کو) نہیں سمجھتے۔

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝۱۰

۱۰۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری زیادہ کردی [۱۲] اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے کیونکہ وہ جھوٹ بولتے تھے [۱۳]

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝۱۱

۱۱۔ اور جب انہیں کہا جائے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔ تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔

اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۲

۱۲۔ خبردار ! بے شک وہ خود فساد پھیلانے والے ہیں مگر انہیں شعور نہیں ہے۔ [۱۴]

اقرار کرے لیکن دل سے منکر ہو۔ ایسے لوگ کافر ہیں بلکہ ظاہری کافر سے زیادہ خطرناک ہیں۔ اسی لئے ان کے زبانی دعویٰ ایمان کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا کہ وہ مؤمن نہیں ہیں۔ وہ اپنی منافقت سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن دراصل وہ خود خسارے میں ہیں اور احساس زیاں سے بھی محروم ہیں۔ انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ منافقت کی عمر بالکل مختصر ہوتی ہے جونہی کسی کی منافقت کا راز فاش ہوتا ہے وہ معاشرہ میں ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔

[۱۲] مدینہ منورہ میں جب نبی مکرم ﷺ کو اقتدار ملا تو مخالفین غم وغصہ سے جل اٹھے۔ ان کے دلوں میں بغض وعناد کی آگ بھڑک اُٹھی۔ قرآن کریم نے ان کے اس تعصب وحسد کو بیماری سے تعبیر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو مزید ترقی دے کر ان کی بیماری میں اضافہ کر دیا کیونکہ جو حق کو پھلتے دیکھ کر جلتے ہیں انہیں جلنا ہی چاہیے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا دن بدن حضور اکرم ﷺ کی عظمتوں میں اضافہ ہوتا رہے گا اور جلنے والے جلتے رہیں گے۔

[۱۳] مدینہ منورہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر کئی مطلب پرست دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لئے اور کئی فتنہ پرور جاسوسی کرنے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان بتانے لگے حالانکہ وہ دل سے کافر تھے لہٰذا اس صریح جھوٹ کی وجہ سے آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ آج بھی جو اس قسم کی منافقت کے واضح جھوٹ کا ارتکاب کرتا ہے اسے آخرت میں دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

[۱۴] کفر واسلام میں اختلاف ایک حقیقت ہے۔ چونکہ منافقین کا رابطہ دونوں طرف ہوتا ہے لہٰذا مسلمانوں کے راز کفار پر ظاہر کر کے جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اور دن رات فتنہ وفساد پھیلانے میں مصروف رہتے ہیں اور اگر انہیں کہا جائے کہ اپنی سازشوں سے لوگوں کا امن وسکون خراب نہ کرو۔ تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کی کوشش کر رہے ہیں۔ دراصل ان کے دلوں میں جو منافقت کی بیماری ہے اس نے ان کے ذہن وضمیر کو مردہ کر دیا ہے۔ جس طرح بعض بیمار میٹھی چیز کو کڑوی اور کڑوی کو میٹھی محسوس کرتے ہیں اسی طرح منافقین اپنے فساد کو اصلاح تصور کرتے ہیں اور کوئی فساد پھیلانے والا اپنے آپ کو فسادی کہلانے کے لئے ہرگز تیار نہیں لیکن قرآن پاک کی زبان میں ہر وہ شخص فسادی ہے جو اصلاح کی آڑ میں فساد اور اتحاد کے نام سے انتشار کی تخم ریزی کرتا ہے۔

Marfat.com

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾

۱۳۔ اور جب انہیں کہا جائے ایمان لاؤ جیسے (مخلص) لوگ ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں؟ خبردار! بے شک وہ خود بے وقوف ہیں مگر انہیں علم نہیں ہے۔ [۱۵]

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ﴿١٤﴾

۱۴۔ اور جب اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو ایمان والے ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس علیحدہ ہوتے ہیں تو کہتے ہیں اصل میں تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اہل ایمان کے ساتھ تو صرف مذاق کرتے ہیں۔

اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٥﴾

۱۵۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس مذاق کی سزا دے رہا ہے اور انہیں ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ [۱۶]

---

[۱۵] جو لوگ اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرتے ہیں اور پھر اسلام کی تبلیغ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں سرگرم عمل ہو جاتے ہیں۔ انہیں اپنے خاندان کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ حق کی سربلندی کے لئے باطل قوتوں سے ٹکراتے ہیں اور بظاہر مشکلات کا شکار نظر آتے ہیں مگر مفاد پرست اور عیش و عشرت کے دلدادہ لوگ ان مخلص مؤمنین کو بے وقوف سمجھتے ہیں حالانکہ بے وقوف تو وہ خود ہیں جو چندروزہ زندگی کے عیش و آرام کے لئے آخرت کی ابدی راحتوں سے اپنے آپ کو محروم کر رہے ہیں لہٰذا صالحین کو اہل باطل کی بدزبانیوں سے رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ گمراہ اور بدعمل لوگ ہمیشہ ایسی ہی زبان استعمال کرتے ہیں۔ نیز مخلص لوگوں کی طرح ایمان لانے سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ ہمیں صالحین کی صحبت اختیار کر کے ان جیسے کام کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

[۱۶] منافقین جب مسلمانوں سے ملتے تو ایمان کا دعویٰ کرتے اور جب مخالفینِ اسلام کے پاس جاتے تو کہتے اصل میں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں مسلمانوں کا تو صرف مذاق اڑاتے ہیں اس مذاق کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ منافقین کو ان کی سرکشی کے سپرد کر دیتا ہے لو اگر تمہیں یہی پسند ہے تو اسی میں سرگرداں رہو۔

مثال کے طور پر دریا میں جب طغیانی آتی ہے تو جو پانی ایک دفعہ دریا سے باہر نکل جاتا ہے اس کا دریا سے ہمیشہ کے لئے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے جدھر جاتا ہے شتر بے مہار کی طرح تباہی پھیلاتا ہے۔ اس کی کوئی منزل نہیں ہوتی بس ادھر ادھر پھیل کر چند دنوں میں زمین کے اندر غرق ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی انسان انسانیت کی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو وہ چند دن تباہی کا سبب بنتا ہے اور بالآخر اپنی سرکشی کے سیلاب میں ڈوب کر جہنم رسید ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٦﴾

۱۶۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی مگران کی تجارت نفع بخش نہ ہوئی اور وہ ہدایت پانے والے نہیں تھے۔[۱۷]

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ﴿١٧﴾

۱۷۔ ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس کا ماحول روشن ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا نور سلب کرلیا اوران کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٨﴾

۱۸۔ یہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں پس وہ (ہدایت کی طرف) واپس نہیں آئیں گے۔ [۱۸]

---

[۱۷] حضور نبی اکرم ﷺ نے حق و باطل کو بالکل واضح کردیا اگر منافقین چاہتے تو ہدایت کی راہ اختیار کر کے کامیابی سے ہمکنار ہوسکتے تھے لیکن انہوں نے اپنی مرضی سے ہدایت کے بدلے گمراہی اختیار کی۔اس سودے میں انہیں کوئی فائدہ نہ ہوااور ہدایت بھی ہاتھ سے جاتی رہی بلکہ جان بوجھ کرحق سے روگردانی کرنے کی سزا یہ ملی کہ ان کی فطرت میں ہدایت قبول کرنے کی جوصلاحیت تھی وہ بھی ناکارہ ہوگئی۔

[۱۸] ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے تاریکی میں آگ جلائی اور جب اس کا ماحول روشن ہوگیا تو بعض لوگوں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔اب روشنی کے باوجود انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ایک خاص بندے (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) نے کفر کی تاریکی میں اسلام کی شمع جلائی اور جب اسلام کی روشنی سے ماحول جگمگانے لگا حق روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا اور اہلِ عقل وخرد اسلام قبول کرنے لگے تو ان بے عقل منافقیں نے اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ لی اور اسلام کا نور دیکھنے کے باوجود کفر کی تاریکی میں سرگرداں رہے۔ ان کی عقل پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔ یہ عجیب بہرے ہیں جو سچی بات نہیں سنتے، گونگے ہیں جو حق کہنے کی جرأت نہیں کرتے اور اندھے ہیں جو حق کو دیکھنا گوارا نہیں کرتے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کا ہدایت کی طرف رجوع کرنا ممکن نہیں کیونکہ تعصب نے ان کے کان، آنکھیں اور زبان کو ناکارہ کردیا ہے۔

Marfat.com

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے تیز بارش ہو رہی ہو اس میں اندھیرے ہیں گرج اور چمک ہے وہ اپنے کانوں میں کڑک کے سبب موت کے ڈر سے انگلیاں ڈال لیتے ہیں اور اللہ کافروں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ ع ۲

۲۰۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی اُچک لے جائے۔ جب بجلی چمکتی ہے تو اس میں چلنے لگتے ہیں اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں لے جاتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۱۹]

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

---

[۱۹] یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کارواں کو سیاہ بادل گھیر لیں اور زور کی بارش شروع ہو جائے۔ جب بجلی چمکے تو اس کی روشنی میں چلنا شروع کر دیں ورنہ گھپ اندھیرے میں ششدر و حیران کھڑے رہ جائیں اور جب بجلی کی کڑک کی آواز آئے تو موت کے ڈر سے کانوں میں انگلیاں ٹھونستے ہیں۔ موت و حیات کی اس کشمکش میں سرگرداں ہیں نہ منزل پر پہنچنے کی امید ہے اور نہ ہی راستہ میں امن و سکون ہے۔ بس پریشانی ہی پریشانی ہے۔

اسلام بارانِ رحمت کی صورت میں برسنے لگا جب اسلامی فتوحات کی روشنی ظاہر ہوتی تو منافقین مسلمانوں کی طرف دوڑتے اور ظاہری فوائد حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھتے اور جب کفار کی طرف سے بغض و عناد کے بادل چڑھ آتے اور مخالفین کے لشکروں سے ٹکرانے کی نوبت آتی تو یہ منافقین اپنے گھروں میں چھپ جاتے اس دوہرے معیار نے ان کی منافقت کو ظاہر کر دیا اور ہر طرف سے رسوائی کا سامنا ہے۔ بس دنیا و آخرت میں پریشانی ہی پریشانی ہے۔

گذشتہ تیرہ آیات میں منافقین کی نشانیاں بتائی گئی ہیں۔ ان میں غور کرنے سے انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ منافقت عقیدے میں ہو یا عمل میں، دین میں ہو یا دنیا میں، مخلوق سے ہو یا خدا سے ہر حال میں نقصان دہ ہے۔ یا اللہ! ہم سب کو منافقت سے بچا اور اخلاص کی دولت عطا فرما۔ آمین

Marfat.com

الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّکُمۡ ۚ فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰہِ اَنۡدَادًا وَّ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ (وہی اللہ) جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی کے ذریعہ تمہارے کھانے کے لئے پھل پیدا کئے لہٰذا جان بوجھ کر اللہ کے ساتھ شریک نہ بناؤ۔[۲۰]

وَ اِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ ۪ وَ ادۡعُوۡا شُہَدَآءَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور اگر تم کو اس کتاب (کے کلام اللہ ہونے) میں شک ہے جس کو ہم نے اپنے (محبوب) بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی ایک چھوٹی سورت ہی بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے سارے مددگاروں کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔[۲۱]

---

[۲۰] اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا، اس کے آرام و آسائش کے لئے زمین و آسمان بنائے، اس کی زندگی و بقا کے لئے پانی اور پھلوں کا انتظام کیا اور اس پوری کاروائی میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں۔ جب انسان کے وجود اور اس کی زندگی کے سارے وسائل کا خالق تنہا اللہ تعالیٰ ہے تو پھر عبادت کے لائق بھی صرف وہی ایک ذات ہے اس کے ساتھ کسی شریک کی گنجائش نہیں ہے۔

[۲۱] جب حضور اکرم ﷺ کلام اللہ پڑھ کر سناتے تو کفار کہتے کہ یہ اپنی طرف سے بات بنا کر خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے کفار کو چیلنج کیا کہ اگر تمہیں قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے میں شبہ ہے تو اس جیسی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا کہ تم سب مل کر بھی اس جیسا کلام نہیں بنا سکتے۔اگر کفار کے بس میں ہوتا تو وہ لحظہ بھر بھی توقف نہ کرتے اور قرآن کی نظیر لا کر اسلام کے خلاف اپنی فتح کا نشان قائم کر دیتے چودہ صدیوں سے زائد عرصہ گزر چکا ہے منکرینِ اسلام آج تک اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکے اور نہ قیامت تک دے سکیں گے کیونکہ یہ کلام اللہ ہے۔کسی انسان کے بس کا روگ نہیں کہ وہ اس جیسا کلام بنا سکے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو مستقبل کے بارے میں یہ علم عطا فرمایا کہ کوئی کافر قیامت تک قرآن کریم جیسی چھوٹی سی سورت بھی نہیں بنا سکے گا۔ یہ قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے اور حضور اکرم ﷺ کے رسول اللہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ نیز یہ غیب کی خبر اور حضور اکرم ﷺ کا زندہ معجزہ ہے۔ باقی انبیائے کرام کے معجزات آج ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں مگر حضور اکرم ﷺ کا یہ معجزہ یعنی قرآن کریم آج بھی منکرینِ اسلام کو عاجز کرنے کے لئے موجود ہے۔

Marfat.com

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ
الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتْ
لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۴﴾
وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ
لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ
كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا
هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ
مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ
وَّهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

۲۴۔ پھر اگر ایسا نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔[۲۲]

۲۵۔ اور (پیارے رسول ﷺ) خوش خبری دیجئے ان کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے۔ بے شک ان کے لئے باغات [۲۳] ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جب بھی انہیں ان باغات سے کوئی پھل کھانے کے لئے دیا جائے گا تو وہ کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا تھا اور انہیں صورت میں ملتا جلتا پھل دیا گیا اور ان کے لئے ان باغات میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے۔

---

[۲۲] جہنم کی آگ میں صرف کفار ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ پتھروں کے بت بھی جلیں گے جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ سمجھانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جن بتوں کو تم اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہو وہ خود اپنے آپ کو عذاب سے نہیں بچا سکتے تمہیں کیسے بچائیں گے۔ لہٰذا آج وقت ہے ان جھوٹے خداؤں کو چھوڑ کر خالقِ حقیقی پر ایمان لے آؤ اور اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے محفوظ کرلو۔

اس جہنم کی آگ بڑی نرالی ہے جس کا ایندھن پتھر اور انسان ہیں۔ پتھروں سے تو کوئلہ نکلتا ہی ہے جو آگ جلانے کے کام آتا ہے لیکن وہ انسان بھی کسی پتھر سے کم نہیں جو معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان سے محروم رہے۔ لہٰذا اس سے کوئلے کا کام لیا جائے گا۔

[۲۳] منکرینِ قرآن کو جہنم کی آگ سے ڈرانے کے بعد ان خوش نصیب لوگوں کو جنت کی خوشخبری سنائی جا رہی ہے جو قرآن پر ایمان لائے اور نیک اعمال کئے <u>جنت</u> : ایسے باغ کو کہتے ہیں جس میں نہریں بہتی ہوں، اس کے پھلوں کی ظاہری شکل وصورت تو دنیاوی پھلوں سے ملتی جلتی ہوگی مگر ان کی خوشبو اور ذائقہ بدرجہا بہتر ہوگا، جنتی بیویاں اپنی صورت اور سیرت دونوں اعتبار سے لاجواب ہوں گی الغرض جنت میں انسانی آرام وسکون کا ہر وہ سامان موجود ہوگا جس کی خواہش کسی دل میں پیدا ہوسکتی ہے بلکہ ایسی چیزیں بھی ہوں گی جو انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتیں۔ نیز یہ نعمتیں عارضی نہیں ہوں گی بلکہ اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ ان سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا
بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اَمَّا
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ
بِهٰذَا مَثَلًا ۘ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ۙ وَّ یَهْدِیْ بِهٖ
كَثِیْرًا ؕ وَ مَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ۙ﴿۲۶﴾

وقف لازم

۲۶۔ بے شک اللہ تعالیٰ جھجک محسوس نہیں فرماتا کہ مچھر یا اس سے بھی حقیر چیز کی مثال بیان کرے۔ پس جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس (قسم کی) مثال سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے ؟ [۲۴] اس (قسم کی مثالوں) سے اللہ تعالیٰ بہت لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بہت لوگوں کو اس سے ہدایت دیتا ہے اور صرف فاسقوں کو ہی اس سے گمراہ کرتا ہے۔

الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ
مِیْثَاقِهٖ ۪ وَ یَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ
یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ جو اللہ سے خوب پکا وعدہ کرنے کے بعد اس کو توڑتے ہیں اور اللہ نے جسے جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں [۲۵]

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جنت میں مردوں کو کئی حوریں اور بیویاں ملیں گی تو عورتوں کو بھی کئی خاوند ملنے چاہییں۔ اس کا جواب واضح ہے کہ اس قسم کی بے ہودہ اور ناپاک خواہشوں کا منبع شیطان ہے اور چونکہ شیطان جنت میں نہیں ہوگا اس لئے اس قسم کی ناپاک خواہشات بھی جنت میں نہیں ہوں گی۔ نیز جب کوئی شخص یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ اس کے کئی باپ ہوں تو اس کو یہ بھی نہیں سوچنا چاہیے کہ ایک عورت کے کئی خاوند ہوں۔

[۲۴] کسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے اگر مکھی، مکڑی یا مچھر وغیرہ سے مثال دینا ضروری ہو تو اللہ تعالیٰ کسی کے اعتراض کے ڈر سے ایسی مثال کو ترک نہیں فرماتا۔ اہل ایمان تو ایسی مثالوں کی افادیت کے پیش نظر ان کی حقانیت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس طرح ہدایت کی راہ پر گامزن ہو جاتے ہیں لیکن اہل کفر اپنے بغض وعناد کے باعث ان مثالوں پر اعتراض کرکے گمراہی میں ڈوبے رہتے ہیں۔

[۲۵] جو انسان صراط مستقیم کو چھوڑ کر فاسق ہو جائے ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسلام (فرمانبرداری) کا وعدہ کرکے توڑ دے ، اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق ادا نہ کرے اور زمین میں فساد پھیلائے وہ قرآن کریم سے استفادہ نہیں کرسکتا اور ہمیشہ خسارے میں رہتا ہے کیونکہ جس انسان میں مذکورہ چار عیب پائے جائیں اس کا ذہن وضمیر اتنا ناکارہ ہو جاتا ہے کہ حق کو قبول کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے اس نے تمہیں زندگی عطا کی وہ پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾ ع ۳

۲۹۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔ پھر اوپر کی طرف توجہ فرمائی اور ٹھیک سات آسمان بنا دیئے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔[۲۶]

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۭ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں [۲۷] سے فرمایا کہ میں زمین میں خلیفہ [۲۸] بنانے والا ہوں۔ فرشتے کہنے لگے کیا تو ایسا شخص خلیفہ بنائے گا جو زمین میں فساد برپا کرے گا اور خون ریزیاں کرے گا حالانکہ حمد کے ساتھ تیری تسبیح اور آپ کے لئے پاکی تو ہم بیان کر رہے ہیں۔ فرمایا۔ بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ [۲۹]

---

[۲۶] انسان بے جان تھا اللہ تعالیٰ نے اسے زندگی عطا کی پھر موت کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا پھر اسے حساب و کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور لوٹایا جائے گا۔ نیز زمین و آسمان کی ساری چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا فرمائی ہیں تا کہ وہ اپنی زندگی کو زیادہ سے زیادہ خوش گوار بنا سکے۔ الغرض انسان اول سے آخر تک اللہ تعالیٰ کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہے۔ لہٰذا ان قوی دلائل اور واضح انعامات کے ہوتے ہوئے نہ جانے کفار کیسے اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں یہ واقعی بڑی عجیب بات ہے۔

[۲۷] فرشتے ایک نوری جسم والی مخلوق ہیں جو ہمیں دکھائی نہیں دیتے۔ ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ قوت بخشی ہے کہ جو شکل وہ چاہیں بن جائیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے معصوم اور مکرم بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جو حکم ملتا ہے وہی کرتے ہیں۔

[۲۸] خلیفہ وہ ہے جو کسی کے ملک میں اس کے عطا کردہ اختیارات اس کے نائب کی حیثیت سے استعمال کرے۔ اسلام دنیا میں پہلا اور آخری مذہب ہے جس نے انسان کو اللہ تعالیٰ کے نائب کی حیثیت سے روشناس کرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان سے

Marfat.com

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓـئِكَةِ فَقَالَ اَنۡۢبِئُوۡنِىۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے [۳۰] پھر ان چیزوں کو فرشتوں پر پیش کیا اور فرمایا اگر تم (اپنے اس خیال میں) سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ۔

زیادہ خوبصورت کوئی چیز پیدا نہیں کی اور زمین و آسمان کی ہر چیز انسان کے لئے مسخر کر دی۔ اتنی عنایات کے ہوتے ہوئے اگر کوئی انسان اپنے خالقِ حقیقی کا شکر گزار بندہ نہ بنے تو اس سے بڑا بدنصیب اور کون ہو سکتا ہے۔

[۲۹] اللہ تعالیٰ نے انسان سے پہلے جنوں کو زمین پر آباد فرمایا۔ جب انہوں نے آپس میں بغض و عناد کی وجہ سے فساد اور خون ریزی کا بازار گرم کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ ان کو جنگلوں اور پہاڑوں میں بھگا دیا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے زمین میں حضرت انسان کو خلیفہ بنانے کا ارادہ ظاہر کیا تو فرشتوں نے پہلے تجربہ کی بنیاد پر اس خدشہ کا اظہار کیا کہ انسان بھی زمین میں فساد برپا کر سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے میں ہم پوری طرح سرگرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس بھی کر رہے ہیں۔ اب کمی کس چیز کی ہے جس کے لئے خلیفہ کی ضرورت ہو۔ ہم اس کی مصلحت نہیں سمجھ سکے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''

بلاشبہ اصل حکمت اللہ تعالیٰ ہی جانے مگر ایک بات غور طلب ہے۔ فرشتے نوری مخلوق ہیں کھانے پینے سے پاک ہیں اس لئے انہیں کسی مشقت کی ضرورت نہیں، برائی کی صلاحیت نہیں رکھتے لہٰذا شیطانی حملے کا کوئی خطرہ نہیں، نیکی کرنا ان کی فطرت ہے جس کے لئے انہیں کسی تکلیف کا سامنا نہیں لیکن ذرا اندازہ کریں اس انسان کا جو بھوک اور پیاس سے نڈھال ہے، نیکی کے راستے میں شیطانی وساوس کے پہاڑ ہیں اور برائی کے لئے قدم قدم پر خواہشات کے پھول سجے ہیں۔ اس قسم کی بے شمار رکاوٹوں کو ٹھکراتے ہوئے جو انسان اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں سر رکھ کر اس کا شکر ادا کرے۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی خلافت کا مستحق اور کون ہو سکتا ہے۔ ویسے بھی انبیائے کرام فرشتوں سے افضل ہیں۔

[۳۰] انبیائے کرام علیہم السلام کو علم سکھانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اس کو تعلیم دینے میں کوئی دیر نہیں لگتی بس جسے چاہا صرف ارادہ سے عالم بنا دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھی ساری چیزوں کے حقائق اور خواص کا علم عطا فرمایا۔ (روح المعانی)

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے استحقاقِ خلافت کو اُجاگر کرنے کے لئے وہ چیزیں پیش فرمائیں اور فرشتوں سے ان کے نام پوچھے تو سارے فرشتوں اور شیطان نے لاعلمی کا اظہار کیا جب کہ آدم علیہ السلام نے ان کے نام بتا دیئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یاد دلایا ''میں نے کہا نہیں تھا کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''

Marfat.com

فرشتوں پر حضرت آدم علیہ السلام کی برتری ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت یا عبادت کا سوال نہیں کیا بلکہ مختلف اشیاء کے نام اور اسرار پوچھے اس سے ایک اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ انسانوں پر حکومت کرنے کے لئے صرف عبادت ہی کافی نہیں (جو فرشتوں کے پاس وافر مقدار میں تھی) بلکہ کائنات کی اشیاء کا تفصیلی علم بھی ضروری ہے جس کو آج سائنس کا نام دیا جاتا ہے۔

کیونکہ سائنسدان اس انسان کو کہتے ہیں جو اس مادی دنیا کی کسی چیز کی حقیقت اور خاصیت کا مطالعہ کرتا ہے اور اس چیز کے ایک دو خواص کا اس نے انکشاف کر لیا لیکن اس چیز کے کتنے خواص ابھی باقی ہیں یہ کسی سائنسدان کو معلوم نہیں مگر آدم علیہ السلام تو دینی علوم کے علاوہ کائنات کی ہر چیز کی حقیقت اور اس کے تمام خواص سے آگاہ تھے لہٰذا آج دنیا کا کوئی سائنسدان حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ ہر سائنسدان ان کا احسان مند ہے کیونکہ ان حقائق کی اصل تو اولادِ آدم میں منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔ جو بھی کوشش کرے گا وہ اپنی استعداد کے مطابق ان حقیقتوں کو دریافت کرتا جائے گا۔ چونکہ ان کا تعلق مادی تجربات سے ہے جس میں کافر و مسلمان کی کوئی تفریق نہیں ہے اس لئے جو جتنا زیادہ تجربات کرے گا وہ اتنا بڑا سائنسدان بن جائے گا۔

ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ (بخاری : کتاب الجنائز : باب ۸۰) پیدائش کے وقت اس کا شعور بیدار نہیں ہوتا اس لئے دو تین سال کی عمر کے بعد اسے اسلام سکھانا پڑتا ہے مگر حضرت آدم علیہ السلام بچے پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ پیدائش کے وقت وہ جوان اور ان کا شعور بیدار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کے جسم میں روح داخل کی تو پہلے جسم کا اوپر والا حصہ جاندار ہوا۔ جسم کا نیچے والا حصہ ابھی بے جان تھا اس لئے چلنے کی طاقت بھی نہیں تھی اس وقت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تو انہوں نے۔ الحمد للہ ۔ کے الفاظ سے اپنے کلام کی ابتدا کی۔ (تفسیر خازن : سورہ بقرہ : آیت نمبر ۳۱) یعنی وہ فطری طور پر یہ حقیقت جانتے تھے کہ ساری تعریفوں کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے۔ فرشتوں کے پاس توحید و عبادت کے جو علوم تھے وہ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی فطرت میں رکھ دیئے تھے اور تخلیق کے بعد جو علم سب سے پہلے سکھایا وہ سائنسی اور دنیاوی علم تھا کیونکہ دینی اور دنیاوی علوم کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔

میرے خیال میں دین اسلام کو نافذ کرنے اور کامیاب حکومت کرنے کے لئے سائنسی علوم بھی ضروری ہیں ۔ کیونکہ اب گھوڑے اور تلوار کے ذریعہ جہاز اور ایٹم بم کا مقابلہ نہیں ہو سکتا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ جب تک مسلمان سائنسی علوم میں دلچسپی لیتے رہے اس وقت تک مسلمان دنیا میں سپر پاور رہے اور اہلِ یورپ نے بھی ترقی اُس وقت کی جب انہوں نے مسلمانوں سے سائنسی علوم سیکھے اور آج پچاس سے زائد اسلامی حکومتیں کاسۂ گدائی لے کر اس لئے بھیک مانگ رہی ہیں کہ سائنسی علوم میں کنگال ہو چکی ہیں۔

Marfat.com

قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ فرشتوں نے عرض کی۔ تو پاک ہے ہم تو صرف اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہم کو سکھایا۔ بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡہُمۡ بِاَسۡمَآئِہِمۡ ۚ فَلَمَّاۤ اَنۡۢبَاَہُمۡ بِاَسۡمَآئِہِمۡ ۙ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۙ وَ اَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَ مَا کُنۡتُمۡ تَکۡتُمُوۡنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ فرمایا : اے آدم ! تم ان کو ان چیزوں کے نام بتا دو۔ پھر جب آدم نے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دیئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی سب پوشیدہ چیزیں خوب جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو میں وہ سب جانتا ہوں۔ [۳۱]

علم کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانِ اول کو پیدا کرنے کے بعد سب سے پہلے اسے علم سکھایا اور آخری نبی مکرم ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی کا پہلا لفظ پڑھنے کی دعوت دے رہا ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ علم کی اس قدر ترغیب کے باوجود آج مسلمان علم میں سب سے پیچھے ہیں اور غالباً اسی لئے پوری دنیا میں پریشان ہیں۔

میرے پیارے مسلمان نوجوانو ! علم دین حاصل کرو تا کہ خالقِ حقیقی کے ساتھ رابطہ مضبوط ہو اور سائنسی علوم میں آگے بڑھو تا کہ دنیا میں وقار سے زندگی بسر کر سکو اور اللہ تعالیٰ کی اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا نظام نافذ کر سکو۔

اس سے ایک اور اشارہ بھی ملتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا علم اتنا وسیع تھا کہ سارے فرشتے اور شیطان آپ کے سامنے لاجواب ہو گئے تو حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے علم کا کیا مقام ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں ، سارے نبیوں کے سردار ہیں اور شب معراج قربِ خداوندی کے اس مقام تک جا پہنچے جہاں جبریل امین بھی نہ جا سکے۔ لہٰذا جو حضور اکرم ﷺ کے علم کو فرشتوں یا شیطان کے علم سے کمتر ثابت کرنے کی کوشش کرے اسے اپنے ایمان پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

[۳۱] فرشتوں نے بظاہر تو یہ کہا کہ انسان خون ریزی کرے گا مگر ان کے دل میں یہ خیال بھی تھا کہ وہ ساری مخلوق سے افضل اور زیادہ علم والے ہیں لہٰذا خلافت کے زیادہ مستحق وہی ہیں ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں تمہارا ظاہر و باطن جانتا ہوں۔ اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ چونکہ شیطان بھی فرشتوں میں شمار ہوتا تھا اس لئے رب تعالیٰ نے فرمایا اے فرشتو ! جو تم زبان سے کہہ رہے ہو اور شیطان نے جو تکبر دل میں چھپا رکھا تھا میں سب جانتا ہوں۔

Marfat.com

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ٚ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو [۳۲] تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کر دیا اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافر ہو گیا۔

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اور ہم نے فرمایا اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔ اس سے جتنا چاہو جہاں سے چاہو کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں شمار ہو گے۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ پھر شیطان نے انہیں اس درخت کے باعث پھسلا دیا [۳۳] اور جہاں وہ تھے وہاں سے ان دونوں کو نکلوا دیا۔ اور ہم نے کہا اُتر جاؤ تم میں سے بعض، بعض کے دشمن ہوں گے اور (اب) ایک خاص وقت تک تمہیں زمین میں ٹھہرنا ہے اور (وہاں سے) فائدہ اُٹھانا ہے۔

---

[۳۲] جب فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی وسعتِ علم اور اپنی کم علمی کا اعتراف کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو یعنی اس کے سامنے پیشانی رکھ دو۔ چنانچہ سب نے سجدہ کر دیا مگر شیطان انکار کر کے کافر ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم عبادت سے افضل ہے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عالم کا مقام عابد سے اتنا بلند ہے جتنا کہ نبی کا مقام ایک عام انسان سے بلند ہوتا ہے۔ بے شک علماء انبیائے کرام کے وارث ہیں (ترمذی: کتاب العلم) اس سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ تخلیقِ آدم کے بعد سب سے پہلا حکمِ الٰہی نبی کی تعظیم کا تھا اور سب سے پہلا جرم نبی کی تعظیم سے انکار تھا جس کی وجہ سے شیطان ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا۔ لہٰذا ہر آدمی کو اہلِ علم کا احترام کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی چاہیے اور شیطان کی طرح تکبر کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہیں ہونا چاہیے۔

[۳۳] یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انبیائے کرام علیہم السلام بھی گناہ کر سکتے ہیں؟ اس کے متعلق میرے شیخ طریقت حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا جامع تبصرہ کیا ہے جس کا خلاصہ عرض خدمت ہے۔ "انبیائے کرام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ان کی مطلق اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر ان سے گناہ کا ارتکاب ہو سکے تو ان کے گناہوں کی اطاعت بھی لازم آئے گی جس سے ہدایت کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس پر

Marfat.com

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ پھر آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لئے [۳۴] تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ بے شک وہی بہت توبہ قبول فرمانے والا اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ [۳۵]

یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں جا بجا انبیائے کرام کی طرف ایسی چیزیں منسوب ہیں جو گناہ ہیں اور پھر ان امور پر انبیائے کرام کی شدید ندامت اور استغفار بھی منقول ہے ایسے میں مطلق عصمت کا قول کیونکر ممکن ہے۔ اس شبہ کے ازالہ کے لئے ایک چیز کو ہمیشہ ذہن نشین رکھنا چاہیے وہ یہ کہ کوئی فعل گناہ اس وقت ہوتا ہے جب کسی حکم کی نافرمانی کا عزم اور قصد پایا جائے اور اگر عزم اور قصد مفقود ہے بلکہ بے ارادہ بھول چوک سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جائے جو بظاہر کسی حکم کے خلاف ہے تو اسے گناہ نہیں کہتے اور ایسے امور کا صدور عصمت انبیاء کے منافی نہیں۔ نیز انبیائے کرام کی عصمت آنکھ کی طرح نرم و نازک ہوتی ہے جس میں ایک ہلکا سا بال بھی پہاڑ سے گراں محسوس ہوتا ہے۔" (تفسیر ضیاء القرآن) یعنی معمولی نسیان اور خطائے اجتہادی بھی وہ اپنے حق میں بڑا گناہ خیال کرتے ہیں اور توبہ و استغفار میں انتہا کر دیتے ہیں۔

چونکہ انبیائے کرام نے معمولی لغزش کو انتہائی تقویٰ کی بدولت اپنے حق میں گناہ خیال کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی لغزش کا ذکر کرتے وقت اسی لفظ کو استعمال کیا وگرنہ حقیقت میں اگر نبی خود گناہ یا ظلم کرے تو دوسروں کو نیکی اور امن کی تبلیغ کیسے کر سکتا ہے۔

شیطان نے اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسمیں کھا کر حضرت آدم و حوا کو یقین دلایا کہ اس درخت کا پھل کھانے سے تم ہمیشہ جنت میں رہو گے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قریبی اور مقبول بندوں کے لئے مخصوص کر رکھی ہے۔ چنانچہ قربِ خداوندی کے خیال سے حکمِ خداوندی بھول گئے اور اس درخت کا پھل کھا بیٹھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک سے نیک انسان بھی اپنے آپ کو شیطان سے محفوظ نہ سمجھے کیونکہ شیطان دوست کے لباس میں ایسے سبز باغ دکھاتا ہے کہ برائی بھی نیکی نظر آنے لگتی ہے لہٰذا انسان کو ہر گھڑی شیطان کے وساوس سے محتاط رہنا چاہیے۔ یا اللہ! ہمیں شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ فرما۔ آمین

[۳۴] اس لغزش کے بعد حضرت آدمؑ اتنا روئے کہ آنسوؤں کے دریا بہا دیئے۔ سالہا سال تک اس کی رحمت کے دروازے کھٹکھٹاتے رہے لیکن مغفرت کی خوش خبری نہ ملی آخر ایک روز حضرت آدمؑ نے عرض کی۔ "اے میرے پروردگار! میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما دے" اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "آپ کو محمد ﷺ کا علم کیسے ہوا؟" حالانکہ میں نے ابھی تک اسے پیدا نہیں کیا" حضرت آدمؑ نے عرض کیا جب تو نے مجھے پیدا فرمایا میں نے اوپر سر اٹھایا تو پایۂ عرش پر یہ لکھا ہوا دیکھا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پس میں نے جان لیا تیرے نام کے ساتھ دوسرا نام وہی ہو سکتا ہے جو آپ کو ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے

Marfat.com

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ ہم نے حکم دیا تم سب اس جنت سے اُتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو انہیں نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع

۳۹۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی وہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ اے اولاد اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی۔ تم میرے وعدہ کو پورا کرو میں تمہارا وعدہ پورا کروں گا [۳۶] اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

آدم! آپ نے سچ کہا۔ محمد ﷺ مجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں اور جب تو نے اس کے وسیلہ سے دعا کی ہے تو میں نے تیری بخشش فرمادی اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آپ کو پیدا نہ کرتا۔ (البدایة و النهایة جلد اول ص ۸۱)
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما خشک سالی کے زمانہ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے اس طرح دعا مانگتے " اے اللہ تعالیٰ! پہلے ہم اپنے نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے اور تو بارش نازل فرماتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی اکرم ﷺ کے محترم چچا کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما۔ پھر ان پر بارش ہو جاتی۔" (صحیح بخاری : کتاب فضائل الاصحاب)

[۳۵] اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ اسے زمین پر خلافت کی ذمہ داری سونپی جائے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کو پہلے جنت میں شجر ممنوعہ اور شیطانی وسوسہ سے کیوں آزمایا گیا۔ میرے خیال میں اس کی ایک حکمت یہ ہوسکتی ہے کہ چونکہ زمین میں ہر انسان کو ممنوعات اور شیطانی ترغیبات سے واسطہ پڑنے والا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو لغزش اور اس کے نتائج کا عملی تجربہ کرایا تا کہ اہل زمین کو پتہ چل جائے کہ غلطی کر کے توبہ کرنے والا حضرت آدمؑ کے نقش قدم پر چل رہا ہے جو بالآخر جنت میں جائے گا اور غلطی کر کے توبہ نہ کرنے والا شیطان کی اتباع کر رہا ہے جو بالآخر دوزخ میں جائے گا۔

[۳۶] حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل (اللہ کا بندہ) تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسرائیل کو فرعون سے نجات دی، ان پر مَن وسلویٰ نازل کیا ان میں ہزاروں انبیاء پیدا فرمائے اور ان سے وعدہ لیا کہ وہ صرف اللہ ہی کی عبادت کریں گے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جب ظاہر ہوں تو ان پر ایمان لائیں گے اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطا فرمائے گا

Marfat.com

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ اور ایمان لاؤ اس (قرآن) پر جو میں نے نازل کیا۔ یہ اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس تھی اور سب سے پہلے تم ہی اس کے منکر نہ بن جاؤ اور تھوڑی قیمت کے بدلے میں میری آیتوں کو فروخت نہ کرو [۳۷] اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔ [۳۸]

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

لیکن جب حضور اکرم ﷺ کا ظہور ہوا تو اولاد اسرائیل نے ایمان لانے سے انکار کردیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ انہیں اپنی نعمتوں اور وعدے کو یاد دلا رہا ہے۔

ویسے تو ہر انسان اسلام کے اعلان کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتا ہے ''کہ تو میرا رب ہے اور میں اپنی زندگی تیرے حکم کے مطابق گزاروں گا'' مگر آج کتنے لوگ ہیں جو اس وعدہ کے پابند ہیں۔۔۔؟ ہم سب کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے کیونکہ وہ ہر لمحے سب کو دیکھ رہا ہے اور ہمیں ایک دن اس کے سامنے پیش ہونا ہے۔

[۳۷] قرآن کریم تمہاری مقدس کتاب (توراۃ) کی تصدیق کرتا ہے جس میں تم قرآن اور صاحبِ قرآن کے بارے میں پڑھ چکے ہو لہٰذا تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم قرآن کا انکار کرو اور دنیاوی مقاصد کے لئے احکام خداوندی کو فروخت کرو کیونکہ ساری دنیا کی دولت خدائی آیات کی قیمت نہیں بن سکتی۔

[۳۸] یہاں حق سے مراد حضور اکرم ﷺ کی وہ صفات اور علامات ہیں جو تورات میں موجود تھیں مگر علمائے یہود ان کو چھپانے اور ان میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے تاکہ لوگ ان کو سن کر مسلمان نہ ہو جائیں۔ لہٰذا اہلِ اسلام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ حضور ﷺ کی عظمتوں کا چرچا کریں تاکہ دنیا آپ ﷺ کی ذات اور کمالات سے متاثر ہو کر اسلام کے قریب آئے۔

Marfat.com

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب (تورات) کی تلاوت کرتے ہو۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔۔؟ [۳۹]

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو اور بے شک نماز ایک سخت مشکل کام ہے مگر ان عاجزی کرنے والوں کے لئے (مشکل نہیں)

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ ع

۴۶۔ جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور وہ اس کی طرف لوٹنے والے ہیں [۴۰]

---

[۳۹] اس جگہ قرآن اگر چہ علمائے یہود سے مخاطب ہے مگر ہر مذہبی رہنما کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ دوسروں کو نیکی کی دعوت دینا لیکن خود برائی میں سرگرداں رہنا۔ لوگوں کو حق اور ایثار کا درس دینا لیکن خود باطل اور خود غرضی کا شکار رہنا ایسا مہلک مرض ہے جو نہ صرف داعی کی ساکھ کو مجروح کرتا ہے بلکہ خود دعوت کو بھی مشکوک بنا دیتا ہے۔ کیونکہ لوگ کانوں سے تو حسین پیغام سنتے ہیں لیکن آنکھوں سے بدترین افعال دیکھتے ہیں۔ قول و فعل کا یہ تضاد دیکھ کر وہ بے چارے ششدر و حیران رہ جاتے ہیں اور جب انہیں مذہبی رہنماؤں سے کوئی عقیدت نہیں رہتی تو اس کے نتیجہ میں پھر خود دین سے ان کا اعتماد جاتا رہتا ہے۔ لہٰذا ایسے مذہبی رہنما جو دین کے ساتھ مخلص نہیں بلکہ دنیاوی مقاصد کے لئے دین کو استعمال کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرنا چاہیے۔ دنیاوی فوائد کے لئے کوئی دنیاوی لباس اختیار کریں اور دین کو دینداروں کے لئے خالص رہنے دیں۔ اسی میں ان کی بھلائی ہے اور اسی میں دین کی بہتری ہے۔

[۴۰] اس فانی زندگی میں ہر انسان مصائب اور مشکلات سے دوچار ہوتا ہے اور بعض دفعہ انسان مایوس ہو کر خودکشی یا ظلم کا راستہ اختیار کر لیتا ہے لیکن اسلام اس مصیبت زدہ کو صبر و نماز کی تلقین کرتا ہے۔ کیونکہ جب وہ ساری دنیا کے مسائل کو ذہن سے نکال کر خدائے واحد کے حضور سجدہ ریز ہوگا تو رحمت خداوندی اس کے لئے امیدوں کے دروازے کھول دے گی۔ یہ درست ہے کہ نماز کی پابندی آسان نہیں لیکن جو خوش نصیب آخرت اور خدا کی طرف لوٹنے پر یقین رکھتے ہیں انہیں نماز سے محبت ہو جاتی ہے کیونکہ یہ خدا سے ملاقات کا ذریعہ ہوگی۔

Marfat.com

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اے اولاد اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی اور بے شک میں نے تم کو (اس زمانے کے) سارے لوگوں پر فضیلت دی تھی۔

وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡـًٔا وَّلَا یُقۡبَلُ مِنۡہَا شَفَاعَۃٌ وَّلَا یُؤۡخَذُ مِنۡہَا عَدۡلٌ وَّلَا ہُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی کا کچھ بھی بدلہ نہ دے سکے گا اور نہ اس کے لئے شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔ [۴۱]

---

[۴۱] اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں ہزاروں انبیائے کرام مبعوث فرمائے جن کی تبلیغ سے بنی اسرائیل ہدایت کی راہ پر گامزن ہوئے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے سارے لوگوں پر بنی اسرائیل کو فضیلت عطا فرمائی لیکن بعد میں انہوں نے آسمانی صحیفوں میں تحریف کر کے اپنی فضیلت کے اعزاز کو ضائع کر دیا جواب امتِ مسلمہ کے سر پر سجا دیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کو دعوت دی جا رہی ہے کہ اسلام قبول کر کے اس جماعت میں داخل ہو جاؤ جو سارے جہان والوں سے افضل ہے اس طرح تم دوبارہ فضیلت کے مستحق ہو جاؤ گے۔

اور یاد رکھو اگر تم ایمان نہ لائے تو پھر قیامت کے دن کوئی شخص تمہاری مدد نہ کر سکے گا اور نہ تمہارے حق میں کسی کی شفاعت قبول ہوگی کیونکہ روزِ قیامت شفاعت صرف اسی گناہگار کے حق میں قبول ہوگی جو ایماندار ہو اور یہ اس کے ایمان ہی کا ثمر ہو گا۔ روزِ محشر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے انبیاء ، علماء ، شہداء ، حفاظ ، قرآن کی سورتیں اور معصوم بچے شفاعت کریں گے۔ نماز جنازہ اور بے شمار دعائیں شفاعت ہی کی ترجمانی کرتی ہیں مثلاً : رَبَّنَا اغۡفِرۡلِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ (قرآن : ۱۴ : ۴۱) **اے ہمارے رب ! قیامت کے دن میری ، میرے والدین کی اور تمام مومنین کی مغفرت فرما ۔ آمین**

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا :

☆ قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی۔

(ابن ماجة : کتاب الزهد)

☆ جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(سنن دار قطنی: جلد دوم:ص ۲۷۸)

Marfat.com

وَإِذْ نَجَّيْنَٰكُم مِّنْ ءَالِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوٓءَ ٱلْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَآءَكُمْ ۚ وَفِى ذَٰلِكُم بَلَآءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿٤٩﴾

۴۹۔ اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں سخت عذاب پہنچاتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بھاری آزمائش تھی [۴۲]

وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ ٱلْبَحْرَ فَأَنجَيْنَٰكُمْ وَأَغْرَقْنَآ ءَالَ فِرْعَوْنَ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ﴿٥٠﴾

۵۰۔ اور جب ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھاڑ دیا پھر ہم نے تم کو بچا لیا اور فرعونیوں کو ڈبو دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ [۴۳]

وَإِذْ وَٰعَدْنَا مُوسَىٰٓ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ ٱتَّخَذْتُمُ ٱلْعِجْلَ مِنۢ بَعْدِهِۦ وَأَنتُمْ ظَٰلِمُونَ ﴿٥١﴾

۵۱۔ اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰؑ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا پھر اس کے بعد تم نے بچھڑے کو (معبود) بنا لیا اور تم ظالم تھے۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنكُم مِّنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٢﴾

۵۲۔ پھر اس (ظلم) کے بعد بھی ہم نے تم کو معاف کر دیا تا کہ تم شکر ادا کرو۔

---

[۴۲] مفسرین لکھتے ہیں کہ نجومیوں نے فرعون کو بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو تیرے اقتدار کو ختم کر دے گا۔ چنانچہ اس نے حکم جاری کر دیا کہ بنی اسرائیل کے ہاں پیدا ہونے والے ہر بچہ کو قتل کر دیا جائے۔ والدین کے سامنے معصوم بچوں کو ذبح کرنا واقعی بہت بڑی آزمائش تھی۔

[۴۳] فرعونیوں نے بنی اسرائیل پر جب مظالم کی انتہا کر دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک رات کی تاریکی میں اپنی قوم کو لے کر مصر سے ہجرت کر گئے۔ جب مہاجرین کا یہ قافلہ بحر قلزم کے کنارے پر پہنچا تو پیچھے سے فرعون کا لشکر بھی ان کے تعاقب میں پہنچ آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا سے سمندر پر ضرب لگائی تو معجزانہ طور پر سمندر کا پانی رک گیا اور درمیان میں راستہ بن گیا جس پر چل کر بنی اسرائیل دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ فرعونیوں نے بھی ان کے تعاقب میں اسی راستے پر گھوڑے دوڑا دیے۔ جب سارے فرعونی سمندر کے درمیان میں پہنچے تو رُکا ہوا پانی پھر اپنی اصلی حالت پر چلنے لگا اور بنی اسرائیل کی نگاہوں کے سامنے فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا۔

Marfat.com

وَ اِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ الْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾	۵۳۔ اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور حق و باطل میں فرق کرنے والی قوت عطا کی تا کہ تم ہدایت پاؤ[۴۴]
وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىٕكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾	۵۴۔ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔ اے میری قوم! بے شک تم نے بچھڑے کو (معبود) بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا پس تم اپنے خالق کے حضور توبہ کرو۔ سو تم اپنوں کو (جنھوں نے شرک کیا) قتل کرو یہ تمہارے لئے تمہارے خالق کے نزدیک بہتر ہے [۴۵] پھر اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر لی بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔
وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾	۵۵۔ اور یاد کرو جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہم اللہ کو ظاہر دیکھ لیں۔ پس (اس گستاخی پر) بجلی کی ایک کڑک نے تم کو آلیا اور تم دیکھ رہے تھے۔

---

[۴۴] فرعونیوں کے غرق ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر واپس آ گئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو کوہ طور پر چالیس روز تک چلّہ کشی کا حکم دیا تا کہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے انہیں تورات عطا کی جائے لیکن جب حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر گئے تو بنی اسرائیل نے ایک بچھڑے کو خدا بنا لیا اور اس کی پوجا شروع کر دی۔ فرعونیوں نے اپنے بادشاہ کو خدا مانا تو اللہ نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا مگر بنی اسرائیل نے تو ان سے بڑھ کر حماقت کا ثبوت دیا کہ ایک بے عقل بچھڑے کو خدا بنا لیا اب چاہیے تو یہ تھا کہ بنی اسرائیل پر توبہ کے دروازے بند کر دیئے جاتے اور ان سب کو سمندر میں غرق کر دیا جاتا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات اور معجزات عطا فرمائے تا کہ بنی اسرائیل ہدایت پا سکیں۔

[۴۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے تو بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ توبہ کرو اور اپنے قبیلہ کے ہر اس آدمی کو قتل کر دو جس نے بچھڑے کی پوجا کی کیونکہ مرتد اور باغی اسی سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

Marfat.com

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝

۵۶۔ پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں زندہ کر دیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔[۴۶]

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۝

۵۷۔ اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کر دیا اور تم پر من وسلویٰ اتارا۔ ہم نے تمہیں جو پاک چیزیں دی ہیں ان سے کھاؤ۔ انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے [۴۷]

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا ھٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ۝

۵۸۔ اور یاد کرو جب ہم نے حکم دیا کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ۔ پھر اس میں تم جہاں سے چاہو جتنا چاہو کھاؤ اور دروازے سے سر جھکائے ہوئے داخل ہونا اور کہتے جانا ہمیں بخش دے تو ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور نیک لوگوں کو زیادہ اجر دیں گے۔

---

[۴۶] توبہ کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر (۷۰) آدمیوں کو لے کر کوہ طور کی طرف گئے۔ ان کو پہاڑ کے دامن میں چھوڑ کر خود آگے تشریف لے گئے اور رب تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کے بعد ان ستر آدمیوں کو قبولیتِ توبہ کی خوش خبری سنائی۔ لیکن وہ ستر آدمی کہنے لگے ہم آپ کی بات نہیں مانتے جب تک اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا دیدار کرا کے خود اس کی تصدیق نہ کرے۔ اس گستاخی پر بجلی کی ایک کڑک نے ان کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور جو قوم بھی اپنے نبی کی بات نہ مانے اور اپنی طاقت سے بڑے مطالبے کرے اسے یہی سزا ملنی چاہیے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ یا اللہ ! بنی اسرائیل مجھ پر الزام لگائیں گے کہ میں نے ان کو مار دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا اس سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی دعائیں قبول کرتا ہے حتیٰ کہ ان کی عرض داشت پر مُردوں کو بھی زندہ کر دیتا ہے۔

[۴۷] حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل شام کو چھوڑ کر مصر میں آباد ہو گئے تھے اور شام پر عمالقہ نے قبضہ کر لیا۔ جب بنی اسرائیل واپس لوٹے تو انہیں حکم ملا کہ عمالقہ سے جہاد کر کے اپنا وطن آزاد کرائیں لیکن انہوں نے جہاد سے صاف انکار کر دیا اور کہا ''اے موسیٰ ! آپ اور آپ کا رب جا کر ان سے جہاد کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں جب وہ اس شہر سے نکل جائیں گے تو ہم اس شہر میں داخل ہوں گے'' اس بزدلی اور نافرمانی کی پاداش میں چالیس سال تک تیہ کے ریگستان میں سرگرداں رہے لیکن وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ان پر خصوصی کرم فرمایا۔ سخت دھوپ سے بچانے کے لئے بادل سایہ فگن رہتے، کھانے کے لئے من وسلویٰ عطا فرمایا۔ 'مَن' ایک قسم کی قدرتی مٹھائی تھی جو آسمان سے گرتی تھی اور 'سلویٰ' بٹیر کی قسم کے جانور تھے جن کے شکار سے وہ لطف اندوز ہوتے اور بھون کر کھاتے۔ مگر انہوں نے اس آسمانی نعمت کا شکر کرنے کی بجائے ظلم کا راستہ اختیار کیا اور ظلم کا نقصان بالآخر ظالم ہی کو پہنچتا ہے۔

Marfat.com

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي
قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا
رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٥٩﴾
وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب
بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا
عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ
مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ
وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٦٠﴾
وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ
وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنبِتُ
الْأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَ
عَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي
هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ۚ اهْبِطُوا مِصْرًا
فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ ۗ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ
الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ
اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ
اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذَٰلِكَ
بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٦١﴾

۵۹۔ پس جو بات انہیں کہی گئی تھی ظالموں نے اسے بدل کر کچھ اور کر دیا تو ہم نے ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔[۴۸]

۶۰۔ اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی کی دعا مانگی تو ہم نے فرمایا اس چٹان پر اپنا عصا مارو تو اس چٹان سے بارہ چشمے بہہ نکلے۔ ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ پہچان لیا [۴۹] اللہ کے رزق سے کھاؤ اور پیو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

۶۱۔ اور یاد کرو جب تم نے کہا۔ اے موسیٰ! ہم ایک ہی کھانے (من وسلویٰ) پر صبر نہیں کر سکتے۔ سو آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار سے سبزی، ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز نکالے۔ موسیٰ نے کہا۔ کیا تم بہتر چیز کے بدلے میں ادنیٰ چیز لینا چاہتے ہو۔ کسی شہر میں چلے جاؤ جو کچھ تم مانگتے ہو وہاں مل جائے گا۔ ان پر ذلت اور غربت مسلط کر دی گئی اور اللہ کے غضب کے مستحق ہو گئے۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے، انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے، نافرمان تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔[۵۰]

---

[۴۸] بنی اسرائیل جب ریگستان اور پہاڑوں کی سخت زندگی سے گھبرا گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک سرسبز و شاداب بستی پر فتح عطا فرمائی اور حکم دیا کہ اس بستی میں داخل ہوتے وقت عاجزی وانکساری اختیار کریں مگر ان ظالموں نے سرکشی اور فسق و فجور کا بازار گرم کر دیا جس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے عذاب نازل کیا۔

[۴۹] تیہ کے ریگستان میں جب بنی اسرائیل کی پیاس نے شدت اختیار کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے چٹان پر اپنا عصا مارا اور اس سے پانی کے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ چونکہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے اس طرح ہر قبیلہ کو علیحدہ چشمہ مل گیا۔

[۵۰] بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور انبیائے کرام کے قتل کے مرتکب ہوئے ان جرائم کی سزا کے طور پر وہ دنیاوی زندگی میں ذلیل و خوار ہوئے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے جہنم رسید ہوں گے۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ هَادُوۡا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِـِٕیۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ بے شک مسلمان ہوں یا یہودی، عیسائی ہوں یا صابی۔ جو بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے [۵۱]

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَكُمۡ وَرَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ الطُّوۡرَ ؕ خُذُوۡا مَاۤ اٰتَیۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ وَّاذۡكُرُوۡا مَا فِیۡهِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۶۳﴾

۶۳۔ اور یاد کرو جب ہم نے طور کو تم پر اٹھا کر تم سے پختہ وعدہ لیا اور حکم دیا کہ جو (کتاب) ہم نے تم کو دی ہے اس کو مضبوطی سے تھامنا اور اس کے احکام کو یاد رکھنا تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

ثُمَّ تَوَلَّیۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ لَكُنۡتُمۡ مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۶۴﴾

۶۴۔ پھر تم نے اپنے عہد سے منہ موڑ لیا پس اگر تم پر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت نہ ہوتی تو تم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے۔ [۵۲]

وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِیۡنَ اعۡتَدَوۡا مِنۡكُمۡ فِی السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِـِٕیۡنَ ﴿۶۵﴾ۚ

۶۵۔ اور تم اپنی قوم کے ان لوگوں کو خوب جانتے ہو جنہوں نے سبت کے قانون کی نافرمانی کی تھی تو ہم نے انہیں حکم دیا کہ تم پھٹکارے ہوئے بندر بن جاؤ۔

فَجَعَلۡنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهَا وَمَا خَلۡفَهَا وَمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۶۶﴾

۶۶۔ پس ہم نے اس سزا کو اس زمانے کے لوگوں اور بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے عبرت بنا دیا اور پرہیز گاروں کے لئے نصیحت بنا دیا [۵۳]

---

[۵۱] یہود اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ صرف وہی جنتی ہیں باقی سارے لوگ دوزخی ہیں لیکن اس آیت نے وضاحت کر دی کہ جنت کسی نسل کی وراثت نہیں بلکہ ہر وہ شخص اس کا مستحق ہے جس کا ایمان صحیح ہو اور عمل صالح ہو۔

[۵۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب تورات قوم کے سامنے پیش کی تو وہ اس کے احکام اور پابندیاں دیکھ کر کہنے لگے ہم ان پر عمل نہیں کر سکتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کوہ طور کو ان کے سروں پر معلق کر دیا اور ایسے لگتا تھا کہ ابھی ان پر گرنے والا ہے چنانچہ بنی اسرائیل نے گھبرا کر اس وقت توراۃ کو قبول کر لیا اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہونے کا عہد کر لیا مگر بعد میں اس عہد کو توڑ دیا۔ اگر اس وقت اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم نہ فرماتا تو وہ تباہ و برباد ہو جاتے۔

[۵۳] بنی اسرائیل میں ہفتے کا دن عبادت کے لئے مخصوص تھا اس روز تجارت، زراعت اور شکار وغیرہ سارے دنیاوی کام

Marfat.com

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۖ قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٦٧﴾

۶۷۔ اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ [۵۴] وہ کہنے لگے کیا آپ ہمارا مذاق اُڑاتے ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ جاہلوں کی سی باتیں کروں۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ﴿٦٨﴾

۶۸۔ وہ بولے اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتائے کہ وہ گائے کیسی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا بلکہ درمیانی عمر کی ہو۔ لہٰذا جو حکم تمہیں دیا جا رہا ہے اس کی تعمیل کرو۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ﴿٦٩﴾

۶۹۔ کہنے لگے۔ اپنے رب سے ہمارے لئے دریافت کرو کہ اس کا رنگ کیسا ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا رنگ گہرا زرد ہو جو دیکھنے والوں کو خوش کردے۔

ممنوع تھے مگر بنی اسرائیل نے مختلف حیلے بہانوں سے جب اس حکم خداوندی کی خلاف ورزی کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی عبرتناک سزا دی کہ انسان اس کے تصور سے ہی لرز اٹھتا ہے یعنی ان کی شکلیں بندروں جیسی بن گئیں اور وہ چند روز کے بعد ہلاک کردیئے گئے۔

احکام خداوندی کو حیلے بہانوں کے ذریعہ تبدیل کرنے والے ان آیات میں غور کریں۔ یہ واقعات ہماری عبرت پذیری کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ آج اگرچہ ہماری شکلیں نہیں بدلتیں مگر یہ سزا بھی معمولی نہیں کہ شکل انسانوں والی ہی رہے اور کرتوت بندروں جیسے ہو جائیں۔

[۵۴] آنے والی سات آیتوں میں اس گائے کا قصہ ہے جس کی وجہ سے اس سورت کا نام بقرہ ہے۔ بنی اسرائیل کے ایک نوجوان نے اپنے چچازاد بھائی کو قتل کرکے اس کی لاش دور شہر کے دروازے پر پھینک دی اور صبح ہوتے ہی اس کے خون کا خود ہی مطالبہ کردیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ایک گائے ذبح کرکے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا اس مقتول پر مارو۔ یہ زندہ ہوکر قاتل کی نشاندہی کردے گا لیکن مدعی ذبح کرنے کے لئے تیار نہیں تھا کیونکہ قاتل تو وہ خود تھا لہٰذا اس نے حیلے بہانوں سے ٹالنے کی کوشش کی۔ اس گائے کی عمر کتنی ہے۔ اس کا رنگ کیسا ہے وغیرہ بالآخر جب گائے کی مکمل نشاندہی ہوگئی اور اس کے گوشت کے ٹکڑے سے مقتول تھوڑی دیر کیلئے زندہ ہوگیا تو اس نے کہا اسی میرے چچازاد بھائی نے مجھے قتل کیا تھا چنانچہ اس کے قصاص میں اس قاتل کو بھی قتل کردیا گیا۔

Marfat.com

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ ۙ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ﴿٧٠﴾

۷۰۔ کہنے لگے۔ اپنے رب سے ہمارے لئے پوچھو کہ وہ ہمیں اس گائے کی پوری پوری کیفیت بتائے کیونکہ ہم پر گائے مشتبہ ہوگئی ہے۔ اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور اس کو تلاش کر لیں گے۔

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾ ع ۸

۷۱۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ گائے ایسی ہو جس سے زمین میں ہل چلانے اور کھیتی کو پانی دینے کی خدمت نہ لی گئی ہو۔ وہ صحیح سالم اور بے داغ ہو۔ کہنے لگے۔ اب آپ صحیح پتہ لائے پس انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا اور وہ اسے ذبح کرتے معلوم نہیں ہوتے تھے۔

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿٧٢﴾

۷۲۔ اور یاد کرو جب تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا اور پھر ایک دوسرے پر قتل کا الزام لگانے لگے اور جو تم چھپا رہے تھے اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا تھا۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٣﴾

۷۳۔ تو ہم نے فرمایا کہ گائے کے کسی ٹکڑے سے اس مقتول کو مارو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٧٤﴾

۷۴۔ اس منظر کو دیکھنے کے بعد پھر تمہارے دل پتھر کی طرح سخت ہوگئے بلکہ پتھر سے بھی زیادہ سخت [۵۵] کیونکہ کئی پتھر ایسے بھی ہیں جن سے نہریں بہہ نکلتی ہیں اور کئی ایسے ہیں کہ جب پھٹتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کئی ایسے بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہے۔

---

[۵۵] مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کی نشاندہی کر دی اس معجزہ کے مشاہدہ کے بعد اس بات کی توقع تھی کہ اب تو بنی اسرائیل کے دل پگھل جائیں گے اور ان کے دلوں میں خوفِ خدا پیدا ہو جائے گا مگر ان کے دل تو پتھروں سے بھی زیادہ سخت نکلے کیونکہ بعض پتھروں سے تو پانی بھی نکلتا ہے اور وہ خوفِ خدا سے لرزتے بھی ہیں لیکن جو بدنصیب حق کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لے اس کا دل صرف پتھر کی طرح نہیں بلکہ لوہے کی طرح سخت ہے۔

Marfat.com

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

۷۵۔ (اے مسلمانو!) کیا تم امید رکھتے ہو کہ یہ (یہود) ایمان لائیں گے حالانکہ ان میں ایک گروہ ایسا تھا جو کلام الٰہی سنتے تھے اور خوب سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر اسے بدل دیتے تھے۔ [۵۶]

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ اور جب وہ (یہودی) ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے ہیں [۵۷] اور جب ایک دوسرے کے ساتھ تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کیا تم ان (مسلمانوں) کو بتاتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولا ہے تا کہ وہ تم پر ان باتوں سے تمہارے رب کے سامنے حجت بنائیں۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

۷۷۔ کیا وہ (یہودی) نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔

---

[۵۶] اہلِ مدینہ نے یہودی علماء سے سن رکھا تھا کہ آخری نبی کے آنے کا وقت قریب ہے چنانچہ جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اہلِ مدینہ نے اسلام قبول کرلیا اور یہود کے پاس گئے کہ جس نبی کے تم منتظر تھے وہ نبی آگیا ہے لہٰذا اس پر ایمان لے آؤ لیکن یہود نے اپنے بیانات بدل دیئے اور تورات میں بیان ہونے والے حضور ﷺ کے اوصاف کو چھپانا شروع کر دیا اس پر رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرمایا ان یہود سے ایمان کی توقع نہ رکھو کیونکہ ان کے علماء خدا کے کلام کو سمجھ کر اس میں اپنی مرضی کے مطابق تحریف کرتے ہیں تو اس قدر پتھر دل اور سرکش علماء کی صحبت میں بیٹھنے والے یہودی عوام کے دل بھی سخت ہو چکے ہیں۔

[۵۷] منافق یہودی جب مسلمانوں سے ملتے تو ایمان کا دعویٰ کرتے اور تصدیق کرتے کہ آخری نبی کی جو نشانیاں تورات میں مذکور ہیں وہ سب حضور اکرم ﷺ میں پائی جاتی ہیں اس پر دوسرے یہودی انہیں ملامت کرتے کہ تم مسلمانوں کو اپنی کتاب کی باتیں بتا رہے ہو وہ انہی باتوں سے تمہارے خلاف حجت قائم کریں گے لیکن یہود کو علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب مکرم ﷺ کی معرفت اہل اسلام کو تمہاری اس شرارت سے باخبر فرما دیا ہے۔

Marfat.com

النصف

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتٰبَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٧٨﴾

۷۸۔ اور ان میں کچھ اَن پڑھ ہیں جو کتاب کا علم نہیں رکھتے۔ بس جھوٹی امیدوں اور وہم و گمان میں مبتلا رہتے ہیں۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴿٧٩﴾

۷۹۔ پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے تا کہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کریں [۵۸] پس ہلاکت ہے ان کے لئے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا اور تباہی ہے ان کے لئے جو وہ کماتے ہیں۔

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨٠﴾

۸۰۔ اور انہوں (یہود) نے کہا گنتی کے چند دنوں کے سوا ہمیں آگ ہرگز نہ چھوئے گی آپ فرمایئے کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے تب تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی ہرگز خلاف ورزی نہ کرے گا یا تم اللہ کے متعلق وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّأَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿٨١﴾

۸۱۔ کیوں نہیں ! جس نے برائی کی اور اس کی خطا نے اس کو گھیر لیا وہ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ [۵۹]

---

[۵۸] اَن پڑھ یہودی تو کتاب کے علم سے محروم تھے اور صرف جھوٹی امیدوں اور من گھڑت خیالات کے سہارے جی رہے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ قوم ہیں اور بالآخر ضرور نجات پائیں گے۔ اور اہل علم یہودیوں کا کام یہ تھا کہ وہ امیر لوگوں کو راضی کرنے کے لئے جھوٹی روایات لکھتے اور پھر ان کو تورات میں شامل کر دیتے اور اس طرح امیروں سے دنیاوی دولت حاصل کرتے۔

[۵۹] یہود اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ اگر چہ وہ برائیاں کریں پھر بھی جہنم ان پر حرام ہے۔ بالفرض انہیں سزا ملی تو بھی صرف چند روز کے لئے جہنم میں جانا ہوگا اور پھر ہمیشہ کے لئے جنت میں بھیج دیئے جائیں گے۔

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۹
وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا
تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا
وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا
لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا
الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ
اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾
وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ
دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ
دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ
تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾
ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ
وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ۡ
تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۭ
وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ
مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ۭ اَفَتُؤْمِنُوْنَ

۸۲۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی جنتی ہیں اور وہ اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

۸۳۔ اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا۔ پھر تم میں سے چند لوگوں کے علاوہ سب پھر گئے اور تم روگردانی کرنے والے ہو۔

۸۴۔ اور یاد کرو جب ہم نے تم سے پختہ وعدہ لیا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہیں بہاؤ گے اور ایک دوسرے کو اپنے وطن سے نہیں نکالو گے۔ پھر تم نے (اس کا) اِقرار کیا اور تم خود اس کے گواہ ہو۔

۸۵۔ پھر تم وہی ہو جو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو اور تم اپنے گروہ کو ان کے وطن سے نکالتے ہو۔ (نیز) ان کے خلاف گناہ اور ظلم میں (دشمنوں کی) مدد کرتے ہو۔ اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی بن کر آئیں تو تم ان کا فدیہ ادا کرتے ہو حالانکہ ان کا جلا وطن کرنا تم پر حرام کیا گیا تھا۔

یہ ان کی حماقت اور جہالت کی انتہا تھی لیکن قرآن نے بھی ان کی تردید میں ایسا مسکت اسلوب اختیار فرمایا ہے جس میں زجر و توبیخ کی بھی انتہا ہے۔ یعنی جنت کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کا کوئی معاہدہ دکھاؤ حالانکہ اصل میں تم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھ رہے ہو اور اب بھی اگر تم نے اس عقیدہ سے توبہ نہ کی اور اس خطا پر مصر رہے تو پھر جنت میں جانا تو بہت دور کی بات ہے تمہیں تو جنت کی ہوا بھی نہ لگے گی اور ہمیشہ جہنم میں رہو گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ نجات کا تعلق کسی قوم یا نسل سے نہیں بلکہ جو بھی گناہ کرے اور اپنے غلط عقائد سے توبہ نہ کرے وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور جو ایمان لانے کے بعد اچھے عمل کرے اور اگر کبھی گناہ سرزد ہو جائے تو سچے دل سے توبہ کرلے تو وہ ہمیشہ جنت میں رہے گا۔

Marfat.com

بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا
جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى
اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٥﴾

کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لاتے ہو اور بعض حصہ کا انکار کرتے ہو۔ سو تم میں سے جو ایسا کرتوت کرے اس کی کیا سزا ہے سوائے اس کے کہ وہ دنیا کی زندگی میں رسوا رہے اور قیامت کے دن ان کو سخت ترین عذاب میں پھینک دیا جائے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
بِالْاٰخِرَةِ ۡ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا
هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٨٦﴾ ع

٨٦۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے میں دنیاوی زندگی کو خرید لیا۔ سو نہ ان سے عذاب کم کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔ [٦٠]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ
بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ
الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ اَفَكُلَّمَا
جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ
اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا
تَقْتُلُوْنَ ﴿٨٧﴾

٨٧۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے بعد لگاتار رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو روشن نشانیاں دیں اور ہم نے جبریل سے ان کی تائید کی تو کیا ہر بار (ایسا نہیں ہوا) کہ جب بھی کوئی رسول تمہارے پاس ایسا پیغام لے کر آیا جو تمہاری خواہشاتِ نفس کے خلاف تھا تو تم نے تکبر کیا۔ بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض کو قتل کرنے لگے۔

---

[٦٠] بنی اسرائیل کے انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی قوم سے جن عقائد، عبادات اور معاملات کا عہد لیا تھا وہ ساری چیزیں آج اسلام میں موجود ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کوئی نیا دین نہیں ہے بلکہ جملہ انبیائے کرام کے دین کی آخری کڑی ہے۔ قرآن نے بنی اسرائیل سے کسی نئی چیز کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ وہی احکام جن کا وہ اپنے انبیائے کرام کے ساتھ معاہدہ کر چکے تھے اسلام ان کی یاد دہانی اور دوبارہ تصدیق کا مطالبہ کرتا ہے۔ لیکن یہود بڑی عجیب قوم ہیں اپنے دنیاوی مفادات کا معاملہ ہو تو توراۃ سے اس کا ثبوت تلاش کرتے تھے اور جہاں مادی نقصان کا اندیشہ ہو پھر توراۃ کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ خدائی احکام کو اپنے سود و زیاں پر قربان کرنے والے اس دنیا میں ذلیل و خوار ہوتے ہیں اور آخرت میں انہیں سخت ترین عذاب سے واسطہ پڑے گا جہاں ان کی کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ اس میں ہم مسلمانوں کے لئے بھی درس عبرت ہے۔

Marfat.com

وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا غُلۡفٌ ؕ بَلۡ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِکُفۡرِهِمۡ فَقَلِيۡلًا مَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ اور یہود نے کہا ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہیں۔ (نہیں) بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے۔ سو ان میں بہت تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔ [۶۱]

وَلَمَّا جَآءَهُمۡ كِتٰبٌ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمۡ ۙ وَكَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ يَسۡتَفۡتِحُوۡنَ عَلَى الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ۖۚ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ مَّا عَرَفُوۡا كَفَرُوۡا بِهٖ ۚ فَلَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) آئی جو اس (کتاب) کی تصدیق کرتی تھی جو ان کے پاس تھی۔ اور وہ اس سے پہلے (اس نبی کے وسیلے سے) کفار پر فتح کی دعا مانگتے تھے [۶۲] اور جب ان کے پاس وہ نبی تشریف فرما ہوا جسے وہ جانتے تھے تو انہوں نے اس کو ماننے سے انکار کردیا [۶۳] پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہو۔

---

[۶۱] یہود کی ہٹ دھرمی کا اندازہ کریں ان کے اسلاف نے انبیائے کرام کے معجزات دیکھنے کے باوجود ان کی تکذیب کی اور بعض کو قتل بھی کیا اور آج کے یہودی بھی ان سے کم نہیں ہیں جنہوں نے نبی آخر الزمان ﷺ کا انکار کیا اور ان کو قتل کرنے کی سازش بھی کی اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان (یہود) کے عقائد درست ہیں اور ان کے دلوں کی گہرائی میں انتہائی محفوظ ہیں لہٰذا کوئی معجزہ یا قوتِ استدلال ان پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہر زمانے کا ہٹ دھرم یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ درست ہے اور باقی ساری دنیا غلط ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ ان کے مسلسل کفر کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار پڑی ہے اور ان کے دل و دماغ ناکارہ ہوچکے ہیں لہٰذا ان میں سے بہت کم لوگ ہی ایمان لاتے ہیں۔

[۶۲] نبی آخر الزمان ﷺ کی آمد سے پہلے یہود کا شیوہ یہ تھا کہ جب کبھی کفار و مشرکین سے جنگ ہوتی اور ان کی فتح کے امکانات مخدوش ہوجاتے تو اس وقت تورات کو سامنے رکھتے اور وہ مقام کھول کر جہاں حضور اکرم ﷺ کی صفات کا ذکر ہوتا وہاں ہاتھ رکھ کر اس طرح دعا مانگتے "اے اللہ! ہم تجھے تیرے اس نبی کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں جس کا تو نے آخر زمانہ میں بھیجنے کا وعدہ فرمایا۔ آج ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح عطا فرما تو حضور اکرم ﷺ کے صدقے اللہ تعالیٰ انہیں فتح دیتا" (روح المعانی)

ناشکری اور حماقت کی انتہا ہے کہ جن کے صرف نام سے سرفرازیاں حاصل کی جائیں اور جب وہ ذات گرامی خود جلوہ گر ہو تو انکار کردیا جائے۔ واقعی ایسی قوم اللہ تعالیٰ کی لعنت اور ناراضگی کی حقیقی مستحق ہے۔

[۶۳] یہود کو اچھی طرح علم تھا کہ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اس کے ثبوت کے لئے صرف ایک واقعہ پر غور کریں۔ ام المؤمنین حضرت صَفِیہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو میرا باپ اور چچا (جو کہ

Marfat.com

بئسما اشتروا به انفسهم ان يكفروا بما انزل الله بغيا ان ينزل الله من فضله على من يشاء من عباده فباءو بغضب على غضب وللكفرين عذاب مهين ﴿۹۰﴾

۹۰۔ بہت بُری چیز ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کا سودا کیا وہ یہ کہ وہ حسد کے مارے [۶۴] کفر کرتے ہیں اس (کتاب) کے ساتھ جو اللہ نے نازل کی حالانکہ اللہ اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے (کتاب) نازل فرماتا ہے۔ سو وہ مسلسل ناراضگی کے مستحق ہو گئے اور کافروں کے لئے ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

دونوں یہودی عالم تھے) حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کے لئے گئے۔ بڑی دیر تک آپ ﷺ سے گفتگو کرنے کے بعد جب گھر واپس آئے تو میں نے اپنے کانوں سے ان دونوں کو یہ گفتگو کرتے سنا :

چچا : کیا یہ وہی نبی ہے جس کی صفات ہماری کتابوں میں درج ہیں ؟

والد : ہاں۔ اللہ کی قسم! یہ وہی نبی ہے۔

چچا : کیا تم کو اس بات کا یقین ہے ؟

والد : ہاں۔

چچا : پھر تمہارا دلی ارادہ کیا ہے ؟

والد : جب تک زندہ ہوں اس کی مخالفت کروں گا۔

(سیرت ابن ہشام : جلد دوم : ص ۱۱۹)

اس ہٹ دھرمی کا کوئی کیا علاج کرے یعنی حضور اکرم ﷺ کو صحیح پہچان لینے کے بعد بھی ایمان نہ لانا واقعی اپنی جان کو کفر کے ہاتھ فروخت کرنے کے مترادف ہے اور یہ بڑے خسارے والا سودا ہے۔ لیکن بنی اسرائیل کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں کیونکہ انبیائے کرام کے ساتھ ان کا رویہ اکثر ایسا ہی رہا ہے۔

[۶۴] ان کے انکار کی وجہ صرف یہ حسد تھا کہ آخری نبی کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کیوں بھیجا گیا ہے اسے بھی بنی اسرائیل سے ہونا چاہیے تھا لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جسے چاہے نبوت عطا فرما دے۔

Marfat.com

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾

۹۱۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر ایمان لے آؤ جسے اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں ہم تو (صرف) اس پر ایمان لائے ہیں جو ہم پر نازل کیا گیا اور اس کے علاوہ (دوسری کتابوں) کا انکار کرتے ہیں [۶۵] حالانکہ وہ (قرآن) بھی حق ہے اور تصدیق کرتا ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے آپ فرمایئے اگر تم (اپنی کتاب پر ہی) ایمان رکھتے ہو تو پھر تم اس سے پہلے اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کرتے تھے۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾

۹۲۔ اور بے شک تمہارے پاس حضرت موسیٰ واضح دلائل لے کر آئے پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو (اپنا معبود) بنالیا اور تم ظالم تھے۔

---

[۶۵] جب یہود کو قرآن کریم پر ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تو کہتے جو کچھ ہم پر نازل ہوا ہے ہم اس پر ایمان لا چکے ہیں اور وہی ہمارے لئے کافی ہے اس کے علاوہ کسی دوسری کتاب پر ایمان لانے کی ہمیں ضرورت نہیں لیکن قرآن کریم نے ان کے اس دعویٰ کی بھی تردید کر دی ہے یعنی اگر وہ اپنی کتاب پر ہی ایمان رکھتے تو انبیائے کرام کو قتل نہ کرتے اور بچھڑے کو معبود نہ بناتے۔ دراصل وہ اپنی خواہشاتِ نفس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خدا کی بجائے اپنی خواہشات کی پیروی کرے وہ انسانی شکل میں ایسا درندہ ہے جس کے ہاتھوں انبیاء کا قتل کوئی بعید نہیں۔

ان آیات میں مسلمانوں کے لئے لمحاتِ فکریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس ایمان کی تردید کر دی جو انہیں احکامِ تورات پر عمل کی تلقین نہیں کرتا تو پھر ہمارے اس ایمان کی حیثیت کیا ہوگی جو ہمیں احکامِ قرآن پر عمل کرنے کی ترغیب نہیں دیتا۔ بہت سے مسلمان ایسے ہیں کہ مؤذن کی اذان کانوں میں گونجتی ہے مگر قدم مسجد کی طرف نہیں اٹھتے، نیکی کرنے کا حکم ملتا ہے مگر دل برائی کے راستے تلاش کرتا ہے ایسے ناقص ایمان سے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو محفوظ فرمائے اور اس ایمانِ کامل سے سرفراز فرمائے جو برائیوں کے راستہ میں رکاوٹوں کا پہاڑ بن جائے۔ آمین۔

Marfat.com

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ٭ وَ اُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

۹۳۔ اور یاد کرو جب ہم نے تم سے پختہ وعدہ لیا اور تمہارے سروں پر کوہ طور کو بلند کیا (اور تمہیں حکم دیا) کہ جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑ لو اور (غور سے) سنو! انہوں نے (زبان سے) کہا ہم نے سن لیا اور (دل سے کہا) ہم نے نہیں مانا اور کفر کی وجہ سے ان کے دل بچھڑے (کی محبت) سے شرابور ہو چکے تھے فرمایئے! اگر تم (تورات پر) ایمان لانے والے ہو تو بہت برا ہے جس کا تمہارا ایمان تمہیں حکم کرتا ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾

۹۴۔ آپ فرمایئے! اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دار آخرت تمام لوگوں کو چھوڑ کر صرف تمہارے لئے ہی مخصوص ہے پھر تو تمہیں چاہیے کہ موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ [۶۶]

[۶۶] یہود کہتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں لہٰذا جنت صرف انہی کے لئے مخصوص ہے۔ قرآن مجید نے ان کے اس دعویٰ کا پول کھول دیا ہے۔ یعنی اگر تم واقعی جنتی ہو تو پھر انتظار کس چیز کا ہے۔ اس دنیا کی تکلیفوں سے نجات حاصل کرنے اور جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے موت کی تمنا کرو۔ لیکن وہ ایسا ہرگز نہیں کریں گے کیونکہ جب وہ اپنے غلط عقائد اور بُرے اعمال کی سزا کا تصور کرتے ہیں تو گھبرا جاتے ہیں اور ہزاروں سال جینے کی تمنا کرتے ہیں اور بالفرض اگر انہیں لمبی عمر مل بھی جائے تو پھر بھی عذاب الٰہی سے بچنا ممکن نہیں کیونکہ جہنم سے نجات کا ذریعہ لمبی عمر نہیں بلکہ ایمان اور اعمال صالحہ ہیں۔

امام بیہقی ؒ نے اپنی کتاب 'دلائل' میں ابن عباس ؓ سے یہ روایت نقل کی ہے " کہ جب آیت نمبر ۹۴ (اگر صرف تم ہی جنتی ہو تو موت کی تمنا کرو) نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے سارے یہودیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو ایک بار کہہ دو یا اللہ! ہمیں مار ڈال قسم رب کی جو بھی کہے گا وہ یہیں گلا گھٹ کر مر جائے گا۔ یہودی گھبرا کر انکار کر گئے " (تفسیر در منثور) **نوٹ:** اتنا بڑا دعویٰ صرف اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہی کر سکتا ہے۔

Marfat.com

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾

۹۵۔ لیکن اپنے کرتوتوں (کی سزا) کے خوف سے وہ موت کی ہرگز تمنا نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚۛ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚۛ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

۹۶۔ اور آپ ضرور دیکھیں گے کہ وہ سب لوگوں سے حتیٰ کہ مشرکین سے بھی زندگی پر زیادہ حریص ہیں۔ ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ کاش اس کی عمر ہزار سال ہو تو اتنی لمبی عمر بھی اس کو عذاب سے نہیں بچا سکتی اور اللہ تعالیٰ ہر وقت دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

معانقہ ۲　ع

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾

۹۷۔ آپ فرمائیے۔ جو شخص جبریل کا دشمن ہے (اسے معلوم ہونا چاہیے) کہ جبریل نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے دل پر قرآن نازل کیا [۶۷] جو پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اور مومنین کے لئے ہدایت اور خوش خبری ہے۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾

۹۸۔ جو شخص اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ تعالیٰ بھی ان کافروں کا دشمن ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾

۹۹۔ اور یقیناً ہم نے آپ کی طرف واضح نشانیاں نازل کی ہیں اور ان نشانیوں کا صرف فاسق ہی انکار کرتے ہیں۔

اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

۱۰۰۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ جب کبھی انہوں نے وعدہ کیا تو ان میں سے ایک گروہ نے اسے توڑ دیا بلکہ ان میں سے اکثر تو ایمان ہی نہیں لاتے۔

---

[۶۷] یہود نے کہا کہ جبریل ہمارا دشمن ہے وہ غضب لے کر ہم پر اترتا تھا لہٰذا اس کی لائی ہوئی وحی کو ہم نہیں مانتے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ جبریل اپنی طرف سے تو کچھ نہیں کہتا وہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے لہٰذا جو جبریل سے دشمنی رکھتا ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔

Marfat.com

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ
مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ
كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ
سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ
كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۚ وَمَآ اُنْزِلَ
عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ
وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا
نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا
مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا
هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ
وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ
وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ
مِنْ خَلَاقٍ ۟ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ
اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

۱۰۱۔ اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آیا جو ان کی آسمانی کتاب کی بھی تصدیق کرتا ہے تو اہل کتاب کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب (توراۃ) کو اس طرح اپنی پشتوں کے پیچھے پھینک دیا جیسے وہ جانتے ہی نہیں ہیں۔ [۶۸]

۱۰۲۔ اور انہوں نے اس (جادو) کی پیروی کی جس کو سلیمان علیہ السلام کے دور حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے، حالانکہ سلیمان علیہ السلام نے کوئی کفر نہیں کیا [۶۹] بلکہ شیطانوں نے ہی کفر کیا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور (انہوں نے پیروی کی اس جادو کی) جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا [۷۰] اور وہ ہر کسی کو سکھانے سے پہلے یہ واضح کر دیتے "کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں، تُو کفر نہ کر" (اس کے باوجود) لوگ ان سے وہ منتر سیکھتے رہے۔ جس کے ذریعے وہ خاوند اور اس کی بیوی میں جدائی ڈالتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر وہ اس جادو سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اور وہ اس چیز کو سیکھتے ہیں جو اُن کے لئے نقصان دہ ہے اور نفع بخش نہیں ہے اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس نے اس (جادو) کا سودا کیا، اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور بہت بُری ہے وہ چیز، جس کے بدلہ میں انہوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا ہے۔ کاش وہ جانتے۔

---

[۶۸] تورات میں حضور اکرم نبی آخر الزمان ﷺ کی صفات مذکور تھیں اور جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود نے ان صفات کا مشاہدہ کر لیا لیکن اس کے باوجود وہ ایمان نہ لائے اور اس طرح اپنی تورات کی تعلیمات کو بھی پس پشت ڈال دیا۔

[۶۹] یہود شیطان کی پیروی کرتے ہوئے جادو پر عمل کرنے لگے اور ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کر دیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی

Marfat.com

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۱۰۳ ع ۱۲

۱۰۳۔ اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگار بنتے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں (اس کا) ثواب بہت اچھا ہوتا۔ کاش وہ جانتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۱۰۴

۱۰۴۔ اے ایمان والو! (میرے حبیب ﷺ سے کلام کرتے وقت) "رَاعِنا" نہ کہو بلکہ "اُنظرنا" کہو[۷۱] اور (ان کی بات پہلے ہی) غور سے سنا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ایک جادوگر تھے اور جادو کے زور سے حکومت کرتے رہے، لہٰذا جادو پر عمل کرنے کی وجہ سے وہ کافر ہوگئے (العیاذ باللہ) قرآن مجید نے واضح کردیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا جادوگروں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔

[۷۰] ہاروت اور ماروت کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ وہ دونوں فرشتے نہیں بلکہ شیطان تھے (قرطبی) اور غیر معمولی عبادت کی وجہ سے ان کو فرشتے کہا گیا جیسے ابلیس کو کثرتِ عبادت کی وجہ سے فرشتوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ ایک دوسرے قول کے مطابق وہ دونوں فرشتے تھے لیکن لوگوں کی آزمائش کے لئے جب انہیں انسانی روپ میں بھیجا گیا تو ان میں انسانی خواص بھی پیدا فرما دیئے گئے (بیضاوی) لہٰذا انہوں نے بحیثیتِ انسان جادو سکھایا، نہ کہ بحیثیتِ فرشتہ۔ اور اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، جس طرح وہ انسان کو سزا کے طور پر بندر بنا سکتا ہے، اسی طرح فرشتے کو آزمائش کے طور پر انسان بھی بنا سکتا ہے۔

بہرحال قرآن کے ظاہری معنٰی کے اعتبار سے وہ دونوں معصوم فرشتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے مکرم بندے اور فرمانبردار تھے لیکن بابل میں جادوگری اس قدر عام ہوگئی تھی کہ لوگ نبی کے معجزہ کو بھی جادو سے تعبیر کرتے تھے اور اس کی آڑ میں نبوت کا انکار کرنے لگے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہاروت اور ماروت کو انسانی شکل میں بھیجا، وہ لوگوں کو جادو کی حقیقت بتاتے اور اس پر عمل کرنے سے روکتے تاکہ ان پر جادو کی حقیقت واضح ہوجائے اور وہ نبی کے معجزہ اور جادوگر کے شعبدہ میں فرق کرسکیں۔ ان دونوں فرشتوں نے ہر ایک کو صاف صاف بتادیا کہ وہ تمہاری آزمائش کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ جادو اصل میں شیطانی کرتوت ہے، جو بنی نوع انسان میں فتنہ پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا تم شیطانی کام کرکے اللہ تعالیٰ کے نافرمان نہ بنو بلکہ جادو کی حقیقت کو سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور پرہیزگار بن جاؤ۔ ہاروت اور ماروت کی مثال کچھ اس طرح ہے، جیسے مرزا قادیانی نے انڈیا میں جب جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگ اس کے دامِ فریب میں آنے لگے تو علمائے اسلام نے مسلمانوں کو مرزا قادیانی کے جھوٹے دلائل سے آگاہ کیا اور وہ ساری تعلیمات بھی بتائیں، جن کی وجہ سے مرزا قادیانی کافر قرار پایا، تاکہ لوگ اس کے قریب نہ جائیں لیکن اس کے باوجود اگر کوئی مرزا قادیانی کی پیروی اختیار کرے تو اس میں علمائے اسلام کا کوئی قصور نہیں ہے۔ مجرم وہ انسان ہے جس نے حقیقت جاننے کے بعد کفر اختیار کیا۔

[۷۱] صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم جب حضورِ اکرم ﷺ کے کسی ارشادِ گرامی کو اچھی طرح سمجھ نہ سکتے تو عرض کرتے

Marfat.com

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾

۱۰۵۔ کافروں میں سے اہل کتاب اور مشرکین پسند نہیں کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی بھلائی نازل کی جائے اور اللہ جسے چاہتا ہے، اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾

۱۰۶۔ ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا ذہنوں سے غائب کر دیتے ہیں، تو ہم اس سے بہتر یا اس جیسی (دوسری) آیت لے آتے ہیں [۷۲] کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾

۱۰۷۔ کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی یار و مددگار نہیں ہے۔

''راعنا'' اس کا ظاہری مفہوم تو یہ تھا کہ۔ اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی بات پوری طرح سمجھ نہیں سکے، ذرا ہماری رعایت فرمائیں اور بات کو دوبارہ سمجھا دیں مگر اس لفظ کے معنیٰ میں کئی احتمالات اور بھی تھے، جن میں گستاخی اور بے ادبی پائی جاتی تھی۔ اور یہود بے ادبی والا معنیٰ مراد لیتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضیَ اللّٰہ تعالٰی عنھم کو حکم دیا کہ آئندہ ''اُنظرنا'' (ہماری طرف نگاہِ کرم فرمایئے) کہا کرو۔ کیونکہ اس لفظ کے معنیٰ میں کسی فاسد احتمال کی گنجائش نہیں تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ کے متعلق ایسا لفظ بولنا بھی ممنوع ہے، جس میں بے ادبی کا احتمال ہو۔ کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ کی توہین کرنے سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔

[۷۲] اللہ تعالیٰ جب ایک حکم منسوخ کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم نازل فرماتا ہے تو اسے شریعت میں نسخ کا نام دیا جاتا ہے، جیسے آدم علیہ السلام کے زمانے میں سگے بہن بھائیوں کا آپس میں نکاح جائز تھا، بعد میں اسے حرام کر دیا گیا۔ اسی طرح مسلمانوں کا قبلہ پہلے مسجدِ اقصیٰ تھا، بعد میں مسجدِ حرام بنا دیا گیا۔ احکامات میں یہ تبدیلی انسانوں کی بھلائی کے لئے کی جاتی ہے، اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کے مقررہ پروگرام کے مطابق ہوتا ہے۔

یہاں کسی کے ذہن میں اگر یہ سوال پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی دوسرا حکم نازل کیوں نہ فرما دیا تاکہ تبدیل کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ تو اس کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک ڈاکٹر مریض کو ایک دوائی دیتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ اس دوائی کو صرف ایک ہفتہ تک استعمال کرو، اس کے بعد تمہارا اصل علاج شروع کریں گے کیونکہ فی الحال تمہاری طبیعت اصل دوائی کو برداشت نہیں کر سکتی اور تمہیں فائدے کے بجائے نقصان ہوگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کے تقاضوں

Marfat.com

اَمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ یَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۱۰۸﴾

۱۰۸۔ کیا تم بھی اپنے رسول (ﷺ) سے ایسے سوال پوچھنا چاہتے ہو، جیسے اس سے پہلے (موسیٰ علیہ السلام) سے پوچھے گئے؟ [۴۷] اور جس نے ایمان کو کفر سے بدلا، وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

وَدَّ كَثِیْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ یَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۖۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَ اصْفَحُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۰۹﴾

الثلث

۱۰۹۔ اہل کتاب میں سے اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں ایمان سے پھیر کر کفر کی طرف لوٹا دیں اگر چہ حق ان پر واضح ہو چکا ہے مگر ان کی یہ خواہش اس حسد پر مبنی ہے جو (مسلمانوں کے خلاف) ان کے دلوں میں ہے۔ پس تم (اے مسلمانو! ان سے) عفوو درگزر کرتے رہو، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم صادر فرمائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱۰﴾

۱۱۰۔ اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو نیکیاں تم اپنے لئے آگے بھیجو گے، ان کا ثمر اللہ تعالیٰ کے ہاں ضرور پاؤ گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

کے مطابق محدود وقت کے لئے ایک حکم نازل فرمایا اور جب انسانی فطرت اصل حکم کو سمجھنے کے قابل ہوگئی تو وقتی حکم کو بدل دیا۔ اور یہ عین حکمت ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا مالک ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ جس وقت جو حکم اس کی مصلحت و حکمت کے مطابق ہو، اسے نافذ کرے اور جسے چاہے منسوخ کر دے۔ اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

[۴۷] بنی اسرائیل احکام خداوندی سے جان چھڑانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لایعنی سوال کرتے تھے، جیسے ''ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے، جب تک ہم خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں'' اور ایسے سوالات کے پیچھے جب بدنیتی اور سرکشی کارفرما ہو، تو اس کا نتیجہ کفر کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہود اپنی اس کجروی کے باعث ایمان سے محروم ہو چکے تھے۔ اور ان کی خواہش ہے کہ مسلمان بھی ان کے نقش قدم پر چل کر گمراہ ہو جائیں۔ اس لئے وہ مسلمانوں کو بھی اس قسم کے لایعنی سوالات کرنے پر اکساتے ہیں، لیکن قرآن مجید مسلمانوں کو اس روش کے قدرتی انجام سے ڈراتا ہے، تاکہ یہود کی سازشوں میں آ کر اپنا ایمان ضائع نہ کریں، بلکہ ان کے حسد و شر کے جواب میں عفوو درگزر سے کام لیں اور اس وقت کا انتظار کریں جب اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ نافذ فرما دے یعنی مسلمانوں کو ان سے جہاد کی اجازت مل جائے اور یہودیوں کو ذلیل و خوار کر کے مدینہ سے نکال دیا جائے۔

Marfat.com

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١١١﴾

۱۱۱۔ اہل کتاب کہتے ہیں کہ جنت میں صرف یہودی یا عیسائی جائیں گے۔ یہ ان کی من گھڑت باتیں ہیں۔ آپ (انہیں) فرمایئے، اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔

بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١١٢﴾ ع

۱۱۲۔ ہاں جس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور وہ مخلص بھی ہو، تو اس کا اجر اس کے رب کے ہاں موجود ہے۔ نہ انہیں کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١١٣﴾

۱۱۳۔ یہودی کہتے ہیں، عیسائی حق پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں۔ حالانکہ وہ سب آسمانی کتابیں پڑھتے ہیں اور اس قسم کے دعوے وہ لوگ (کفار و مشرکین) بھی کرتے ہیں، جن کے پاس (آسمانی کتاب کا) علم نہیں ہے [۷۴] سو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان اس چیز میں فیصلہ فرمائے گا، جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۬ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١١٤﴾

۱۱۴۔ اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے منع کرے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے [۷۵] (حالانکہ) ان کے لئے مناسب یہ تھا کہ وہ ڈرتے ہوئے مساجد میں داخل ہوتے۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے، اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

---

[۷۴] یہودی کہتے ہیں کہ وہ سیدھے راستے پر ہیں اور عیسائی گمراہ ہیں۔ عیسائیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ یہودی گمراہ ہیں۔ اسی طرح کفار و مشرکین میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ سیدھے راستے پر ہیں دوسرے سب لوگ گمراہ ہیں۔ حالانکہ ان میں سے کسی کے پاس اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لئے نہ تو کوئی دلیل ہے اور نہ ہی وہ کسی منطق کے قائل ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے ساتھ مزید بحث کرنے کی بجائے ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اور وہی قیامت کے دن ان کے اختلافات کا فیصلہ فرمائے گا۔

[۷۵] عیسائیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے اسے ویران کیا اور کفارِ مکہ نے بیت اللہ میں مسلمانوں کا داخلہ بند کر دیا حالانکہ انہیں مذہبی عبادت گاہوں کا احترام کرنا چاہیے تھا، لیکن انہوں نے سرکشی کی اور آخر وہ وقت آ گیا، جب عیسائیوں نے

Marfat.com

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

۱۱۵۔ مشرق ومغرب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔سو جس طرف بھی تم رخ کرو، وہیں ذاتِ خداوندی ہے [۷۶] بے شک اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور خوب جاننے والا ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

۱۱۶۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔حالانکہ وہ (اولاد سے) پاک ہے [۷۷] بلکہ زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں اس کی ملکیت ہیں اور سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

۱۱۷۔ وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔جب وہ کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے۔تو وہ اسے صرف اتنا حکم دیتا ہے کہ ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتا ہے۔

اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے بیت المقدس کی چابیاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کردیں اور کفارِ مکہ نے بھی فتح مکہ کے روز اپنی رسوائی کا اعتراف کرتے ہوئے بیت اللہ کی چابیاں حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کردیں۔اگرچہ یہ آیات عیسائیوں اور کفارِ مکہ کے حق میں نازل ہوئیں، لیکن آج بھی جو آدمی مساجد کو غیر آباد کرنے کی کوشش کرے، وہ ظالم ہے، اسے اپنے بُرے انجام سے ڈرنا چاہیے۔یا اللہ! ہمیں توفیق عطا فرما۔کہ ہم مساجد کو آپ کی عبادت سے آباد رکھیں۔آمین

[۷۶] مسلمانوں کا پہلا قبلہ بیت المقدس تھا، جب بیت اللہ قبلہ مقرر ہوا، تو یہود نے مسلمانوں کو طعنہ دیا، کہ تمہاری پہلی نمازوں کا کیا بنے گا؟ تو قرآن نے اس کی وضاحت فرمادی کہ کوئی مسلمان بیت المقدس یا بیت اللہ کی دیواروں کو سجدہ نہیں کرتا اور نہ ہی دیواریں سجدہ کے قابل ہیں، مسلمان صرف اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صرف بیت المقدس یا بیت اللہ میں نہیں، بلکہ اس کا نور تو کائنات کے ہر ذرہ کو حاوی ہے، جدھر بھی رخ کیا جائے، ادھر اللہ تعالیٰ کا جلوہ موجود ہے، لیکن ہم سجدہ اُس طرف کرتے ہیں، جدھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہو۔پہلے بیت المقدس کی طرف حکم تھا اور اب بیت اللہ کی طرف حکم ہے۔اللہ تعالیٰ سب سے بڑا حاکم اور سب سے زیادہ علم والا ہے، لہٰذا جو مناسب سمجھتا ہے، حکم دیتا ہے، کوئی اس کے حکم کو چیلنج نہیں کرسکتا۔

[۷۷] عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے اور مشرکین، فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں تصور کرتے (خدا کی پناہ) لیکن اس آیت نے وضاحت کردی کہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے، وہ ساری کائنات کا واحد خالق اور بلاشرکتِ غیر مالک ہے اور اس جہانِ آب وگل کی ہر چیز اس کی تابع فرمان ہے۔

Marfat.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

۱۱۸۔ اور بے علم لوگ (مشرک) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود ہمارے ساتھ کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی۔[۷۸] ان سے پہلے (گمراہ) لوگ بھی ایسی ہی باتیں کیا کرتے تھے۔ ان سب کے دل ملتے جلتے ہیں۔ بے شک ہم نے اہل یقین کے لئے نشانیاں صاف صاف بیان کردی ہیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾

۱۱۹۔ بے شک ہم نے آپ ؐ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اہل جہنم کے متعلق آپ سے باز پرس نہیں ہوگی۔

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾

۱۲۰۔ یہود و نصاریٰ آپ ﷺ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے، حتیٰ کہ آپ ؐ ان کے دین کی پیروی کریں[۷۹] آپ ؐ کہہ دیجئے: اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے، اور اگر (بفرضِ محال) علم کے باوجود آپ (مراد عام مسلمان) نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، تو پھر آپ (مراد عام مسلمان) کے لئے اللہ تعالیٰ (کی گرفت) سے بچانے والا کوئی دوست و مددگار نہیں ہوگا۔

وقف منزل

---

[۷۸] مشرکین نے مطالبہ کیا کہ خدا ہم سے کلام کرے یا ہمیں کوئی ایسی نشانی دکھائے، جس کے بعد شک کی گنجائش نہ رہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی دلجوئی فرمائی کہ مشرکین کے اس قسم کے لایعنی مطالبات کوئی نئی بات نہیں، بلکہ گمراہ لوگوں کا مزاج ہمیشہ ایک جیسا رہا ہے۔ یہود بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اسی قسم کے مطالبات کرتے تھے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اہل عقل کے لئے تو ہدایت کا ایک ادنیٰ اشارہ بھی کافی ہوتا ہے مگر حسد کے ماروں کو روشن معجزات بھی نظر نہیں آتے، آپ کی بے داغ زندگی کا صادق کردار سورج کی طرح روشن ہے، لیکن:- دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے۔

[۷۹] حضور اکرم ﷺ نے یہود و نصاریٰ کو اسلام کی دعوت دی لیکن ان کی اکثریت مسلمان نہ ہوئی، اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب مکرم ﷺ کی دلجوئی فرماتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی؛ کہ آپ ؐ نے تبلیغ اسلام کا حق ادا کردیا ہے، اور یہود و نصاریٰ کو یقین ہوگیا ہے کہ آپ ؐ سچے نبی ﷺ ہیں اور آپ ؐ کی دعوت حق ہے لیکن سرکشی و ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ کبھی بھی اسلام قبول نہیں کریں گے، بلکہ ان کی خواہش تو یہ ہے کہ آپ ؐ بھی اسلام کو چھوڑ کر ان کے من گھڑت دین کی

Marfat.com

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖؕ اُولٰٓىٕكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۠ (۱۲۱)

یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَ اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ (۱۲۲)

وَ اتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْــٴًـا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ (۱۲۳)

وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًاؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ (۱۲۴)

۱۲۱۔ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں اور وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے منکر ہیں تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

۱۲۲۔ اے اولاد اسرائیل ! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی، اور بے شک میں نے تم کو (اس زمانے کے) سارے لوگوں پر فضیلت دی تھی۔

۱۲۳۔ اور اس دن سے ڈرو، جب کوئی شخص کسی کا کچھ بھی بدلہ نہ دے سکے گا اور نہ اس کے لئے معاوضہ قبول کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی شفاعت فائدہ دے گی اور نہ ہی وہ مدد کئے جائیں گے [۸۰]

۱۲۴۔ اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب تعالیٰ نے چند باتوں میں آزمایا؛ تو ابراہیم علیہ السلام نے ان سب کو پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''بے شک میں تمہیں تمام انسانوں کا امام (پیشوا) بنانے والا ہوں'' ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی۔ اور میری اولاد سے بھی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرا وعدہ ظالموں تک نہیں پہنچتا [۸۱]

پیروی اختیار کر لیں اور یہ آپ ﷺ کے لئے ناممکن ہے، کیونکہ اس وقت روئے زمین پر حق صرف اسلام میں ہے، اور جو شخص بھی اسلام کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کرے گا، اس کا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا؛ لیکن وہ خوش نصیب مؤمن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب ہوں گے جو قرآن مجید کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں۔

[۸۰] ان دو آیات کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے، اسی سورت کا حاشیہ نمبر ۴۱ ملاحظہ ہو۔

[۸۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتشِ نمرود اور ذبح اسماعیل علیہ السلام وغیرہ سے اس لئے آزمایا تا کہ لوگوں پر یہ حقیقت آشکارا ہو جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام واقعی امامت (پیشوا بننے) کے مستحق ہیں۔ اور فطری جذبہ کے تحت جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے بھی نبی بنائے جانے کی دعا کی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کی اولاد سے جو ظالم ہوں گے وہ تو اس نعمت کے اہل نہیں ہیں، البتہ جو نیک اور فرمانبردار ہوں گے ان میں سے بعض کو شرفِ نبوّت سے سرفراز کیا جائے گا۔ اس آیت کے ضمن میں اہل علم لکھتے ہیں کہ انبیاءِ کرام معصوم ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی ظالم کو نبی نہیں بناتا۔

Marfat.com

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾

۱۲۵۔ اور یاد کرو جب ہم نے بیت اللہ (کعبہ) کو لوگوں کے لئے مرکز اور امن کی جگہ بنایا اور (لوگوں کو حکم دیا کہ) مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بنا لو۔ اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو تاکید کی کہ میرے اس گھر کو طواف، اعتکاف، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھو۔ [۸۲]

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾

۱۲۶۔ اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے اور اس شہر کے باشندوں میں سے جو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان لائیں ان کو ہر قسم کے پھلوں سے رزق دے [۸۳] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس نے کفر کیا، میں اسے بھی تھوڑا سا فائدہ اٹھانے دوں گا، پھر اسے دوزخ کے عذاب کی طرف مجبور کر دوں گا، اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ [۸۴]

---

[۸۲] بیت اللہ کو پاک رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عمارت گرد و غبار سے اور اس کی فضا کفر و شرک سے پاک ہو تا کہ عبادت کرنے والے کا دل اور نگاہ، دونوں کو سکون ملے۔ اور پورے اطمینان کے ساتھ اپنے خالقِ حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مساجد کو پاک صاف رکھنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور انبیائے کرام کی سنت ہے۔ نیز مساجد کے متولی صالح اور پرہیزگار لوگ ہونے چاہئیں۔

[۸۳] آج سے ہزاروں سال پہلے شہرِ مکہ کا تصور اپنے دماغ میں حاضر کریں، جہاں سبزے کا نام و نشان نہ ہو، وہاں پھل کہاں سے آئیں؟ لیکن آج دنیا کا کوئی پھل ایسا نہیں جو مکہ مکرمہ میں دستیاب نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ والے جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو قدرتِ خداوندی ایسے کرشمے دکھاتی ہے، جو بظاہر ہماری عقل میں نہیں آتے۔

[۸۴] اس سے پہلے نبوّت کا سوال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ کوئی ظالم نبوّت کے اہل نہیں لیکن جب رزق کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا صرف مؤمن نہیں بلکہ ظالم اور کافر کو بھی اس چند روزہ زندگی میں رزق دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رزق کا دروازہ کافر اور مؤمن، دونوں کے لئے کھلا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ لہٰذا اگر دنیا میں کسی کے پاس رزق کی فراوانی ہے، تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ رزق تو کافروں کو بھی دیتا ہے لیکن راضی صرف اس سے ہوتا ہے جو اس پر ایمان لائے اور نیک اعمال کرے۔

Marfat.com

وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾

۱۲۷۔ اور یاد کرو جب ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور دعا بھی کر رہے تھے) اے ہمارے پروردگار! ہم سے (یہ عمل) قبول فرما! بے شک تو ہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾

۱۲۸۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنائے رکھ؛ اور ہماری اولاد سے بھی ایک جماعت کو اپنا فرمانبردار بنا۔ اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے بتا اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۵

۱۲۹۔ اے ہمارے رب! اور ان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول (ﷺ) مبعوث فرما [۸۵] جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے، کتاب و حکمت سکھائے، اور پاک کرے [۸۶] بے شک تو غلبہ اور حکمت والا ہے۔

---

[۸۵] حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں مل کر کعبہ کی تعمیر کر رہے ہیں اور رب تعالیٰ سے دعائیں بھی مانگ رہے ہیں؛ آخر میں عرض کرتے ہیں؛ یا اللہ! ہم دونوں کی اولاد سے ایک عظیم الشان رسول بھیج؛ چنانچہ اس دعا کے صلے میں آپ دونوں کی اولاد سے صرف ایک ہی رسول مبعوث ہوا، جس کا اسم گرامی محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا؛ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمر ہوں۔ (مسند امام احمدؒ : جلد ۴ : ص ۱۲۷)

[۸۶] جس جلیل القدر نبیؑ کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا مانگ رہے ہیں۔ اس کے فرائض کیا ہوں گے؟

۱۔ اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سنائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفسِ تلاوت یعنی قرآن مجید کے صرف الفاظ کی تلاوت بھی بجائے خود ایک مستقل عبادت ہے۔ اگر قرآن مجید کے الفاظ بدل دیئے جائیں خواہ معانی بالکل وہی رہیں پھر بھی ان بدلے ہوئے الفاظ کو قرآن نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی ان کے پڑھنے سے نماز ادا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا قرآن مجید کے جس طرح معانی مقصود ہیں اسی طرح الفاظ بھی مقصود ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے۔ بلکہ ہر مسلمان کو اپنی استعداد کے مطابق قرآن مجید کے معانی و مطالب کو سمجھنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے کیونکہ قرآن مجید کے معانی میں غور کرنے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

Marfat.com

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

۱۳۰۔ اور دین ابراہیم سے وہی انحراف کرسکتا ہے، جو بے وقوف ہو[۸۷]اور بے شک ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں چن لیا تھا اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہوں گے۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

۱۳۱۔ اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے فرمایا۔ (میری اطاعت میں) سرِ تسلیم خم کردو تو ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی میں نے رب العالمین کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیا۔

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ﴿۱۳۲﴾

۱۳۲۔ اور اسی دین کی ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وصیت کی اور یعقوب علیہ السلام نے (بھی یہی کہا) اے میرے بچو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہی دین پسند کیا ہے۔ لہٰذا تم مرتے دم تک مسلمان رہنا۔

۲۔ قرآن مجید کی تعلیم دے یعنی قرآن مجید کے معانی اور احکام سمجھائے۔

۳۔ حکمت کی تعلیم دے اور حکمت سے مراد حدیث ہے یعنی احکام قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ سکھائے جیسے نماز پڑھنے کا حکم تو قرآن مجید میں ہے مگر اس پر عمل کرنے کا طریقہ حدیث پاک بتاتی ہے۔ حکمت حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتی رائے نہیں ہوتی بلکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی جاتی ہے۔ (قرآن ۴:۱۱۳)

۴۔ لوگوں کو پاک کرے یعنی حسن دلائل سے ان کے عقائد کو شکوک وشبہات سے پاک کرے تا کہ حق و باطل کا فرق واضح ہو جائے، روحانی تصرف سے ان کے دلوں کو نفسانی خواہشات سے پاک کرے تا کہ ان کے دل تجلیاتِ الٰہی کا آئینہ بن سکیں اور ظاہری تربیت سے ان کے اطوار کو لایعنی خصائل سے پاک کرے تا کہ ان کے حسنِ کردار سے متاثر ہو کر کافروں کو اسلام کی دولت نصیب ہو۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ نبی صرف ڈاکیہ یا قاصد ہوتا ہے۔ لیکن اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی اور ڈاکیہ یا قاصد میں بہت فرق ہے۔ کیونکہ ڈاکیے کو تو سرے سے علم ہی نہیں ہوتا کہ لفافے کے اندر کیا ہے اور قاصد بھی پیغام کے اسرار و رموز سے ناواقف ہوتا ہے مگر نبیؑ تو اللہ تعالیٰ کا نمائندہ اور مخلوق کا معلمِ اعظم ہوتا ہے۔ جو لوگوں کو پاک کرتا ہے، انہیں خدا کا پیغام سمجھاتا ہے اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ بھی بتاتا ہے۔

[۸۷] اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوّت کے لئے چن لیا اور لوگوں کی رہنمائی کے لئے ان پر وہ دین نازل فرمایا جو فطرت کے عین مطابق ہے لہٰذا اس دین کا انکار صرف وہی کرسکتا ہے جو عقل و خرد سے محروم ہو۔

Marfat.com

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾

۱۳۳۔ کیا تم اس وقت موجود تھے، جب یعقوب علیہ السلام کو موت آئی [۸۸] جب یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد سے پوچھا۔ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا ہم اس ایک خدا کی عبادت کریں گے جو آپ کا اور آپ کے بزرگوں ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کا معبود ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾

۱۳۴۔ وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی، ان کے لئے وہی ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے بھی وہی ہوگا جو تم نے کمایا اور ان کے اعمال کے بارے میں تم سے سوال نہیں کیا جائے گا [۸۹]

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

۱۳۵۔ اور (یہودی) کہتے ہیں یہودی بن جاؤ (عیسائی کہتے ہیں) عیسائی بن جاؤ، تو ہدایت پا جاؤ گے آپ فرمایئے! میرا دین تو دین ابراہیم ہے جو حق پرست تھے مشرک نہیں تھے۔ [۹۰]

---

[۸۸] یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے موت کے وقت اپنی اولاد کو یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی قرآن مجید ان کے اس دعویٰ کی تردید کر رہا ہے کہ تم خود تو وصیت کے وقت موجود نہیں تھے لہٰذا اپنا ریکارڈ درست کر لو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسی دین کی وصیت کی تھی جو اس وقت دین ابراہیم تھا اور اب اس کا نام اسلام ہے۔

[۸۹] یہود و نصاریٰ کا یہ دعویٰ تھا، چونکہ وہ انبیائے کرام کی اولاد ہیں لہٰذا ان کی نجات یقینی ہے۔ قرآن مجید نے ان کی اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا ہے۔ یعنی اگرچہ تم ان کی اولاد ہو مگر حقیقت میں تمہارا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ ان مقدس ہستیوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر قربان کر دیا اور تم احکام خداوندی کو اپنی ذات کے لئے تبدیل کر دیتے ہو لہٰذا تمہیں ان سے کیا نسبت ہو سکتی ہے، وہ مقدس ہستیاں اپنا دنیاوی وقت پورا کر کے اب اللہ تعالیٰ کے قرب میں پہنچ چکی ہیں۔ تم سے ان کے بارے میں سوال نہیں ہوگا تم تو اس بات کے جوابدہ ہو کہ تم خود کیا کرتے تھے لہٰذا تم اپنی فکر کرو۔

[۹۰] یہود مسلمانوں کو کہتے کہ یہودی بن جاؤ تو ہدایت پا لو گے اور عیسائیوں کا دعویٰ یہ تھا کہ تم عیسائی بن جاؤ تو کامیاب ہو جاؤ گے؛ دونوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی عیسائی اور یہودی ثابت کرنا شروع کر دیا۔ اس پر قرآن حکیم نے اصل حقیقت سے پردہ اٹھا دیا کہ تمہاری اس شرک آلود یہودیت اور عیسائیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوئی واسطہ نہیں، وہ تو حق پرست تھے اور شرک سے ہمیشہ دور رہے۔

Marfat.com

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ ۖ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

۱۳۶۔ (اے مسلمانو!) تم کہو ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور اس پر جو موسیٰ عیسیٰ علیہما السلام اور دوسرے تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ہم ان نبیوں میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے۔[۹۱] (بلکہ سب پر ایمان رکھتے ہیں) اور ہم اسی (ایک اللہ تعالیٰ) کے فرمانبردار ہیں۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا ھُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ ۚ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۳۷﴾

۱۳۷۔ پس اگر وہ اس طرح ایمان لائیں، جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر وہ انحراف کریں تو (ظاہر ہے) وہ مخالفت پر کمربستہ ہیں، تو عنقریب ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ تمہاری حمایت میں آپ کو کافی ہو جائے گا اور وہ سب کچھ سننے جاننے والا ہے۔

---

[۹۱] مسلمان سب انبیائے کرام پر ایمان رکھتے ہیں اور کسی نبیؑ کا انکار نہیں کرتے کیونکہ تمام انبیائے کرامؑ نے ایک ہی دین کی تبلیغ کی؛ جس کی آخری شکل کا نام اسلام ہے؛ لہٰذا یہود و نصاریٰ کو بھی یہی دین قبول کر لینا چاہیے اور اس طرح خلوص سے ایمان لانا چاہیے، جس طرح صحابہ کرام رضیَ اللّٰہ تعالی عنھم ایمان لائے ہیں، کیونکہ ان کا کردار ایمان کا معیار ہے، لیکن اگر وہ ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کریں تو مسلمانوں کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا حامی و ناصر ہوگا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللّٰہ تعالی علیھم اجمعین نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یہود کو مدینہ چھوڑنا پڑا اور عیسائی علاقوں پر بھی اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

Marfat.com

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

۱۳۸۔ (اہل کتاب سے کہو کہ ہم پر) اللہ کا رنگ (چڑھا ہے) اور اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہوسکتا ہے؟[۹۲] اور ہم تو اسی کے عبادت گزار ہیں۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

۱۳۹۔ آپ فرمائیے کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہی ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا رب بھی [۹۳] ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں ہم تو اسی کے لئے مخلص ہیں۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۗ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۗ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾

۱۴۰۔ کیا تم کہتے ہو کہ بے شک ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد یہودی یا عیسائی تھے۔ آپؐ فرمائیے! کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟[۹۴] اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اس گواہی کو چھپایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پاس ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔[۹۵]

---

[۹۲] جو انسان یہود و نصاریٰ کا مذہب اختیار کرتا، اسے رنگدار پانی سے غسل دیا جاتا اور اس کے بعد اعلان کر دیا جاتا کہ اس پر یہودیت یا عیسائیت کا رنگ چڑھ گیا ہے اور اب یہ پکا یہودی یا عیسائی بن گیا ہے؛ اس پر قرآن مجید کہتا ہے یہ بھی کوئی رنگ ہے، جو چند گھنٹوں کے بعد اتر جائے اور انسان پھر ویسا ہی نظر آئے جیسا پہلے تھا، بلکہ انسان کو تو اللہ تعالیٰ کی توحید کا رنگ چڑھانا چاہیے، جو سب سے بہتر ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا رنگ کسی پر چڑھ جاتا ہے تو صرف ظاہر نہیں اس کا باطن بھی جگمگانے لگتا ہے اور اس کی زندگی میں ایسا انقلاب آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نمرود کی جلتی ہوئی آگ میں چھلانگ لگانا اور اپنے بیٹے کی گردن پر چھری چلانا اسے آسان نظر آتا ہے اور یقیناً یہ منظر دیکھ کر فرشتے بھی اس کے مقدر پر رشک کرتے ہوں گے۔

[۹۳] (اے یہود و نصاریٰ) کیا تم ہمارے ساتھ اس لئے جھگڑا کرتے ہو کہ ہم ایک خدا کی عبادت کیوں کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیراتے حالانکہ تمہیں بھی اسی ایک خدا کی عبادت کرنی چاہیے کیونکہ وہ ہم سب کا رب ہے اور اگر تم اس کی عبادت نہیں کرتے تو پھر تمہیں تمہارے شرک کی سزا ملے گی اور ہمیں ہماری توحید پرستی کا اجر ملے گا۔

[۹۴] (اے عوام یہود و نصاریٰ) تم کہتے ہو کہ یہ انبیائے کرام اور ان کی اولاد یہودی یا عیسائی تھے جبکہ اللہ تعالیٰ اس کی نفی فرماتا ہے۔ اب تم ہی فیصلہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کا علم زیادہ ہے یا تمہارا؟

[۹۵] (اے علمائے یہود و نصاریٰ) تم جانتے ہو کہ یہ انبیائے کرام یہودی یا عیسائی نہیں تھے کیونکہ یہودیت اور عیسائیت کی ابتدا

Marfat.com

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ
مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ ع ۱۶

۱۴۱۔ وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی، ان کے لئے وہی ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے بھی وہی ہوگا جو تم نے کمایا اور ان کے اعمال کے بارے میں تم سے سوال نہیں کیا جائے گا۔[۹۶]

الجزء ۲

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ
عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۗ قُلْ لِّلّٰهِ
الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۗ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

۱۴۲۔عنقریب بے وقوف لوگ کہیں گے ان (مسلمانوں) کو اپنے اس قبلہ (بیت المقدس) سے کس چیز نے پھیر دیا جس پر وہ (پہلے) تھے۔آپ فرمایئے! کہ مشرق و مغرب اللہ ہی کے ہیں[۹۷] وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

حضرات موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے ہوتی ہے، جبکہ ان انبیائے کرام کا زمانہ حضرات موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے پہلے تھا اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ تمہاری کتابوں میں حضورِ اکرم ﷺ کی نشانیاں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود تم ان شہادتوں کو چھپاتے ہو۔تو پھر تم سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے۔یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے۔

[۹۶] پیچھے اسی سورت میں حاشیہ نمبر ۸۸ ملاحظہ ہو۔

[۹۷] جب آں حضرت ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے لیکن حضور اکرم ﷺ کی دلی خواہش یہ تھی کہ امت مسلمہ کا قبلہ خانہ کعبہ بنایا جائے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی خواہش کو پورا کرنے سے پہلے بتا دیا کہ نادان لوگ تبدیلی قبلہ پر اعتراض کریں گے تو آپ انہیں فرمایئے گا کہ کسی سمت میں بذات خود یہ فضیلت نہیں کہ وہ قبلہ بن سکے بلکہ قبلہ کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور سیدھا راستہ اسی کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کرے۔نیز مشرق و مغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جس سمت کو چاہے قبلہ بنا دے کوئی اس کے حکم کو چیلنج نہیں کرسکتا۔

Marfat.com

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

۱۴۳۔ اور اسی طرح ہم نے تمہیں (اے مسلمانو!) بہترین امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول ﷺ تم پر گواہ ہو [۹۸] اور (اے رسول ﷺ) جس قبلہ پر آپ پہلے تھے اسے ہم نے اس لئے قبلہ بنایا تھا تا کہ ہم دیکھ لیں (دنیا کو دکھا دیں کہ) کون رسول ﷺ کی پیروی کرتا ہے اور کون ہے جو اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاتا ہے [۹۹] اور بے شک یہ (قبلہ کا بدلنا) بہت مشکل تھا مگر ان پر (مشکل نہیں تھا) جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا [۱۰۰] بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت ہی مہربان اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

---

[۹۸] (اے امت مسلمہ) جس طرح ہم نے قبلہ کے معاملہ میں تمہیں سیدھے راستے کی توفیق بخشی اور تم نے میرے حبیب مکرم ﷺ کی اطاعت میں فوراً رخ بدل لیا اسی طرح ہم نے تم کو بہترین امت بنایا۔ لوگوں کے لئے تمہارا کردار ایک معیار اور نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ اس وقت ثابت ہوسکتا ہے جب تم نبی آخرالزمان ﷺ کی سچی اطاعت اختیار کرو کیونکہ تمہارے لئے میرے حبیب مکرم ﷺ کا کردار معیار حق ہے۔

نیز قیامت کے دن پہلی امتوں کے کفار کو جب اپنا انجام بدنظر آئے گا تو بہانہ سازی کی کوشش کریں گے " یا اللہ ! ہمیں کسی نے تیرا پیغام ہدایت نہیں پہنچایا" اس وقت امت مصطفےٰ گواہی دے گی۔ یا اللہ! یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں تیرے پیغمبروں نے تیرا پیغام پہنچایا تھا لیکن جب وہ کفار اعتراض کریں گے کہ یہ مسلمان تو اس وقت موجود ہی نہ تھے اس پر مسلمان جواب دیں گے۔ اے اللہ! تیرے حبیب مکرم ﷺ نے ہمیں بتایا کہ تیرے رسولوں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ اس پر نبی آخرالزمان ﷺ اپنی امت کی صداقت اور عدالت کی گواہی دیں گے کہ میری امت سچی گواہی دے رہی ہے۔

حضور اکرم ﷺ اس دنیا میں بھی اپنی امت کے احوال پر آگاہ ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔" تمہارا رسول تم پر گواہی دے گا کیونکہ وہ جانتے ہیں اپنی نبوت کے نور سے اپنے دین کے ہر ماننے والے کے رتبہ کو کہ

Marfat.com

میرے دین میں اس کا کیا درجہ ہے اوراس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اوروہ کون سا پردہ ہے جس سے اس کی ترقی رکی ہوئی ہے۔پس وہ تمہارے گناہوں کوبھی پہچانتے ہیں ، تمہارے ایمان کے درجوں کو ، تمہارے نیک اور بدسارے اعمال کو اورتمہارے اخلاص اورنفاق کوبھی خوب پہچانتے ہیں۔''(تفسیر فتح العزیز)

کیونکہ حضوراکرم ﷺ نے فرمایا۔''مجھ پرمیری امت کے(نیک کاموں کے)اجرپیش کیے گئے حتیٰ کہ اس کوڑا کرکٹ کا اجربھی جس کوانسان مسجد سے باہرنکال پھینکتا ہے۔اور مجھ پرمیری امت کے گناہ پیش کیے گئے تو میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص کوقرآن مجید کی کوئی سورت یا کوئی آیت دی گئی ہواوراس نے اس کوبھلادیا۔''(ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ۱۹)

ایک اورموقع پرحضوراکرم ﷺ نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرنے والے ہیں وہ مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں اوررسول اللہ نے فرمایا۔''میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے تم باتیں کرتے ہواورتمہارے لئے حدیث بیان کی جاتی ہے اورمیری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔تمہارے اعمال مجھ پرپیش کیے جاتے ہیں جونیک عمل میں دیکھتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جو براعمل میں دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔''
(مجمع الزوائد:جلد ۹:ص ۲۴۔البدایة والنہایة:جلد ۵:ص ۲۷۵۔الجامع الصغیر:جلد اول:ص ۵۸۲)

بے انتہا اورلاتعداد شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے ہمیں اس سراپارحمت نبی اکرم ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا۔جب ہم پر کوئی مصیبت آتی ہے توحضوراکرم ﷺ بھی اس کی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔اور''ہماری مشقت حضوراکرم ﷺ پر گراں گزرتی ہے۔''(قرآن:۹:۱۲۸)اورجب ہم گناہ کرتے ہیں توحضوراکرم ﷺ ہمارے لئے استغفارکرتے ہیں۔(مجمع الزوائد:جلد ۹:ص ۲۴) آج ضرورت اس بات کی ہے کہ امت مسلمہ بھی حضوراکرم ﷺ سے اسی محبت کا مظاہرہ کرے جوآپ ﷺ کواپنی امت سے ہے۔

[۹۹] تبدیلی قبلہ میں ایک حکمت یہ بھی تھی تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ وہ کون خوش نصیب ہیں جو بلا چون وچرا حضوراکرم ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں اوروہ کون ہیں جوحجت بازی میں وقت ضائع کرتے ہیں۔تبدیلی قبلہ کے حکم پرفوراً عمل کرنا آسان نہیں تھامگرجنہیں اللہ تعالیٰ ہدایت دے ان کے لئے مشکل نہیں ہوتا۔

[۱۰۰] بعض صحابہ کرام ﷺ کویہ خیال گزراکہ ان نمازوں کا کیا بنے گا جوبیت المقدس کی طرف رخ کرکے پڑھی گئی تھیں۔اس آیت میں انہیں تسلی دی جارہی ہے کہ ان نمازوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضاشامل تھی کیونکہ وہ قبلہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہی مقررفرمایا تھا لہٰذاان نمازوں کا اجرضائع نہیں ہوگا۔

Marfat.com

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

۱۴۴۔ بے شک ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں ۔ ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں ۔ اب اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو [۱۰۱] اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہوا پنے چہرے اسی کی طرف پھیر لیا کرو اور بے شک اہل کتاب کو علم ہے کہ یہ حکم ان کے رب کی طرف سے حق ہے [۱۰۲] اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

[۱۰۱] حضور اکرم ﷺ کی پسند کے مطابق اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو قبلہ مقرر فرما دیا۔ اس وقت آپ ﷺ مسجد بنی سلمہ میں نماز ظہر کی امامت فرما رہے تھے۔ دو رکعتیں پڑھنے کے بعد تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ آپ ﷺ نے دوران نماز ہی بیت المقدس سے منہ پھیر کر کعبہ کی طرف کرلیا۔ کوئی پیشگی اعلان نہیں ہوا تھا۔ مگر صحابہ کرام ؓ کی کمالِ اطاعت کا اندازہ کریں حضورِ اکرم ﷺ کے رخ انور پھیرتے ہی تمام صحابہ کرام ؓ گھوم کر دوسری طرف آپ کے پیچھے آ گئے۔ اس دن سے اس مسجد کا نام مسجد قبلتین مشہور ہوگیا۔ مدینہ کی دوسری مساجد میں بھی جہاں جہاں جماعت ہو رہی تھی جب یہ حکم پہنچا تو اسی لمحہ تمام صحابہ کرام ؓ نے اپنے رخ کعبہ شریف کی طرف پھیر لئے۔

مقام مصطفیٰ علیہِ التَّحِیَّۃُ وَالثَّنَاء کی رفعتوں کا اندازہ کرنے کے لئے اس آیت پر دوبارہ غور کرتے ہیں۔ تحویل قبلہ کی خواہش تہ دل میں جنم لیتی ہے۔ قبولیت کے لئے نگاہیں آسمان کی طرف اٹھتی ہیں اگر چہ دوران نماز نگاہیں اوپر اٹھانا سخت ممنوع ہے لیکن پیارے حبیب مکرم ﷺ کی یہ ادا بھی اتنی پسند آئی ہے کہ ہمیشہ کے لئے قرآن مجید کا حصہ بن جاتی ہے۔ رحمت خداوندی جوش میں آتی ہے اور تحویل قبلہ کا وعدہ نازل ہوتا ہے۔ اس وعدہ میں تاکید بھی ہے یعنی قبلہ ضرور بدلے گا اور حضور اکرم ﷺ کی پسند کا پاس بھی یعنی قبلہ اسے بنائیں گے جو آپ کو پسند ہوگا۔ اب وعدہ کی تکمیل دوسری نماز تک مؤخر بھی ہو سکتی تھی تاکہ پہلے تحویل قبلہ کا باقاعدہ اعلان ہو جائے لیکن حضورِ اکرم ﷺ کی پسند میں تاخیر گوارا نہ ہوئی۔ اسی وقت حکم نازل ہوا میری نماز بعد میں مکمل کرنا پہلے اپنی پسند پوری کر لو۔ چنانچہ دو رکعتوں کے بعد دوران نماز آپ ﷺ نے کعبہ شریف کی طرف رخ پھیر لیا اور صحابہ کرام ؓ گھوم کر دوسری طرف آپ ﷺ کے پیچھے آ گئے اور اس ساری کاروائی سے نماز میں کوئی خلل یا تعطل واقع نہیں ہوا بلکہ آپ ﷺ کی پسند پر عمل بھی نماز کا حصہ بن گیا۔ اب اس بلندی درجات کو انسان کیسے بیان کرے جس میں خالق حقیقی خود طالبِ رضائے حبیب ہو جائے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد (ﷺ)

[۱۰۲] پہلی کتابوں میں حضور نبی آخر الزمان ﷺ کی جن علامات و صفات کا ذکر تھا ان میں سے ایک یہ تھی کہ آپ ﷺ امام القبلتین ہوں گے (روح المعانی) لہٰذا اہل کتاب کو یقین ہے کہ یہ تحویل قبلہ برحق ہے۔ اور آپ کی صداقت کی دلیل ہے لیکن وہ تعصب اور ہٹ دھرمی کا شکار ہیں اس لئے ان کے سامنے جتنے بھی دلائل پیش کئے جائیں وہ ہدایت سے محروم رہیں گے۔

Marfat.com

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

وقف لازم

۱۴۵۔ اور اگر آپ اہل کتاب کے پاس ہر ایک دلیل لائیں پھر بھی وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے اور نہ آپ ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں اور نہ وہ ایک دوسرے کے قبلہ کو ماننے والے ہیں اور (بفرض محال) اگر علم کے باوجود آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ بھی ظالموں میں سے ہو جائیں گے [۱۰۳]

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

وقف منزل

۱۴۶۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ (اہل کتاب) اس نبی کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں [۱۰۴] اور بے شک ان میں سے ایک گروہ جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے۔

---

[۱۰۳] اس آیت میں بظاہر خطاب حضورِ اکرم ﷺ کو ہے لیکن اصل میں امت کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف اہل کتاب کی پیروی کی تو وہ ظالم ہو جائے گا۔ (تفسیر قرطبی)

[۱۰۴] اہل کتاب جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں اسی طرح وہ حضورِ اکرم ﷺ کو بھی پہچانتے ہیں لیکن تعصب کی وجہ سے جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہیں۔ علمائے یہود میں سے عبداللہ بن سلام نے جب اسلام قبول کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ اہل کتاب حضورِ اکرم ﷺ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ عبداللہ بن سلام نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کی جو صفات تورات میں بیان فرمائی ہیں ان کی روشنی میں جب میں نے حضورِ اکرم ﷺ کو دیکھا تو فوراً اس طرح پہچان لیا جس طرح میں اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہوں بلکہ حضورِ اکرم ﷺ کی معرفت مجھے اپنے بیٹے سے بھی زیادہ تھی کیونکہ میرے بیٹے کے بارے میں میری بیوی خیانت کر سکتی ہے لیکن حضورِ اکرم ﷺ کے اوصاف تورات میں اس قدر واضح ہیں کہ ان میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ اس جواب پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے اور عبداللہ بن سلام کی پیشانی چوم لی۔ (تفسیر الحسنات و البحر المحیط)

Marfat.com

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿١٤٧﴾

۱۴۷۔ یہ (رسالتِ محمدی) تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے (تو اے مخاطب) تم شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہونا [۱۰۵]

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۗ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٤٨﴾

۱۴۸۔ اور ہر قوم کے لئے ایک سمت (مقرر) ہے وہ اسی کی طرف منہ کرتی ہے پس تم نیکیوں میں دوسروں سے آگے بڑھو [۱۰۶] تم کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ تم سب کو لے آئے گا یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٩﴾

۱۴۹۔ اور جہاں سے بھی آپ باہر نکلیں تو اپنا رخ (نماز کے وقت) مسجد حرام کی طرف پھیر لیں۔ اور بے شک یہ (تحویل قبلہ) آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۗ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۚ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۚ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۚ ﴿١٥٠﴾

۱۵۰۔ اور جہاں سے بھی آپ باہر نکلیں تو اپنا رخ (نماز کے وقت) مسجد حرام کی طرف پھیر لیا کریں اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہروں کو اس کی طرف پھیر لیا کرو تا کہ لوگوں کے لئے تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہیں سو تم ان سے نہ ڈرو اور (صرف) مجھ سے ڈرا کرو [۱۰۷] تا کہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کردوں اور تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

---

[۱۰۵] اس آیت میں بھی بظاہر خطاب حضور اکرم ﷺ کو ہے لیکن اصل میں امت کو تاکید کی جا رہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی رسالت برحق ہے۔ لہٰذا یہود کی سازشوں میں آ کر شک میں نہ پڑنا۔

[۱۰۶] ہر قوم کے لئے ایک سمت مقرر تھی جس کی طرف منہ کر کے وہ عبادت کرتی تھی اسی طرح امت مسلمہ کا قبلہ خانہ کعبہ مقرر ہوا مگر یہ کوئی جھگڑنے کی بات نہیں ہے کہ کون کس طرف رُخ کرتا ہے اصل بات تو یہ ہے کہ نیکیوں اور بھلائیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کی جائے تا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے کیونکہ آخر کار ہم سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے اور وہ ہم سب کو دوبارہ زندہ کرنے اور میدان قیامت میں اکٹھا کرنے پر قادر ہے اور اس دن سوال یہ نہیں ہوگا کہ سمتِ قبلہ کیا تھی بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تم نے کس حد تک اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کی۔

[۱۰۷] تحویل قبلہ کوئی معمولی حکم نہیں تھا اس کی اہمیت کے پیش نظر تین دفعہ اس حکم کو دہرایا گیا تا کہ کسی کو شک نہ رہے البتہ ظالم لوگ تو اعتراض کریں گے کہ اسلام کیسا مذہب ہے کبھی ایک قبلہ کبھی دوسرا لیکن ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے تا کہ اس کی طرف سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا رہے۔

Marfat.com

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

۱۵۱۔ اسی طرح ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور تمہیں ان تمام چیزوں کی تعلیم دیتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے [۱۰۸]

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾

۱۵۲۔ سو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا [۱۰۹] اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور میری ناشکری نہ کیا کرو۔

معانقة ۳ ع ۱۸/۲

[۱۰۸] اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بے شمار احسان فرمائے ان میں سے ایک عظیم احسان نبی آخرالزمان ﷺ ہیں جو قرآن مجید کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں۔ کفر و شرک اور گناہوں سے پاک کرتے ہیں، کتاب و حکمت سکھاتے ہیں اور ان چیزوں کی تعلیم دیتے ہیں جو ہم نہیں جانتے تھے۔ اس آیت کی مزید تشریح کے لئے اسی سورت میں پیچھے حاشیہ نمبر ۸۶ ملاحظہ ہو۔

[۱۰۹] اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں ڈوبا ہوا عاجز بندہ اپنے محسن حقیقی کو یاد نہ کرے تو اور کیا کرے یہ تو اس کا فرض ہے جو اسے ہر حال میں ادا کرنا چاہیے لیکن اس فرض کی یاد دہانی میں جو ترغیب کا ابر کرم برس رہا ہے اس کا صدور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے ہو سکتا ہے یعنی ''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا'' اس سے بڑھ کر بندہ کی عزت افزائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا خالق و مالک اسے اپنی یاد سے سرفراز فرمائے۔ اس کی شانِ بندہ نوازی کے بحر بیکراں سے ایک اور موتی ''حدیث قدسی'' ملاحظہ ہو۔

''میرا بندہ جیسے مجھ سے گمان رکھتا ہے ویسا ہی میں اس کے ساتھ برتاؤ کرتا ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔ اگر بندہ مجھے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے دل میں یاد کروں گا، اگر مجمع میں یاد کرے تو میں اس سے بہتر مجمع میں اسے یاد کروں گا، اگر وہ ایک بالشت میرے قریب آئے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاؤں گا، اگر وہ ایک ہاتھ میرے نزدیک آئے تو میں ایک قدم اس کے نزدیک ہو جاؤں گا، اگر وہ چل کر میری طرف آئے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاؤں گا'' (بخاری : کتاب التوحید : باب ۱۵)

یہ ہے وہ فضل و کرم جس کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں۔ یہ ترغیب کا وہ انداز ہے جس کی مثال انسانی بس کا روگ نہیں۔ یہ ہے وہ وعدہ جس میں شک کی گنجائش نہیں۔ تاریخ انسانیت نے وہ وقت دیکھا جب مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا پھر اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں یاد کیا اور ساری دنیا میں مسلمانوں کا طوطی بولنے لگا پھر ایسا وقت بھی آیا کہ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں بھلا دیا اور جسے اللہ تعالیٰ بھلا دے اس کا حشر وہی ہوتا ہے جو آج ہمارا ہو رہا ہے۔ کاش اس ارشادِ خداوندی کو دل کی آنکھوں سے دوبارہ پڑھیں ''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا''

حضرت ابوعثمانؒ نے ایک دفعہ کہا کہ میں اس وقت کو جانتا ہوں جس وقت اللہ تعالیٰ مجھے یاد کرتا ہے۔ لوگوں نے حیران ہو کر پوچھا آپ کو یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے ؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے لہٰذا جب بھی کوئی اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو یاد کرے تو اسے یقین رکھنا چاہیے کہ اس وقت اس کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد فرما رہا ہے۔ اس یقین سے ذکر کا لطف اور زیادہ ہو جائے گا۔

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

۱۵۳۔ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد طلب کرو[۱۱۰] بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

۱۵۴۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم (ان کی زندگی کو) سمجھ نہیں سکتے۔[۱۱۱]

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

۱۵۵۔ اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے کسی ایک چیز کے ساتھ یعنی خوف سے، بھوک سے، (تمہارے) مالوں، جانوں اور پھلوں کے نقصان سے۔ اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنایئے۔

---

[۱۱۰] اس فانی زندگی میں ہر انسان مصائب اور مشکلات سے دوچار ہوتا ہے اور بعض دفعہ انسان مایوس ہو کر خودکشی یا ظلم کا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن اسلام اس مصیبت زدہ کو صبر اور نماز کی تلقین کرتا ہے کیونکہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے مصائب پر صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اس کے شامل حال ہو جائے گی اور جب وہ ساری دنیا کے مسائل کو ذہن سے نکال کر خدائے واحد کے حضور سجدہ ریز ہو گا تو رحمت خداوندی اس کے لئے امیدوں کے دروازے کھول دے گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''جب رسول اللہ ﷺ کو کوئی مصیبت پہنچتی تو آپ نماز پڑھتے۔'' (مسند امام احمد : جلد ۵ : ص ۳۸۸)

[۱۱۱] غزوہ بدر میں کئی مسلمان شہید ہوئے تو بعض لوگ ان کے بارے میں افسوس کرنے لگے کہ وہ قتل ہو کر اپنی زندگی کی لذتوں سے محروم ہو گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی فانی زندگی قربان کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ایک خاص قسم کی پاکیزہ زندگی عطا فرماتا ہے جس کا صحیح ادراک ہمارے شعور سے بالاتر ہے لہٰذا انہیں مردہ نہ کہو۔ نیز شہیدوں کو غسل اور کفن نہیں دیا جاتا کیونکہ شہادت نے ان کے اجسام اور زیب تن کپڑوں کو بھی پاک کر دیا ہے۔ شہید کی عظمت کے لئے ایک حدیث پاک ملاحظہ کریں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''کوئی شخص ایسا نہیں جو ایک بار جنت میں داخل ہو جائے اور پھر وہاں سے نکلنے کی تمنا کرے اگرچہ اسے تمام دنیا بخش دی جائے ہاں شہید صرف اس بات کی تمنا کرتا ہے کہ وہ دنیا کو لوٹایا جائے اور دس مرتبہ پھر اللہ کی راہ میں قتل ہو کیونکہ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ شہید کی کیا قدر ہے۔''
(بخاری : کتاب الجهاد : باب ۲۱)

Marfat.com

اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

۱۵۶۔ جن کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے۔تو وہ کہتے ہیں بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور یقیناً ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

۱۵۷۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں [۱۱۲]

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۵۸﴾

۱۵۸۔بے شک صفا ومروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔پس جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے تو اسے ان دونوں (صفا ومروہ) کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں [۱۱۳] اور جو خوشی سے کوئی نیکی کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان خوب جاننے والا ہے [۱۱۴]

---

[۱۱۲] آزمائش کی مشکل گھڑی میں جو لوگ اپنے مالک حقیقی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور صبر کا راستہ اختیار کرتے ہیں یہی وہ خوش نصیب ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

[۱۱۳] حضرت ہاجرہ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی کی تلاش میں صفا ومروہ پر چکر لگائے۔اللہ تعالیٰ کو اپنی نیک بندی کی یہ ادا پسند آگئی اور حج وعمرہ کرنے والوں پر صفا ومروہ کے چکر لازمی قرار دے دیئے۔زمانہ جاہلیت میں کفار صفا ومروہ پر بتوں کی پوجا کرتے تھے اس لئے بعض مسلمانوں کو ان پہاڑیوں کی تعظیم گراں گزری کیونکہ اس میں کفار کے مشرکانہ فعل کے ساتھ کچھ مشابہت تھی اس پر ان کے اطمینان کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔تاکہ مسلمان کفار کے بتوں کا خیال نہ کریں بلکہ حضرت ہاجرہ کی سنت کا پاس رکھیں اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صفا ومروہ کی سعی کریں جس طرح کفار نے کعبہ میں بھی بت رکھے تھے لیکن اس سے کعبہ کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آیا اور اب بھی اس کا طواف جاری ہے۔

صفا ومروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اس کی حقیقی وجہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن بظاہر تو یہی نظر آتا ہے کہ ان پر حضرت ہاجرہ کے مقدس قدم لگے ہیں جن کی وجہ سے یہ پہاڑیاں قابل تعظیم بن گئی ہیں۔اگر یہ وجہ درست ہو تو جہاں حضرات انبیائے کرام کے قدم لگیں یا ان کے مقدس اجسام موجود ہیں وہ تو بدرجہ اولیٰ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں قرار پائیں گی اور یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ اس آیت کی تفسیر بھی مسجد اقصیٰ (فلسطین) میں بیٹھ کر لکھ رہا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نشانی ہے جس کو مختلف

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ﴿١٥٩﴾

١٥٩۔ بے شک جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن دلائل اور ہدایت کو چھپاتے ہیں حالانکہ ہم نے اپنی کتاب میں سب لوگوں کے لئے انہیں کھول کر بیان کر دیا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ [۱۱۵]

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٠﴾

١٦٠۔ البتہ جن لوگوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی اور (حقیقت کو) ظاہر کر دیا تو میں ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہوں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾

١٦١۔ بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر کی حالت میں ہی مر گئے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

انبیائے کرام نے تعمیر کیا اور اسی مسجد میں شب معراج تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے حضرت نبی آخر الزمان ﷺ کی امامت میں نماز ادا فرمائی۔ (مسجد اقصیٰ (فلسطین) بروز جمعة المبارک بعد از نماز فجر یکم ذوالقعدة ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۶ جنوری ۲۰۰۱ء)

مگر یہ سوئے اتفاق ہے کہ اس وقت یہ مسجد یہودیوں کے قبضہ میں ہے اور ہر دروازے پر اسلحہ سے لیس یہودی فوج موجود ہے جن کی اجازت کے بغیر مسجد میں داخلہ ممکن نہیں ہے۔ خدا کرے ساری دنیا کے مسلمان آپس میں اتحاد کریں اپنی دولت مشترکہ اور افواج مشترکہ کا انتظام کریں اور صحابہ کرام ﷺ کی سنت ادا کرتے ہوئے القدس کو دوبارہ آزاد کرائیں۔ آمین

[۱۱۴] انسان جو بھی نیکی کرے چاہے وہ فرض ہو یا نفل، چھوٹی ہو یا بڑی، اللہ تعالیٰ اس کا بہتر اجر عطا فرماتا ہے اور کسی کی نیکی ضائع نہیں ہوتی بلکہ ایک دن وہ اپنا حسین رنگ دکھاتی ہے۔

[۱۱۵] اس آیت میں بنی اسرائیل کے ان علماء کا ذکر ہے جو نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمتوں کو چھپاتے اور احکام خداوندی کو اپنی خواہشات کے مطابق تبدیل کر دیتے۔ ظاہر ہے ایسے علماء جہنم کے مستحق ہیں۔ آج بھی اگر کوئی عالم حضور اکرم ﷺ کے کمالات کو چھپائے اور احکام شریعت میں تحریف کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے ہاں اگر وہ سچے دل سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

Marfat.com

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

۱۶۲۔ وہ ہمیشہ اسی (لعنت) میں رہیں گے نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔

وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ ع ۱۹

۱۶۳۔ اور تمہارا خدا ایک خدا ہے اور اس رحمٰن ورحیم خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

۱۶۴۔ بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں [۱۱۶] اور رات و دن کی گردش میں، اور جہازوں میں جو لوگوں کو نفع پہنچانے والی چیزیں اٹھائے سمندر میں چلتے ہیں، اور جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا جس کے ساتھ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے، اور ہواؤں کے بدلتے رہنے میں، اور بادل میں جو زمین و آسمان کے درمیان حکم کا پابند ہے (ان سب میں) عقل مند لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾

۱۶۵۔ اور کچھ لوگ اوروں کو اللہ تعالیٰ کا مدمقابل بناتے ہیں [۱۱۷] ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے کرنی چاہئے اور جو ایمان لائے ہیں وہ سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرتے ہیں [۱۱۸] اور کاش! یہ ظالم (اب) جان لیتے جس عذاب کو یہ (قیامت کے دن) دیکھ لیں گے۔ کہ ساری قوتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

---

[۱۱۶] پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان ہے کہ وہ صرف ایک ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس آیت میں توحید خداوندی کے ایسے عام فہم دلائل کا ذکر ہے جن کا ہم روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں یعنی زمین و آسمان کی تخلیق، لیل ونہار کی گردش، شمس وقمر کی روشنی، بارش کا پانی، زمین کی ہریالی اور کائنات میں ہر طرف بے مثال نظم وضبط ایسے واضح دلائل ہیں جو ایک خالقِ حقیقی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ (توحید خداوندی کے عقلی دلائل کے لئے ملاحظہ ہو فقیر کی تصنیف ''اسلامی عقائد'')

[۱۱۷] جو نادان ان واضح دلائل پر غور نہیں کرتے اور اپنے خالقِ حقیقی کو چھوڑ کر بتوں اور جھوٹے سرداروں کی محبت کا دم بھرتے ہیں

Marfat.com

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾

۱۶۶۔ (خیال کرو) جن کی (اس دنیا میں) پیروی کی گئی جب وہ (آخرت میں) اپنے پیروکاروں سے بیزاری کا اعلان کردیں گے [۱۱۹] اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے تمام وسائل منقطع ہو جائیں گے۔

وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ﴿١٦٧﴾

۱۶۷۔ اور پیروی کرنے والے کہیں گے۔کاش! ہمیں (دنیا میں) لوٹ کر جانا ہوتا تو ہم بھی ان سے بیزاری کا اعلان کر دیتے جیسے وہ (آج) ہم سے بیزار ہو گئے ہیں۔اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال دکھائے گا جو ان کے لئے باعث حسرت ہوں گے اور وہ (کسی صورت میں) آگ کے عذاب سے نہ نکل سکیں گے۔

قیامت کے دن وہ اپنے عذاب کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے مگر اس وقت کا اقرار بے سود ہوگا۔کاش! وہ اسی دنیا میں اپنے خالقِ حقیقی پر ایمان لے آئیں۔

[۱۱۸] والدین، اہل وعیال اور مال و جاہ سے محبت انسانی فطرت ہے۔اسلام ان سے محبت کی ترغیب دیتا ہے لیکن مؤمن سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے کرتا ہے تاکہ جب کبھی یہ محبتیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں رکاوٹ بنیں تو مؤمن پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب آجائے اور وہ ان محبتوں کی پرواہ کئے بغیر اطاعت ربانی میں سرگرم عمل ہو جائے۔نیز انبیاء، آلِ پاک، صحابہ کرام اور صالحین سے محبت بھی مؤمن کے ایمان کا حصہ ہے اور یہ محبتیں مؤمن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو اور زیادہ راسخ کرتی ہیں۔

[۱۱۹] قیامت کے دن بت اور مشرکین کے جھوٹے سردار اپنے پیروکاروں سے بیزاری کا اعلان کردیں گے اس وقت جھوٹے خداؤں کے پیروکار کہیں گے۔کاش! ہمیں ایک بار پھر واپس دنیا میں جانا ہوتا تو ہم بھی ان سے بیزاری کا اعلان کردیتے مگر قیامت سے پہلے تو یہ ساری دنیا ہی ختم ہو جائے گی پھر وہ واپس کہاں جائیں گے لہٰذا وہ ظالم اپنے دنیاوی اعمال پر پچھتائیں گے اور ہمیشہ آگ میں جلتے رہیں گے۔

Marfat.com

يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۱۶۸

۱۶۸۔ اے لوگو! زمین کی ان چیزوں میں سے کھاؤ جو حلال اور پاکیزہ ہیں [۱۲۰] اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْۗءِ وَالْفَحْشَاۗءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۱۶۹

۱۶۹۔ وہ تمہیں صرف بُرائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی بات کہو جو تم نہیں جانتے [۱۲۱]

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُھُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَـيْــــًٔـا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝۱۷۰

۱۷۰۔ اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تم اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا [۱۲۲] اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَاۗءً وَّنِدَاۗءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۱۷۱

۱۷۱۔ کفار کی مثال ان (جانوروں) کی طرح ہے جن کو کوئی (چرواہا) پکارے تو وہ خالی پکار اور آواز کے سوا اور کچھ نہیں سنتے [۱۲۳] یہ (کفار) بہرے، گونگے اور اندھے ہیں سو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

---

[۱۲۰] حلال سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو شریعت نے حرام نہ قرار دیا ہو اور طیب سے مراد وہ عمدہ چیزیں ہیں جو گلی سڑی اور گندی نہ ہوں۔ حلال چیزیں کھانے سے انسان کی روحانیت مضبوط ہوتی ہے اور طیب چیزیں کھانے سے انسان کی جسمانی صحت پر بُرے اثرات نہیں پڑتے۔

[۱۲۱] شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے لہٰذا ہر انسان کو شیطان کی پیروی سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ انسان کو برائی اور بے حیائی کی دعوت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

[۱۲۲] اگر باپ دادا ہدایت یافتہ ہوں تو ان کی پیروی انبیاء کرام اور صالحین کی سنت ہے اور انسان کو جنت میں لے جاتی ہے۔ اور اگر باپ دادا گمراہ ہوں تو ان کی پیروی شیطان کا دھوکہ ہے اور انسان کو جہنم میں لے جاتی ہے۔

[۱۲۳] کفار کی مثال ان جانوروں کی سی ہے جو اپنے چرواہوں کے پیچھے چلتے ہیں اور بغیر سمجھے ان کی آواز پر حرکت کرتے ہیں اور جب ان (کفار) کو حق کی طرف بلایا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا جانوروں کو پکارا جا رہا ہے جو فقط آواز سنتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔ بس کفار کی حالت بھی کچھ ایسی ہی ہے جیسے وہ بہرے ہیں سچی بات سننے کا حوصلہ نہیں رکھتے، وہ گونگے ہیں حق بات کہنے کی جرأت نہیں کرتے، اندھے ہیں حق کو دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتے اور بے عقل ہیں حق کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

۱۷۲۔ اے ایمان والو! ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

۱۷۳۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر (جس کا کھانا) حرام کیا ہے وہ صرف مردار، (بہاہوا) خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو [۱۲۴] لیکن جو شخص مجبور ہو جائے [۱۲۵] جبکہ وہ سرکش اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو تو اس پر (بقدرِ ضرورت کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ گناہ بخشنے والا اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾

۱۷۴۔ بے شک جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جس کو اللہ نے کتاب میں نازل کیا ہے اور اس کے بدلے میں حقیر سا معاوضہ لیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں [۱۲۶] اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

---

[۱۲۴] اس آیت میں چار چیزوں کا ذکر ہے جو حرام ہیں (۱) مردار۔ وہ مرا ہوا جانور جسے شرعی طریقہ پر ذبح نہ کیا گیا ہو (۲) بہا ہوا خون (۳) خنزیر (۴) اور وہ جانور جس کو ذبح کرتے وقت اللہ کے نام کی بجائے غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ یا اس کے ذبح کرنے سے غیر اللہ کی عبادت مقصود ہو تو ایسے جانور کا گوشت کھانا حرام ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ذبح کیا جائے اور غیر اللہ کی عبادت بھی مقصود نہ ہو تو ایسے جانور کا گوشت کھانا حلال ہے اگرچہ صدقہ، عقیقہ، ولیمہ، قربانی یا ایصالِ ثواب کے لئے اسے کسی بھی نام سے پکارا جائے۔

[۱۲۵] اگر کوئی شخص مجبور ہو جائے اور بھوک کی وجہ سے اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے تو وہ ان حرام چیزوں سے بقدرِ ضرورت کھا سکتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی بحال رکھ سکے۔ اور اس کی مجبوری کے باعث اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے گا۔

[۱۲۶] اس آیت کا نزول اگرچہ یہود کے متعلق ہے لیکن آج بھی اگر کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کو چھپائے اور اس کے بدلے میں دنیاوی منفعت حاصل کرے تو اس کی سزا بھی یہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم اور دردناک عذاب کی مستحق ہوگی کیونکہ اس نے جان بوجھ کر احکامِ خداوندی میں اختلاف کیا اور ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی۔ حیرت ہے کہ کس چیز نے اسے جنت کو چھوڑ کر آگ کے عذاب پر صابر بنا دیا ہے۔

Marfat.com

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَٰلَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿١٧٥﴾

۱۷۵۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید لیا اور مغفرت کے بدلے عذاب کو۔ (تعجب ہے) کس چیز نے انہیں آگ (کے عذاب) پر اتنا صابر بنا دیا ہے۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَٰبِ لَفِي شِقَاقٍۭ بَعِيدٍ ﴿١٧٦﴾ ع ۲۱

۱۷۶۔ یہ سزا اس وجہ سے ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اور بے شک جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف کیا وہ دور دراز کے جھگڑوں میں پھنسے ہیں۔

لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ ءَامَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْءَاخِرِ وَالْمَلَٰٓئِكَةِ وَالْكِتَٰبِ وَالنَّبِيِّـۧنَ ۚ وَءَاتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَٰمَىٰ وَالْمَسَٰكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّآئِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَأَقَامَ الصَّلَوٰةَ وَءَاتَى الزَّكَوٰةَ ۚ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَٰهَدُوا ۚ وَالصَّٰبِرِينَ فِي الْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾

۱۷۷۔ نیکی صرف یہی نہیں کہ تم (نماز میں) اپنے رُخ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو [۱۲۷] بلکہ اصل نیکی تو اس کی ہے جو اللہ تعالیٰ، روزِ قیامت، فرشتوں، کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا پسندیدہ مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔ نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے۔ اور پورا کرنے والے اپنے وعدوں کو جب وہ وعدہ کرتے ہیں۔ تکلیف، سختی اور جہاد میں صبر کرنے والے۔ یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔

---

[۱۲۷] اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لئے ایک سمت مقرر فرمائی جس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جائے تا کہ اس میں مرکزیت اور اجتماعیت قائم رہے۔ مگر نیکی صرف یہی نہیں کہ انسان نماز میں مشرق یا مغرب کی طرف رخ کر لے۔ ٹھیک ہے یہ بھی ایک نیکی ہے۔ لیکن اصل نیکی تو اللہ تعالیٰ کے سارے احکام کی پیروی ہے یعنی اس آیت میں جن عقائد و معاملات اور اخلاق و عبادات کا ذکر کیا گیا ہے ان سب کی پابندی سے ہی انسان اصل نیکی کا مستحق قرار پاتا ہے۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾

۱۷۸۔ اے ایمان والو! تم پر مقتولین کا قصاص (بدلہ) لینا فرض کیا گیا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، اور عورت کے بدلے عورت [۱۲۸] ہاں جس قاتل کو اس کے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ معاف کر دیا جائے [۱۲۹] تو مقتول کا وارث دستور کے مطابق خون بہا طلب کرے اور قاتل نیکی کے ساتھ اس کو ادا کر دے [۱۳۰] یہ تمہارے رب کی طرف سے رعایت اور رحمت ہے پھر اس کے بعد جو زیادتی کرے [۱۳۱] اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

---

[۱۲۸] اسلام سے پہلے عرب میں اگر کوئی شخص قتل کر دیا جاتا تو اس کے وارث قاتل کے کئی اور بے گناہ آدمی بھی قتل کر دیتے اسی طرح کسی آزاد آدمی کو غلام قتل کر دیتا تو غلام کے بدلے غیر قاتل آزاد آدمی کا سر قلم کر دیا جاتا۔ جو کہ سراسر ظلم تھا چنانچہ قرآن کریم نے اس ظالمانہ رسم کو ختم کر کے حکم دیا کہ قاتل ہی قصاص میں قتل کیا جائے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام۔ لیکن اسلام میں قصاص لینے اور دیگر حدود قائم کرنے کا حق صرف حکومت وقت کو حاصل ہے۔ کوئی انسان قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔

[۱۲۹] قاتل نے قتل کر کے پیار و محبت کے سارے رشتے توڑ دیئے۔ مقتول کے وارث اب اسے زندہ دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے اور ان کا غصہ بھی بے جا نہیں لیکن قرآن کریم نے بھائی کا لفظ بول کر غضب ناک وارثوں کو یاد دلایا ہے کہ قاتل واقعی مجرم ہے مگر ہے تو وہ تمہارا اسلامی بھائی۔ لہٰذا اگر تم کچھ معاوضہ لے کر یا معاوضہ لئے بغیر اپنے خطا کار بھائی کو معاف کر دو تو وہ تمہارا احسان مند ہو گا اور پھر سے دونوں خاندانوں میں امن و سکون لوٹ آئے گا۔

[۱۳۰] مقتول کے وارث اگر قصاص (قتل کے بدلے قتل) معاف کر کے دیت (قتل کا معاوضہ) لینے پر راضی ہو جائیں۔ تو انہیں احسن طریقہ سے دیت طلب کرنی چاہئے اور قاتل کو بھی ان کے احسان کی قدر کرتے ہوئے طے شدہ معاوضہ جتنا جلد ہو سکے خوشی کے ساتھ ادا کر دینا چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رعایت اور خصوصی رحمت ہے۔

[۱۳۱] فریقین کی باہمی صلح کے بعد جس نے زیادتی کی یعنی مقتول کے وارث نے معاف کرنے یا دیت لینے کے بعد بھی قاتل کو قتل کر دیا تو دنیا میں وہ قتل کا مستحق ٹھہرے گا اور آخرت میں اسے دردناک عذاب سے واسطہ پڑے گا۔

Marfat.com

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

۱۷۹۔ اے عقل مند لوگو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے[۱۳۲] تا کہ تم (قتل کرنے سے) پرہیز کرو۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾

۱۸۰۔ تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت قریب آ جائے اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے انصاف کے ساتھ وصیت کرے۔[۱۳۳] ایسا کرنا پرہیز گاروں کے لئے ضروری ہے۔

فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾

۱۸۱۔ پھر جو اس وصیت کو سن لینے کے بعد تبدیل کر دے تو اس کا گناہ صرف تبدیل کرنے والوں پر ہوگا[۱۳۴] بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے جاننے والا ہے۔

---

[۱۳۲] قصاص میں پورے معاشرہ کی زندگی ہے اگر ایک قاتل کو اس کے جرم کے بدلے میں قتل کر دیا جائے تو دوسرے مجرم اپنا بُرا انجام دیکھ کر باز آ جائیں گے اور اس طرح ایک قاتل کے قتل کرنے سے بے شمار معصوم جانیں قتل وغارت سے بچ جائیں گی نیز جن ممالک نے قتل کی سزا منسوخ کردی ہے وہاں قتل وغارت کی رفتار ترقی پذیر ہے کیونکہ وہ ایک قاتل (مستحق قتل) کی جان بچا کر بہت سے بے گناہ انسانوں کی جانیں خطرے میں ڈالتے ہیں۔

[۱۳۳] عرب میں دستور یہ تھا کہ مرنے والا جس کے لئے چاہتا، جتنا چاہتا وصیت کر دیتا۔ اس میں اپنے بیگانے اور امیر وغریب کی کوئی تمیز نہیں تھی اور اگر اسے وصیت کا موقع نہ ملتا تو اکثر اس کے بیٹے ہی وارث بن جاتے۔ ماں باپ اور دوسرے رشتہ دار اس کی وراثت سے بالکل محروم رہتے اور بعض دفعہ بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاتے۔ اس پر قرآن مجید نے مرنے والے مسلمانوں پر فرض قرار دیا کہ وہ اپنے والدین اور رشتہ داروں کے لئے وصیت کا انتظام کریں۔ لیکن جب سورۃ النساء میں میراث کے احکام نازل ہوئے اور ہر ایک کا حصہ اللہ تعالیٰ نے متعین فرما دیا تو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا لہٰذا اب وصیت کرنا فرض نہیں البتہ وراثت کے تیسرے حصہ سے رفاہ عامہ کے کاموں کے لئے یا ان لوگوں کے لئے وصیت کی اجازت ہے جن کا وراثت میں حصہ نہیں ہے (تفصیلات کے لئے سورۃ النساء کی آیات سات تا بارہ ملاحظہ کریں)

[۱۳۴] اگر مرنے والے نے دستور کے مطابق وصیت کی تھی اور بعد میں کسی نے اس کو تبدیل کر دیا تو اس کا گناہ صرف وصیت تبدیل کرنے والے کو ہوگا کسی اور سے باز پرس نہیں ہوگی۔

Marfat.com

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ
بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ع ﴿۱۸۲﴾ ع ۲۲

۱۸۲۔ پھر جس کو وصیت کرنے والے سے کسی طرفداری یا گناہ کا اندیشہ ہو پس وہ ان کے درمیان صلح کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں [۱۳۵] بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ
كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾

۱۸۳۔ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں [۱۳۶] جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ [۱۳۷]

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ
مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ
اُخَرَ ۭ وَعَلَي الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ
طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ
خَيْرٌ لَّهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

۱۸۴۔ یہ (روزے) گنتی کے چند دن ہیں۔ لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو [۱۳۸] تو وہ اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے۔ اور جن لوگوں کے لئے روزہ رکھنا مشکل ہو تو (ان کے ایک روزے کا) فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے [۱۳۹] اور جو خوشی سے زیادہ نیکی کرے تو یہ اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اور تمہارے حق میں بہتر کام یہی ہے کہ تم روزہ رکھو اگر تم جانتے ہو۔

---

[۱۳۵] اگر کسی کو وصیت کرنے والے سے خطا یا زیادتی کا اندیشہ ہو تو وہ وصیت کرنے والے کو عدل و انصاف کی تلقین کرے لیکن اس کے باوجود اگر وہ غلط وصیت کرے تو جو شخص اس وصیت کو شریعت کے موافق تبدیل کر دے اور وارثوں میں صلح کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ اس نے عدل و انصاف کے تقاضے پورے کئے ہیں۔

[۱۳۶] روزے ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوئے۔ شریعت میں روزے کی تعریف یہ ہے کہ انسان عبادت کی نیت سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور عمل زوجیت سے اجتناب کرے۔ پہلی امتوں پر بھی روزے فرض تھے لیکن ان کی تعداد اور کیفیت مختلف تھی۔

[۱۳۷] روزے کی حالت میں حلال چیزیں نہ کھانے سے انسان کے اندر ضبطِ نفس کی قوت بڑھ جاتی ہے۔ حرام چیزوں سے بچنے کا حوصلہ ملتا ہے اور بالآخر انسان تقویٰ کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔ نیز بھوک اور پیاس کا تجربہ انسان کے دل میں غریبوں سے ہمدردی کے جذبات پیدا کرتا ہے۔

[۱۳۸] صرف ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں لیکن اگر کوئی شخص بیمار ہے یا مسافر (ستانوے (۹۷) کلومیٹر سے زائد سفر پر) ہے تو اس کو افطاری کی اجازت ہے اور اتنے روزے رمضان کے علاوہ قضا کر لے اور اگر مرض یا سفر میں روزہ رکھنا مشکل نہ ہو تو روزہ رکھنا ہی بہتر ہے۔

[۱۳۹] جن لوگوں کے لئے روزہ رکھنا دشوار ہو جیسے بوڑھا، دائمی مریض وغیرہ تو ان کے لئے اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور

Marfat.com

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

۱۸۵۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے سراپا ہدایت ہے اور (اس میں) ہدایت کی اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی نشانیاں ہیں [۱۴۰] پس تم سے جو کوئی اس ماہ (رمضان) کو پائے تو وہ ضرور اس ماہ کے روزے رکھے۔ اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے اور تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا اور تا کہ تم (روزوں کی) تعداد پوری کرلو۔ اور اللہ کی کبریائی بیان کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

۱۸۶۔ اور (اے رسول مکرم ﷺ) جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو (انہیں بتا دو کہ) میں (ان کے) بالکل نزدیک ہوں [۱۴۱] دعا کرنے والا جب دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں [۱۴۲] پس لوگوں کو چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں تا کہ وہ ہدایت پا جائیں۔

ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلا دیں اور اگر کوئی ہر روزے کے بدلے ایک کی بجائے زیادہ مسکینوں کو کھانا کھلائے تو یہ اس کے لئے اور زیادہ بہتر ہے۔

[۱۴۰] قرآن کریم لوگوں کے لئے سراپا ہدایت ہے اور اس نے حق و باطل کے راستے بالکل واضح کر دیئے ہیں۔ اس عظیم نعمت (قرآن کریم) کے نزول کا آغاز ماہِ رمضان میں ہوا۔ اور اس کی برکت سے ماہِ رمضان کا رتبہ بھی بلند ہو گیا لہٰذا جو انسان اپنی زندگی میں ماہِ رمضان پائے تو وہ پورا مہینہ روزے رکھے اور اس طرح نزول قرآن پر اپنے محسن حقیقی کا شکر ادا کرے اور روزے کی برکتوں سے اپنے اندر تقویٰ پیدا کرے۔

[۱۴۱] بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ ہمارا رب کہاں ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ پیارے حبیب مکرم ﷺ! ان کو فرمائیے "میں بالکل قریب ہوں" کتنا روح پرور جملہ ہے جس دکھ درد کے مارے اور مصائب میں گھرے ہوئے انسان کو علم ہو جائے کہ اس کا رب اس کے بالکل قریب ہے بلکہ اس کے دل میں پنہاں خیالات کو جانتا ہے، زبان پر آنے

Marfat.com

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

۱۸۷۔ تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے۔ وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو [۱۴۳] اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اپنے آپ سے خیانت کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا [۱۴۴] سو اب تم ان سے مباشرت کرو اور اللہ نے جو تمہارے لئے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو۔ اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگہ (رات کے) سیاہ دھاگہ سے ممتاز ہو جائے [۱۴۵] پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔ اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو اپنی بیویوں سے (کسی وقت بھی) مباشرت نہ کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں ان (کو توڑنے) کے قریب نہ جانا [۱۴۶] اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔

والے الفاظ کو سنتا ہے، جسم پر آنے والے حوادث کو دیکھتا ہے، وہ مہربان ہے اور مشکلات کو آسان کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے تو اس پریشان حال انسان کے دماغ سے مایوسی کے بادل چھٹ جاتے ہیں، امیدوں کا ابر کرم برسنے لگتا ہے اور مصائب کے ہجوم میں بھی صراطِ مستقیم پر بڑھتا چلا جاتا ہے۔

[۱۴۲] کئی دفعہ انسان دعا کرتا ہے لیکن قبولیت کے آثار دکھائی نہیں دیتے اس کی ایک وجہ تو حضورِ اکرم ﷺ نے واضح فرما دی ہے کہ ایک آدمی دور دراز کا سفر کرتا ہے، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا ہے مگر اس کا کھانا اور لباس سب حرام کی کمائی سے ہے، اس کے پیٹ میں جو غذا ہے وہ بھی حرام ہے تو ایسے حرام خور کی دعا قبول ہونے کے لائق نہیں (المسلم: کتاب الزکوٰۃ: حدیث نمبر ۶۵) نیز مقبول دعا کے ظہور کی بھی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً یا تو وہی چیز ملتی ہے جس کی دعا کی یا دنیا میں اس سے بہتر چیز ملتی ہے یا اس دعا کے بدلے میں کوئی بڑی مصیبت اس سے ہٹا دی جاتی ہے یا آخرت میں اس قدر ثواب اس کے لئے محفوظ کر دیا جاتا ہے (اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر کتنا مہربان ہے ذرہ اندازہ لگائیں) بعض دفعہ بندہ ایسی چیز کی دعا کرتا ہے جو انجام کار اس کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کی مانگی ہوئی چیز اسے عطا نہیں فرماتا بلکہ اس کے بدلے میں کسی آنے والی

Marfat.com

وَلَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع ۲۳

۱۸۸۔ اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ اور اس مال سے (رشوت دے کر) حاکموں تک رسائی حاصل نہ کروتا کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ تم ناجائز طور پر کھا سکو [۱۴۷] حالانکہ تم جانتے ہو۔

مصیبت کوٹال دیتا ہے۔ یا اس کا ثواب آخرت کے لئے محفوظ کر لیتا ہے اور اس اجر وثواب کی کثرت کو دیکھ کر بندہ تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں اس کی کوئی بھی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی اور آخرت میں اس کے اجرِ عظیم سے لطف اندوز ہوتا۔

(تفسیر ابن کثیر)

[۱۴۳] قرآن کریم نے میاں بیوی کے باہمی تعلقات کو لباس سے تعبیر کیا ہے۔ لباس انسان کے جسمانی عیب کو جانتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہوں سے چھپاتا ہے، لباس انسان کے حسن و جمال کو نکھارتا ہے، لباس انسان کو سردی گرمی کے اثرات سے بچاتا ہے اور چین وآرام پہنچاتا ہے اور جو میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے لباس کے تقاضے پورے کریں یعنی خامیوں کی پردہ پوشی کریں، خوبیوں کی داد دیں، پاکیزگی کی حفاظت کریں اور مشکلات سے بچائیں۔ ان کا گھر اسی دنیا میں جنت نظیر بن جاتا ہے اور اسلام ہر گھر کو اسی طرح مثالی گھر دیکھنا چاہتا ہے۔

[۱۴۴] ابتدا میں حکم یہ تھا کہ رمضان کی راتوں میں بھی عورتوں کے پاس جانے کی اجازت نہ تھی لیکن بعض صحابہ کرام ؓ سے اپنی بیویوں کے ساتھ مباشرت کی خطا سرزد ہوگئی وہ اس پر نادم ہو کر حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حقیقت حال بیان کر دی۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزش معاف کر دی ہے اور آئندہ کے لئے رمضان کی راتوں میں صبح صادق تک مباشرت کی اجازت دے دی تاکہ تم اپنی بیویوں سے لطف اندوز ہو سکو اور وہ اولاد جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں لکھ دی ہے اس کو طلب کر سکو۔

[۱۴۵] اس میں روزے کی ابتدا اور انتہا کا وقت بتایا جا رہا ہے۔ صبح صادق سے روزے کی ابتدا ہوتی ہے یعنی جب رات کی تاریکی میں صبح کی سفیدی ظاہر ہو جائے اور روزے کی انتہا رات کے آنے تک ہے یعنی جب سورج غروب ہو جائے۔ لہٰذا صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک روزے کا وقت ہے۔ اس کے علاوہ انسان کے لئے کھانا، پینا اور عمل زوجیت کی اجازت ہے۔ لیکن جو انسان اعتکاف میں بیٹھ جائے اسے رات کو بھی عمل زوجیت کی اجازت نہیں ہے البتہ کھانے پینے پر کوئی پابندی نہیں۔

[۱۴۶] روزہ اور اعتکاف کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو حدود اور قاعدے مقرر فرما دیئے ہیں ان سے تجاوز نہ کیا جائے کیونکہ ان کی پابندی سے ہی انسان کے اندر تقویٰ پیدا ہوتا ہے جو کہ روزے اور نزولِ قرآن کا اصل مقصد ہے۔

[۱۴۷] دوسرے لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے حاصل کرنا ہر صورت میں حرام ہے چاہے براہِ راست کسی کا حق غصب کیا جائے یا حاکم کو رشوت دے کر کسی کی حق تلفی کی جائے۔

Marfat.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٨٩﴾

۱۸۹۔ لوگ آپ سے نئے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔آپ فرمائیے یہ لوگوں کے لئے اور حج کے لئے وقت کی علامتیں ہیں[۱۴۸]اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے سے داخل ہو[۱۴۹] لیکن نیکی تو اس شخص کی ہے جوتقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہواور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿١٩٠﴾

۱۹۰۔ اور اللہ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جوتم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو[۱۵۰] کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

---

[۱۴۸] چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کی حکمت بتائی جارہی ہے کہ یہ ایک عوامی اور عالمگیر کیلنڈر ہے جس کے ذریعے لوگ اپنے اوقات اور تاریخوں کا تعین کرسکتے ہیں۔خاص طور پر حج کے مہینوں کا علم تو تمام اہل عرب کے لئے بہت اہم تھا کیونکہ ان مہینوں میں وہ لڑائیاں بند کردیتے،کسی پر زیادتی نہ کرتے،تجارتی قافلے محفوظ ہوجاتے اور امن کی وجہ سے کاروبار فروغ پاتے۔

[۱۴۹] اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ جب حج کے لئے احرام باندھ لیتے اور اگر کسی کام کی غرض سے گھر میں داخل ہونے کی ضرورت پڑتی تو دروازوں سے داخل نہ ہوتے بلکہ پیچھے سے دیوار پھلانگ کر یا اس میں سوراخ کرکے داخل ہوا کرتے اور اس کو بہت بڑی نیکی سمجھتے۔قرآنِ کریم نے ان کی اس لایعنی حرکت کی تردید کردی کہ ایسی فضول رسموں کا نیکی سے کوئی تعلق نہیں۔اصل نیکی تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اس کی نافرمانی سے بچنا ہے۔لہٰذا اپنے گھروں میں دروازوں سے داخل ہوا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔

[۱۵۰] کفارِ مکہ تیرہ سال تک مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑتے رہے لیکن مسلمان صبر کے پہاڑ بن کر برداشت کرتے رہے حتیٰ کہ مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ آگئے تو وہاں بھی کفار کے مظالم میں کمی نہ آئی۔اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت فرمائی تاکہ وہ کفار کے مظالم کا جواب طاقت سے دے سکیں۔

اگر کفر و اسلام کی پہلی تین جنگوں کے محل وقوع پر غور کیا جائے تو حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ کفار اور ان کے حلیف مسلمانوں کو مٹانے کے لئے ان کے گھر حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں نے مدافعت کے لئے مجبوراً تلوار اٹھائی۔مثلاً جنگِ بدر مدینہ سے تیس میل کے فاصلہ پر،جنگِ احد بارہ میل کے فاصلہ پر اور جنگِ احزاب مدینہ کے دروازے پر لڑی گئی۔کفار کے ان

Marfat.com

جارحانہ عزائم کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت عطا فرمائی مگر وہ بھی کتنے حسین انداز میں:

۱۔ جہاد کی اجازت ہے مگر صرف حق کی سر بلندی کے لئے۔ لوٹ مار، نسلی تعصب، ہوسِ ملک گیری وغیرہ اسلام کے نظریۂ جہاد سے فروتر ہے۔

۲۔ جہاد کی اجازت ہے مگر صرف ان لوگوں کے ساتھ جو تمہارے ساتھ جنگ کریں یا جنگ کرنے کی تیاری میں مصروف ہوں۔

۳۔ جہاد کی اجازت ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ کسی پر زیادتی نہ کی جائے یعنی عورت، مریض، بچے، بوڑھے، مذہبی رہنما حتیٰ کہ جانور اور پھلدار درختوں کو بھی بلاضرورت نقصان نہ پہنچایا جائے۔

اسلام پر دہشت گردی اور طاقت کا الزام لگانے والے اس آیت میں دوبارہ غور کریں۔ اس صفحۂ ہستی پر اسلام پہلا مذہب ہے جو دشمن کے ساتھ تبادلۂ طاقت کے وقت بھی عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے تاکہ کسی غیر مجرم کو قتل نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبرِ اسلام کے دور میں جتنی بھی جنگیں ہوئیں ان میں دونوں اطراف سے قتل ہونے والوں کی کل تعداد صرف ایک ہزار چودہ (۱۰۱۴) تھی جن میں دوسو پچپن (۲۵۵) مسلمان اور سات سو انسٹھ (۷۵۹) کافر تھے (شریعت: اسلامی قانون از عبدالرحمٰن دوئی ص ۴۴۴)

The battles of the Holy Prophet in the 10 years of military activities in the Madinan period, the total loss of life incurred was 255 Muslims only as against 759 enemies of Islam.(Shari'ah the Islamic law by Abdul Rahman Doi page 444).

لیکن دوسری طرف آج کی ترقی یافتہ اقوام کا کارنامہ ملاحظہ کریں پہلی جنگِ عظیم (۱۹۱۴ تا ۱۹۱۸) اور دوسری جنگِ عظیم (۱۹۳۹ تا ۱۹۴۵) میں یعنی صرف دس سالوں میں پینسٹھ ملین (65,000,000) لوگوں کو ختم کیا گیا (انسائیکلوپیڈیا ہچن سن)

An estimated 10 million lives were lost in world war 1 (1914-1918) and an estimated 55 million lives were lost in world war 2 (1939-1945). (The hutchinson encyclopedia edition 1999).

جبکہ زخمی اور بے گھر ہونے والوں کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ دہشت گرد اسلام ہے جو کسی نہتے پر تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا یا ہوسِ ملک گیری کے وہ بے رحم حکمران ہیں جو معصوم بچوں، لاچار بوڑھوں، اور آباد بستیوں کو بموں سے اڑا دیتے ہیں....؟

نیز آج اسلام امریکہ اور یورپ جیسے ترقی یافتہ ممالک میں ترقی پذیر ہے۔ یہاں کے اصل باشندے بھی اسلام قبول کر رہے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسلام طاقت اور دولت کے زور سے پھیلا تھا تو آج طاقت اور دولت تو امریکہ اور یورپ کے پاس ہے۔ مسلمان تو یہاں ایک مزدور اور محکوم کی حیثیت سے آئے ہیں تو پھر یہاں کے اصل باشندوں کو اسلام کی طرف کس چیز نے مائل کیا۔ ظاہر ہے یہ طاقت اور دولت نہیں بلکہ اسلام کی وہ فطری اور سنہری تعلیمات ہیں جو عقلِ سلیم کو اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔

Marfat.com

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿۱۹۱﴾

۱۹۱۔ اور ان (کافروں] کو قتل کرو جہاں بھی انہیں پاؤ[۱۵۱] اور ان کو نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا اور فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اور مسجد حرام کے پاس ان سے جنگ نہ کرو یہاں تک کہ وہ خود تم سے وہاں جنگ کرنے لگیں۔ سو اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تم بھی ان سے جنگ کرو۔ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے۔

فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۹۲﴾

۱۹۲۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۖ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿۱۹۳﴾

۱۹۳۔ اور ان سے جہاد کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کے لئے ہو جائے پھر اگر وہ باز آ جائیں تو ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی جائز نہیں۔

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۹۴﴾

۱۹۴۔ حرمت والے مہینے کا بدلہ حرمت والا مہینہ ہے اور ساری حرمتوں کا لحاظ برابری کے ساتھ ہونا چاہیے[۱۵۲] سو جو شخص تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اتنی زیادتی کر لو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

---

[۱۵۱] اور جب کفار مکہ جنگ چھیڑ دیں تو جہاں کہیں انہیں پاؤ قتل کر دو اور جیسے انہوں نے تمہیں مکہ مکرمہ سے نکل جانے پر مجبور کر دیا تم بھی انہیں وہاں سے نکال دو کیونکہ مکہ مکرمہ جیسے مقدس شہر میں انہوں نے کفر و شرک اور فتنہ و فساد کا ایسا بازار گرم کر رکھا ہے جو قتل سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ البتہ مسجد حرام کے احترام کا خیال رکھنا۔ اس کے قریب کفار پر تلوار نہ اٹھانا لیکن اگر وہ وہاں بھی قتال شروع کر دیں تو تم بھی اپنے دفاع کے لئے تلوار اٹھا لو اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھو جب تک فتنہ و فساد ختم نہ ہو جائے۔ اور اگر یہ کفار اتنے گناہ کے بعد بھی جنگ سے باز آ جائیں اور کفر سے توبہ کر لیں تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا دروازہ کھلا ہے۔

[۱۵۲] قبائل عرب اکثر ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتے مگر محرم، رجب، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے مہینے زیارت کعبہ کے لئے مخصوص تھے۔ اس لئے ان چار مہینوں کا احترام کرتے اور ان میں جنگ و جدال اور لوٹ مار نہ کرتے تاکہ زائرین کعبہ امن و

Marfat.com

وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا
بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَ اَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ مع
اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۹۵﴾
وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ
فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ ۚ وَ لَا تَحْلِقُوْا
رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ ؕ
فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ
رَّاْسِهٖ فَفِدْیَةٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ
نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ۫ فَمَنْ تَمَتَّعَ
بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ
الْهَدْیِ ۚ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ
اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ
تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ
یَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ
اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ
الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ ع ۲۴ / ۸

۱۹۵۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو [۱۵۳] اور اچھے کام کیا کرو بے شک اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

۱۹۶۔ حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لئے پورا کرو [۱۵۴] پھر اگر تم روک لئے جاؤ تو قربانی کا جانور جو آسانی سے مل جائے (وہ بھیج دو) اور اپنے سر نہ منڈاؤ یہاں تک کہ قربانی کا جانور اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائے [۱۵۵] پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو (جس کی وجہ سے وہ سر منڈا لے) تو وہ فدیہ کے طور پر روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے [۱۵۶] پھر اگر تمہیں امن نصیب ہو جائے (اور تم حج سے پہلے مکہ پہنچ جاؤ) تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو جو اسے میسر ہو قربانی کرے [۱۵۷] اور جو قربانی نہ کر سکے وہ ایام حج میں تین روزے رکھے اور سات روزے جب تم گھر لوٹ آؤ۔ یہ پورے دس (روزے) ہوئے۔ یہ رعایت اس کے لئے ہے جس کے اہل و عیال مسجد حرام کے قریب رہنے والے نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

امان کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھ سکیں لیکن ذوالقعدہ چھ ہجری میں جب مسلمان زیارت کعبہ کے لئے گئے تو اہل مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کو روک دیا اور آئندہ سال آنے کی اجازت دی چنانچہ ذوالقعدہ سات ہجری میں جب مسلمان دوبارہ زیارتِ کعبہ کے لئے گئے تو کفار نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ارشاد فرمایا کہ حرمت والے مہینے سب کے لئے برابر ہیں اگر کفار ان کا احترام کریں تو تم بھی کرو اور اگر وہ ان کا پاس نہ کریں اور تمہارے ساتھ جنگ شروع کر دیں تو تم بھی مدافعت کے لئے تیار ہو جاؤ۔

[۱۵۳] اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ دولت سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور بخل کر کے اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ نیز اس کام سے بچو جو انسان کو تباہی کی طرف لے جائے۔

Marfat.com

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ
فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا
جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ
يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ
التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۹۷۔ حج کے چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں [۱۵۸] جو شخص ان میں حج کی نیت کر لے تو وہ حج کے دوران بے حیائی، گناہ اور جھگڑا نہ کرے [۱۵۹] اور جو تم نیک کام کرو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ زادِ راہ تیار کرو [۱۶۰] اور سب سے بہتر زادِ راہ پرہیزگاری ہے۔ اور اے عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔

---

[۱۵۴] حج اور عمرہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنا چاہیے اور جب احرام باندھ لیا جائے تو پھر اس کا پورا کرنا ضروری ہے چاہے نفلی حج و عمرہ ہو۔

[۱۵۵] جو مسلمان حج و عمرہ کا احرام باندھ لے اور راستہ میں بیمار ہو جائے یا دشمن راستہ روک لے اور ایام حج میں اسے مکہ مکرمہ جانا مشکل نظر آئے تو وہ قربانی کا جانور یا اس کی قیمت کسی کے ہاتھ حرم شریف روانہ کر دے اور لے جانے والے کے ساتھ ایک تاریخ مقرر کر لے۔ جس دن وہ حرم شریف میں قربانی ذبح کرے گا۔ لہٰذا اس دن وہ سر منڈا کر یا بال کٹا کر احرام کھول دے اور یہ مسلک امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ قربانی کے جانور کو ذبح کے لئے حرم شریف بھجوایا جائے البتہ آئمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ) کا مسلک یہ ہے کہ وہیں راستہ میں ہی قربانی ذبح کر کے احرام کھول دے۔

[۱۵۶] مناسک حج ادا کرنے کے بعد سر منڈایا جاتا ہے لیکن اگر بیماری یا سر درد کی وجہ سے کسی کو پہلے سر منڈانے کی ضرورت پڑ جائے تو سر منڈا لے اور فدیہ کے طور پر تین روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا بکری ذبح کر دے ان تین چیزوں میں سے جو آسان ہو اختیار کرے۔

[۱۵۷] حج کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ اِفراد : یعنی صرف حج کیا۔ اس میں قربانی واجب نہیں اور اہل مکہ یہی حج کرتے ہیں انہیں حج تمتع یا قران کی اجازت نہیں۔

۲۔ تمتع : پہلے عمرہ ادا کیا اور احرام کھول دیا پھر آٹھ ذوالحجہ کو دوبارہ احرام باندھ کر حج کیا

۳۔ قران : حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا پہلے عمرہ ادا کیا لیکن احرام بدستور رہا یہاں تک کہ حج کیا۔

قرآنِ کریم کی اس آیت میں حج کی آخری دونوں صورتوں کی طرف اشارہ ہے جن میں حج کے ساتھ عمرہ کا نفع بھی شامل ہے اور یہ رعایت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو مکہ میں رہنے والے نہیں بلکہ دور دراز کی مسافتیں طے کر کے آتے ہیں۔ آخری دونوں صورتوں میں قربانی واجب ہے اور یہ اس لئے ہے تاکہ وہ حج کے ساتھ عمرہ کے نفع اٹھانے کا شکریہ ادا کرے۔ اور اگر کوئی شخص قربانی نہ دے سکے تو وہ ایام حج میں دسویں ذوالحجہ سے پہلے تین روزے رکھے اور سات روزے حج سے فارغ ہونے کے بعد رکھے۔ خواہ مکہ مکرمہ میں رکھے یا واپس اپنے شہر جا کر رکھے۔ اس طرح دس روزے رکھنے سے اس کی طرف سے قربانی کا بدلہ ادا ہو جائے گا۔

[۱۵۸] حج کے مہینوں سے مراد شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔

Marfat.com

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾

۱۹۸۔ اگر (حج کے ساتھ ساتھ) تم اپنے رب کا فضل (رزق) بھی تلاش کرو تو اس میں کوئی حرج نہیں [۱۶۱] پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو [۱۶۲] اور اس طرح اس کا ذکر کرو جس طرح اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور اگر چہ اس سے پہلے تم گمراہوں میں سے تھے۔

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

۱۹۹۔ پھر تم بھی وہیں سے واپس آؤ جہاں سے دوسرے لوگ واپس آتے ہیں [۱۶۳] اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

---

[۱۵۹] بے حیائی، گناہ اور جھگڑا کرنا ہر وقت اور ہر جگہ ممنوع ہے لیکن احرام کی حالت میں ان کا گناہ بہت سخت ہے اور جو خوش نصیب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج کرے اور حج کے دوران بے حیائی اور گناہ سے بچا رہے تو وہ حج کے بعد گناہوں سے یوں پاک ہوگا جیسے وہ اپنی ولادت کے وقت گناہوں سے پاک تھا (بخاری: کتاب الحج)

[۱۶۰] زمانہ جاہلیت میں یمن کے لوگ حج کے لئے نکلتے تو زادِ راہ ساتھ نہ لاتے اور اس کو بہت بڑی نیکی اور توکل کی علامت تصور کرتے لیکن جب مکہ پہنچتے تو بھیک مانگنا شروع کر دیتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ زادِ راہ لے کر چلا کرو۔ دوسروں پر بوجھ بننا کوئی نیکی نہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو۔ جیسے دنیوی سفر کے لئے انتظام خورد و نوش ضروری ہے اسی طرح سفر آخرت کے لئے بہترین توشہ تقویٰ ہے۔

[۱۶۱] حج کے دنوں میں تجارت یا مزدوری کر کے روزی کمانا جائز ہے اس سے حج کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی یعنی انسان حج کے لئے جائے اور ضمناً تجارت یا مزدوری بھی کر لے تو کوئی حرج نہیں لیکن صرف تجارت کی غرض سے حج کرنا کسی پرہیزگار مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

[۱۶۲] ذوالحجہ کی نویں (۹) تاریخ کو میدانِ عرفات میں ٹھہرنا حج کا اہم ترین رکن ہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد وہاں سے مشعر حرام یعنی مزدلفہ میں واپس آنے کا حکم ہے۔ وہاں آ کر مغرب وعشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھیں اور اپنے رب کا شکر ادا کریں جس نے گمراہی سے نکال کر ہدایت کی راہ پر گامزن فرمایا۔

[۱۶۳] حج کا معروف طریقہ یہ تھا کہ نویں (۹) ذوالحجہ کو منیٰ سے عرفات جاتے تھے اور رات کو وہاں سے پلٹ کر مزدلفہ میں ٹھہرتے تھے مگر قریش دوسرے لوگوں کے ساتھ عرفات نہ جاتے بلکہ مزدلفہ میں ہی ٹھہرے رہتے اور وہیں سے واپس آ جاتے اور اس میں اپنے خاندان کا امتیاز اور بڑائی سمجھتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قریش کو حکم دیا کہ تم بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ عرفات جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سب برابر ہیں۔

Marfat.com

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾

۲۰۰۔ پھر جب تم حج کے ارکان ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ ذکر الٰہی کرو [۱۶۴] اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں ہی (سب کچھ) دیدے [۱۶۵] ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

۲۰۱۔ اور ان میں سے بعض کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما [۱۶۶] اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾

۲۰۲۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِىْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِىْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

۲۰۳۔ اور ان گنتی کے چند ایام میں اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرو [۱۶۷] اور جو جلدی کر کے دو دنوں میں ہی چلا گیا تو اس پر کوئی سزا نہیں اور جو کچھ دیر وہاں ٹھہرا رہا اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (بشرطیکہ) وہ ڈرتا رہا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تمہیں اسی کی بارگاہ میں اکٹھا کیا جائے گا۔

النصف

---

[۱۶۴] زمانہ جاہلیت میں اہل عرب حج سے فارغ ہو کر اپنے باپ دادا کے کارنامے اور بڑائی بیان کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد تم اپنے باپ دادا کی بڑائی بیان کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرو اور جتنا اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔

[۱۶۵] مشرکین نہ تو آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور نہ ہی آخرت کے بارے میں سوال کرتے ہیں اس لئے آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہیں اور ان کے اچھے کاموں کا بدلہ بھی انہیں اسی دنیا میں دے دیا جاتا ہے۔

[۱۶۶] مؤمن دنیا میں اچھے اعمال کی توفیق اور آخرت میں اچھے اجر کی دعا مانگتا ہے اس لئے دونوں جہاں میں اس کو نیک اعمال کا اچھا اجر ملے گا۔ حضور اکرم ﷺ اس دعا کو کثرت سے پڑھا کرتے (تفسیر ابن کثیر) کیونکہ اس میں دونوں جہاں کی اچھائیوں کا ذکر ہے۔

[۱۶۷] دسویں ذوالحجہ کو منیٰ میں قربانی کرنے کے بعد حاجی احرام سے فارغ ہو جاتا ہے اور تیرہ ذوالحجہ تک منیٰ میں جمار کو پتھر

Marfat.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾

۲۰۴۔ اور لوگوں سے وہ بھی ہے جس کی گفتگو دنیاوی زندگی کے بارے میں آپ کو اچھی لگتی ہے اور وہ اپنے دل کے خلوص پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے [۱۶۸] حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو دشمن ہے۔

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾

۲۰۵۔ اور جب پیٹھ پھیر کر جاتا ہے تو اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ زمین میں فساد برپا کر دے۔ کھیتوں اور نسلِ انسانی کو تباہ کر دے اور اللہ تعالیٰ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

۲۰۶۔ اور جب اسے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو غرور اسے گناہ پر اُکساتا ہے۔ پس اس کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

۲۰۷۔ اور لوگوں میں وہ بھی ہے۔ جو رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی جان بھی بیچ ڈالتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔

مارے جاتے ہیں لیکن اگر کوئی صرف دو دن کے بعد یعنی بارہویں ذوالحجہ کو مکہ واپس آجائے تو بھی درست ہے اور اگر ایک دن مزید تقویٰ اختیار کرتے ہوئے ٹھہر جائے اور تیرہویں کو مکہ واپس آئے تو بھی جائز ہے لیکن امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک افضل یہی ہے کہ تیرہویں تاریخ کو رمی جمار کر کے واپس مکہ آئے۔ بہرحال جتنے دن منیٰ میں قیام کرے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں کثرت کرے اور آخرت کے لئے زادِ راہ تیار کرے۔

[۱۶۸] ان تین آیات میں منافقین کے احوال کا بیان ہے کہ جب سامنے آتے ہیں تو بڑی میٹھی باتیں کرتے ہیں۔ اپنے اسلام اور خلوص کو ثابت کرنے کے لئے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ جب اسے کچھ اختیار ملے یا واپس منافقین کے پاس جائے تو فتنہ وفساد پھیلانے اور قتل و غارت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر اسے فتنہ وفساد سے روکا جائے تو اپنے جھوٹے وقار کو برقرار رکھنے کے لئے ناجائز حربوں پر اُتر آتا ہے اور ایسے لوگوں کی سزا جہنم ہے جو کہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ اس کے برعکس جو اسلام میں مخلص ہیں اور رضائے الٰہی کی طلب میں اپنا تن من دھن قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ بہت ہی مہربان ہوگا۔

Marfat.com

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ
كَآفَّةً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ
لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۲۰۸﴾
فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ
فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۰۹﴾
هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ
مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُ ؕ
وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع ۲۵ ۱۴ ۹

سَلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ
بَیِّنَةٍ ؕ وَ مَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا
جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

۲۰۸۔ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ [۱۶۹] اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

۲۰۹۔ پھر اگر روشن دلیلیں آنے کے بعد بھی تم پھسلنے لگو تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بہت غالب اور حکمت والا ہے۔

۲۱۰۔ کیا وہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا عذاب چھائے ہوئے بادلوں کی صورت میں آئے اور (عذاب کے) فرشتے بھی آ جائیں اور ان کا فیصلہ ہی کر دیا جائے اور (بالآخر) سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے [۱۷۰]

۲۱۱۔ بنی اسرائیل سے پوچھئے۔ ہم نے ان کو کتنی واضح نشانیاں دی تھیں؟ اور جو قوم اللہ کی نعمت مل جانے کے بعد اس کو بدل ڈالے تو اللہ تعالیٰ (اس کو) سخت عذاب دینے والا ہے [۱۷۱]

---

[۱۶۹] سِلم سے مراد اسلام ہے اور اسلام مکمل نظامِ حیات ہے جو انسان کی ذہنی، روحانی اور مادی ترقی کا ضامن ہے۔ لیکن اس کی برکتیں تب ہی رونما ہو سکتی ہیں جب اس کو ماننے والا ہر فرد اس کے ہر حکم پر عمل کرے اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلے کیونکہ شیطان انسان کا ایسا کھلا دشمن ہے جو ہر گھڑی اس کو گمراہ کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

[۱۷۰] اسلام کی حقانیت پر روشن اور واضح دلائل کے باوجود جو لوگ ایمان نہیں لاتے گویا وہ اس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ عذاب الٰہی کے بادل ان پر چھا جائیں اور فرشتے ان کی ہلاکت کا کام تمام کر دیں۔

[۱۷۱] اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کتاب عطا فرمائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ کئی روشن نشانیاں ظاہر فرمائیں لیکن جب بنی اسرائیل نے اس نعمت کی قدر نہ کی اور احکام خداوندی کو اپنی خواہش کے مطابق بدل دیا تو ان پر طرح طرح کے عذاب نازل ہوئے حتیٰ کہ بعض کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔ اس آیت کے ذریعہ مسلمانوں کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ بنی اسرائیل کی تاریخ پر غور کریں اور عبرت حاصل کریں۔

Marfat.com

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ يَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

۲۱۲۔ کافروں کے لئے دنیا کی زندگی مزین کردی گئی ہے اور وہ ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں [۱۷۲] حالانکہ قیامت کے دن پرہیزگاروں کی شان کافروں سے بلند ہوگی اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے حساب روزی دیتا ہے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

۲۱۳۔ (ابتدا میں) سب لوگ ایک ہی دین پر تھے (پھر جب ان میں اختلاف پیدا ہوگیا) تو اللہ تعالیٰ نے خوشخبریاں سنانے والے اور ڈرانے والے انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے اور ان کے ساتھ کتابِ برحق نازل فرمائی تاکہ وہ لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ کردے اور اس میں صرف ان ہی لوگوں نے اختلاف کیا جنہیں کتاب دی گئی تھی۔ انہوں نے روشن دلائل آنے کے باوجود محض باہمی سرکشی کی وجہ سے یہ اختلاف کیا تھا [۱۷۳] پس اللہ تعالیٰ نے اس اختلاف میں ایمان والوں کو اپنی توفیق سے حق بات کی ہدایت بخشی اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔

---

[۱۷۲] کفار آخرت پر ایمان نہیں رکھتے لہٰذا دنیاوی زندگی ہی ان کا سب کچھ ہے۔ اسی سے محبت کرتے ہیں اور اسی کو بہتر بنانے میں لگے رہتے ہیں اور اسی کے گھمنڈ میں غریب مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ قیامت کے دن ایمان والوں کا مرتبہ کفار سے بہت بلند ہوگا۔

[۱۷۳] ابتدا میں لوگ ایک ہی دین پر تھے جس کی تبلیغ حضرت آدم علیہ السلام نے کی پھر جب نسلِ انسانی میں اضافہ ہوا تو ان میں اختلافات پیدا ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے اور آسمانی کتابیں نازل فرمائیں تاکہ ان کے اختلافات کو ختم کیا جائے۔ مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ اختلافات پیدا کرنے والے لوگ بھی وہ تھے جو آسمانی کتاب کو سمجھتے تھے اور ان کے اختلاف کی وجہ بھی کوئی غلط فہمی نہ تھی بلکہ حسد اور سرکشی کے باعث سیدھا راستہ چھوڑ بیٹھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آسمانی کتاب سے بھی ہدایت انہی لوگوں کو مل سکتی ہے جو سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اور اپنے آپ کو حسد اور سرکشی سے دور رکھتے ہیں۔

Marfat.com

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾

۲۱۴۔ کیا تم یہ گمان کئے بیٹھے ہو کہ (یونہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے [۱۷۴] حالانکہ ابھی تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں (ایمان والوں) پر آئے تھے۔ ان پر سختیاں اور مصیبتیں آئیں اور وہ لرز اُٹھے حتیٰ کہ (اس وقت کے) رسول اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے پکار اُٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو یقیناً اللہ کی مدد قریب ہے۔

يَسْــَٔـلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

۲۱۵۔ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں [۱۷۵] آپ فرمائیے کہ جو مال تم خرچ کرو اس کے مستحق تمہارے والدین، قریبی رشتہ دار، یتیم، مسکین اور مسافر ہیں۔ اور جو بھی نیکی تم کرتے ہو تو بلا شبہ اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔

---

[۱۷۴] مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اسلام لانے کے بعد یہ نہ سمجھیں کہ بس اب وہ جنتی ہو گئے ہیں اور مزید کسی عمل کی ضرورت نہیں بلکہ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے امتیوں کے حالات کا جائزہ لیں۔ انہیں ایمان کے تحفظ کے لئے باطل کے پہاڑوں سے ٹکرانا پڑا۔ ان کے جسموں کو آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا گیا پھر بھی وہ ایمان پر ثابت قدم رہے (البخاری) اسی طرح حق کی سربلندی کے لئے تمہیں بھی مصائب اور مشکلات سے گزرنا پڑے گا۔ ان آزمائشوں میں اگر تم ثابت قدم رہے اور صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا تو پھر واقعی اللہ تعالیٰ کی مدد اور جنت تمہارا استقبال کرے گی۔

[۱۷۵] اس سے مراد نفلی صدقات ہیں یعنی اپنی ضرورت سے بچا ہوا حلال اور پاک مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس طرح خرچ کرو کہ سب سے پہلے والدین کی خدمت کرو اور پھر قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کی سرپرستی کرو۔ اگر سارے لوگ اسلام کے اس سنہری اصول پر عمل کریں تو دنیا میں کہیں بھی کوئی غریب نظر نہ آئے۔

اس آیت کی ترتیب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کے بعد پہلے اپنے غریب رشتہ داروں کی مدد کی جائے اور پھر قوم کے دوسرے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کی طرف ہاتھ بڑھایا جائے۔ کیونکہ ایک بھائی کے دروازے پر کار کھڑی ہو اور دوسرے کے پاس سواری کے لئے سائیکل بھی نہ ہو تو آپ خود سوچیں کہ اس غریب بھائی اور اس کے بیوی بچوں پر کیا گزرتی ہو گی لہٰذا امیر بھائی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنے عزیز و اقارب تو علاج کے لئے بھی مجبور ہوں اور غیروں پر اس کی خیرات کی بارش برس رہی ہو۔

Marfat.com

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢١٦﴾ ع ٢٦

۲۱٦۔ تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور تمہیں نا گوار ہے [۱۷٦] اور ہو سکتا ہے کہ تمہیں کوئی چیز نا گوار ہو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور ہو سکتا ہے کہ تمہیں کوئی چیز اچھی لگے حالانکہ وہ تمہارے لئے بُری ہو اور (حقیقتِ حال) اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢١٧﴾

۲۱۷۔ لوگ آپ سے ماہِ حرام میں جنگ کرنے کے متعلق پوچھتے ہیں [۱۷۷] آپ فرمائیے اس ماہ میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے۔ لیکن اللہ کی راہ سے روکنا، اس کے ساتھ کفر کرنا، مسجد حرام سے روکنا اور حرم میں رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا۔ اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑے گناہ ہیں اور فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اور وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہو سکے تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔ اور تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور وہ حالتِ کفر ہی میں مر جائے۔ تو یہی وہ (بدنصیب) ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

---

[۱۷٦] پیچھے آیت نمبر ۱۹۰ کے حاشیہ نمبر ۱۵۰ میں جہاد کے متعلق اسلامی نقطۂ نظر ملاحظہ کریں یعنی جب دشمن حملہ کر دے یا حملہ کرنے کی تیاری میں مصروف ہو تو پھر جہاد فرض ہے اگرچہ تمہیں دشوار نظر آئے۔ اس مثال سے اہل ایمان کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرو چاہے وہ تمہیں نا گوار گزرے کیونکہ انجام و نتیجہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ حق کی سربلندی کے لئے ہر تکلیف کا آخرت میں تو اجر عظیم ملے گا لیکن اس دنیا میں بھی وہ قربانی رنگ لاتی ہے۔ مثال کے طور پر جہاد تمہیں دشوار نظر آتا ہے مگر ہو سکتا ہے اس کے نتیجے میں تمہیں فتح و نصرت اور عزت و سربلندی مل جائے اور جہاد کی بجائے گھر میں بیٹھ رہنا تمہیں اچھا معلوم ہوتا ہے مگر ہو سکتا ہے اس کے نتیجہ میں دشمن تم پر غالب آ جائے اور تمہیں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے۔

[۱۷۷] اہل عرب چار مہینوں (محرم، رجب، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ) کا احترام کرتے اور ان میں جنگ و جدال نہ کرتے تاکہ زائرین

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا وَ جٰهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۲۱۸﴾

۲۱۸۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ ؕ قُلۡ فِیۡهِمَاۤ اِثۡمٌ کَبِیۡرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَ اِثۡمُهُمَاۤ اَکۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا ؕ وَ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ مَاذَا یُنۡفِقُوۡنَ ۬ؕ قُلِ الۡعَفۡوَ ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۲۱۹﴾

۲۱۹۔ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ فرمائیے ان دونوں میں بڑی خرابی ہے [۱۷۸] اگرچہ ان میں لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔ اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔ فرمائیے کہ جو ضرورت سے زیادہ ہو [۱۷۹] اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام کو تمہارے لئے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔

کعبہ امن و امان کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھ سکیں اسلام نے بھی ان مہینوں کی حرمت کو برقرار رکھا۔ یکم رجب کو مسلمانوں کے ایک فوجی دستے کے ہاتھوں ایک کافر قتل ہو گیا۔ مسلمانوں کے خیال میں یہ گزشتہ ماہ کی تیسویں تاریخ تھی لیکن درحقیقت رجب کا ماہِ حرام شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ کفارِ مکہ نے طعن و تشنیع کے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ یہ کیسے مسلمان ہیں جو ماہِ حرام میں بھی قتل کرنے سے باز نہیں آتے۔ کفارِ مکہ کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ٹھیک ہے ماہِ حرام میں قتل کرنا گناہ ہے۔ غلط فہمی کی بنا پر مسلمانوں سے ایک قتل ہو گیا تو تم نے شور مچانا شروع کر دیا لیکن تمہیں اپنے جرائم نظر نہیں آتے۔ جس پاک سرزمین پر جانور کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں تم نے وہاں کے اصلی باشندوں کو اس حد تک ستایا کہ وہ ملک چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ کعبہ کسی کی جائیداد نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور اس کی تعمیر سے لے کر آج تک کسی کو کعبہ کی زیارت سے روکا نہیں گیا مگر تم نے مسلمانوں کو کعبہ کی زیارت سے روکا۔ اس قسم کے فتنہ پرور افعال تو قتل سے بھی بڑے گناہ ہیں لہٰذا دیدہ دانستہ ایسے سنگین جرائم کرنے والوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ایک نادانستہ قتل پر شور مچائیں جو محض غلط فہمی کی بنا پر واقع ہو گیا۔

اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ کفارِ مکہ ماہِ حرام کی حرمت کے لئے اعتراض نہیں کر رہے بلکہ انہیں تو اسلام سے عداوت ہے اور ان کی ہر ممکن کوشش ہے کہ تمہیں اسلام سے دور کر دیں۔ مگر یاد رکھنا جس کسی نے اسلام کو چھوڑا اور کفر پر مر گیا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ جس طرح اسلام قبول کرنے سے گزشتہ سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اسی طرح مرتد ہونے سے ساری نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں لہٰذا اگر کوئی حاجی مرتد ہو جائے پھر توبہ کر لے تو وہ دوبارہ حج کرے کیونکہ پہلا حج ارتداد کے ساتھ ختم ہو گیا۔

[۱۷۸] خمر سے مراد ہر وہ شراب ہے جو انسانی عقل کو ضائع کر دے اور اس کے ہوش و حواس قائم نہ رہیں۔

Marfat.com

میسر سے مراد ہر قسم کا جوا ہے۔جس میں ایک انسان کو تو بغیر محنت کے بہت سی دولت مل جاتی ہے جبکہ کئی نادان پوری زندگی کی کمائی ضائع کر بیٹھتے ہیں۔پھر ساری عمر بھیک مانگتے ہیں اور اس بُرے فعل پر پچھتاتے رہتے ہیں۔

عرب میں شراب پانی کی طرح پی جاتی اس لئے ان کا ایک دم شراب چھوڑ دینا مشکل تھا چنانچہ حرمتِ شراب کا حکم بتدریج نازل ہوا اور اس سلسلہ کا یہ پہلا حکم ہے جس میں شراب سے نفرت دلانے کی ابتدا کی گئی تاکہ ذہن اس کی حرمت قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔اس کے نزول کا سبب یہ بنا کہ حضرت عمر بن خطاب،حضرت معاذ بن جبل اور کچھ انصار ﷺ حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ شراب عقل کو زائل کرتی ہے اور مال کو ضائع کرتی ہے۔اس کے بارے میں اسلام کا حکم کیا ہے؟(تفسیر روح المعانی) اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ '' شراب اور جوا دونوں میں بڑی خرابی ہے اگرچہ اس میں کچھ عارضی فائدے ہیں مگر دین و دنیا کے نقصانات بہت زیادہ ہیں'' اس آیت کے نزول کے بعد بعض لوگوں نے شراب پینا چھوڑ دی۔

پھر ایک دعوت میں شراب نوشی کے بعد جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو نشہ میں امام صاحب نے قرآن کے الفاظ غلط پڑھ ڈالے جن کو بقائمی ہوش و حواس اس طرح پڑھنے سے کفر لازم آجاتا چنانچہ دوسرا حکم نازل ہوا کہ '' نشہ کی حالت میں نماز مت پڑھا کرو'' (سورۃ النساء آیت نمبر ۴۳)

اس کے بعد شراب کا استعمال بہت کم ہو گیا پھر ایک دعوت پر شراب پیش کی گئی اور نشہ کی حالت میں لڑائی جھگڑا اس حد تک ہوا کہ لوگ زخمی ہو گئے اور جب یہ واقعہ حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں بیان کیا گیا(مسلم : کتاب فضائل الصحابۃ)تو اس پر شراب کے متعلق آخری حکم نازل ہوا کہ شراب ناپاک اور شیطانی عمل ہے اس سے اجتناب کرو۔ (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۹۰)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضورِ اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ مدینہ کی گلیوں میں منادی کر دو '' خبردار! بے شک شراب حرام کر دی گئی '' اس منادی کے سننے کی دیر تھی کہ جس کے ہاتھ میں جام تھا اس نے زمین پر دے مارا،جس کے گھر میں شراب کے مٹکے تھے اس نے سرِ بازار توڑ دیئے اور مدینہ کی گلیوں میں شراب گندے پانی کی طرح بہہ رہی تھی (تفسیر قرطبی) اطاعتِ قرآن و سنت کی ایسی مثال دنیا میں کہیں نہیں مل سکتی جس کا مظاہرہ صحابہ کرام نے کیا۔اس کے بارے میں 'انسائیکلوپیڈیا' کا تبصرہ بھی ملاحظہ کریں'' ساتویں صدی عیسوی میں اسلام نے شراب پر پابندی لگانے کے لئے بڑا امتیازی اقدام کیا۔قرآن نے شراب سے منع کیا اور غلامانِ مصطفیٰ نے شراب سے مکمل جدائی اختیار کر لی''(انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا: پندرھواں ایڈیشن:۱۹۹۵)

"Quite a different kind of religious control was adopted in the 7th century in Islam: The Qur'an simply condemned wine, and the result was an effective prohibition wherever the devout followers of Muhammad (ﷺ) in Arabia and other lands prevailed." (Encyclopedia Britannica : 15th edition : 1995)

Marfat.com

اب ذرا امریکہ اور دیگر حکومتوں کے متعلق بھی اسی انسائیکلوپیڈیا کا اقتباس ملاحظہ کریں۔
”زمانہ قدیم سے حکومتیں شراب پر پابندی لگاتی رہی ہیں لیکن اکثر ان کی کوششیں مطلوبہ نتائج پیدا کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑی مشہور ناکامی تو امریکی حکومت کو ہوئی جب اس نے ۱۹۱۹ سے ۱۹۳۳ تک شراب پر پابندی لگانے کی بھرپور کوشش کی مگر آخر کار ناکام ہو گئی“

"Govermental efforts to control alcoholic beverages go back as far as recorded history. The laws often failed to produce the desired effects. The most resounding failure was that in the United States from 1919 to 1933." (Encyclopedia: ibid)

شراب پینے سے انسان وقتی طور پر لطف و سرور حاصل کرتا ہے۔ عارضی طور پر غم واندوہ اور تھکاوٹ سے نجات مل جاتی ہے لیکن نشہ کی حالت میں کسی سے بات کرے تو اس کی گفتگو لایعنی ہوگی۔ کسی سے معاملہ کرے تو نقصان اٹھائے گا۔ گھر میں جائے تو بیوی اور بیٹی میں تمیز کرنا مشکل ہوگا محفل میں جائے تو جھگڑا کرے گا، کار چلائے تو حادثہ کرے گا، نماز میں کھڑا ہو تو قرآن غلط پڑھے گا، شراب کی عادت پوری کرنے کے لئے رقم نہ ہو تو چوری کرے گا، الغرض عقل کے زوال کے ساتھ اس سے کوئی بھی حیوانی کام ممکن ہوسکتا ہے۔

شراب کی انفرادی اور اجتماعی خرابیوں کے لئے بھی انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کا مطالعہ کریں آپ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ شراب پینے والے صرف اپنی صحت اور دولت کا نقصان نہیں کرتے بلکہ پورے خاندان، حکومت اور معاشرہ کے لئے بھی بے شمار مشکلات پیدا کر دیتے ہیں۔ اسلام جو شرافت اور امن وسلامتی کا مذہب ہے وہ اس خباثت کو کیسے برداشت کرسکتا ہے۔ اس لئے شراب کے متعلق اسلام کا حکم بالکل واضح ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا:

”ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے“ (المسلم : كتاب الا شربة)

ایک دفعہ لندن کے قریب ونڈسر کالج میں اسلام کے متعلق مجھے لیکچر کا موقع ملا۔ سوال و جواب کے وقفہ میں ایک عیسائی خاتون نے پوچھا کہ اسلام شراب پینے سے کیوں منع کرتا ہے؟ میں نے کہا اس ملک (برطانیہ) میں شراب پینے کی اجازت ہے لیکن ایک ڈرائیور کار چلانے سے پہلے شراب کیوں نہیں پی سکتا؟ اس خاتون نے جواب دیا کہ ڈرائیور پر اپنی جان، اپنی کار، سواریوں اور سڑک پر چلنے والی دوسری ٹریفک کی حفاظت کی ذمہ داری ہے چونکہ شراب عقل کو زائل کر دیتی ہے اور انسان اپنی ذمہ داری محسوس کرنے سے قاصر ہو جاتا ہے اس لئے ڈرائیور کو شراب پینے کی اجازت نہیں۔ میں نے کہا آپ کے خیال میں انسان صرف اسی وقت ذمہ دار ہے جب وہ کار چلا رہا ہو مگر اسلام کے نزدیک انسان ہر وقت ذمہ دار ہے۔ چاہے گھر میں ہو یا بازار میں، کار میں ہو یا کالج میں۔ اس پر وہ خاتون کہنے لگی کہ جب انسان رات کو سونے لگے اب تو اس پر کوئی ذمہ داری نہیں مگر اسلام تو اس وقت بھی شراب پینے کی اجازت نہیں دیتا۔ میں نے کہا اگر تو رات کو گیارہ بجے شراب پی کر سو جائے اور خدا نہ کرے کسی وجہ سے رات کو بارہ بجے تیرے گھر میں آگ لگ جائے تو مجھے بتا اب تو کیا کرے گی؟ تو

Marfat.com

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

۲۲۰۔ دنیا اور آخرت (کے کاموں) میں اور آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں [۱۸۰] فرمایئے ان کی بھلائی کرنا بہتر ہے اور اگر تم انہیں اپنے ساتھ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہی تو ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون بھلائی کرنے والا ہے اور کون برائی کرنے والا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔ بے شک وہ بڑی قوت والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

خود تو نشہ میں مدہوش ہے۔ تجھے تو اپنی خبر نہیں اب تو خود بھی جلے گی، تیرے معصوم بچے بھی جلیں گے، تیرا گھر بھی جلے گا اور اگر تو شراب کے نشہ میں مدہوش نہ ہوتی تو آگ لگنے سے جونہی تجھے دھواں یا آگ کی حرارت محسوس ہوگی تو اٹھ کر باہر بھاگے گی، شور مچائے گی، لوگ اکٹھے ہوں گے، فائر بریگیڈ آئے گا تو خود بھی بچے گی تیرا گھر بھی بچے گا اس پر وہ خاتون اجتماع میں کھڑی ہو کر کہنے لگی (It does make sence) واقعی اسلام کا یہ حکم درست معلوم ہوتا ہے۔

[۱۷۹] زکوٰۃ کا فرض ادا کرنے کے بعد بھی اگر کسی کے پاس ضرورت سے زائد مال ہو تو اسے غریب اور محتاج بھائیوں کی مدد کرنی چاہیے۔ لیکن اعتدال کا خیال رکھے۔ اتنا دے جتنا وہ خوشی اور آسانی سے دے سکتا ہے یعنی اتنی سخاوت نہ کرے کہ کل اسے خود دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا پڑے اور اتنی کنجوسی بھی نہ کرے کہ پڑوس میں غریب لوگ بھوک سے مر رہے ہوں اور اس کا مال خزانوں میں بے کار پڑا ہو۔

[۱۸۰] بعض لوگ یتیموں کا مال خورد برد کرنے کے لئے انہیں اپنے ساتھ شریک کرتے۔ جب ان کے لئے قرآن مجید میں سخت وعید نازل ہوئی تو صحابہ کرام ﷺ ڈر گئے اور یتیموں کی ہر چیز علیحدہ کر دی حتیٰ کہ یتیم کا کھانا بچ جاتا تو اسے بھی استعمال نہ کرتے اور وہ خراب ہو جاتا اور اس طرح الگ الگ کھانا پکانے میں بڑی مشقت بھی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم یتیم کی بھلائی کے ارادے سے ان کا کھانا اور کاروبار مشترک رکھو تو کوئی حرج نہیں۔ قرآن میں سخت وعید تو ان لوگوں کے لئے ہے جو یتیموں کا مال ناحق ہضم کر جاتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں بھی یتیموں کا ہر مال علیحدہ رکھنے کی مشقت میں ڈال دیتا لیکن وہ بڑی حکمت والا ہے اور ہر ایک کی نیت کو جانتا ہے۔

Marfat.com

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ ع ۲۷

۲۲۱۔ اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں [۱۸۱] اور مسلمان لونڈی (آزاد) مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ وہ (مشرک عورت) تمہیں بہت پسند ہو۔ اور (اپنی عورتوں کے) نکاح مشرک مردوں سے نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔ بے شک ایک ایماندار غلام (آزاد) مشرک مرد سے بہتر ہے اگرچہ وہ (مشرک مرد) تمہیں بہت پسند ہو۔ یہ لوگ (مشرک) تمہیں آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے احکام لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

۲۲۲۔ اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ فرمایئے کہ وہ ایک گندگی ہے پس حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہا کرو [۱۸۲] اور ان کے نزدیک نہ جاؤ (عملِ زوجیت نہ کرو) یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں۔ پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جیسے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور صاف ستھرا رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

---

[۱۸۱] ظہورِ اسلام کے وقت اسلام اور کفر کا نظریاتی اختلاف تو کھل کر سامنے آ گیا لیکن خاندانی تعلقات کا یکدم توڑ دینا مناسب نہیں تھا اس لئے ابتدائی دور میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان شادیاں ہوتی رہیں لیکن مدینہ منورہ میں جب اسلامی سلطنت قائم ہو گئی تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اب کوئی مسلمان مرد یا عورت کسی کافر عورت یا مرد سے شادی نہیں کر سکتا کیونکہ کفار ان اعمال کی ترغیب دیتے ہیں جو انسان کو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں اور اسلام ان اعمال کی تلقین کرتا ہے جو انسان کو جنت کا مستحق بناتے ہیں لہٰذا دونوں کی راہیں جدا ہیں ان کا ایک ساتھ چلنا ممکن نہیں ہے۔

نوٹ: اہل کتاب عورت کے ساتھ شادی کا حکم سورۃ المائدہ آیت نمبر پانچ ملاحظہ کریں۔

[۱۸۲] یہود کے ہاں جب کسی عورت کو حیض آ جاتا تو اس کے ساتھ بالکل قطع تعلق کر لیا جاتا حتیٰ کہ اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی

Marfat.com

نِسَآؤُكُمۡ حَرۡثٌ لَّكُمۡ ۪ فَاۡتُوۡا حَرۡثَكُمۡ اَنّٰى شِئۡتُمۡ ۫ وَقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعۡلَمُوۡٓا اَنَّكُمۡ مُّلٰقُوۡهُ ؕ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۲۲۳﴾

۲۲۳۔ تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیتی ہیں۔ سوتم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔ اور اپنے لئے (نیک اعمال) آگے بھیجو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور خوب جان لو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور (اے حبیبِ مکرم ﷺ) مومنوں کو خوشخبری دو۔

وَلَا تَجۡعَلُوا اللّٰهَ عُرۡضَةً لِّاَيۡمَانِكُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡا وَتَتَّقُوۡا وَتُصۡلِحُوۡا بَيۡنَ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۲۴﴾

۲۲۴۔ نیکی، پرہیزگاری اور لوگوں کی خیر خواہی سے بچنے کے لئے تم اللہ کی قسموں کو رکاوٹ نہ بناؤ [۱۸۳] اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغۡوِ فِىۡٓ اَيۡمَانِكُمۡ وَ لٰكِنۡ يُّؤَاخِذُكُمۡ بِمَا كَسَبَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ حَلِيۡمٌ ﴿۲۲۵﴾

۲۲۵۔ اللہ تعالیٰ تمہاری غیر ارادی قسموں پر مؤاخذہ نہیں فرمائے گا [۱۸۴] لیکن ان قسموں پر گرفت کرے گا جن کا ارادہ تمہارے دلوں نے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور حلم والا ہے۔

ناپاک خیال کیا جاتا۔ لیکن عیسائی حالتِ حیض میں کوئی پرہیز نہ کرتے حتیٰ کہ جماع سے بھی باز نہ آتے۔ حضورِ اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور اس آیت میں وضاحت کرتے ہوئے حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا "حائضہ عورت سے جماع کے سوا کوئی چیز منع نہیں ہے" (سنن ابو داؤد کتاب الطهارة: باب ۱۰۳) یعنی حالتِ حیض میں میاں بیوی کا ایک ساتھ بیٹھنا، کھانا، پینا وغیرہ سب جائز ہے۔ صرف جماع کی اجازت نہیں ہے۔

[۱۸۳] مثال کے طور پر اگر بعض نادان اللہ کے نام کی قسم کھا کر یہ کہیں کہ فلاں رشتہ دار سے کلام نہیں کریں گے یا فلاں کے ساتھ بھلائی نہیں کریں گے یا ناراض بھائیوں میں صلح نہیں کرائیں گے۔ پھر اگر کوئی انہیں اس پر نظرِ ثانی کی ترغیب دے تو وہ کہتے ہیں ہم نے یہ کام نہ کرنے کی قسم اٹھا رکھی ہے۔ لہٰذا اب اگر ہم یہ کام کریں تو ہماری قسم ٹوٹ جائے گی۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاک نام کو نیکی نہ کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ بلکہ جو بھی کوئی ایسی قسم کھائے جس میں کسی کی حق تلفی یا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو اسے اپنی قسم توڑ کر کفارہ ادا کر دینا چاہیے جو دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑے دینا یا تین دن روزے رکھنا ہے۔

[۱۸۴] یعنی غیر ارادی اور عادت کے طور پر جو قسمیں زبان سے نکل جاتی ہیں ان پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا البتہ دیدہ دانستہ جھوٹی قسم کھانے پر اللہ تعالیٰ گرفت فرمائے گا۔

Marfat.com

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾

۲۲۶۔ جو لوگ اپنی بیویوں کے قریب نہ جانے کی قسم اٹھالیتے ہیں ان کے لئے چار مہینوں کی مہلت ہے [۱۸۵] اگر انہوں نے (اس مدت میں) رجوع کرلیا تو بے شک اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

۲۲۷۔ اور اگر انہوں نے طلاق ہی کا ارادہ کرلیا تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠

۲۲۸۔ طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں [۱۸۶] اور ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کو چھپائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے۔ اگر وہ اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتی ہیں۔ اور ان کے خاوند اس مدت میں ان کو واپس لینے کے زیادہ حقدار ہیں اگر وہ اصلاح کا ارداہ کرلیں۔ اور دستور کے مطابق عورتوں کے لئے بھی ویسے ہی

---

[۱۸۵] اگر کوئی شخص قسم اٹھالے کہ اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا تو اگر چار ماہ کے اندر اس نے قسم توڑ دی تو اس کا نکاح بحال رہے گا اور مرد کو قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرنا ہوگا اور اگر چار ماہ گزرنے پر بھی قسم نہ توڑے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شوہر نے طلاق کا عزم کرلیا ہے لہٰذا ازخود نکاح ٹوٹ جائے گا۔ اسلام اس ظلم کی اجازت نہیں دیتا کہ عورت نکاح میں بھی رہے اور حقوقِ زوجیت سے بھی محروم رہے۔

[۱۸۶] جس عورت کو طلاق ہوجائے اسے فوراً دوسری شادی کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس پر ضروری ہے کہ تین حیض گزرنے تک صبر کرے اور اپنی اندرونی کیفیت (حمل یا حیض) صحیح صحیح بتادے تاکہ اگر حاملہ ہو تو نئے پیدا ہونے والے بچے کا نسب متعین ہوجائے۔ اس مدتِ انتظار کو شریعت میں عدت کہتے ہیں۔ عدت کے دوران اگر خاوند کی نیت نیک ہو اور وہ طلاق سے رجوع کرلے تو یہ زیادہ بہتر ہے بشرطیکہ اس نے تیسری بار طلاق نہ دی ہو۔

عدت کی مذکورہ مدت اس عورت کے لئے ہے جس کے ساتھ خاوند نے جماع کیا ہو، وہ جوان اور غیر حاملہ ہو۔ دیگر عورتوں کی عدت مختلف ہے مثلاً:

Marfat.com

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۲۸﴾ ع ۲۸

حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں [۱۸۷] البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے ۔ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا

۲۲۹۔ طلاق دو بار ہے پھر یا تو بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا حسنِ سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے [۱۸۸] اور تمہارے لئے اس سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے جو تم انہیں دے چکے ہو۔ مگر جب دونوں کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے ۔ پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان پر کوئی حرج نہیں کہ عورت کچھ فدیہ

☆ اگر کسی عورت کو جماع سے پہلے ہی طلاق مل جائے تو اس کے لئے کوئی عدت نہیں ۔ جب چاہے دوسرا نکاح کر سکتی ہے ۔ (قرآن کریم: ۳۳:۴۹)

☆ جس مطلقہ عورت کو کم عمری یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین مہینے ہے ۔ (قرآنِ کریم: ۶۵:۴)

☆ مطلقہ عورت اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضعِ حمل ہے (چاہے دوسرے دن ہی وضعِ حمل ہو جائے) (قرآنِ کریم: ۶۵:۴)

☆ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے (قرآنِ کریم: سورۃ البقرہ: ۲:۲۳۴) ہر قسم کی عورت کو خاوند کے غم میں یہ مدت پوری کرنی چاہیے سوائے حاملہ کے کیونکہ اس کی عدت وضعِ حمل ہے ۔

[۱۸۷] جس طرح بیویوں پر شوہروں کے حقوق ہیں اسی طرح شوہروں پر بھی بیویوں کے حقوق لازم ہیں ۔ ہر فریق ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرے ۔ خاوند حسنِ سلوک میں آگے بڑھے اور بیوی اطاعت میں پیش قدمی کرے ۔ البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرد اپنی فضیلت کا غلط استعمال کرے بلکہ قرآن نے اسے متنبہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ بہت غالب اور حکمت والا ہے اگر تو نے بیوی پر زیادتی کی تو اللہ تعالیٰ کی سزا سے تجھے کون بچائے گا؟

[۱۸۸] زمانہ جاہلیت میں طلاق اور رجوع کی کوئی حد مقرر نہ تھی جس عورت سے اس کا شوہر ناراض ہو جاتا وہ اس کو بار بار طلاق دیتا اور عدت گزرنے سے پہلے رجوع کر لیتا اس طرح نہ اسے بساتا اور نہ آزاد کرتا ۔ قرآن مجید نے اس ظلم کا راستہ بند کر دیا اور خاوند کے حقِ طلاق کو تین بار تک محدود کر دیا ۔ ایک بار طلاق دینے کے بعد بھی اور دوسری بار طلاق دینے کے بعد بھی اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے ۔ خاوند کو اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کے لئے یہ کافی وقت ہے ۔ لیکن اگر تیسری بار بھی طلاق

Marfat.com

تَعۡتَدُوۡهَا ۚ وَمَنۡ يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۲۲۹﴾

دے کر علیحدگی حاصل کر لے [۱۸۹] یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں سو ان سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کریں وہی ظالم ہیں۔

فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ‌ؕ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَآ اَنۡ يَّتَرَاجَعَآ اِنۡ ظَنَّآ اَنۡ يُّقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ‌ؕ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۳۰﴾

۲۳۰۔ پھر اگر وہ اپنی بیوی کو (تیسری) طلاق دے دے تو وہ اس پر حلال نہیں ہوگی، یہاں تک کہ وہ کسی اور خاوند کے ساتھ نکاح کرے [۱۹۰] پھر اگر وہ (دوسرا خاوند) اس کو طلاق دے دے تو ان دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ وہ باہم رجوع کرلیں بشرطیکہ انہیں یہ گمان ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود قائم رکھ سکیں گے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔

دے دی تو یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ وہ اس عورت کو کسی قیمت پر اپنے ساتھ رکھنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ لہٰذا اب اسے رجوع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس نازک موقع پر بھی قرآن مجید خاوند کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ آخری طلاق دیتے وقت حسنِ سلوک کا مظاہرہ کرے اور اگر فارغ کر ہی دیا ہے تو جو چیزیں اس نے آج تک اپنی اس بیوی کو مہر یا ہدیہ کے طور پر دی تھیں وہ واپس نہ لے بلکہ ہو سکے تو مزید کچھ خدمت کر کے اس کی دلجوئی کرے۔

[۱۸۹] اگر کوئی خاوند عورت کو تنگ کرے اور طلاق بھی نہ دے یا عورت کو خاوند سے ایسی نفرت ہوگئی ہے کہ اب صلح کی کوئی امید نہیں بلکہ حدود اللہ قائم نہ رکھ سکنے کا اندیشہ ہے تو عورت اس خاوند سے علیحدگی حاصل کر سکتی ہے اور اس طلاق کو فقہ کی اصطلاح میں خلع کہا جاتا ہے یعنی عورت حاکمِ وقت کے پاس خلع کا مطالبہ کرے۔ حاکمِ وقت پہلے صلح کی کوشش کرے اور ناکامی کی صورت میں حاکم عورت سے مہر لے کر خاوند کو واپس کر دے اور ان کے درمیان تفریق کر دے۔ اس خلع والی طلاق میں مرد کو رجوع کا اختیار نہیں ہے کیونکہ عورت نے معاوضہ دے کر اس طلاق کو حاصل کیا ہے۔ ہاں اگر یہی مرد و عورت خوشی سے دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

[۱۹۰] اس طلاق سے تیسری طلاق مراد ہے یعنی تیسری طلاق کے بعد خاوند اب نہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ نکاح، البتہ یہ عورت کسی اور سے نکاح کر لے۔ دوسرے خاوند کے ساتھ وقت گزارے اور جماع بھی کرے اور دوسرا خاوند اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے یا فوت ہو جائے تو اس کے بعد زوجِ اول سے اس کا نکاح جائز ہوگا بشرطیکہ انہیں یہ گمانِ غالب ہو کہ آئندہ زوجیت کے شرعی حقوق پورے کر سکیں گے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی مطلقہ بیوی کو اپنے لئے حلال کرنے کی خاطر کسی سے اس شرط پر نکاح کرائے کہ وہ اسے طلاق دے دے گا تو یہ سراسر ناجائز فعل ہے۔ کوئی غیرت مند انسان اس کو گوارا نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ
بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا
لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ
نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۫ وَ
اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ
عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ
عَلِيْمٌ ۝۲۳۱ ع ۲۹

۲۳۱۔ اور جب تم اپنی عورتوں کو (رجعی) طلاق دے دو۔ اور وہ اپنی عدت ختم کرنے پر آئیں تو اب انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دو۔ [۱۹۱] اور انہیں تکلیف دینے کی غرض سے نہ روکو تاکہ تم (ان پر) زیادتی کرو اور جو کوئی اس طرح کرے گا تو وہ اپنی ہی جان پر ظلم کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو مذاق نہ بناؤ۔ اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو اور (یاد کرو) جو کتاب وحکمت اس نے تم پر نازل کی۔ جس سے وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا
تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا
تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ
بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ
يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۲۳۲

۲۳۲۔ اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو انہیں ان کے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو [۱۹۲] جبکہ وہ آپس میں دستور کے مطابق رضامند ہوں۔ اس فرمانِ الٰہی کے ساتھ ہر اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ حکم تمہارے لئے بہت صاف اور بہت پاکیزہ ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

---

[۱۹۱] یعنی جب رجعی طلاق کی عدت ختم ہونے لگے اور تمہارا نیک نیتی سے گھر بسانے کا پروگرام بن جائے تو رجوع کر لو وگرنہ بھلائی کے ساتھ انہیں آزاد کر دو اور محض ستانے کی غرض سے رجوع نہ کرو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے ساتھ مذاق ہوگا اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ عورت پر نہیں بلکہ اپنی جان پر ظلم کرے گا اور سخت سزا کا مستحق ہوگا۔

[۱۹۲] یعنی رجعی طلاق والی عورت جب اپنی عدت پوری کر لے اور دوبارہ پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہے، جبکہ میاں بیوی نیک نیتی کے ساتھ دوبارہ آپس میں شادی کرنے پر راضی ہوں تو عورت کے وارثین اس نکاح کی اجازت دے دیں اور روکنے کی کوشش نہ کریں۔

Marfat.com

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَیْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۲۳۳﴾

۲۳۳۔ اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں [۱۹۳] یہ (حکم) اس (باپ) کے لئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ اور ان ماؤں کا مناسب طریقہ سے کھانا کپڑا بچے کے باپ کی ذمہ داری ہے۔ ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق تکلیف دی جائے گی۔ کسی ماں کو اس کے بچے کے باعث اور کسی باپ کو اس کے بچے کے باعث تکلیف نہ دی جائے [۱۹۴] اور (بچے کے) وارث پر بھی اسی قسم کی ذمہ داری ہے۔ پس اگر (ماں باپ) باہمی رضا مندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر تم (کسی اور عورت سے) اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو پھر بھی تم پر کوئی حرج نہیں ہے [۱۹۵] بشرطیکہ تم طے شدہ معاوضہ مناسب طریقے سے ادا کر دو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔

---

[۱۹۳] جس عورت کو طلاق ہو جائے اور اس کی گود میں دودھ پیتا بچہ ہو۔ اگر بچے کا باپ کسی اور دودھ پلانے والی کا انتظام نہ کر سکے تو ماں پر اپنے بچے کو دودھ پلانا واجب ہے اور اس عرصہ میں بچے کے باپ پر بھی واجب ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق بچے کی ماں کے کھانے اور لباس کا انتظام کرے اور اگر بچے کا باپ فوت ہو جائے تو جو اُس کی جگہ بچے کا وارث ہو وہ یہ اخراجات برداشت کرے۔

[۱۹۴] مثال کے طور پر ماں خود بچے کو دودھ پلانا چاہتی ہو تو بچے کو اس سے زبردستی نہ چھینا جائے اور اگر باپ کسی اور عورت کے اخراجات برداشت کر سکتا ہو تو بچے کی ماں کو اس کی مرضی کے خلاف دودھ پلانے پر مجبور نہ کرے۔ اسی طرح اگر باپ دوسری عورت کا انتظام نہ کر سکے تو ماں دودھ پلانے سے انکار نہ کرے اور نہ ہی اس کی حیثیت سے زیادہ معاوضے کا مطالبہ کرے۔ الغرض ماں باپ دونوں کو ایک دوسرے کے حالات کے مطابق رواداری اور حسنِ سلوک کا مظاہرہ کرنا چاہیے تاکہ کسی کی دلآزاری نہ ہو۔

[۱۹۵] بچے کا باپ ماں کے علاوہ کسی اور عورت سے دودھ پلوا سکتا ہے بشرطیکہ طے شدہ معاوضہ دستور کے مطابق ادا کر دے۔ اسی طرح جب بچے کی ماں کی عدت گزر جائے تو وہ بھی دودھ پلانے کی اُجرت لے سکتی ہے کیونکہ وہ اب اس کی بیوی نہیں رہی۔

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾

۲۳۴۔ تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن روکے رکھیں (۱۹۶] پھر وہ جب اپنی عدت پوری کر لیں تو وہ دستور کے مطابق اپنی ذات کے بارے میں جو کریں اس میں تم پر کوئی حرج نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۗ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۬ؕ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۗ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾ ع ۳۰ ۳ ۱۴

۲۳۵۔ اور تم پر اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم ان عورتوں کو اشارہ سے پیغامِ نکاح دو یا اپنے دلوں میں چھپائے رکھو [۱۹۷] اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ عنقریب (عدت کے بعد) تم ان عورتوں کا ذکر کرو گے لیکن تم (عدت کے دوران) ان سے کوئی خفیہ وعدہ نہ لینا اور شریعت کے مطابق ان سے بات کرو۔ اور اس وقت تک عقدِ نکاح کا عزم نہ کرو جب تک کہ عدت پوری نہ ہو جائے۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کا حال بہتر جانتا ہے۔ سو اس سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بخشش اور حلم والا ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾

۲۳۶۔ تم پر کوئی حرج نہیں اگر تم ان عورتوں کو طلاق دے دو جن کو تم نے چھوا بھی نہیں اور ان کا مہر بھی مقرر نہیں کیا۔ تم انہیں کچھ خرچہ دو [۱۹۸] خوشحال اور تنگدست اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مناسب طریقہ سے یہ خرچہ دیں کیونکہ یہ نیک لوگوں پر لازم ہے۔

---

[۱۹۶] جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اس مدت میں نہ تو وہ نکاح کرے اور نہ ہی زیب و زینت کرے بلکہ اپنے خاوند کی وفات پر سوگ کرے اور ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔

[۱۹۷] جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے۔ اس عورت سے دورانِ عدت نہ تو نکاح کی صراحۃً بات کی جائے اور نہ ہی اس سے نکاح کے متعلق کوئی خفیہ معاہدہ کیا جائے۔ ہاں اشارہ کنایہ سے اپنے ارادے کا اظہار کر دو تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن پھر بھی بہتر یہی ہے کہ عدت گزرنے کا انتظار کرو۔

[۱۹۸] اگر کسی نے مہر مقرر کیے بغیر نکاح کیا اور جماع سے پہلے طلاق دے دی تو اس پر مہر دینا لازم نہیں البتہ مرد اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ عورت کو دے دے کیونکہ نیک لوگوں پر لازم ہے کہ وہ حسنِ سلوک کا مظاہرہ کریں۔

Marfat.com

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۲۳۷﴾

۲۳۷۔ اور اگر تم انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دو اور تم ان کے لئے مہر مقرر کر چکے ہو۔تو مقرر کردہ مہر سے نصف دے دو [۱۹۹] مگر یہ کہ عورتیں کچھ معاف کر دیں یا مرد زیادہ دے دیں اور اگر مرد زیادہ دے دیں تو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور آپس میں احسان کو نہ بھلایا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ﴿۲۳۸﴾

۲۳۸۔ سب نمازوں کی پابندی کرو [۲۰۰] اور خصوصاً درمیانی نماز کی [۲۰۱] اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے قیام کرو۔

---

[۱۹۹] اگر کسی نے نکاح کے وقت مہر مقرر کیا اور جماع سے پہلے طلاق دے دی تو آدھا مہر دینا لازم ہے اور اگر ہو سکے تو عورت اپنے حصے کا آدھا معاف کر دے یا مرد آدھے سے بھی زیادہ ادا کر دے اور تقویٰ کے زیادہ قریب تو یہ ہے کہ مرد آدھے حصے کی بجائے پورا حق مہر ادا کر دے۔

[۲۰۰] اس آیت کا پہلا اور آخری لفظ نماز کے ظاہری اور باطنی آداب کو حاوی ہے یعنی نمازیں پڑھو اور ساری پڑھو..... ہمیشہ پڑھو اور ان کے صحیح اوقات میں پڑھو.....حضورِ دل اور خلوصِ نیت کے ساتھ.....عاجزی اور انکساری کے ساتھ.....الغرض جسم طہارتِ ظاہری سے آراستہ ہو.....طبیعت اکلِ حلال کی خوگر ہو.....زبان پر خدا کا ذکر ہو.....دل میں خدا کا خوف ہو..... اور یہ ساری ادائیں سُنّتِ مصطفیٰ ﷺ کے تابع ہوں.....اس طرح پڑھی گئی نماز کی کیا شان ہے ..... یہ نماز دین کا ستون ہے (شعب الایمان) ..... ایمان کا ثبوت ہے (مسند امام احمد) ..... روزِ قیامت کا نور ہے (مسند امام احمد).....جنت کی چابی ہے (مسند امام احمد).....اور قربِ خداوندی کا ذریعہ ہے (قرآن) یا اللہ! ہمیں ایسی نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما جو تیری بارگاہ میں قبول ہو۔آمین

[۲۰۱] درمیانی نماز سے مراد نمازِ عصر ہے اور اس کے خصوصی ذکر کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ عصر کے وقت عموماً انسان کاروبار اور دیگر دنیاوی معاملات میں مصروف ہوتا ہے لہٰذا اسے متنبہ کیا جا رہا ہے کہ یہ سارے کام عارضی ہیں اور یہیں رہ جائیں گے۔ اٹھو! نماز پڑھو جو قبر اور حشر میں بھی تمہارے ساتھ رہے گی۔

Marfat.com

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٩﴾

۲۳۹۔ پس اگر تم حالتِ خوف میں ہو تو پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر (نماز پڑھ لو) [۲۰۲] پھر جب تم حالتِ امن میں ہو تو اللہ تعالیٰ کی یاد کرو جس طرح اس نے تمہیں سکھایا جو تم نہیں جانتے تھے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٤٠﴾

۲۴۰۔ اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں۔ وہ اپنی بیویوں کے لئے وصیت کر جایا کریں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے [۲۰۳] اور گھر سے نہ نکالا جائے۔ پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس چیز کا کوئی گناہ نہیں ہے کہ جو کچھ وہ دستور کے مطابق اپنے معاملے میں کریں۔ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿٢٤١﴾

۲۴۱۔ اسی طرح مطلقہ عورتوں کو مناسب طور پر کچھ خرچ دینا چاہیے یہ پرہیزگار لوگوں پر واجب ہے۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٤٢﴾ ع ۳۱ ۱۵

۲۴۲۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

---

[۲۰۲] اگر کسی کو نماز کے وقت میں دشمن یا درندہ وغیرہ نظر آ جائے جس سے اس کی جان کو خطرہ لاحق ہو تو وہ پیادہ یا سوار نماز پڑھ سکتا ہے۔ اشارے سے رکوع اور سجود کرے تاکہ خطرہ سے بھی محتاط رہے اور اگر قبلہ کی طرف منہ کرنے پر قادر نہ ہو تو جدھر بھی رخ ہو نماز پڑھ لے۔ یہ آیت ایک طرف تو نماز کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے کہ جان کا خطرہ ہو تو بھی نماز معاف نہیں ہے اور دوسری طرف اسلام کی نرمی پر گواہ ہے کہ جس طرح آسانی ہو اسی طرح نماز ادا کر لو۔ تاہم جب خوف کی حالت ختم ہو جائے تو پھر اسی طرح نماز پڑھی جائے جس طرح اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے۔

[۲۰۳] ابتدائے اسلام میں بیوہ عورت کی عدت ایک سال تھی جو بعد میں اسی سورت کی آیت نمبر ۲۳۴ سے منسوخ کر دی گئی۔ لہٰذا اب چار ماہ دس دن ہے۔ عدت کے دوران مطلقہ یا بیوہ عورت کے اخراجات خاوند یا خاوند کی وفات کی صورت میں خاوند کے رشتہ داروں پر لازم ہیں۔ عدت میں ایک حکمت یہ بھی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ عورت حاملہ تو نہیں۔ تو چونکہ وہ خاوند کے نسب کی حفاظت میں بیٹھی ہے اس لئے اس کے اخراجات کا ذمہ دار بھی خاوند ہے۔

Marfat.com

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَهُمۡ
اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوۡتُوۡا
ثُمَّ اَحۡيَاهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى النَّاسِ
وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۲۴۳﴾

۲۴۳۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے [۲۰۴] تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا۔ مرجاؤ۔ پھر انہیں زندہ فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت مہربان ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

وَقَاتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ
سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۴۴﴾

۲۴۴۔ اور اللہ کی راہ میں لڑائی کرو [۲۰۵] اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

مَنۡ ذَا الَّذِىۡ يُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا
فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضۡعَافًا كَثِيۡرَةً ؕ وَاللّٰهُ
يَقۡبِضُ وَيَبۡصُۜطُ ۖ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۴۵﴾

۲۴۵۔ ہے کوئی جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن دے [۲۰۶] تو اللہ تعالیٰ اس قرض کو اس کے لئے کئی گنا بڑھا دے۔ اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور کشادگی فرماتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

---

[۲۰۴] موت ایک عالمگیر صداقت ہے جس سے فرار ممکن نہیں۔ اس حقیقت کو اجاگر کرنے کے لئے قرآن مجید نے ایک گذشتہ قوم کی مثال بیان کی ہے کہ وہ موت سے بچنے کے لئے گھر بار چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلط کردی اور کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ زندہ کر کے واضح کر دیا کہ موت سے بھاگنا ممکن نہیں ہے۔

[۲۰۵] اس وضاحت کے بعد کہ موت سے فرار ممکن نہیں۔ اب مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی جارہی ہے کہ جان نے تو آخر ایک دن جانا ہی ہے لیکن کتنا خوش نصیب ہے وہ انسان جس کی جان دین کی سربلندی میں کام آجائے۔

[۲۰۶] جو انسان حلال کی کمائی سے خلوصِ نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن دے یعنی اس کی راہ میں خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے قرض کو کئی گنا زیادہ کردے گا اور دونوں جہان میں اس کی برکتوں سے مالا مال فرمائے گا۔ رزق کی تنگی اور فراخی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی راہ میں فراخ دلی سے خرچ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کئی گنا زیادہ کرنے کا وعدہ فرما رہا ہے اور بخل نہ کرو ممکن ہے وہ ناراض ہوجائے اور تمہیں محتاج و کنگال بنادے۔ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے کتنا اجر و ثواب ملتا ہے۔ ایک حدیثِ پاک کا مفہوم مثال کے طور پر ملاحظہ کریں:

"جو انسان حلال کی کمائی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک کھجور کے دانے کے برابر خیرات کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما کر اس کی تربیت کرتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اس کھجور کے دانے کا ثواب اُحد پہاڑ سے بھی بڑا ہوجائے گا۔" (البخاری: کتاب الزکوٰۃ)

Marfat.com

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰى ‌ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ قَالَ هَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ‌ؕ قَالُوۡا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَقَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِيَارِنَا وَاَبۡنَآٮِٕنَا ‌ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ﴿۲۴۶﴾

۲۴۶۔ کیا آپ نے موسیٰ علیہ السلام (کی وفات) کے بعد بنی اسرائیل کے اس گروہ کو نہیں دیکھا۔ جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لئے ایک امیر مقرر کر دو تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں [۲۰۷] نبی نے کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے تو تم جہاد نہ کرو۔ انہوں نے کہا ہمارے لئے کوئی وجہ نہیں کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں حالانکہ ہمیں اپنے گھروں سے نکال دیا گیا ہے اور بچوں سے جدا کر دیا گیا ہے مگر جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو چند لوگوں کے سوا سب نے منہ پھیر لئے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔

وَقَالَ لَهُمۡ نَبِيُّهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ قَدۡ بَعَثَ لَـكُمۡ طَالُوۡتَ مَلِكًا ‌ؕ قَالُوۡۤا اَنّٰى يَكُوۡنُ لَهُ الۡمُلۡكُ عَلَيۡنَا وَنَحۡنُ اَحَقُّ بِالۡمُلۡكِ مِنۡهُ وَلَمۡ يُؤۡتَ سَعَةً مِّنَ الۡمَالِ‌ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰٮهُ عَلَيۡكُمۡ وَزَادَهٗ بَسۡطَةً فِى الۡعِلۡمِ وَالۡجِسۡمِ‌ؕ وَاللّٰهُ يُؤۡتِىۡ مُلۡڪَهٗ مَنۡ يَّشَآءُ ‌ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۴۷﴾

۲۴۷۔ اور ان کے نبی نے ان سے کہا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارے لئے امیر مقرر فرما دیا ہے [۲۰۸] کہنے لگے وہ ہم پر حکمران کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ ہم اس سے زیادہ حکومت کے مستحق ہیں اور اس کو تو مالی فراخی بھی نہیں دی گئی۔ نبی نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلے میں اسی کو منتخب فرمایا ہے اور اس کو علم اور جسم میں زیادہ کشادگی عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنا ملک عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

---

[۲۰۷] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے کہ عمالقہ نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا اور فلسطین کے اکثر حصوں پر قبضہ کر لیا۔ بنی اسرائیل کے سرداروں کی ایک جماعت نے اس زمانے کے نبی حضرت سموئیل علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ ہمارے لئے ایک امیر مقرر کر دیں جس کی قیادت میں ہم عمالقہ سے جہاد کر کے اپنے علاقے آزاد کرائیں۔ حضرت سموئیل علیہ السلام نے ان کے سابقہ کردار کے پیش نظر فرمایا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر جہاد فرض کرے اور تم جہاد سے منہ موڑ جاؤ۔ اس پر وہ کہنے لگے یہ نہیں ہو سکتا۔ عمالقہ نے ہمیں گھروں سے نکالا ہمیں بچوں سے جدا کیا۔ لہٰذا اب ہم ضرور جہاد کریں گے لیکن جب جہاد فرض ہوا تو گنتی کے چند آدمیوں کے سوا سب نے جہاد کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ واقعہ مسلمانوں کو اس لئے سنایا جا رہا ہے تاکہ وہ بنی اسرائیل کی بزدلی، کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے عبرت حاصل کریں۔

[۲۰۸] بنی اسرائیل کی خواہش پر اللہ تعالیٰ نے طالوت کو جب ان کا امیر مقرر کر دیا تو وہ اعتراض کرنے لگے کہ یہ غریب اور ایک عام

Marfat.com

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٤٨﴾ ع ۳۲

۲۴۸۔ اور ان کے نبی نے ان سے فرمایا اس کی بادشاہی (امیر مقرر ہونے) کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آئے گا [۲۰۹] جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکونِ قلب کا سامان ہے اور آلِ موسیٰ علیہ السلام اور آلِ ہارون علیہ السلام کا بقیہ ترکہ ہے۔ اس صندوق کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے اگر تم مؤمن ہو تو اس میں تمہارے لئے بہت بڑی نشانی ہے۔

آدمی ہے یہ ہمارا امیر کیسے بن سکتا ہے۔ اس پر حضرت سموئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ میرا انتخاب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو امیر مقرر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جسے چاہے اپنا ملک عطا فرماتا ہے۔ نیز امارت وقیادت کے لئے نسل اور مال نہیں بلکہ علم وشجاعت کی ضرورت ہوتی ہے اور ان صفات کے اعتبار سے طالوت تم سب سے ممتاز ہے۔

[۲۰۹] طالوت کے انتخاب پر بنی اسرائیل نے جب نشانی کا مطالبہ کیا تو حضرت سموئیل علیہ السلام نے فرمایا۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے سامنے طالوت کے پاس فرشتے وہ صندوق واپس لائیں گے جو عمالقہ تم سے چھین کر لے گئے تھے اس صندوق میں حضرات موسیٰ وہارون علیہما السلام کے تبرکات ہیں جن کی وجہ سے آپ کے دلوں کو تسکین حاصل ہوتی تھی۔ جب فرشتے اس بیل گاڑی کو لے آئے جس پر یہ صندوق رکھا ہوا تھا تو بنی اسرائیل نے نعرہ تکبیر بلند کیا، ان کے حوصلے بلند ہو گئے اور انہیں طالوت کے امیر بننے کا بھی یقین ہو گیا۔ (تفسیر جامع البیان)

صندوق میں حضرات موسیٰ وہارون علیہما السلام کی لاٹھیاں، ان کے کپڑے اور تورات کے ٹکڑے تھے (تفسیر جامع البیان) بنی اسرائیل جب دشمنوں سے جنگ کرتے تو اس صندوق کو اپنے آگے رکھتے اور اس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے اپنے دشمنوں کے خلاف فتح کی دعا کرتے۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ وہ اشیاء جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے ہوتا ہے۔ ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں، مشکلات دور ہوتی ہیں اور دشمنوں پر غلبہ نصیب ہوتا ہے۔ اس کی تائید سورۃ یوسف میں بھی موجود ہے یعنی ''جب حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر رکھی گئی تو ان کی بینائی لوٹ آئی۔

(قرآن: ۱۲: ۹۳)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رحمتِ عالم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب اشیاء کا احترام کرتے اور ان کو حصولِ برکت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ مثال کے طور پر:

۱) اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جبہ مبارک کو دھو کر اس کا پانی بیماروں کو پلاتیں اور اس جبہ کے وسیلہ سے بیماروں کے لئے شفا طلب کی جاتی۔ (صحیح مسلم: کتاب اللباس)

۲) جنگِ یرموک کے دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گم ہو گئی۔ انہوں نے مجاہدین کو کہا کہ اس کو تلاش کرو۔ بعد از تلاش

Marfat.com

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّىْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّىْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾

۲۴۹۔ پھر جب طالوت فوج لے کر روانہ ہوا تو اس نے کہا ''بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر کے ذریعہ آزمانے والا ہے۔ جس نے اس سے پانی پی لیا وہ میرا ساتھی نہیں اور جس نے نہ پیا وہ یقیناً میرا ساتھی ہے۔ البتہ جو اپنے ہاتھ سے ایک چلّو پی لے (اس پر کوئی حرج نہیں)'' لیکن سوائے چند لوگوں کے باقی سب نے خوب پانی پیا [۲۱۰] پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ ایمان والے اس دریا سے گزر گئے تو کہنے لگے آج جالوت اور اس کی فوج کے ساتھ لڑنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے اور جو لوگ یہ یقین رکھتے تھے کہ وہ ایک دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک چھوٹا گروہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک بڑے گروہ پر غالب آ گیا [۲۱۱] اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

بسیار وہ ٹوپی مل گئی (اس پر مجاہدین نے اعتراض کیا کہ جنگ کی شدت میں اس بوسیدہ ٹوپی کی تلاش چہ معنیٰ دارد؟) تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس ٹوپی میں حضورِ اکرم ﷺ کا بالِ مبارک ہے اور میں جس جنگ میں بھی اس ٹوپی کے ساتھ شریک ہوا مجھے اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ (المستدرک: مناقب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ)

۳) حضورِ اکرم ﷺ کے بالِ مبارک کے متعلق حضرت عَبِیدہ کا عقیدہ بھی ملاحظہ ہو۔ انہوں نے فرمایا ''حضورِ اکرم ﷺ کا ایک بال شریف کا میرے پاس ہونا دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔'' (بخاری: کتاب الوضوء: باب ۳۳)

۴) اہلِ مکہ کا سفیر عروہ بن مسعود ثقفی صلح نامہ حدیبیہ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتا ہے: ''مسلمانوں کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے جو عقیدت اور محبت ہے۔ اس کی مثال دنیا میں اور کہیں نہیں ملتی حتیٰ کہ حضورِ اکرم ﷺ کا لعابِ دہن اور وضو کا پانی لینے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں اور (حصولِ برکت و تسکینِ محبت کے لئے) اپنے چہروں اور جسموں پر مل لیتے ہیں۔ (الخصائص الکبریٰ۔ بخاری: کتاب الوضوء)

[۲۱۰] جنگ کے دوران مجاہدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ بھوک، پیاس اور دیگر تکالیف کو صبر کے ساتھ برداشت کریں نیز اطاعتِ امیر ہر حال میں ضروری ہے لیکن دشمن کے مقابلے میں تو اس کی اہمیت کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ان دونوں باتوں کی

Marfat.com

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾

۲۵۰۔ اور جب وہ جالوت اور اس کی فوج کے سامنے آ گئے تو انہوں نے دعا کی ''اے ہمارے رب! ہمیں صبر دے، ہم کو ثابت قدم رکھ اور قومِ کفار پر ہمیں فتح دے''[۲۱۲]

تربیت اور امتحان کے لئے طالوت نے کہا۔ اس نہر سے پانی پینے کی اجازت نہیں ہے۔ جس نے پانی پیا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا ہاں اگر پیاس کی شدت ہو تو ایک آدھ چلّو پینے کی اجازت ہے۔ لیکن ہوا یہ کہ اکثریت نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور طالوت کی فوج سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ صرف چند مخلصین اس امتحان میں کامیاب ہوئے جن کی تعداد ۳۱۳ بتائی گئی ہے جو کہ اصحابِ بدر کی تعداد ہے۔

[۲۱۱] ان مخلص اہل ایمان نے جب جالوت کے لشکرِ جرار کو دیکھا تو اپنی قلیل تعداد کے پیشِ نظر کہنے لگے کہ اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ ہمارے بس کا روگ نہیں لیکن ان میں سے زیادہ پختہ ایمان والوں نے کہا کہ کامیابی کا دارومدار تعداد کی کثرت پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہوتا ہے اور تاریخ انسانیت میں ایسا بارہا ہوا ہے کہ تھوڑے سے اہل ایمان بہت سے بے دینوں پر غالب آ جاتے ہیں۔

[۲۱۲] میدانِ جہاد میں اہل ایمان کی دعا ملاحظہ کریں: پہلے اپنے لئے صبر و استقامت کی دعا کی اور پھر دشمن کی شکست کا سوال کیا۔ اس دعا کی ترتیب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان کی طرف سے خلوصِ نیت کے ساتھ پہلے صبر و استقامت کا مظاہرہ ہونا چاہیے پھر اللہ تعالیٰ کی نصرت شاملِ حال ہوتی ہے اور دشمن پر فتح نصیب ہوتی ہے۔ ہر دور میں اہلِ ایمان کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ مادی اسباب کے ساتھ ساتھ نصرتِ الٰہی کے لئے دعا مانگتے ہیں۔ اور دعا مانگتے ہی اہلِ ایمان کے دلوں میں ایسی جرأت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ شہید یا غازی کی سعادت حاصل کرنے کے لئے پہاڑوں سے ٹکرا جاتے ہیں اور دعا مؤمن کا ایسا ہتھیار ہے جس کا کفار کے پاس کوئی جواب نہیں اور یہی نبی آخرالزمان ﷺ کی سنتِ طیبہ ہے۔ کیونکہ ''دعا مؤمن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے اور زمین و آسمان کا نور ہے'' (الترغیب و الترھیب : کثرۃُ الدعاء) قبولیتِ دعا کے لئے ایک حدیثِ پاک ملاحظہ کریں۔ ''جو آدمی پسند کرتا ہے کہ تکلیف و تنگدستی میں اللہ تعالیٰ اس کی دعائیں قبول کرے تو اسے چاہیے کہ خوشحالی اور آسودگی میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے اور کثرت سے دعائیں مانگے۔'' (الترمذی : کتاب الدعاء)

Marfat.com

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۣۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

۲۵۱۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے کفار کو شکست دے دی اور داوٗد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا [۲۱۳] اور اللہ تعالیٰ نے داوٗد علیہ السلام کو حکومت اور حکمت سے نوازا اور جتنا چاہا علم بھی عطا فرمایا۔ اور اگر اس طرح اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرتا تو زمین برباد ہو جاتی [۲۱۴] لیکن اللہ تعالیٰ سارے جہانوں پر فضل و کرم فرمانے والا ہے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

۲۵۲۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تلاوت کرتے ہیں اور بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔

الجزء ٣ — وقف لازم

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ

۲۵۳۔ یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے کسی سے اللہ تعالیٰ نے خود کلام فرمایا اور بعض کے درجے بلند کئے [۲۱۵] اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح نشانیاں دیں

---

[۲۱۳] چنانچہ یہ مٹھی بھر مجاہدین صبر و استقامت کے ساتھ میدانِ جنگ میں اُتر پڑے اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے دشمن کے لشکرِ جرار کو شکست دیدی۔ اس جنگ میں نمایاں کردار حضرت داوٗد علیہ السلام کا ہے جنہوں نے جالوت جیسے طاقتور پہلوان اور سامانِ جنگ سے لیس جرنیل کو منجنیق سے پتھر مار کر ہلاک کر دیا حالانکہ اس وقت حضرت داوٗد علیہ السلام کم سن اور بیماری کی وجہ سے کمزور بھی تھے اور یہ جذبہ فلسطینی بچوں میں آج بھی نمایاں ہے جو اسرائیلی ٹینکوں اور گولیوں کے مقابلے میں صرف پتھر کے ٹکڑوں سے دادِ شجاعت دیتے ہیں۔

[۲۱۴] اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ جب کوئی ظالم قوم ظلم و ستم کی انتہا کو پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ ایک اور قوم کے ذریعہ اس کے مظالم کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا اہلِ زمین پر خاص فضل ہے کیونکہ اگر ایک ہی سرکش قوم ہمیشہ برسرِ اقتدار رہتی تو کمزور لوگوں کا جینا دوبھر ہو جاتا اور ساری زمین ظلم و فساد سے بھر جاتی۔ (سورہ حج کی آیات نمبر ۳۸ : ۴۰ میں بھی اس سنتِ الٰہیہ کا ذکر کیا گیا ہے)

[۲۱۵] جس طرح نفسِ انسانیت میں سب انسان برابر ہیں مگر صلاحیتوں کے اعتبار سے ہر ایک کا مرتبہ مختلف ہے۔ اسی طرح نفسِ نبوت میں سب نبی برابر ہیں لیکن کمالات و مراتب کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے اور سب سے افضل نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے :

Marfat.com

بِرُوحِ الْقُدُسِ ۗ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۗ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوا ۗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿٢٥٣﴾

اور ہم نے روح القدس (جبرائیل) سے ان کی مدد فرمائی اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان رسولوں کے بعد والے واضح نشانیاں آنے کے بعد آپس میں قتال نہ کرتے [٢١٦] لیکن انہوں نے اختلاف کیا۔ ان میں سے بعض مؤمن رہے اور بعض نے کفر اختیار کیا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

☆ آپ ﷺ کا ذکر بلند فرمایا۔ (قرآن: ٩٤:٤)

☆ آپ ﷺ کو حوض کوثر عطا فرمایا۔ (قرآن: ١٠٨:١)

☆ آپ ﷺ کو معراج کرایا۔ (قرآن: ١٧:١)

☆ آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے نبی بنایا۔ (قرآن: ٢٥:١)

☆ آپ ﷺ کو آخری نبی بنایا۔ (قرآن: ٣٣:٤٠)

☆ آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا۔ (قرآن: ٢١:١٠٧)

☆ آپ ﷺ کو چشم دید گواہ بنایا۔ (قرآن: ٤٨:٨)

☆ آپ ﷺ کی رضا چاہنے کا اعلان فرمایا۔ (قرآن: ٢:١٤٤)

☆ آپ ﷺ کو قرآن کا علم دیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ (قرآن: ١٦:٨٩)

☆ آپ ﷺ کو نور بنا کر بھیجا۔ (قرآن: ٥:١٥)

☆ آپ ﷺ کی امت کو ساری امتوں سے افضل بنایا۔ (قرآن: ٣:١١٠)

☆ آپ ﷺ کے دین کو گذشتہ ادیان کے لئے ناسخ قرار دیا۔ (قرآن: ٣:٨٥)

☆ آپ ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن کی ہر سورت (اور ہر آیت) کو معجزہ بنایا جس کی مثل نہ کوئی لا سکا ہے اور نہ آئندہ لا سکے گا۔ (قرآن: ٢:٢٣)

<u>نیز حدیث پاک میں ہے کہ :</u>

☆ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ (ترمذی : کتاب المناقب)

☆ آپ ﷺ تمام انبیائے کرام کے امام ہیں۔ (مسند احمد : جلد اول : ص ١٣٨)

☆ آپ ﷺ سب رسولوں کے سردار ہیں۔ (ابن ماجة : اقامة الصلوٰة)

☆ آپ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (مسند احمد : جلد ٤ : ص ٦٦)

Marfat.com

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾

۲۵۴۔ اے ایمان والو ! جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ تو خرید وفروخت ہوگی اور نہ (کفار کے لئے) دوستی ہوگی اور نہ (ان کے لئے) شفاعت ہوگی [۲۱۷] اور کافر ہی ظالم ہیں۔

☆ قیامت کے دن سب سے پہلے آپ ﷺ شفاعت کریں گے اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی کی شفاعت قبول ہوگی۔ (ابن ماجة : كتاب الزهد)

☆ تمام زمین آپ ﷺ کے لئے پاک اور مسجد بنادی گئی یعنی کسی بھی پاک جگہ پر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔(بخاری : حدیث نمبر ۴۲۷)

الغرض تمام انبیائے کرام علیھم السلام میں جو کمالات متفرق طور پر پائے جاتے تھے اللہ تعالیٰ نے وہ سارے کمالات آپ ﷺ کی ایک ذات میں اکٹھے کردیئے ہیں (الزرقانی شرح المواهب اللدنية) اور مزید ایسی عظمتیں بھی عطا فرمائی ہیں جن میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے۔ بلاشبہ سارے انبیائے کرام علیھم السلام ہدایت کا نور پھیلاتے ہیں۔مگر فضیلت کے حوالے سے آپ ﷺ سورج کی طرح ہیں اور دیگر انبیائے کرام علیھم السلام ستاروں کی مانند ہیں۔ (قصيدة البردة)

تنبیہ : کسی نبی کی فضیلت اس طرح بیان نہ کی جائے جس سے کسی دوسرے نبی کی توہین ہو کیونکہ وہ سارے اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور سب کی تعظیم لازم ہے۔

[۲۱۶] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ اگر وہ چاہتا تو کوئی بھی اختلاف اور جھگڑا نہ کرسکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی کو مجبور نہیں کیا۔ بلکہ اس نے حق و باطل کے راستے بالکل واضح کردیئے ہیں اور ہر انسان کو اپنی مرضی کا راستہ منتخب کرنے کا اختیار دیدیا ہے۔ اب بعض تو اس اختیار کا صحیح استعمال کر کے مومن بن جاتے ہیں اور بعض اس کا غلط استعمال کر کے کافر بن جاتے ہیں۔

[۲۱۷] زندگی اور دولت دونوں آزمائش ہیں نہ زندگی ہمیشہ رہے گی اور نہ ہی دولت لہٰذا جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی دولت سے نوازا ہے۔ اسے چاہیے کہ مرنے سے پہلے پہلے اپنی دولت کا کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے نیکیاں خریدے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا قرب حاصل کرے کیونکہ اللہ والوں کی دوستی قیامت کے دن بھی قائم رہے گی (قرآن: ۴۳: ۶۷) اور اللہ کی اجازت سے وہ شفاعت بھی کریں گے۔ (قرآن: ۲: ۲۵۵)

لیکن جن لوگوں نے کفر کر کے ظلم کا راستہ اختیار کیا قیامت کے دن نہ تو کوئی دوستی ان کے کام آئی گی اور نہ ہی کوئی شفاعت انہیں فائدہ دے گی۔ (قرآن: ۷۴: ۴۸)

Marfat.com

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿٢٥٥﴾

۲۵۵۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں [۲۱۸] وہ زندہ ہے اور سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ میں شفاعت کر سکے۔ وہ جانتا ہے جو لوگوں کے سامنے (عیاں) ہے اور جو ان کے پیچھے (مخفی) ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی (حکومت) زمین اور آسمانوں کو محیط ہے اور ان کی حفاظت اللہ تعالیٰ کو تھکاتی نہیں ہے اور وہی سب سے بلند اور عظمت والا ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿٢٥٦﴾

۲۵۶۔ دین میں کوئی جبر نہیں [۲۱۹] بے شک ہدایت گمراہی سے خوب واضح ہو چکی ہے۔ اس لئے جو شخص شیطان کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تو اس نے ایسا مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

---

[۲۱۸] اس آیت کا نام آیت الکرسی ہے۔ یہ قرآن کریم کی تمام آیتوں سے افضل ہے (تفسیر ابن کثیر) کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا جامع بیان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ہمیشہ سے از خود زندہ اور قائم ہے۔ نیند اور اونگھ سے پاک ہے۔ اس کی کرسی (حکومت) زمین اور آسمانوں کو محیط ہے۔ نظام کائنات اس کی تدبیر سے رواں دواں ہے اور اس کی نگہبانی اس کے لئے دشوار نہیں ہے۔ اس کی بارگاہِ ذوالجلال میں صرف وہی شفاعت کر سکے گا جسے اجازت ہو گی۔ اس کائنات کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا علم کائنات کے ہر ذرہ کو محیط ہے اور مخلوق صرف اتنا ہی علم رکھتی ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا ہے۔

آیت الکرسی کی فضیلت میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھتا ہے۔ اس کی موت کے بعد جنت میں داخل ہونے سے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔'' (مجمع الزوائد)

[۲۱۹] دین میں جبر نہیں یعنی کسی کو زبردستی مسلمان نہ بنایا جائے کیونکہ قرآن کریم نے حق اور باطل کے راستے بالکل واضح کر دیئے ہیں اب جو اپنی مرضی سے شیطان کو ٹھکرا دے اور حق کو مان لے تو اللہ تعالیٰ اس کو نور کی ایسی شاہراہ پر گامزن کر دیتا ہے جو اسے بالآخر جنت میں لے جاتی ہے اور جو شیطان کی اتباع کرتا ہے وہ تاریکیوں میں سرگرداں ہو کر جہنم میں گر جاتا ہے۔

Marfat.com

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ ع

۲۵۷۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے دوست شیطان ہیں وہ انہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف نکال لے جاتے ہیں یہی لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾ ۚ

۲۵۸۔ (اے حبیب!) کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا[۲۲۰] اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سلطنت دی تھی۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اس نے کہا میں بھی زندہ کرسکتا ہوں اور مارسکتا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکال لا۔ یہ سن کر کافر کے ہوش اڑ گئے اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

---

[۲۲۰] عراق کے بادشاہ نمرود نے خدائی کا دعویٰ کردیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو خدا ماننے سے انکار کردیا اس پر نمرود نے کہا ''اگر میں رب نہیں ہوں تو پھر تیرا رب کون ہے؟'' آپ نے فرمایا ''میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے'' نمرود نے کہا یہ کام تو میں بھی کرسکتا ہوں چنانچہ اس نے ایک ایسے قیدی کو بلایا جس کو قتل کا حکم ہو چکا تھا اور اسے آزاد کردیا اور ایک بے گناہ آدمی کو پکڑ کر قتل کردیا۔ ظلم سے شرابور اور عقل سے بہت دور اس توجیہ کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے لاتا ہے تو اسے مغرب سے نکال کردکھا'' اس پر نمرود ششدر و حیران رہ گیا اور کسی قسم کا کوئی جواب نہ دے سکا۔

Marfat.com

اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٥٩﴾

٢٥٩۔ یا اسی طرح اس شخص کو (نہیں دیکھا) جو ایک بستی پر گزرا درآنحالیکہ وہ بستی اپنی چھتوں کے بل گری پڑی تھی وہ شخص کہنے لگا "اللہ تعالیٰ اس بستی (کے باشندوں) کو ہلاک ہونے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟" [٢٢١] تو اللہ تعالیٰ نے اسے سو سال کے لئے مار دیا پھر اس کو زندہ کر کے اٹھایا اور پوچھا۔ کتنی مدت تو یہاں ٹھہرا رہا؟ کہنے لگا "ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرا ہوں گا" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "بلکہ تو ایک سو سال تک ٹھہرا رہا ہے۔ اب ذرا اپنی کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھ جو ابھی تک باسی نہیں ہوئیں اور اپنے (مرے ہوئے) گدھے کو بھی دیکھ تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے نشانی بنائیں (مردہ گدھے کی) ہڈیوں کو دیکھ ہم انہیں کیسے جوڑتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں" پھر جب حقیقت اس کے سامنے بالکل واضح ہوگئی تو اس نے کہا مجھے علم ہوگیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

---

[٢٢١] ایک نبی (حضرت عزیر علیہ السلام) ایک ایسی آبادی کے پاس سے گزرے جو تباہ و برباد ہو چکی تھی۔ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان ہلاک شدہ لوگوں کو کیسے زندہ کرے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے تھے بلکہ اس حقیقت کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی پر موت طاری کردی اور سو سال کے بعد زندہ کر کے فرمایا۔ تم یہاں کتنا عرصہ ٹھیرے رہے؟ وہ کہنے لگا۔ ایک آدھ دن۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں بلکہ تمہیں اور تمہارے گدھے کو تو مرے ہوئے سو سال گزر چکے ہیں۔ گدھے کا گوشت ختم ہو چکا ہے۔ اس کی ہڈیاں آپ کے سامنے بکھری پڑی ہیں لیکن کھانے پینے کی چیزیں بالکل تازہ ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کے سامنے ان ہڈیوں سے گدھے کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ اس مشاہدہ کے بعد نہ صرف اس نبی کو اطمینان قلب حاصل ہوا بلکہ اس واقعہ نے دوسرے لوگوں کے لئے بھی یہ حقیقت مزید اجاگر کردی کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو سو سال کے بعد زندہ کر سکتا ہے وہ لاکھوں سال بعد قیامت کے دن بھی زندہ کر سکتا ہے۔

Marfat.com

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ؑ﴿۲۶۰﴾

۲۶۰۔ اور یادرکھو جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی۔ اے میرے پروردگار! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا؟ [۲۲۲] اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا تم اس پر یقین نہیں رکھتے؟ عرض کی کیوں نہیں۔لیکن (یہ سوال اس لئے ہے) تاکہ میرا دل مطمئن ہوجائے۔ فرمایا چار پرندے لیں پھر انہیں اپنے ساتھ مانوس کرلیں۔ پھر (ان کو ذبح کرکے) ان کے جسم کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دیں۔ پھر انہیں بلائیں۔ وہ آپ کے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور جان لیں بے شک اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور بڑا دانا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی سنت اور قدرت کی ایک مثال

اس سو سال میں کئی موسم بدلے ، سردیاں اور گرمیاں آئیں ، بارشیں اور آندھیاں آئیں ، جنگلی درندوں اور فضائی پرندوں کا وہاں سے گزر ہوا۔ ان احوال سے متاثر ہوکر گدھے کا جسم تو ختم ہوگیا مگر اسی جگہ کھانے پینے کی چیزیں کیسے تروتازہ رہیں؟ حالانکہ مردے کا جسم ختم ہونے میں کافی دیر لگتی ہے جبکہ کھانے پینے کی اشیاء چند گھنٹوں میں خراب ہوجاتی ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ کی سنت تو یہی ہے جو گدھے کے ساتھ ہوا لیکن اگر وہ چاہے تو اس کی قدرت یہ بھی ہے کہ حوادثِ زمانہ کے باوجود کھانا بالکل تروتازہ رہا۔ اسی طرح قبروں میں عام انسانوں کے اجسام تو ختم ہوجائیں گے مگر انبیائے کرام علیہم السلام کے مقدس جسموں کو مٹی نقصان نہیں پہنچا سکے گی وہ بالکل صحیح وسلامت رہیں گے۔ اس کا ثبوت حدیث کی کئی کتابوں میں موجود ہے۔جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے دنوں میں سب سے زیادہ فضیلت والا دن جمعہ ہے۔اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ہم نے عرض کیا۔یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہوچکا ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کے اجسام کو کھانے کے لئے زمین پر حرام کردیا ہے۔ (ابو داؤد : کتاب الصلاۃ : باب الجمعۃ)

[۲۲۲] حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گزر ایک ایسے مردے پر ہوا جس کا گوشت درندے اور پرندے کھاچکے تھے۔صرف ہڈیاں بکھری پڑی تھیں اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی ''یا اللہ! مجھے یہ دیکھنے کا شوق ہے

Marfat.com

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾

۲۶۱۔ جو لوگ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے جو سات خوشے اگائے اور ہر خوشے میں سو دانے ہوں [۲۲۳] اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے ان کو دگنا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وسعت والا اور علم والا ہے۔

کہ مُردوں کو کس طرح زندہ کیا جائے گا؟'' اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''کیا تم اس پر ایمان نہیں رکھتے؟'' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی ''میں اس پر پختہ یقین رکھتا ہوں لیکن صرف کیفیت کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں'' اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایمان کا علم تھا مگر اس کے باوجود اس لئے سوال کیا تا کہ دوسرے لوگوں کو بھی پتہ چل جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ زندگی پر ایمان رکھتے تھے صرف کیفیت کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا چار پرندے لو۔ ان کو اپنے ساتھ مانوس کرلو تا کہ زندہ ہونے کے بعد ان کو آسانی سے پہچان سکو کہ یہ وہی پرندے ہیں اور ان کو ذبح کر کے ان کے گوشت کے ٹکڑے آپس میں ملا دو۔ اس کے بعد ان ملے ہوئے ٹکڑوں کو پہاڑوں پر پھینک دو اور پھر انہیں اپنی طرف بلاؤ۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیلِ حکم کر کے ان کو بلایا تو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ گوشت کے ٹکڑے ، ہڈیاں اور پر اکٹھے ہوئے اور دوبارہ زندہ ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اسی طرح قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ندا بلند ہو گی تو زمین کے ہر گوشے سے انسان زندہ ہو کر اکٹھے ہو جائیں گے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کا ایمان امتی کی نسبت بہت بلند ہوتا ہے۔ کیونکہ امتی صرف اپنے نبی سے سن کر ایمان لاتا ہے لیکن نبی صرف سن کر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اسے مشاہدہ بھی کراتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ :

''خبر اور مشاہدہ برابر نہیں ہو سکتے'' (مسند احمد: جلد اول: ص ۲۷۱)

[۲۲۳] اس آیت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ جو انسان ایک پونڈ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو اس کا اجر و ثواب سات سو گنا سے شروع ہوتا ہے حالانکہ دیگر عام نیکیوں کا اجر و ثواب دس گنا سے شروع ہوتا ہے۔ (قرآن: ۶: ۱۶۰) اس سے آپ راہِ خدا میں خرچ کرنے کی فضیلت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

محنت و مشقت سے کمائی ہوئی دولت کا خرچ کرنا مشکل تو ہے لیکن اس مال سے پورے معاشرے کی دینی اور دنیاوی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔ یعنی ایک طرف فقیر، مسکین، محتاج اور مجبور لوگوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں تو دوسری طرف جہاد، رفاہِ عامہ، تعلیم دین، اشاعتِ اسلام، مساجد اور مدارس کے اخراجات پورے ہو جاتے ہیں۔ بہر حال یہ تو راہِ خدا میں خرچ کرنے کا ابتدائی ثواب ہے۔ پھر جس قدر کسی کا خلوص بڑھتا جائے گا اسی حساب سے اس کا اجر بھی بڑھتا جائے گا حتیٰ کہ جس کا اخلاص بے حساب ہو گا اس کا اجر بھی بے حساب ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ واسع ہے اس کے خزانے اور دستِ عطا میں بڑی وسعت ہے اور وہ علیم ہے۔ ہر ایک کے اخلاص اور ارادے کو بخوبی جانتا ہے اور اسی اعتبار سے اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔

Marfat.com

اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتۡبِعُوۡنَ مَآ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۲۶۲﴾

۲۶۲۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ دکھ دیتے ہیں [۲۲۴] ان کا اجران کے رب کے پاس ہے۔ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ وَّمَغۡفِرَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ صَدَقَةٍ يَّتۡبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيۡمٌ ﴿۲۶۳﴾

۲۶۳۔ اچھی بات کرنا اور درگزر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچائی جائے۔ [۲۲۵] اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور بہت بردبار ہے۔

---

[۲۲۴] جو لوگ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اس لئے کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ اور خرچ کرنے کے بعد نہ تو کسی پر احسان جتاتے ہیں اور نہ ہی ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں جس سے غریب کی دلآزاری ہو تو ایسے خوش نصیب لوگ اپنے رب تعالیٰ سے اجر عظیم پائیں گے اور ہر قسم کے خوف و غم سے محفوظ رہیں گے۔ اس مفہوم سے ملتی جلتی ایک حدیث پاک ملاحظہ کریں۔

جنگ تبوک کے موقعہ پر حضرت عثمانؓ ایک ہزار دینار لے کر حاضر ہوئے اور حضور اکرم ﷺ کی جھولی میں ڈال دیئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان دیناروں کو حرکت دے کر فرمایا ''آج کے بعد عثمان جو کچھ کرتا رہے اس کو نقصان نہیں دے گا'' (ترمذی : کتاب المناقب) نیز حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی ''اے میرے رب! میں عثمان سے راضی ہو گیا ہوں تو بھی عثمان سے راضی ہو جا'' (تفسیر کبیر)

[۲۲۵] کسی سائل کے ساتھ خندہ پیشانی سے گفتگو کرنا اور اگر سائل کے منہ سے کوئی نازیبا بات نکل جائے تو اس سے درگزر کرنا اس صدقہ وخیرات سے بہتر ہے جس کے بعد احسان جتایا جائے یا کسی سائل کی دلآزاری کی جائے لہٰذا بہتر تو یہ ہے کہ سائل کا خوشی سے استقبال کیا جائے اپنی گنجائش کے مطابق اس کی ضرورت پوری کی جائے اور پھر اس پر احسان نہ جتایا جائے۔ اور اگر مالی مدد کرنے کی گنجائش نہیں ہے تو سائل کے ساتھ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا جائے یہ بھی نیکی ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''پاکیزہ اور اچھی بات کرنا بھی صدقہ ہے نیز اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا بھی نیکی ہے۔''

(صحیح مسلم: کتاب الزکوٰۃ: حدیث نمبر ۵۶ اور کتاب البر: حدیث نمبر ۱۴۴)

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۖ لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٢٦٤﴾

۲۶۴۔ اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح ضائع نہ کرو جو لوگوں کو دکھانے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کی مثال اس چکنی چٹان کی طرح ہے جس پر مٹی پڑی ہو پھر اس پر زور کی بارش ہوئی جس نے اس چٹان کو بالکل صاف کر دیا [۲۲۶] ایسے ریاکار اپنی کمائی (نیکی) سے کچھ بھی حاصل نہ کر سکیں گے اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِنْ لَمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٦٥﴾

۲۶۵۔ اور جو لوگ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اپنے دلوں کو ثابت قدم رکھنے کے لئے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اونچی زمین پر اس باغ کی طرح ہے جس پر زور کی بارش ہو تو وہ اپنا پھل دگنا دے [۲۲۷] اور اگر اس پر زور کی بارش نہ بھی ہو تو اسے شبنم ہی کافی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

---

[۲۲۶] ریاکار اور منافق کے صدقات کی مثال اس مٹی کی طرح ہے جو گرد و غبار کی صورت میں چٹان پر چھا گئی لیکن جونہی زور کی بارش ہوئی تو ساری مٹی زائل ہو گئی اور چٹان بالکل خالی رہ گئی۔ اسی طرح قیامت کے دن جب عدل و انصاف کی بارش برسے گی تو ریاکار کے صدقات زائل ہو جائیں گے اور اس کا نامہ اعمال بالکل خالی رہ جائے گا۔ ریاکار کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا '' اے بندے! تیری ریاکاری والی عبادت میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ میرے حضور قبولیت تک پہنچ سکے اور نہ ہی آج وہ تمہیں فائدہ دے گی .... لہٰذا ان کے پاس جاؤ جن کو دکھانے کے لئے تم یہ کام کرتے تھے اور آج ان سے جا کر ان اعمال کا اجر طلب کرو (نہ میرے لئے تم نے یہ اعمال کئے اور نہ ہی میرے پاس ان کا اجر ہے) '' (بیہقی : شعب الایمان : باب فی اخلاص العمل)

[۲۲۷] مخلص مؤمن کے صدقات کی مثال اس باغ کی طرح ہے جو بلند جگہ پر زرخیز زمین میں واقع ہے۔ بارش زیادہ ہو یا کم وہ باغ ہر دو صورت میں پھل دیتا ہے۔ اسی طرح صاحبِ اخلاص مؤمن کا صدقہ زیادہ ہو یا کم، اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے اجر و ثواب کا جو باغ لگا ہوا ہے وہ سدا بہار اور ہمیشہ بار آور رہے گا۔

اس میں ان مخلص مسلمانوں کی دلجوئی کا سامان بھی ہے جو اپنی تنگدستی کی بناء پر زیادہ صدقہ نہیں دے سکتے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: '' جو انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے رزق حلال سے ایک کھجور کے دانے کے برابر یعنی صرف ایک دو پنس بھی خرچ کرے قیامت کے دن اس کا اجر و ثواب احد پہاڑ سے بھی زیادہ ہوگا۔ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ)

Marfat.com

أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّن
نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
لَهُ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ
وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ
فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ
لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٦٦﴾

۲۶۶۔ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں۔ اس کے لئے اس باغ میں ہر قسم کے پھل ہوں۔ پھر اس کو بڑھاپا آجائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہوں تو اچانک اس باغ میں ایک بگولا آئے جس میں آگ ہو اور وہ باغ جل جائے [۲۲۸] اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔

[۲۲۸] ریاکاری کے نقصانات کو مزید اُجاگر کرنے کے لئے ایک اور مثال دی جا رہی ہے جیسے ایک آدمی محنت اور دولت خرچ کر کے ایک حسین باغ لگاتا ہے اس میں میٹھے پانی کی نہریں اور ہر قسم کے پھلدار درختوں کا انتظام کرتا ہے۔ اتنے میں وہ انسان بوڑھا ہو جاتا ہے اس کے اعضاء مزید مزدوری کرنے کے قابل نہیں رہتے۔ اس کے بچے بھی ابھی چھوٹے ہیں جو بوڑھے باپ کی مدد کرنے کی بجائے خود پرورش کے محتاج ہیں۔ لیکن بوڑھے باپ کو اطمینان ہے کہ اب وہ اپنی زندگی بھر کی محنت کا ثمر کھائے گا۔ اس پھلدار باغ کی آمدنی سے اس کا بڑھاپا آرام سے گزرے گا اور بال بچوں کی پرورش کے لئے بھی کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی لیکن ان حالات میں اگر اچانک آگ بگولا آئے اور اس کی عمر بھر کی کمائی (باغ) کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دے۔ اب بوڑھے میں اتنی طاقت نہیں کہ دوبارہ باغ لگا سکے اور بچے بھی کمائی کرنے کے قابل نہیں تو ذرا اندازہ کرو اس بوڑھے پر کیا گزرے گی اور اس کی حسرت کا کیا حال ہوگا؟ یہی حال اس شخص کا ہوگا جو قیامت کے روز اپنے صدقات پر نجات کی امید لگائے بیٹھا ہو پھر اچانک اسے معلوم ہو کہ اس کے صدقات تو ریاکاری اور احسان جتانے کی وجہ سے ضائع ہو چکے ہیں اب دوبارہ دنیا میں آکر نیکی کرنے یا میدان حشر میں کسی سے نیکی ملنے کا بھی امکان نہیں ہے تو اندازہ کرو اس کی حسرت کا کیا حال ہوگا؟ روزِ قیامت کی اس محرومی سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ آج اپنے اعمال کو ریاکاری سے بچالیں تاکہ روزِ قیامت ان کے اجر وثواب سے فیض یاب ہوسکیں۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾

۲۶۷۔ اے ایمان والو! اپنی کمائی سے عمدہ چیزیں (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کیا کرو اور اس سے بھی خرچ کیا کرو جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے [۲۲۹] اور اپنی کمائی سے ایسی ردی چیز خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو جس کو تم خود بھی آنکھیں بند کئے بغیر لینے والے نہیں ہو اور خوب جان لو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور ہر تعریف کے لائق ہے۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾

۲۶۸۔ شیطان تمہیں تنگدستی سے ڈراتا ہے [۲۳۰]۔ اور تم کو بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

۲۶۹۔ وہ جسے چاہے دانائی عطا فرماتا ہے اور جسے دانائی عطا کی گئی تو بے شک اسے بہت بھلائی دیدی گئی۔ اور صرف عقل مند ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔

---

[۲۲۹] اہل ایمان کی تربیت کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہتر سے بہتر انعامات سے نوازا ہے لہٰذا جب اس کی راہ میں خرچ کرنے کی باری آئے تو عمدہ اور پاکیزہ چیزیں خرچ کر کے اس کی رضا حاصل کرو۔ ردی اور غلط طریقے سے کمائی ہوئی چیزیں خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو کیونکہ جو چیزیں تمہیں اپنے لئے پسند نہیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو کیسے پسند آئیں گی۔ ویسے بھی کسی کا عمدہ اور کارآمد عطیہ وصول کر کے اس کو ردی اور بے کار ہدیہ دینا کسی باشعور انسان کو زیب نہیں دیتا۔

[۲۳۰] اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا خیال آئے تو اکثر شیطان غربت کا خوف دلاتا ہے۔ کیوں خرچ کرتے ہو۔ سنبھال کر رکھو کل تمہارے ہی کام آئے گا اور دوسری طرف بُرے کاموں کو اس طرح بنا سنوار کر پیش کرتا ہے کہ انسان بے دریغ خرچ کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا شیطان کے وساوس سے بچو اور اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تلاش کرو تا کہ وہ تمہارے لئے حکمت وبصیرت کے دروازے کھول دے۔

Marfat.com

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٢٧٠﴾

٢٧٠۔ اور جو تم خرچ کرتے ہو یا نذر مانتے ہو [٢٣١] تو بے شک اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٧١﴾

٢٧١۔ اگر تم صدقات کو ظاہر کرو تو وہ بھی اچھا ہے لیکن اگر خفیہ طور پر حاجتمندوں کو دیدو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے [٢٣٢] اور (صدقہ کی برکت سے) اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ گناہ مٹا دے گا اور وہ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

---

[٢٣١] اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرا فلاں کام ہوگیا یا فلاں مشکل سے نجات مل گئی تو میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اتنا صدقہ دوں گا یا فلاں نیک کام کروں گا۔ اس کو نذر کہتے ہیں اور اس کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے لیکن اگر کسی معصیت یا ناجائز کام کی نذر مان بیٹھے تو اس سے توبہ کرے اور اسے پورا نہ کرے۔

[٢٣٢] مفسرین لکھتے ہیں کہ فرضی صدقات ظاہر کر کے دینے افضل ہیں اور نفلی صدقات چھپا کر دینے افضل ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

☆ خفیہ طور پر صدقہ دینے والا ریا کاری کے خطرہ سے محفوظ رہتا ہے اور لینے والے کی عزت نفس بھی مجروح نہیں ہوتی۔ نیز ''قیامت کے دن جن لوگوں کو عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا ان میں ایک وہ شخص بھی ہوگا جس نے اتنے خفیہ طریقے سے صدقہ دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔'' (صحیح بخاری)

☆ لیکن اگر کہیں ایسی صورت پیش آجائے جس کو چند حضرات پورا نہ کر سکیں تو پھر علانیہ صدقہ دینا اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا افضل ہے تاکہ دوسروں کو ترغیب ہو جیسے غزوات کے موقعہ پر حضور اکرم ﷺ نے اپیل فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے علانیہ طور پر ایک دوسرے سے زیادہ دینے کی کوشش کی (صحاح ستة) اسی طرح آج بھی جہاد ، مساجد، مدارس ، ہسپتال ، اشاعتِ دین ،اور خدمت خلق وغیرہ کے عظیم منصوبوں کے لئے علانیہ بڑھ چڑھ کر حصہ لینا افضل ہے بشرطیکہ نیت میں ریا کاری نہ ہو بلکہ دوسروں کو ترغیب دینا مقصود ہو۔

☆ فرضی صدقات مثلاً زکوٰۃ کو علانیہ دینے میں بڑی حکمتیں ہیں۔ سب سے پہلے تو دینے والے کا فرض ادا ہوا اور اس کا مال پاک ہوگیا۔ دیگر لوگوں کو بھی زکوٰۃ دینے کی ترغیب ہوئی اور اس کے اس علانیہ فعل کی ترغیب سے جو بھی زکوٰۃ ادا کرے گا اس کا ثواب اس کو بھی ملے گا۔ نیز لوگوں کا اعتماد بھی بحال رہے گا اور بدگمانی پیدا نہیں ہوگی یعنی لوگ آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دولت سے نوازا ہے تو یہ بھی بخل نہیں کرتا بلکہ زکوٰۃ ادا کر کے اپنے محسن حقیقی کا شکر ادا کرتا ہے۔

Marfat.com

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ
مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ
فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ
اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ
وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

۲۷۲۔ انہیں سیدھی راہ پر چلانا آپ کی ذمہ داری نہیں [۲۳۳] لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے سیدھی راہ پر چلا دیتا ہے اور تم جو عمدہ چیز خرچ کرتے ہو اس میں تمہارا اپنا فائدہ ہے اور تم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہی خرچ کرتے ہو۔ اور تم جو اچھی چیزیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے ان کا تم کو پورا اجر دیا جائے گا اور تمہاری حق تلفی نہیں ہوگی۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ؗ يَحْسَبُهُمُ
الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ
بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا
تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ ع

۲۷۳۔ ان صدقات کے مستحق وہ فقیر لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں روک دیئے گئے ہیں [۲۳۴] زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ناواقف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے انہیں مالدار سمجھتا ہے آپ ان کے چہروں سے ان کی اندرونی حالت پہچان لیں گے وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے اور جو مال تم خرچ کرتے ہو بے شک اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے۔

☆ زکوٰۃ کے علاوہ دیگر فرضی اعمال یعنی نماز، روزہ، حج وغیرہ کے علانیہ کرنے میں بھی یہی حکمتیں ہیں اور غالباً اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''فرض نماز کے علاوہ دیگر نمازیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے'' (صحیح مسلم) یعنی نماز پڑھنے کے لئے گھر سے نکلنا، مسجد میں جانا، وہاں لوگوں کے سامنے جماعت میں شریک ہونا وغیرہ یہ سب اگرچہ اظہارِ نماز تو ہے مگر یہی ضروری ہے۔ الغرض خفیہ اور علانیہ دونوں طرح نیک اعمال کرنا اچھا ہے اور ضرورت کے مطابق کبھی خفیہ افضل ہو جاتا ہے اور کبھی علانیہ کی فضیلت بڑھ جاتی ہے۔

[۲۳۳] مسلمانوں کے جو رشتہ دار تبلیغ کے باوجود ایمان نہ لائے مسلمان ان کو صدقہ دینا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم نے تبلیغ کر کے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اب ان کا ہدایت قبول کرنا یہ تمہاری ذمہ داری نہیں لہٰذا محض کفر کی وجہ سے کسی کو بھوکا مرتے دیکھنا اسلام کی شانِ رحمت کے خلاف ہے۔ تم ان کے کفر کو نہ دیکھو بلکہ انسانیت کے ناطے سے اپنے خالقِ حقیقی کو راضی کرنے کے لئے ان کی مدد کر دو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس انسانی ہمدردی کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔ لیکن یاد رہے یہ اجازت صرف نفلی صدقات کے لئے ہے تاہم فرضی صدقات صرف مسلمانوں کا حق ہیں کسی غیر مسلم کو نہ دیئے جائیں۔

[۲۳۴] حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں تین چار سو کے قریب ایسے مہاجر تھے جو تاریخ میں اصحابِ صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ خوش نصیب مسجد نبوی میں رہائش پذیر تھے اور دین کا ہر کام کرنے کے لئے ہمہ

Marfat.com

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٤﴾

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧٥﴾

وقف منزل

وقف لازم

۲۷۴۔ جو لوگ رات اور دن میں خفیہ اور علانیہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں تو ان کے رب کے ہاں ان کے لئے اجر ہے نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے۔

۲۷۵۔ جو لوگ سود [۲۳۵] کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو [۲۳۶] ان کی یہ حالت اس لئے ہوگی کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ تجارت سود کی مانند ہے [۲۳۷] حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کیا۔ سو جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی تو وہ (سود سے) باز آ گیا سو جو کچھ وہ پہلے لے چکا تھا وہ اس کا ہو گیا [۲۳۸] اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اور جو شخص دوبارہ سود کھانے لگے تو وہ لوگ دوزخی ہیں وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

وقت تیار رہتے۔ جنگ کا اعلان ہوتا تو یہ صف اول میں ہوتے۔ امن کا زمانہ ہوتا تو یہ علم دین حاصل کرتے اور دوسروں تک پہنچاتے۔ دینی خدمات میں اس قدر مصروف رہتے کہ انہیں اپنی معاش پیدا کرنے کی فرصت ہی نہ ملتی لیکن فقر و تنگدستی کے باوجود کسی کے سامنے دستِ سوال نہیں پھیلاتے جیسے گزرتی صبر و شکر سے گزار دیتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ عام مسلمانوں کی توجہ ان کی طرف مبذول کرائی کہ یہ مخلص حضرات خاص طور پر تمہارے صدقات کا بہترین مصرف ہیں لیکن یہ حکم اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اب بھی جو لوگ اپنی زندگیاں خدمت دین کے لئے وقف کر دیں اور کسب معاش کے لئے وقت نہ نکال سکیں تو ان کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔ دینی علوم پڑھنے اور پڑھانے میں ہمہ وقت مصروف رہنے والے حضرات بھی اس آیت کے ضمن میں آ سکتے ہیں۔

[۲۳۵] کسی ضرورتمند کو اس شرط پر رقم قرض دی جائے کہ وہ مدتِ معینہ کے بعد اصل زر کے ساتھ معین زیادتی بھی واپس کرے گا۔ مثال کے طور پر ۱۰۰ پونڈ اس شرط پر قرض دیئے جائیں کہ ایک سال کے بعد ۱۲۰ پونڈ واپس کرے گا تو اس بیس پونڈ کی زیادتی کو سود کہا جاتا ہے۔

[۲۳۶] سود خور کو بغیر مشقت کے گھر بیٹھے ہوئے جب وافر مقدار میں دولت میسر آ جاتی ہے تو شیطان اسے معصیت کے سبز باغ دکھاتا ہے اور وہ شیطانی کاموں (شراب، معصیت، بے حیائی وغیرہ) میں سرگرم ہو جاتا ہے اور دیکھنے والوں کو اس کے احوال سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس پر شیطان کا غلبہ ہو چکا ہے۔ اور میدانِ حشر میں بھی اس کی پاگلانہ کیفیت اور ناشائستہ حرکات کو دیکھ کر سارے لوگ دور سے پہچان لیں گے کہ یہ وہ بدنصیب ہے جو دنیا میں احکام خداوندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سود کھایا کرتا تھا۔

Marfat.com

[۲۳۷] اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا مگر سود خور اس حکم الٰہی کے برعکس تجارت اور سود کو برابر سمجھتا ہے۔ اس فرق کو واضح کرنے کے لئے میں اپنے شیخ طریقت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں۔

"تجارت میں انسان روپیہ لگاتا ہے، پھر محنت کرتا ہے، اپنی ساری ذہنی صلاحیتیں صرف کرتا ہے اور وقت خرچ کرتا ہے۔ اس کے باوجود نفع یقینی نہیں۔ اسے نفع بھی ہو سکتا ہے اور نقصان بھی۔ لیکن سود خور جو صرف اپنا فالتو روپیہ دیتا ہے۔ نہ وقت، نہ محنت، نہ کاوش۔ وہ یقینی نفع کا خواستگار کیوں ہو۔ اسلام نے سرمایہ دار کے لئے دو ہی راستے تجویز کئے ہیں یا تو اپنے بھائی کو اپنا زائد از ضرورت روپیہ بطور قرض حسن دے ورنہ کاروبار میں شریک ہو جائے اور نفع ونقصان میں حصہ دار بنے۔ اس کے لئے تیسرا کوئی راستہ نہیں۔" (تفسیر ضیاء القرآن : سورہ بقرہ : آیت نمبر ۲۷۵)

مسلم ممالک میں بینک کا سود

سود کے حق میں جدید مفکرین کی رائے یہ ہے کہ :

۱۔ نجی ضروریات کے لئے سود کے بغیر قرض دیا جائے۔

۲۔ کاروباری لوگوں سے سود لیا جائے کیونکہ وہ بہت منافع کماتے ہیں۔

۳۔ جو آدمی لمبی مدت کے لئے بینک میں رقم رکھے اسے سود ملنا چاہیے کیونکہ افراطِ زر کی وجہ سے کرنسی کی قیمت گر جاتی ہے اور دس سال بعد اس کی قدر آدھی سے بھی کم رہ جاتی ہے۔

سود کے خلاف اس فقیر کی رائے یہ ہے کہ :

۱۔ نجی ضروریات (کھیتی باڑی کے لئے ٹریکٹر وغیرہ کی خریداری یا ذاتی مکان کی توسیع ومرمت وغیرہ) کے لئے قرض حسن دیا جائے۔ اور جو لوگ اتنے غریب ہوں کہ اپنی اولاد کی تعلیم اور اپنے بال بچوں کے علاج کے لئے بھی پریشان ہوں تو ان کے لئے بینک اپنے منافع سے ایک خصوصی فنڈ قائم کرے جس سے صدقات وعطیات کے طور پر ایسے مجبور لوگوں کی مدد کی جائے۔

۲۔ کاروباری لوگوں کو اسلامی تجارت (مضاربت) کے لئے رقم دی جائے جس میں بینک باقاعدہ حصہ دار ہو۔ اس طرح بینک اس کاروبار کے منافع سے اپنے اخراجات بھی نکالے اور رقم کے اصل مالک کو بھی منافع سے طے شدہ حصہ دے۔

۳۔ اسلام میں اصل قوتِ خرید کاغذ کی کرنسی نہیں بلکہ سونا اور چاندی ہیں۔ لہٰذا جن ممالک کی کرنسی مستحکم نہیں ہے ان کے سود سے بچنے کی ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ دس سال قبل جس نے ایک ہزار پونڈ جمع کرائے اس وقت اگر ایک پونڈ کی قدر نوے پنس تھی اور آج چالیس پنس رہ گئی ہے تو اسے نوے پنس کے اعتبار سے پچاس فی صد زیادہ دیا جائے۔

یا دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ دس سال قبل جس نے ایک ہزار پونڈ جمع کرائے اس وقت ایک ہزار پونڈ کا جتنا سونا بازار میں دستیاب تھا سونے کی وہ مقدار اس کے کھاتہ میں لکھ دی جائے اور دس سال بعد سونے کی اسی مقدار کی جو قیمت بازار میں ہے اسے واپس کر دی جائے مثلاً دس سال پہلے اگر ایک ہزار پونڈ کا بیس گرام سونا ملتا تھا اور آج تین ہزار پونڈ کا بیس گرام سونا ملتا

Marfat.com

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾

۲۷۶۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے۔[۲۳۹] اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گناہگار کو پسند نہیں کرتا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾

۲۷۷۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اور نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دیتے رہے۔ ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔ نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ لوگ غمگین ہوں گے۔

ہے تو اسے ایک ہزار کی بجائے تین ہزار پونڈ واپس کئے جائیں۔ اس طرح انسان سود اور افراطِ زر دونوں کے اثرات سے بچ سکتا ہے۔ (حقیقت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے)

غیر مسلم ممالک میں بینک کا سود

غیر مسلم ممالک میں چاہے مسلمان امن میں ہوں یا حالتِ جنگ میں وہاں امیر مسلمان کاروبار کے لئے اور غریب مسلمان اپنی رہائش کا مکان خریدنے کے لئے سود دینے پر مجبور ہیں غیر مسلم انہیں سود کا ایک پنس بھی معاف نہیں کرتے۔ اس کے برعکس اگر مسلمان سود نہ لیں تو بینک والے سود کی یہ رقم کسی غیر مسلم چیرٹی کو دیدیتے ہیں جو اسلام کے خلاف بھی استعمال ہوسکتی ہے۔ یورپ اور امریکہ کے بینکوں میں عرب مسلمانوں کے سرمایہ پر لاکھوں ڈالرز سود بنتا ہے جو غیر مسلم چیریٹیز لے جاتی ہیں حالانکہ یہ سود اگر کسی غریب مسلم ملک کو دیا جائے تو اس کے بہت سے قرضوں کا مداوا ہوسکتا ہے۔ لہٰذا غیر مسلم ممالک میں بینکوں سے سود لے کر کسی غریب اسلامی ملک یا مسلم چیرٹی کو دینے کے حق میں اگر علمائے اسلام کوئی راہ نکال سکیں تو اس سے کئی غریب مسلمانوں کا فائدہ ہوسکتا ہے۔ (حقیقت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے)

[۲۳۸] حرمت سود کا حکم ملتے ہی جس نے توبہ کر لی تو اس سے پہلے جو سود وہ لے چکا تھا وہ اس کے لئے جائز ہوگیا اور اس کا واپس کرنا ضروری نہیں ہاں اگر گنجائش ہو اور تقویٰ اختیار کرتے ہوئے واپس کردے تو یہ بڑی عزیمت کی بات ہے تاہم اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اب اگر حلال سمجھتے ہوئے دوبارہ سود کھانے لگے تو کفر کی وجہ سے ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور اگر حرام سمجھتے ہوئے سود کھانے لگے تو جرم کے مطابق سزا کا مستحق ہوگا۔

[۲۳۹] سود خور خود غرض ہوتا ہے اس لئے اس کی معاشرہ میں عزت نہیں ہوتی اور اس کی موت کے ساتھ ہی اس کا نام بھی مٹ جاتا ہے۔ سود خور اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے اس لئے دنیا میں وہ سکونِ قلب سے محروم رہتا ہے اور آخرت میں رضائے خداوندی سے محروم ہوگا۔ اس کے برعکس صدقہ وخیرات کرنے والا دنیا میں غریبوں کی دعائیں لیتا ہے، باعزت زندگی گزارتا ہے، مرنے کے بعد لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتا ہے اور آخرت میں اجرِ عظیم کا مستحق ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا : ''قیامت والے دن جس انسان کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ملے گا وہ وہ خوش نصیب ہوگا جس نے صدقہ کر کے کسی مجبور انسان کی ضرورت پوری کی ہوگی۔'' (الترغیب والترہیب : جلد دوم: ص ۴۶)

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾

۲۷۸۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو اگر تم مؤمن ہو۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾

۲۷۹۔ پس اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو [۲۴۰] اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے اصل مال تم کو مل جائیں گے۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۚ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾

۲۸۰۔ اور اگر مقروض تنگدست ہو تو اسے خوشحال ہونے تک مہلت دو اور اسے معاف کر دینا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ؏ ﴿۲۸۱﴾

۲۸۱۔ اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر زیادتی نہ کی جائے گی۔

---

[۲۴۰] ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مقروضوں پر جو سود باقی رہ گیا ہے۔ حرمت کے بعد اب اسے معاف کر دو ورنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی طرف سے تمہیں اعلانِ جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سود خور کے علاوہ کسی مجرم کو اعلانِ جنگ نہیں دیا لہٰذا یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اس سے فوراً توبہ کر لو اور تمہیں اصل مال مقروضوں سے واپس مل جائیں گے۔ اس حکم کے بعد نہ تم مقروضوں سے سود لے کر ظلم کرو اور نہ ہی مقروض تمہارے مال میں کمی کر کے تم پر ظلم کریں بلکہ مقروضوں کا فرض ہے کہ وقت پر پورا قرض واپس کر دیں۔ اگر مقروض تنگدست ہو اور وقت پر قرض واپس نہ کر سکے تو اسے مزید مہلت دیدو اور اگر ایسے مسکین کو بالکل معاف کر دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ آج تم تنگدست کو معاف کر دو کل روزِ قیامت اگر تمہارے نامہ اعمال میں نیکیوں کی تنگدستی ہوئی تو اللہ تعالیٰ اس صدقہ کی برکت سے تمہیں معاف کر دے گا۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی تنگدست مقروض کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا'' (ترمذی : کتاب البیوع)

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ
اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ
بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ
يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ
الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا
يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ
عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا
يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ
بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ
رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ
فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ
الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ
اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ
اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ
صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ
اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى
اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً
حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا
اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا
شَهِيْدٌ ؕ۬ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

۲۸۲۔ اے ایمان والو ! جب تم کسی مقرر مدت کے لئے آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ [۲۴۱] اور تمہارے درمیان کسی کاتب کو عدل کے ساتھ دستاویز لکھنی چاہیے۔ اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے لکھنا سکھایا ہے اس کو لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے لہٰذا اسے لکھنا چاہیے۔ اور جس شخص پر قرض ہے لکھوانا اس کی ذمہ داری ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے جو اس کا رب ہے اور قرض سے کچھ بھی کمی نہ کرے۔ پھر اگر مقروض نادان ہو یا کمزور ہو یا وہ خود لکھوانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی (سرپرست) عدل سے لکھوا دے۔ اور تم اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنا لیا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔ ان لوگوں میں سے جن کو تم گواہ پسند کرتے ہو تا کہ ایک عورت اگر بھول جائے تو دوسری اسے یاد کرا دے۔ اور گواہ جب بلائے جائیں تو وہ انکار نہ کریں۔ قرض تھوڑا ہو یا زیادہ اس کی میعاد تک اسے لکھنے سے اکتایا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کاروائی بڑی انصاف والی ہے، گواہی کو بہت درست رکھنے والی اور شک و شبہ سے زیادہ بچانے والی ہے۔ ہاں اگر آپس میں تمہارا لین دین نقد تجارت کی شکل میں ہو تو اس کے نہ لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو اور (یاد رکھو کہ) کسی کاتب اور گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہارا گناہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تعلیم دے رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

[۲۴۱] دنیاوی زندگی میں قرض کا لین دین انسان کی ضرورت ہے لیکن اس کے طریق کار میں بے احتیاطی سے غلط فہمیاں جنم لیتی

Marfat.com

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٢٨٣﴾ ع ٣٩

۲۸۳۔ اور اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں کوئی کاتب نہ ملے تو کوئی چیز گروی رکھ لیا کرو پھر اگر تم کو ایک دوسرے پر اعتبار ہو تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کی امانت ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو شخص گواہی چھپاتا ہے اس کا دل گناہگار ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے۔

ہیں جو بالآخر لڑائی جھگڑے کا سبب بنتی ہیں۔ اس لئے قرآن کریم نے اس آیت میں (جو کہ قرآن کریم کی سب سے لمبی آیت ہے) قرض کے بارے میں ضروری ہدایات کو تفصیل سے بیان فرمادیا ہے جن کا خلاصہ درج ذیل ہے :

۱۔ قرض کے معاملہ میں مدت کا تعین کیا جائے تا کہ فریقین کو علم ہو کہ یہ قرض کب واپس ہوگا۔

۲۔ قرض تھوڑا ہو یا زیادہ بہر صورت اس کی ساری تفصیلات ایک دستاویز کی شکل میں لکھ دی جائیں اور اس تحریر کی کاپی ہر فریق کو دے دی جائے تا کہ گواہ کے فوت ہونے یا کسی شبہ پڑنے کی صورت میں یہ تحریر کام آسکے۔ اس تحریر کا مضمون قرض لینے والے کی ذمہ داری ہے کیونکہ یہ اس کی طرف سے ایک قسم کا اقرار نامہ ہے جس کی اسے پابندی کرنا ہوگی۔ لیکن اگر مقروض کسی وجہ سے خود لکھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کا وارث اس تحریر کا انتظام کرے۔
نیز کاتب کے لئے ضروری ہے کہ وہ انصاف کے ساتھ ہر چیز واضح الفاظ میں لکھے جس میں کسی ابہام کی گنجائش نہ ہو اور فریقین میں سے کوئی بھی کاتب کو غلط لکھنے پر مجبور نہ کرے۔

۳۔ اس دستاویز پر دو مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بھی بنالیا جائے۔ تا کہ دستاویز ضائع ہونے کی صورت میں یہ گواہ کام آسکیں۔ اور دو عورتیں اس لئے کہ عدالت میں اگر ایک عورت گھبرا جائے یا کوئی بات بھول جائے تو دوسری عورت اس کو تسلی دے اور اسے یاد دلا دے۔ گواہ بناتے وقت یہ احتیاط ضروری ہے کہ وہ قابل اعتماد ہوں جو سچی گواہی دیں کیونکہ جھوٹی گواہی دینا گناہ کبیرہ ہے۔ نیز گواہوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ بلا وجہ گواہی دینے سے انکار نہ کریں کیونکہ فیصلے کا دارومدار ان کی گواہی پر ہے۔ اور فریقین میں سے کوئی بھی انہیں جھوٹی گواہی دینے پر مجبور نہ کرے۔

۴۔ اگر سفر میں لین دین کا معاملہ ہو جائے اور کاتب یا گواہ میسر نہ ہوں تو ایسی صورت میں خریدنے والا قیمت کی جگہ اپنی کوئی چیز بیچنے والے کے پاس گروی رکھ دے جب وہ قیمت ادا کرے تو اپنی گروی شدہ چیز واپس لے لے۔ یہاں حالتِ سفر میں گروی رکھنے کا ذکر ہے لیکن اگر حضر میں بھی ایسی صورت پیش آجائے تو بھی گروی رکھ کر کوئی چیز خریدنا درست ہے۔

Marfat.com

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۲۸۴

۲۸۴۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے اور تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا [۲۴۲] پھر جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ڭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۲۸۵

۲۸۵۔ رسول (اکرم ﷺ) اس (کتاب) پر ایمان لائے [۲۴۳] جو ان کی طرف ان کے رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی اور مؤمن (بھی ایمان لائے)۔ یہ سب اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ (نیز کہتے ہیں) ہم اس کے رسولوں سے کسی میں فرق نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طالب ہیں اور تیری طرف ہی ہمیں لوٹنا ہے۔

---

[۲۴۲] اگر کوئی انسان اپنے دل میں برائی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل کرنے کا عزم بھی کر لے لیکن آخر کار اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اس کو عملی جامہ نہ پہنا سکے تو اس ارادے پر اس سے مؤاخذہ ہوگا۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے اپنے مخالف کو قتل کرنے کا ارادہ کیا پھر پستول لے کر اس کے گھر چلا گیا اور وہاں جا کر اسے معلوم ہوا کہ اس کا مخالف تو ایک دن پہلے ہی فوت ہو چکا ہے یا اس کے اردگرد پہرہ اتنا مضبوط ہے کہ وہ اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکا تو اس صورت میں اگرچہ اس پر قتل کی سزا تو واجب نہیں ہوگی لیکن اس ارادہ قتل پر محاسبہ ضرور ہوگا۔ اس کے برعکس اگر کسی انسان کے دل میں غیر ارادی طور پر وسوسہ پیدا ہو لیکن وہ اسے پسند نہیں کرتا یا اس کے دل میں بُرائی کا خیال آئے لیکن خوفِ خدا اسے عمل کرنے سے روک دے تو ایسے خیالات پر گرفت نہیں ہوگی بلکہ ثواب کی اُمید ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جو انسان نیکی کا ارادہ کرے اور اس نے ابھی وہ نیکی نہ کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مکمل نیکی کا ثواب لکھ لیتا ہے۔ اور اگر وہ اس نیکی کو کر لے تو اس کے لئے دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ لیتا ہے۔ اور اگر وہ گناہ کا ارادہ کرے پھر اس گناہ کا ارادہ ترک کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مکمل نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر وہ گناہ کا ارادہ کرے اور اس گناہ کو عملاً کر گزرے تو اللہ تعالیٰ اس کا صرف ایک گناہ لکھتا ہے۔“ (صحیح مسلم : کتاب الایمان)

[۲۴۳] اللہ تعالیٰ نے جو قرآن کریم نازل فرمایا اس پر رسول اکرم ﷺ خود اور دیگر مؤمن ایمان لائے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والا سچا کلام ہے۔ سارے اہل ایمان اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں

Marfat.com

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ؁٢٨٦ ع ٨

۲۸۶۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا۔ جو نیک کام اس نے کیا اس کا اسے فائدہ ملے گا اور جو بُرا کام اس نے کیا اس کا اسے نقصان پہنچے گا۔ اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں تو ہماری گرفت نہ فرما۔ [۲۴۴] اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بھاری بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا۔ اے ہمارے پروردگار! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ ہم سے درگزر فرما، ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہی ہمارا مالک ہے۔ کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما۔

پر یقین رکھتے ہیں اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔ ایسا نہیں کہ بعض کو مانیں اور بعض کا انکار کر دیں بلکہ سب کو مانتے ہیں۔

نیز سارے مؤمن اللہ تعالیٰ کا کلام عقیدت سے سنتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی بخشش کے طلبگار رہتے ہیں۔ سارے اہل ایمان اس بات پر بھی کامل یقین رکھتے ہیں کہ سب کو ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ جس دن ہر شخص کو اس کی نیکیوں کا اجر ملے گا اور برائیوں کی سزا ملے گی۔

[۲۴۴] اللہ تعالیٰ بہت ہی مہربان ہے اور اپنی رحمت کو تقسیم کرنے کے لئے کہیں دعا مانگنے کی ترغیب دیتا ہے، کہیں دعا قبول کرنے کی امید دلاتا ہے اور اس آیت میں دعا مانگنے کا سلیقہ بتا رہا ہے کہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں کیسے سوال کیا جائے اور کیا مانگا جائے۔ اس دعا میں دنیا و آخرت کی بھلائی موجود ہے اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

☆ ''سورہ بقرہ کی آخری دو آیات مجھے عرش کے نیچے جو (خصوصی رحمتوں کا) خزانہ ہے اس سے عطا فرمائی گئی ہیں اور یہ وہ انعام عظیم ہے جو اور کسی نبی کو نہیں دیا گیا'' (احمد : جلد ۵ : ص ۱۵۱)

☆ ''جب بھی جبریل امین یہ دعائیہ کلمات تلاوت کرتے تو حضور اکرم ﷺ آمین رب العالمین فرماتے یعنی اے سارے جہانوں کے رب! اس دعا کو قبول فرما'' (تفسیر الدر المنثور)

اے ہمارے پروردگار! اس وقت بارہ ربیع الاول اور سوموار کی صبح صادق طلوع ہو رہی ہے۔ آج سے ۱۴۷۵ برس پہلے یہی وہ مبارک ساعت تھی جس میں تو نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو اس روئے زمین پر جلوہ گر فرمایا اور اس کے ذریعہ کفر کی تاریکیوں میں اسلام کا سورج طلوع فرمایا۔ تیرے فضل و کرم سے اس گناہگار فقیر کو بھی یہ شرف حاصل ہوا کہ سورہ بقرہ کی

Marfat.com

تفسیر اسی مبارک ساعت میں مکمل کر رہا ہے اور اس سورہ کی آخری دعا پر آمین کہتے ہوئے آخری جملہ کی دوبارہ بھیک مانگ رہا ہے۔ اے ہمارے رب ! اس بابرکت گھڑی میں آنے والی بابرکت ہستی ﷺ کے صدقے امت مسلمہ کی حالت زار پر رحم فرما ، ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما، مظلوم مسلمانوں کو آزادی عطا فرما، تمام مسلم ممالک کو آپس میں اتفاق اور اتحاد نصیب فرما تاکہ مسلمان عزت سے زندگی گزار سکیں اور اکیسویں صدی میں اسلام کی بہتر نمائندگی کر سکیں۔

انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبک الکریم علیہ التحیۃ و التسلیم۔

☆☆☆

سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھنے کی ابتدا ۳۰ ستمبر ۲۰۰۰ء (یکم رجب ۱۴۲۱ھ) بروز ہفتہ بعد از نماز مغرب جامعہ الکرم (انگلستان) میں ہوئی۔

اور سورہ بقرہ کی تفسیر کی تکمیل آج ۴ جون ۲۰۰۱ء (۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ) بروز سوموار صبح صادق کے وقت قبل از نماز فجر جامعہ الکرم (انگلستان) میں ہو رہی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ سید المرسلین و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

☆☆☆

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورہ آلِ عمران

یہ سورت مدنی ہے کیونکہ یہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی اور ہجرت کے بعد نازل ہونے والی تمام سورتوں کو مدنی کہا جاتا ہے۔اس سورت کا نام آلِ عمران ہے کیونکہ اس میں حضرت عمران کی بیوی (حُنَّہ)،ان کی بیٹی حضرت مریم اوران کے نواسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات کا بیان ہے۔

مضامین کی ایک جھلک :

اس سورت میں بڑے واضح انداز میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ انسان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو ضابطہ حیات عطا فرمایا ہے وہ صرف ایک ہے،اس کا نام دین اسلام ہے۔گزشتہ انبیائے کرام بھی اسی دین کے علمبردار تھے۔

اس سورت میں یہودی اعمال اور عیسائی عقائد کی اصلاح کی طرف خاص توجہ دی گئی ہے۔عیسائی علماء کے ساتھ مناظرہ بھی ہوا جس سے عاجز آ کر وہ مباہلہ پر آمادہ ہوئے اور بالآخر مباہلہ سے بھی دستبردار ہو گئے کیونکہ انہیں علم ہو گیا تھا کہ حضورِ اکرم ﷺ سچے نبی ہیں۔

اس میں توحید، حضورِ اکرم ﷺ کی نبوت اور قرآن مجید کی صداقت کو بیان کیا گیا ہے اور حج کی فرضیت کا اعلان بھی کیا گیا ہے۔امت مسلمہ کو بہترین امت فرمایا گیا اور اس کو عظیم ذمہ داریوں کا احساس دلایا گیا کہ وہ آپس میں اتحاد سے رہیں۔لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔

اس سورت میں جنگِ بدر کا مختصر اور جنگِ اُحد کا مفصل ذکر ہے۔جنگِ اُحد میں سات سو صحابہ کرام میں سے صرف چالیس نے حضورِ اکرم ﷺ کے صرف ایک حکم کی خلاف ورزی کی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ سزا دی کہ جیتی ہوئی جنگ کو ہار میں بدل دیا اور کافر غالب آ گئے۔آج ہم دن رات سینکڑوں احکام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ بھی ظاہر ہے کہ کفر غالب ہے اور مسلمان ہر جگہ ذلت و رسوائی کا شکار ہیں۔اس تکلیف دہ صورتِ حال سے نجات کے لئے ضروری ہے کہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں انقلاب پیدا کریں۔ احکام اسلام پر عمل کریں اور ایمان کے تقاضے پورے کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو تم ہی غالب رہو گے اگر تم کامل مؤمن ہو۔(سورۃ آلِ عمران: آیت نمبر ۱۳۹)

Marfat.com

اس سورت کی فضیلت کے بارے میں حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا :

''قرآن پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔ سورہ بقرہ اور سورہ آلِ عمران (روشن اور اجر والی سورتیں) پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے روز بادلوں کی طرح (سایہ فراہم کرتی ہوئی میدانِ حشر میں) آئیں گی یا پرندوں کی جماعتوں کی طرح آئیں گی اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے حجت کریں گی (یعنی ان کی شفاعت کے لئے جھگڑا کریں گی اور دوزخ کے فرشتوں کو قریب نہیں آنے دیں گی)''

(صحیح مسلم : حدیث نمبر ۲۵۲ : مسافرین)

Marfat.com

(اٰیاتہا ۲۰۰) (۳ سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِیَّۃٌ ۸۹) (رکوعاتہا ۲۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾

۱۔ الف لام میم [۱]

اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۭ ﴿۲﴾

۲۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے۔ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ زندہ ہے اور سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ [۲]

نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۙ ﴿۳﴾

۳۔ اس نے آپ ﷺ پر یہ کتاب حق کے ساتھ نازل فرمائی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اور اسی نے تورات اور انجیل کو نازل فرمایا۔

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾

۴۔ اس (قرآن) سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے۔ اور اسی نے قرآن نازل فرمایا۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے بدلہ لینے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ؕ ﴿۵﴾

۵۔ بے شک زمین و آسماں کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۶﴾

۶۔ وہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جس طرح چاہتا ہے بناتا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

---

[۱] الف لام میم : یہ حروف مقطعات ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کے درمیان محبت کے ایسے راز ہیں جن کو جبریل امین بھی نہیں جانتے۔ مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ ہو۔

[۲] اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ تک زندہ رہے گا۔ ساری کائنات اپنی زندگی اور نشو ونما میں اس کی محتاج ہے لیکن وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے پہلی کتابیں بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں اور قرآن مجید بھی اسی نے نازل فرمایا۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا آخری کلام ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق بھی کرتا ہے اور حق و باطل کا فرق بھی واضح کرتا ہے۔

Marfat.com

هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ ۚ وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ یَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۝

۷۔ وہی ہے جس نے آپ ﷺ پر یہ کتاب نازل فرمائی۔ اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں جو اس کتاب کی اصل بنیاد ہیں۔ [۳] اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔ پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو قرآن کی متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں (ان کا مقصد) فتنہ انگیزی اور (غلط) معنیٰ کی تلاش ہے حالانکہ ان کا صحیح معنیٰ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا [۴] اور پختہ علم والے کہتے ہیں ''ہمارا تو ان پر ایمان ہے۔ یہ سب ہمارے رب تعالیٰ کی طرف سے ہیں'' اور صرف عقل مند ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔

وقف النبی ﷺ
وقف غفران
وقف لازم

[۳] **محکم آیات :** یہ وہ آیات ہیں جن کا مفہوم بالکل واضح ہو اور ان کے الفاظ یا معانی میں کسی اِشکال یا تاویل کی گنجائش نہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ ایک ہے، قرآن مجید سچی کتاب ہے، نماز فرض ہے، وغیرہا۔ محکم آیات ہی قرآن مجید کی اصل بنیاد اور اسلام کو سمجھنے کا سرچشمہ ہیں۔

متشابہ آیات : یہ وہ آیات ہیں جن کا مفہوم واضح نہ ہو اور ان کے الفاظ یا معانی میں اِشکال یا تاویل کی گنجائش ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ، چہرے، عرش اور کرسی کی کیفیت، قیامت اور دجال کے آنے کا وقت، وغیرہا۔ ایسی چیزیں ہمارے حواس کی دسترس سے بالاتر ہیں لہٰذا ان کی تفصیلات میں سرگرداں رہنا کوئی دانشمندی نہیں۔ اسی لئے اہل علم کہتے ہیں کہ '' متشابہ آیات کے معانی ہماری عقل میں آئیں یا نہ آئیں ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ آیات محکم ہوں یا متشابہ۔ یہ سب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں'' لیکن فتنہ پرور لوگ ان آیات کی ایسی تاویلیں کرتے ہیں جو محکم آیات کے منافی ہوتی ہیں اور اس طرح وہ سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے مکروہ دھندے میں مصروف رہتے ہیں۔

ایک مثال سے اس کو مزید آسان کرنا چاہتا ہوں : پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ایک چرواہا اہل دیہات کو پکارتا ہے کہ پہاڑ کی دوسری طرف سے شیر کی طرح کا کوئی درندہ آرہا ہے لہٰذا تم اپنی حفاظت کا بندوبست کرلو۔ اب جو لوگ چرواہے کی بات سنتے ہی اپنے تحفظ کی فکر کریں گے وہ محفوظ رہیں گے اور جو بے وقوف آپس میں یہ بحث شروع کردیں کہ وہ کونسا درندہ ہو سکتا ہے، وہ کس رفتار سے آرہا ہے، اس کا رنگ کیسا ہے، وہ جنگلی گدھا تو نہیں، وغیرہا۔ ظاہر ہے یہ لوگ اصل مقصد یعنی اپنی حفاظت سے غافل ہوکر فضول بحث میں سرگرداں رہیں گے۔ اتنی دیر میں وہ درندہ پہنچ آئے گا اور انہیں چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔

Marfat.com

رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَيۡتَنَا وَهَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ ۝٨

٨۔ اے ہمارے رب ! ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ بے شک تو ہی بہت زیادہ دینے والا ہے۔

رَبَّنَاۤ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوۡمٍ لَّا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ ۝٩

٩۔ اے ہمارے رب ! بے شک تو سب لوگوں کو اس دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَنۡ تُغۡنِىَ عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَيۡـئًا ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمۡ وَقُوۡدُ النَّارِ ۝١٠

١٠۔ کافروں کو ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے نہ بچا سکیں گے [۵] اور وہ جہنم کی آگ کا ایندھن ہیں۔

كَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ ۙ وَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوۡبِهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۝١١

١١۔ ان کا طریقہ بھی آل فرعون اور ان سے پہلے لوگوں کی طرح ہے۔ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

اسی طرح جو مسلمان متشابہ آیات پڑھتے ہی ان پر ایمان لے آتے ہیں اور محکم آیات پر عمل کرنے میں مصروف رہتے ہیں وہ فلاح پا جاتے ہیں اور جو متشابہ آیات کی تاویلوں میں سرگرداں رہتے ہیں اور محکم آیات سے غافل رہتے ہیں۔ جونہی ان کی موت آتی ہے تو سوائے حسرت کے انہیں کچھ بھی نصیب نہیں ہوتا۔

[۴] متشابہ آیات کا حقیقی مفہوم اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ کوئی انسان اپنے عقل و فکر سے ان کی حقیقت کا احاطہ نہیں کر سکتا البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کو اپنے فضل و کرم سے ان کا علم عطا فرمایا۔ (تفسیر روح المعانی)

اس کی تصدیق میں حضور اکرم ﷺ کی دعا ملاحظہ ہو جو آپ نے سید المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں فرمائی "اے اللہ تعالیٰ! عبداللہ بن عباس کو دین کی سمجھ اور تاویل (متشابہ آیات کی تفسیر) کا علم عطا فرما۔" (مسند احمد : جلد اول :ص ٢٦٦)

اور اسی دعا کے اثر سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا "میں ان سے ہوں جو متشابہ کی تاویل جانتے ہیں۔" (تفسیر روح المعانی)

[۵] کفار کو ان کے کفر کی سزا ضرور ملے گی۔ مال اور اولاد انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے جس طرح فرعون کو اس کا لشکر اور خزانے نہ بچا سکے اور اپنے گناہوں کے سبب سارے پانی میں غرق ہو گئے۔

Marfat.com

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ کافروں کو کہہ دو کہ تم عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے۔[٦] اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ؕ وَاللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ یقیناً تمہارے لئے ان دو گروہوں میں عبرت کی نشانی تھی جو (میدانِ بدر میں) ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے [۷] ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہا تھا۔ دوسرا گروہ کافروں کا تھا۔ مسلمان اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ کافروں کی تعداد دگنی ہے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی نصرت سے سرفراز فرماتا ہے یقیناً اس واقعہ میں آنکھ والوں کے لئے بہت بڑا سبق ہے۔

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ لوگوں کے لئے ان کی مرغوب چیزیں یعنی عورتیں، بیٹے، سونے اور چاندی کے ڈھیر، نشان زدہ گھوڑے، چوپائے اور کھیتی مزین کر دی گئی ہیں۔[۸] یہ سب دنیوی زندگی کے سامان ہیں اور اچھا ٹھکانا تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

---

[٦] یہاں کافروں سے مراد یہود ہیں جو اسلام کے خلاف سازشوں میں سرگرم تھے چنانچہ قرآن کی یہ پیش گوئی بہت جلد پوری ہوئی اور یہود ہر جگہ شکست کھا گئے۔

[۷] یعنی جنگ بدر میں کفار کا لشکر ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا اور مسلمانوں کی تعداد صرف (۳۱۳) تین سو تیرہ تھی اس کے باوجود کفار شکست کھا گئے۔ یہ قدرتِ خداوندی کی کھلی نشانی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کامیابی کا دارومدار تعداد کی کثرت پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت پر ہے۔

[۸] اہل وعیال اور مال ودولت سے محبت ایک فطری امر ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ دنیاوی زندگی عارضی ہے صرف اسی میں کھو کر نہ رہ جائے۔ اس سے بہتر ٹھکانا جنت ہے جس کی نعمتیں دائمی ہیں اور سب سے بہتر اللہ تعالیٰ کی رضا ہے جو تخلیق انسانیت کا اصل مقصد ہے۔ لہٰذا دنیوی ساز وسامان سے استفادہ کیا جائے تاکہ یہ عارضی زندگی خوشگوار گزرے لیکن اس کے ساتھ ساتھ صبر وصداقت، اطاعت وسخاوت اور عبادت وتقویٰ کا راستہ اختیار کیا جائے تاکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔

Marfat.com

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ آپ فرمایئے، کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتاؤں؟ متقی لوگوں کے لئے ان کے رب تعالیٰ کے ہاں ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ متقی ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سے سرفراز ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں، اے ہمارے رب! بے شک ہم ایمان لائے سو ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ یہ لوگ صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، (اللہ تعالیٰ کی) فرمانبرداری کرنے والے (راہِ خدا میں) خرچ کرنے والے اور سحری کے وقت مغفرت طلب کرنے والے ہیں۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

النصف

۱۸۔ اللہ تعالیٰ، فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ عدل وانصاف کو قائم کرنے والا ہے۔ اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔ [۹] علم ہو جانے کے باوجود اہل کتاب نے باہمی حسد کی وجہ سے اختلاف کیا اور جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

---

[۹] تمام انبیائے کرام علیھم السلام نے جس دین کی تبلیغ کی اس کا نام اسلام ہے۔ حالات کے پیش نظر بعض احکام مختلف رہے مگر بنیادی اور اصولی تعلیمات ہر زمانہ میں ایک ہی تھیں یہاں تک کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تشریف آوری سے جب

Marfat.com

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ
وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ
اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ
الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝٢٠ ع ١٠

۲۰۔ پھر بھی اگر یہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں اور میرے پیروکاروں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا سر جھکا دیا ہے۔ اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہہ دیجئے کیا تم نے اسلام قبول کرلیا پس اگر انہوں نے اسلام قبول کرلیا ہے تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر یہ روگردانی کریں تو آپ کے ذمہ تو صرف دین کو پہنچانا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ
النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ
يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٢١

۲۱۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور انبیائے کرام کو ناحق قتل کرتے ہیں اور عدل و انصاف کا حکم کرنے والوں کو بھی قتل کرتے ہیں [۱۰] تو آپ انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ ؗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝٢٢

۲۲۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

نبوت کا سلسلہ ختم ہوا تو حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی اطاعت ہی کا نام اسلام ہوگیا اب حضور اکرم ﷺ کی پیروی چھوڑ کر کوئی بھی دوسرا دین اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر سب نبیوں کا دین ایک تھا تو پھر یہ مختلف مذاہب کیسے بن گئے؟ اس آیت میں اسی سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ اہل کتاب کا اختلاف کسی غلط فہمی کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ ان کے بغض و عناد نے انہیں منتشر کر دیا تھا۔ مثال کے طور پر اگر یہود حسد نہ کرتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آتے تو آج دنیا میں کوئی یہودی نہ ہوتا۔ اسی طرح عیسائی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لے آتے تو آج نہ کوئی عیسائی ہوتا اور نہ یہودی بلکہ سارے مسلمان ہوتے لیکن باہمی حسد و سرکشی نے ہمیں ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا ہے۔

[۱۰] یہود اپنی سرکشی اور گمراہی میں اتنے دور چلے گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبیوں کو قتل کرتے اور اس کے باوجود یہ یقین بھی رکھتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے اور جنتی ہیں۔ جہنم کی آگ ان کے قریب نہیں آئے گی لیکن قرآنِ کریم نے واضح الفاظ میں اعلان کر دیا ہے کہ اس قدر بدترین گناہ کرنے والوں کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں وہ جنت میں نہیں جائیں گے بلکہ دردناک عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

Marfat.com

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾

۲۳۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ علم دیا گیا۔ جب وہ کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں تا کہ یہ کتاب ان کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کر دے تو ان میں سے ایک گروہ روگردانی کر لیتا ہے حالانکہ وہ روگردانی کرنے والے ہیں۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۖ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾

۲۴۔ اس کی وجہ ان کا یہ کہنا ہے کہ گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ ہمیں نہ چھوئے گی اور ان کی خود ساختہ باتوں نے انہیں ان کے دین کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٥﴾

۲۵۔ پس ان کا کیا حال ہو گا جب ہم ان کو اس دن جمع کریں گے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے اور ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٦﴾

۲۶۔ (اے حبیب ﷺ یوں) عرض کرو۔ اے اللہ تعالیٰ! اے سب مُلکوں کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے مُلک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے مُلک چھین لیتا ہے [۱۱] جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

---

[۱۱] یعنی اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ شاہ کو گدا بنائے یا گدا کو شاہ بنا دے۔ کسی کو عزت سے سرفراز فرمائے یا اس پر ذلت مسلط کر دے۔ سارے اختیارات کا اصل مالک وہی ہے لیکن اس کی سنت یہ ہے کہ عزت کی بلندی اسی قوم کو نصیب ہوتی ہے جو جہدِ مسلسل میں سرگرم رہتی ہے اور ذلت کی گہرائی میں وہی قوم گرتی ہے جو سستی اور غفلت کا شکار ہوتی ہے۔ (قرآن: ۱۳:۱۱)

Marfat.com

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے [۱۲] اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ زندہ سے نکالتا ہے [۱۳] اور تو جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ ایمان والوں کو چاہیے کہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں [۱۴] اور جو ایسا کرے گا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ کہ تم ان سے اپنا بچاؤ کرنا چاہو [۱۵] اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

---

[۱۲] اس سے مراد موسمی تغیرات ہیں یعنی کبھی رات اتنی لمبی ہوتی ہے کہ دن کا کچھ حصہ رات میں شامل ہو جاتا ہے اور کبھی دن اتنے لمبے ہوتے ہیں کہ رات کا کچھ حصہ دن میں شامل ہو جاتا ہے اس طرح انسان مختلف موسموں سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اگر ہمیشہ ایک ہی موسم رہتا تو انسان اُکتا جاتا اور زمینی پیداوار میں بھی تنوع پیدا نہ ہوتا۔

[۱۳] اس کائنات میں قدرتِ خداوندی کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں جن کا ہم روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک چھوٹی سی مثال یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ مرغی سے مردہ انڈہ اور پھر مردہ انڈے سے زندہ مرغی نکالتا ہے۔

[۱۴] وہ کافر جو اسلام سے بغض رکھتے ہیں اور اہل ایمان کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں ان کے ساتھ دوستی قائم کرنا سخت منع ہے کیونکہ اس طرح وہ راز معلوم کر کے یا غلط مشورے دے کر مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچائیں گے لیکن وہ کافر جو معتدل مزاج ہیں اور اہل ایمان کو بالواسطہ یا بلاواسطہ تنگ نہیں کرتے ان کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کا برتاؤ کیا جائے (قرآن: ۶۰:۸) نیز ان کے ساتھ لین دین، رفاہِ عامہ کے کاموں میں باہمی تعاون اور مشترکہ دشمن کے دفاع میں باہمی معاہدہ کرنے کی اجازت ہے۔ بلکہ ان کے ساتھ حسن اخلاق کا ایسا معاملہ کیا جائے کہ وہ اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جائیں۔

[۱۵] یعنی اگر کوئی مسلمان کفار کے نرغہ میں آجائے اور اسے اپنے نقصان کا قوی اندیشہ ہو تو اس بے بسی کے عالم میں اسلام نے اسے اجازت دی ہے کہ وہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرلے جس کے ذریعہ وہ کفار کے شر سے محفوظ رہ سکے۔

Marfat.com

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٩﴾

٢٩۔ فرما دیجئے کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے تم اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اس کے علم میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴿٣٠﴾ ع

٣٠۔ جس دن ہر شخص اپنی نیکیوں اور برائیوں کو موجود پائے گا اس دن وہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس دن کے درمیان لمبا عرصہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بہت مہربان ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣١﴾

٣١۔ آپ ﷺ فرمایئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو [١٦] اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

معانقة ٢ — ع ٢

---

[١٦] یہود و نصاریٰ میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو اس کے احکام پر عمل کر کے دکھاؤ اور اس کا ایک حکم یہ ہے کہ تم میری اتباع کرو کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور تم اپنی کتابوں کے حوالے سے مجھے اچھی طرح پہچانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہوں لہٰذا اب اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ صرف وہی قوم کر سکتی ہے جو میری اتباع کرے۔ حتیٰ کہ "اگر موسیٰ علیہ السلام آج زندہ ہوتے تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے" (مسند احمد : جلد ثالث : ص٣٣٨) "اس وقت تمہارا کیا مرتبہ ہوگا جب تم میں ابن مریم کا نزول ہوگا اور امام تم میں سے ہوگا۔" (بخاری : کتاب الانبیاء : باب ٤٩)

<u>یہود و نصاریٰ کے لئے لمحہ فکریہ :</u> جب حضرات موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے لئے حضور اکرم ﷺ کی اتباع لازم ہے تو یہود و نصاریٰ پر تو بہ طریق اولیٰ لازم ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی پیروی کریں۔

<u>مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ :</u> یہود و نصاریٰ اتباع محمدی کر کے اللہ تعالیٰ کے محبوب بن سکتے ہیں تو جو پہلے ہی مسلمان ہیں اگر وہ خلوص نیت سے اتباع محمدی میں سرگرم ہو جائیں تو وہ بہ طریق اولیٰ اللہ تعالیٰ کے محبوب بن سکتے ہیں اور کسی مخلوق کا اس سے اونچا مقام اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کا خالق و مالک اسے اپنا محبوب بنا لے۔ یا اللہ تعالیٰ! ہمیں اپنے حبیب مکرم ﷺ کی سچی غلامی نصیب فرما۔ آمین

Marfat.com

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٢﴾

۳۲۔ آپ ﷺ فرمایئے ! اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ کی اطاعت کرو [۱۷] پھر اگر وہ روگردانی کریں تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٣﴾

۳۳۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان اور عمران کے خاندان کو تمام جہان والوں سے چن لیا۔

---

[۱۷] گزشتہ آیت میں یہ واضح کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کے لئے حضورِ اکرم ﷺ کی اتباع لازم ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی اطاعت سے روگردانی کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے لہٰذا جو لوگ حدیث اور سنت کا انکار کرتے ہیں وہ اس آیت میں دوبارہ غور کریں کیونکہ وہ قرآن کے حکم کا انکار کر رہے ہیں۔

<u>حدیث اور سنت کی ضرورت</u>: اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو پیروی کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے (قرآن: ۲۱-۳۳) نیز حضورِ اکرم ﷺ کا کردار قرآن مجید کی عملی تصویر ہے (مسلم : صلوٰۃ المسافرین)

کسی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔ قرآن مجید میں نمازِ حضر اور نمازِ خوف کا ذکر ہے لیکن نمازِ سفر کا ذکر نہیں ہے (کیونکہ سورہ النساء آیت نمبر ۱۰۱ میں اس نمازِ سفر کا ذکر ہے جس میں کفار کے ستانے کا خطرہ ہو۔ پُرامن حالات میں نمازِ سفر کا ذکر نہیں ہے) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "ہم تو کچھ نہیں جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف حضورِ اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا پس ہم تو وہی کرتے ہیں جو ہم نے آپ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے" (ابن ماجۃ : کتاب اقامۃ الصلوۃ)

یعنی قرآن میں اگرچہ مطلق نمازِ سفر کا حکم نہیں ہے لیکن حضورِ اکرم ﷺ کا نمازِ سفر پڑھنا اور ہمیں پڑھنے کا حکم دینا ہمارے لئے کافی ہے کیونکہ "حضورِ اکرم ﷺ کی ہر بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے" (قرآن: ۵۳: ۴) اور "رسول اکرم ﷺ کی اطاعت درحقیت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے" (قرآن: ۴: ۸۰) اگر حضورِ اکرم ﷺ کی حدیث اور سنت کو اسلام سے خارج کر دیا جائے تو قرآن مجید پر عمل کرنا ناممکن ہو جاتا ہے مثال کے طور پر قرآن کریم میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے احکام تو ہیں مگر ان پر عمل کرنے کی صحیح صورت سنت نبوی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست۔ اگر باو نرسیدی تمام بو لہبی است۔

اے انسان! اپنے آپ کو در مصطفیٰ ﷺ پہ جھکا دے کیونکہ آپ ﷺ دین اسلام کا عملی سرچشمہ ہیں اور اگر کوئی نادان حضورِ اکرم ﷺ کو چھوڑ کر اسلام کو سمجھنا چاہے تو وہ ابولہب تو بن سکتا ہے لیکن ایمان کی لذت سے آشنا نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ ان میں سے بعض، بعض کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے رب تعالیٰ! جو میرے پیٹ میں ہے۔ اسے میں نے تیرے نام پر آزاد کرنے کی نذر مانی ہے [۱۸] سو میری طرف سے (یہ نذرانہ) قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ پھر جب اس نے بچی کو جنا تو کہنے لگی اے میرے رب تعالیٰ! میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا۔ اور لڑکا اس لڑکی کی مانند نہیں تھا۔ اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۖ

۳۷۔ پس رب تعالیٰ نے اس لڑکی کو اچھی طرح قبول فرمایا۔ اس کو عمدہ طریقہ سے پروان چڑھایا اور حضرت زکریا علیہ السلام کو اس کا کفیل بنایا [۱۹] جب زکریا

---

[۱۸] عمران کی بیوی حُنّہ نے جب حمل کی گرانی محسوس کی تو نذر مانی کہ پیدا ہونے والے بچے کو گھر کے کاموں سے آزاد کر کے بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دے گی۔ انہیں لڑکے کی امید تھی لیکن جب لڑکی پیدا ہوئی تو حسرت سے کہنے لگیں اے میرے پروردگار! میرے ہاں تو بچی (مریم) پیدا ہوئی ہے اور یہ صنف نازک تیرے گھر کی خدمت کیسے کر سکے گی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے جس لڑکے کے لئے دعا کی تھی وہ اس بچی کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ بچی کل اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے افضل خاتون ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں بنے گی۔

[۱۹] اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت مریم کا سرپرست مقرر کیا گیا آپ علیہ السلام جب بھی حضرت مریم کی خبر گیری کے لئے تشریف لے جاتے تو ان کے عبادت خانے میں رنگارنگ کے غیر موسمی پھل موجود پاتے یعنی ”گرمیوں کے پھل سردی کے موسم میں اور سردیوں کے پھل گرمی کے موسم میں اور یہ جنت کے پھل تھے“ (تفسیر روح المعانی) چونکہ یہ پھل بازار میں دستیاب نہیں تھے اس لئے از راہِ تعجب پوچھا۔ اے مریم یہ پھل کہاں سے آئے ہیں؟ تو کہنے لگیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئے ہیں۔ اس آیت سے اولیائے کرام کی کرامات کو بھی ثابت کیا جاتا ہے کیونکہ حضرت مریم نبی نہیں تھیں اور بے موسم کے پھلوں کا آپ کے پاس پایا جانا آپ کی کرامت تھی۔

Marfat.com

قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

علیہ السلام مریم کے پاس اس کی عبادت گاہ میں جاتے تو اس کے پاس کھانے پینے کی چیزیں (موجود) پاتے۔ انہوں نے پوچھا اے مریم! تمہارے پاس یہ (رزق) کہاں سے آیا؟ مریم نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اسی جگہ زکریا علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا مانگی [۲۰] عرض کی اے میرے رب تعالیٰ! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔ بے شک تو ہی دعا سننے والا ہے۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّىْ فِى الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ پس فرشتوں نے انہیں آواز دی جبکہ وہ عبادت خانے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ آپ کو یحیٰ کی خوش خبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ (عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والا، سردار، معصوم، نبی اور صالحین سے ہوگا''

---

[۲۰] حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کی بیوی دونوں اتنے بوڑھے ہو چکے تھے کہ اولاد پیدا ہونے کا عام وقت گزر چکا تھا لیکن جب انہوں نے حضرت مریم کے پاس بے موسمی پھل دیکھے تو ان کے دل میں بھی پاکیزہ اولاد کی آرزو پیدا ہوئی اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ تعالیٰ!'' تو قادرِ مطلق ہے جیسے تو نے حضرت مریم کو بے موسمی پھلوں سے نوازا ہے ہمیں بھی بڑھاپے کے باوجود پاکیزہ اولاد عطا فرما'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ انہیں یحیٰ جیسے بیٹے کی خوشخبری دی۔ ان کی تسلی کے لئے نشانی بھی بتائی اور آخر میں ان کے ذریعہ پوری دنیائے انسانیت کو یہ تلقین فرمائی کہ جب کسی کی دلی آرزو پوری ہو تو اسے اپنے محسنِ حقیقی اللہ تعالیٰ کے شکر میں سرگرم ہونا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ اس نعمت کو سلامت رکھے اور مزید نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔

نوٹ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی مقدس جگہ یا اللہ تعالیٰ کے کسی محبوب بندے کے پاس دعا مانگنا زیادہ مقبولیت کا باعث ہے۔ کیونکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس اسی جگہ دعا مانگی جہاں بے موسمی پھلوں کا نزول ہوا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو بڑھاپے کے باوجود بیٹا عطا فرمایا۔ لہٰذا مسلمانوں کو ایسے مقامات پر دعا کرنے سے منع نہ کیا جائے جن مقامات کا تعلق اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے ساتھ ہو۔ جیسے حضور اکرم ﷺ کی پیدائش کی جگہ، غارِ حرا، انبیائے کرام، شہدائے عظام اور اولیائے کرام کے مزارات وغیرہا۔

Marfat.com

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ زکریا علیہ السلام نے کہا اے میرے رب تعالیٰ! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ حالانکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع

۴۱۔ زکریا علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب تعالیٰ! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دے۔ فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک اشاروں کے سوا لوگوں کے ساتھ کوئی بات نہ کر سکو گے۔ اپنے رب تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرو اور صبح وشام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں چن لیا، تمہیں پاک کر دیا اور تمہیں سارے جہان کی عورتوں پر برتری عطا فرمائی۔[۲۱]

---

[۲۱] حضرت مریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانے کی عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور اس نعمت کے شکرانے کے لئے اطاعت و عبادت کی تاکید فرمائی لہٰذا جس کسی پر جتنا بڑا احسان ہو اس کو اسی قدر زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ سارہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف براہ راست اور بذریعہ ملائکہ وحی نازل فرمائی۔ یہ ان خوش نصیب خواتین کی بزرگی اور عظمت کی دلیل ہے۔ لیکن اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ خواتین نبی تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کو صرف مردوں کے لئے مخصوص رکھا ہے اور حضور اکرم ﷺ کو تین مقامات پر واضح ارشاد فرمایا ہے:

''ہم نے آپ ﷺ سے پہلے مرد ہی (نبی بنا کر) بھیجے ہیں جن کی طرف ہم نے وحی کی'' (قرآن: ۱۲:۱۰۹ -- قرآن: ۱۶:۴۳ -- قرآن: ۲۱:۷)

اور جمہور اہل اسلام کی تحقیق بھی یہی ہے کہ کسی عورت کو نبی یا رسول نہیں بنایا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ یوسف: آیت نمبر ۱۰۹) قرآن مجید میں پچیس انبیائے کرام کے اسمائے گرامی مذکور ہیں۔ ان میں کسی عورت کا نام شامل نہیں ہے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے بھی کسی عورت کے نبی ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ حکیم وخبیر ہے۔ اس کا کوئی بھی کام حکمتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ اس کی حکمتوں کا احاطہ ممکن نہیں البتہ اس کی حکمتوں کے حوالے سے ایک بات کا ذہن میں ہونا ضروری ہے کہ انبیائے کرام کی طرف جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ ان کی تبلیغ کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اے مریم! اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت کر، سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ یہ (واقعات) غیب کی خبروں میں سے ہیں جن کو ہم آپ ﷺ کی طرف وحی فرماتے ہیں [۲۲] آپ ﷺ اس وقت ان کے پاس نہ تھے جب وہ (قرعہ اندازی کے لئے) اپنی قلمیں پھینک رہے تھے کہ ان (مجاوروں) میں سے کون مریم کی کفالت کرے گا اور آپ ﷺ ان کے پاس نہ تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔

ا۔ ''رسولوں کی ذمہ داری صرف یہی ہے کہ وہ (اَحکامِ الٰہی کو) صاف صاف پہنچادیں'' (قرآن : ۱۶ : ۳۵)

۲۔ ''انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچاتے ہیں'' (قرآن : ۳۳ : ۳۹)

مذکورہ خوش نصیب خواتین کی طرف آنے والی وحی کا تعلق تبلیغ سے نہیں بلکہ ان کی رہنمائی اور عزت افزائی سے تھا۔ نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اگر اپنی وحی لوگوں کو بتا دیتیں کہ فرعون کے محلات میں اس کا بیٹا ہے تو کئی مشکلات پیدا ہو جاتیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی خطرہ میں پڑ جاتی۔

ویسے بھی تبلیغ کے لئے عورت اگر تنہا باہر نکلے گی تو اس کی جسمانی کمزوری اور جنسی دلکشی کے باعث کئی مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ نبی اپنی قوم کا امام اور خطیب ہوتا ہے اگر اس مقام پر ایک خوبصورت عورت کو کھڑا کیا جائے تو بعض ذہنوں میں شیطانی وساوس کا پیدا ہونا ایک طبعی امر ہے جو عبادت اور اطاعت میں انتشار پیدا کر دیتا ہے۔ نیز ماہانہ ایام ، حمل ، وضع حمل اور بچوں کی پرورش ایسے مراحل ہیں جن سے تبلیغی سرگرمیاں متاثر ہوسکتی ہیں اور اگر خاوند عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت ہی نہ دے تو پھر تبلیغِ اَحکام کا کیا بنے گا جبکہ مرد اس قسم کے عوارض سے پاک ہوتا ہے لہٰذا اس کے لئے تبلیغِ اَحکام آسان ہے۔

نیز جہاں تک غیر انبیاء پر نزولِ ملائکہ کا تعلق ہے تو وہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اہل استقامت مسلمانوں پر بھی نازل ہوتے ہیں اور انہیں دنیا و آخرت میں اپنی دوستی اور تعاون کا یقین دلاتے ہیں۔ (قرآن : ۴۱ : ۳۰۔۳۱) اور اسی طرح جہاں تک مطلق وحی کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی اور زمین کی طرف بھی وحی نازل فرمائی ہے۔ (قرآن : ۱۶ :۶۸۔۔ قرآن : ۹۹ : ۵) تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوسکتا کہ شہد کی مکھی اور زمین بھی نبی ہیں۔

[۲۲] اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نبی کو غیب کی خبریں وحی فرماتا ہے اور لفظ نبی کا معنیٰ بھی یہی ہے یعنی '' اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کے ذریعے غیب کی خبر دینے والا'' (المنجد)

Marfat.com

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے ایک کلمہ [۲۳] کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ وہ دنیا اور آخرت میں معزز ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے مقربین سے ہوگا۔

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ وہ لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور پختہ عمر میں بھی اور نیکوں میں سے ہوگا۔

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ۗ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۗ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ مریم نے کہا اے میرے رب تعالیٰ! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ حالانکہ مجھے کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو وہ صرف اتنا ہی کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ فوراً ہوجاتا ہے۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ ج

۴۸۔ اللہ تعالیٰ اسے کتاب وحکمت [۲۴]، تورات اور انجیل سکھائے گا۔

---

[۲۳] اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کلمہ کن (ہوجا) سے پیدا فرمائی اور اکثر ان کو اسباب کے ساتھ منسلک کردیا ہے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ظاہری سبب (باپ) کے بغیر صرف کلمہ کن سے پیدا فرمایا اس لئے آپ کو کلمۃ اللہ (اللہ کا کلمہ) کہا جاتا ہے۔ آپ کے ہاتھ پھیرنے سے مریض تندرست ہوجاتے اس لئے آپ کو مسیح کہا گیا ہے اور آپ کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی اس لئے آپ کی نسبت ماں کی طرف (مریم کا بیٹا) کی گئی ہے۔

[۲۴] کتاب سے مراد کتابت یعنی لکھنا اور حکمت سے مراد علم فقہ یعنی شریعت عیسوی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کتاب سے مراد قرآن مجید اور حکمت سے مراد حدیث پاک ہو کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے جب واپس زمین پر تشریف لائیں گے تو وہ قرآن وحدیث کے ماہر اور شریعت اسلامیہ کے مجتہد ہوں گے حالانکہ کسی سے نہ پڑھیں گے۔ (تفسیر نعیمی)

Marfat.com

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْــــَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ۴۹

۴۹۔ اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا[۲۵] کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب تعالیٰ کی نشانی لایا ہوں میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی طرح ایک صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے[۲۶] مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردہ کو زندہ کرتا ہوں اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان دار ہو۔

---

[۲۵] اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب انسانوں کے لئے نبی نہ تھے بلکہ ان کا دائرۂ نبوت بنی اسرائیل تک محدود تھا اور آپ نے اپنے حواریوں کو بھی یہی حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل سے باہر کسی کو تبلیغ نہ کریں۔ موجودہ بائیبل بھی قرآن مجید کے فرمان کی تصدیق کرتی ہے۔

۱۔ میں صرف بنی اسرائیل کی بھٹکی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔(متی:۱۵:۲۴)

" I am not sent but unto the lost sheep of the house of Isreal."
(Matthew :15:24: The Holy Bible : printed by Collins : London)

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو حکم دیا ”غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ بنی اسرائیل کی بھٹکی ہوئی بھیڑوں کی طرف جانا“ (متی:۱۰:۶-۵)

"These twelve Jesus sent forth, and commanded them, saying, Go not into the way of the Gentiles, and into any city of the Samaritans enter ye not : But go rather to the lost sheep of the house of Israel"
(Matthew : 10 : 5-6 : ibid)

بائیبل کے مذکورہ حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ عیسائی کسی کو تبلیغ کرنے کا حق نہیں رکھتے سوائے بنی اسرائیل کے کیونکہ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اور اسی کا اپنے حواریوں کو حکم دیا۔ مگر یہ حکم اس وقت تک تھا جب تک نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ مبعوث نہیں ہوئے تھے کیونکہ آپ ﷺ کے اعلانِ نبوت کے بعد ہر ایک کے لئے آپ ﷺ پر ایمان لانا لازم ہے۔

[۲۶] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی جس کی وجہ سے حضرت مریم کو ہر طرف سے طعنوں کا سامنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے واضح اور عظیم معجزات عطا فرمائے تاکہ لوگ آپ کی عظمت کا انکار نہ کر سکیں اور

Marfat.com

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝٥٠

٥٠۔ اور میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے تا کہ تمہارے لئے بعض چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی تھیں [٢٧] اور میں تمہارے پاس تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے نشانی لایا ہوں۔ سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝٥١

٥١۔ بے شک اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے۔ سو تم اس کی عبادت کرو [٢٨] یہ سیدھا راستہ ہے۔

حضرت مریم کو بھی اطمینان مل جائے کہ جس طرح اس کے بیٹے کی پیدائش معجزانہ طور پر ہوئی اسی طرح اس کی شان بھی نرالی ہے یعنی وہ مٹی کے پرندوں میں جان ڈال کر اڑا لیتے، مادرزاد اندھے کو بینا، کوڑھی کو تندرست اور مردہ کو زندہ کر دیتے اور غیب کی خبریں دیتے تھے۔ اس قدر عظیم معجزات کے ظہور پر قوی اندیشہ تھا کہ لوگ آپ کو خدا سمجھنے لگیں اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے واضح اعلان کر دیا کہ یہ معجزات اگر چہ مجھ سے ظہور پذیر ہو رہے ہیں لیکن ان کا حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ ہے میں اُس کی اجازت سے یہ معجزات دکھا رہا ہوں۔

[٢٧] یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرمایا کہ ”میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی نبوت کی نشانیاں لے کر آیا ہوں لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو نیز میں تورات کی بھی تصدیق کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی سچی کتاب ہے لیکن بنی اسرائیل پر اس کی سرکشیوں کی سزا کے طور پر جو چیزیں وقتی طور پر حرام کی گئی تھیں یا وہ چیزیں جو علمائے یہود نے بعد میں اپنی طرف سے حرام کر کے تورات کی طرف منسوب کر دی تھیں میں ان کو حلال کر کے تمہارے لئے آسانیاں پیدا کروں گا“ (تفسیر کبیر و روح المعانی)

[٢٨] ہر زمانے کے حالات اور تقاضے الگ تھے اس لئے مختلف انبیائے کرام کی شریعت (عبادات و معاملات) میں اختلاف رہا مگر سب انبیائے کرام کی بنیادی دعوت صرف ایک تھی جس کو اس آیت میں اختصار کے ساتھ سمو دیا گیا ہے یعنی ”سب کا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے چاہے عام انسان ہو یا نبی اور سیدھا راستہ صرف اسی کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے“ موجودہ بائیبل بھی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ”دور ہو جا اے شیطان! کیونکہ مقدس صحیفے کہتے ہیں کہ تو صرف اپنے پروردگار خدا کی عبادت کر اور صرف اسی کی فرمانبرداری کر“ (متی کی انجیل: ۴:۱۰)

" Get out of here, Satan," Jesus told him, " The scriptures say, "Worship only the Lord God, Obey only him."

(Matthew :4:10: The living Bible : British Edition 1975)

Marfat.com

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ پھر جب عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کفر محسوس کیا تو کہا اللہ تعالیٰ کی راہ میں کون میرے مددگار ہیں؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مددگار ہیں ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ اے ہمارے رب! جو تو نے نازل فرمایا ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے رسول کی پیروی کی پس تو ہمیں حق کی گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ع

۵۴۔ اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر فرمائی [۲۹] اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔

---

[۲۹] مکر سے مراد خفیہ تدبیر ہے اور یہ تدبیر اچھی بھی ہو سکتی ہے اور بُری بھی۔ مثلاً اگر کوئی ظالم کسی کو قتل کرنے کی تدبیر کرے تو وہ مجرم ہے اور پولیس والے اسے گرفتار کرنے اور سزا دینے کی تدبیر کریں تو یہ عین انصاف ہے۔ اسی طرح یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی بری تدبیر کی مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچانے اور زندہ آسمان پر اٹھانے کی اچھی تدبیر فرمائی۔

اس واقعہ میں مفسرین کا قدرے اختلاف ہے۔ میں تفسیر خازن، تفسیر قرطبی، روح المعانی اور روح البیان کے حوالے سے اس کا مختصر مفہوم نقل کرتا ہوں۔

''یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے سے انکار کر دیا نیز بادشاہِ وقت کے ساتھ سازش کی اور آپ علیہ السلام کو شہید کرنے کے لئے رات کے وقت ایک جماعت روانہ کر دی۔ اسی رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو فرمایا کہ آج رات صبح صادق سے پہلے آپ میں سے ایک حواری چند درہموں کے بدلے مجھے فروخت کر دے گا۔ جب حواری اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے تو ایک منافق حواری نے یہود کے ساتھ تیس درہم پر معاملہ طے کیا اور انہیں لے کر اس گھر میں گیا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی کیونکہ پھولوں کے ساتھ کانٹے اور مخلصین کے ساتھ منافق اکثر رہتے ہیں۔ چنانچہ اس منافق حواری نے یہود کو اس گھر کے اردگرد کھڑا کیا اور خود قتل کرنے کے ارادے سے اندر داخل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا لیا اور اس منافق حواری کا چہرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ بنا دیا۔ یہ ششدر و حیران رہ گیا کہ اب کیا بنے گا اس سوچ و بچار میں کافی دیر گزر گئی یہود سمجھے کہ اندر دونوں میں لڑائی شروع ہے اس لئے تاخیر ہو رہی ہے۔ اور جب یہ منافق باہر نکلا تو یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شبہ میں اسے پکڑ لیا۔

Marfat.com

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ یقیناً میں تمہیں پوری عمر تک پہنچاؤں گا [۳۰] اور تمہیں اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں اور تمہیں کافروں (کے بہتان) سے پاک کرنے والا ہوں اور آپ کے پیروکاروں کو قیامت تک کافروں پر غالب کرنے والا ہوں پھر تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پھر میں تمہارے درمیان اس چیز کا فیصلہ کروں گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ جن لوگوں نے کفر کیا ان کو میں دنیا و آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کو اللہ تعالیٰ پورا پورا اجر دے گا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ یہ وہ آیات اور حکمت والی نصیحت ہے جو ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں۔

اس نے بہت شور مچایا میں تمہارا ساتھی ہوں مگر انہوں نے کہا تو عیسیٰ ہے۔ تو نے اندر ہمارا ساتھی قتل کر دیا ہے اور اب ہمیں دھوکہ دینا چاہتا ہے چنانچہ یہود نے اسے سولی پر چڑھا دیا۔ بعد میں یہود کہنے لگے اس کا چہرہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہے اور اس کا بدن ہمارے ساتھی کے مشابہ ہے۔ اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں گئے اور اگر یہ عیسیٰ ہیں تو پھر ہمارا ساتھی کہاں گیا۔ اس پر ان کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا اور بعض نے بعض کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بہترین تدبیر فرما کر یہود کو مناسب سزا دی یعنی قتل کرنے کے ارادے سے اندر داخل ہونے والے کو سولی پر چڑھوا دیا اور قتل کی سازش کرنے والوں کو آپس میں لڑا دیا"

[۳۰] یہود نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کی سازش کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا "میں آپ کو آپ کی پوری عمر تک پہنچا کر وفات دوں گا اور میں آپ کو آسمانوں پر اٹھا لوں گا تاکہ یہودی آپ کو شہید نہ کر سکیں" (تفسیر کبیر) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت نہیں آئی وہ قیامت سے پہلے زمین پر لوٹ آئیں گے" (جامع البیان) نیز یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو الزامات عائد کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے ذریعے ان سب الزامات کی تردید فرما دی اور عیسائیوں کو یہود پر ایسا غلبہ عطا فرمایا جو قربِ قیامت تک جاری رہے گا۔

Marfat.com

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی مانند ہے [۳۱] اسے مٹی سے بنایا پھر اسے فرمایا ہو جا تو وہ ہو گیا۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے حق یہی ہے پس تو شک کرنے والوں سے نہ ہو جانا۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ پھر جو لوگ علم حاصل ہو جانے کے بعد بھی آپ سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیں۔ آؤ ہم خود بھی آتے ہیں اور اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی لے آتے ہیں تم خود بھی آؤ اور اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی لے آؤ پھر ہم سب عاجزی سے التجا کریں [۳۲] اور جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجیں۔

---

[۳۱] عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا مانتے اور دلیل یہ دیتے کہ ان کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی۔ قرآن کریم نے بڑا سادہ اور واضح جواب دیا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ان کے خدا ہونے کی دلیل ہے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کی پیدائش ماں اور باپ دونوں کے بغیر ہوئی۔ دراصل دونوں کی مثال ایک جیسی ہے اور دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی نشانیاں ہیں۔ دونوں نہ خدا ہیں اور نہ ہی خدا کے بیٹے بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ہیں لہٰذا کسی مسلمان کو شک میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

[۳۲] میرے پیارے حبیب ﷺ! قرآن مجید کی واضح دلائل کے باوجود اگر عیسائی ہٹ دھرمی سے کام لیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنے پر اصرار کریں تو آپ ان سے مزید مناظرہ نہ کریں بلکہ مباہلہ کی دعوت دیں یعنی فریقین اپنے اپنے بال بچوں کو ایک میدان میں لے آئیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی سے دعا کریں کہ ان میں سے جو جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

چنانچہ حضور اکرم ﷺ اپنے ساتھ امام حسین، امام حسن، فاطمۃ الزہراء اور حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لے آئے اور انہیں فرمایا "جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا" عیسائیوں نے جب اہل بیت کے نورانی چہرے دیکھے تو ان کے سردار پادری نے کہا "اے گروہ نصاریٰ! یقیناً میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے گا لہٰذا تم ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا" (تفسیر خازن) چنانچہ عیسائیوں نے مباہلہ سے انکار کر دیا اور سالانہ جزیہ دینے پر صلح کر لی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی

Marfat.com

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ بے شک یہی سچا واقعہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی غالب اور حکمت والا ہے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾ ع ۱۴

۶۳۔ پھر اگر وہ اعراض کریں تو اللہ تعالیٰ فسادیوں کو خوب جاننے والا ہے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاۗءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـــًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

۶۴۔ آپ کہیے اے اہل کتاب! آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے [۳۳] یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو رب نہ بنائے پھر اگر وہ اعراض کریں تو تم کہہ دو گواہ رہنا ہم تو مسلمان ہیں۔

جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندر اور خنزیر بنا دیے جاتے۔ ان کی وادی کو آگ گھیر لیتی اور نجران کو اس کے باشندوں سمیت تباہ و برباد کر دیا جاتا'' (تفسیر خازن)

یہ واقعہ اسلام کی تصدیق اور عیسائیت کی تردید کے لئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور حضورِ اکرم ﷺ کی نبوت کے لئے ناقابلِ تردید ثبوت فراہم کرتا ہے یعنی اگر حضورِ اکرم ﷺ کو اپنی نبوت کے بارے میں ذرہ برابر بھی شبہ ہوتا تو میدانِ مباہلہ میں تشریف نہ لاتے اور اگر عیسائیوں کو اپنے عقیدہ کی سچائی کا یقین ہوتا تو مباہلہ سے انکار نہ کرتے۔

نوٹ: یہ واقعہ دسویں ہجری میں نجران کے وفد کے ساتھ پیش آیا مباہلہ میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اکیلے تشریف لائیں کیونکہ دوسری صاحبزادیاں اس وقت انتقال فرما چکی تھیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے دوسری ہجری میں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آٹھویں ہجری میں اور اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا نے نویں ہجری میں انتقال فرمایا۔

[۳۳] اہل کتاب کو دعوت دی جا رہی ہے کہ آؤ ایک ایسے عقیدے پر اتفاق کر لیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یعنی پہلی آسمانی کتابیں اور قرآن مجید اس پر متفق ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

Marfat.com

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾

۶۵۔ اے اہل کتاب! تم ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل تو ان کے بعد نازل کی گئیں۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے [۳۴]

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

۶۶۔ سنو تم لوگ ان باتوں میں بحث کر چکے جن کا تمہیں کچھ نہ کچھ علم تھا پھر اب ان باتوں میں کیوں بحث کرتے ہو جن کا تمہیں علم ہی نہیں [۳۵] اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾

۶۷۔ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ خالص مسلمان تھے اور وہ مشرک بھی نہ تھے [۳۶]

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ نزدیک وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اکرم ﷺ ہیں اور جو ان پر ایمان لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے۔

---

[۳۴] یہود کا دعویٰ یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور عیسائی کہتے کہ آپ عیسائی تھے حالانکہ یہودیت اور عیسائیت کی ابتدا تورات اور انجیل کے نزول کے بعد ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کتابوں کے نزول سے بہت پہلے گزر چکے تھے پھر وہ یہودی یا عیسائی کیسے ہو سکتے ہیں اور یہ اتنی واضح حقیقت ہے جس کو معمولی عقل رکھنے والا آدمی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

[۳۵] قرآن کریم اہل کتاب کو تنبیہ کر رہا ہے کہ تمہیں اپنے دین کے متعلق کچھ نہ کچھ علم تھا اس کے باوجود تم نے اپنے دین میں ایسے بے بنیاد عقائد شامل کر لئے جن کو عقل تسلیم نہیں کرتی تو پھر تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جن کے متعلق تمہیں کچھ بھی علم نہیں ہے۔

[۳۶] یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ مشرکین عرب پتھر کے بتوں کی عبادت کرتے تھے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر قسم کے شرک سے پاک صرف ایک خدا کی عبادت کرتے تھے لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوست اور قریبی صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو ان کی اتباع کریں اور آج دین ابراہیم علیہ السلام کے اصل پیروکار مسلمان ہیں جو صرف ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ دین ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کریں کیونکہ وہ خالص توحید پرست اور ہر قسم کے شرک سے پاک تھے (قرآن: ۱۶: ۱۲۳)

Marfat.com

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ اہل کتاب کا گروہ چاہتا ہے کہ کسی طرح تمہیں گمراہ کر دیں حالانکہ وہ صرف اپنے آپ کو گمراہ کر رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾

۷۰۔ اے اہل کتاب! تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ تم خود گواہ ہو [۳۷]

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع ۷/۸ ۱۵

۷۱۔ اے اہل کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو اور کیوں حق کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو۔

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا مسلمانوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے تم صبح کے وقت اس پر ایمان لاؤ اور شام کے وقت اس کا انکار کردو [۳۸] شاید وہ (مسلمان بھی اپنے دین سے) پھر جائیں۔

[۳۷] یہاں قرآن مجید اہل کتاب کو تنبیہ کررہا ہے کہ تمہاری کتابوں میں حضورِ اکرم ﷺ کی جن علامات کا ذکر ہے تم نے خود ان کا مشاہدہ کرکے حضورِ اکرم ﷺ کو پہچان لیا ہے گویا تم آپ ﷺ کی نبوت کے خود گواہ بن چکے ہو۔ اس کے باوجود تم حق کو کیوں چھپاتے ہو۔ قیامت کے دن تمہارے پاس اس منافقت کا کیا جواب ہوگا؟

[۳۸] یہود نے آپس میں مشورہ کیا کہ چند خاص یہودی صبح کے وقت مسلمان ہوجائیں اور شام کو اسلام چھوڑنے کا اعلان کردیں تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہوجائیں کہ یہ لوگ اسلام کیوں چھوڑ گئے ہیں۔ ممکن ہے اسلام میں کچھ خامیاں ہوں جن کو دیکھ کر یہ واپس اپنے مذہب میں چلے گئے ہیں نیز جو لوگ اسلام قبول کرنے کی تیاری کررہے ہیں وہ بھی بدظن ہو جائیں گے کہ جس دین کو اس کے ماننے والے چھوڑ رہے ہیں تو وہ دین شائد سچا نہ ہو۔

یہود نے اس سازش کے لئے جن ساتھیوں کو تیار کیا انہیں درج ذیل تین باتیں اچھی طرح ذہن نشین کرائیں۔

۱۔ اسلام کو صرف ظاہری طور پر قبول کرنا اور اپنے ہم مذہب کے علاوہ کسی کی بات پر یقین نہ کرنا۔

۲۔ یہ یقین رکھنا کہ جو نعمتیں تمہیں دی گئی ہیں وہ کسی دوسری قوم کو نہیں ملیں۔

۳۔ اور یہ بھی یقین رکھنا کہ قیامت کے دن تمہارے خلاف کوئی حجت قائم نہیں کرسکے گا کیونکہ آپ ہی اللہ تعالیٰ کے پیارے اور لاڈلے ہیں۔

یہ بڑی خطرناک سازش تھی اور نفسیاتی طور پر اس کا بہت بُرا نتیجہ نکلتا لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قبل از وقت اس سازش سے آگاہ کردیا اور اس طرح یہود کا یہ مکر بھی کامیاب نہ ہوسکا۔ نیز قرآن مجید نے یہ اعلان کردیا کہ ہدایت اور فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جب تک اس نے چاہا فضل اور ہدایت کو بنی اسرائیل میں رکھا اور جب چاہا بنی اسماعیل میں منتقل کردیا۔

Marfat.com

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾

۷۳۔ تم صرف اس شخص کی بات مانو جو تمہارے دین کا پیرو کار ہو۔ آپ فرمایئے کہ اصل ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے (اور یہ بھی نہ ماننا کہ) جو کچھ تم کو دیا گیا ہے اس کی مثل کسی اور کو بھی دیا جا سکتا ہے یا کوئی تمہارے رب کے پاس تمہارے خلاف حجت قائم کر سکتا ہے۔ آپ فرمایئے فضل تو اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾

۷۴۔ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔

وَمِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْھُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَاۗىِٕمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾

۷۵۔ بعض اہل کتاب تو ایسے ہیں کہ اگر تو انہیں خزانے کا امین بنائے تو وہ تجھے واپس کر دیں گے اور بعض ایسے ہیں کہ اگر تو انہیں ایک دینار بھی امانت دے تو وہ تجھے واپس نہیں کریں گے مگر جب تک تو ان کے سر پر کھڑا رہے۔ اس کی وجہ ان کا یہ قول ہے کہ ان جاہلوں (غیر یہودی لوگ) کے معاملہ میں ہم پر کوئی گرفت نہیں ہوگی [۳۹] حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ پر دانستہ جھوٹ کہتے ہیں۔

---

[۳۹] بعض یہودی یہ کہتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں اور غیر یہودی لوگوں کے اموال ان کے لئے حلال ہیں کیونکہ ساری مخلوق ان کی غلام ہے اور اگر کوئی اپنے غلاموں کا مال کھالے کسی کو اس سے باز پرس کا حق نہیں ہے (صفوۃ التفاسیر) قرآن مجید نے ان کے اس دعویٰ کی تردید کر دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگاتے ہیں تورات میں کہیں اس بددیانتی کی اجازت نہیں ہے بلکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے پیارے تو وہ لوگ ہیں جو دیانتدار ہوں اور اپنے عہد و پیان کو پورا کریں۔ یہود کا یہ دعویٰ سن کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''یہود نے جھوٹ کہا..... امانت ہر صورت میں واپس کی جائے گی چاہے وہ کسی نیکوکار کی ہو یا بدکار کی'' (ابن کثیر) نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''جو شخص امانتدار نہ ہو اس کا کوئی ایمان نہیں اور جو شخص عہد پورا نہ کرے اس کا کوئی دین نہیں'' (مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۳۵) اس سے معلوم ہوا کہ جس کسی سے معاملہ کیا جائے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر ہر صورت میں دیانتداری، سچائی اور وعدہ وفائی سے کام لیا جائے ہجرت والی نازک رات

Marfat.com

بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ ہاں کیوں نہیں ! جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور پرہیز گار بنا تو بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۷﴾

۷۷۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی سی قیمت خرید تے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں [۴۰] اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے کلام کرے گا اور نہ ہی قیامت کے دن ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

میں بھی ہمارے پیارے نبی ﷺ نے جس امانت و دیانت کا مظاہرہ کیا تاریخ انسانیت اس کی مثال لانے سے قاصر ہے یعنی متعصب کافر حضورِ اکرم ﷺ کو شہید کرنے کے لئے تلواریں لے کر دروازے پر کھڑے تھے اور آپ ان کی امانتوں کی واپسی کو یقینی بنا رہے تھے۔ اسلام کی اشاعت میں حضورِ اکرم ﷺ کی صداقت و امانت نے نمایاں کردار ادا کیا۔ آج پھر اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے پیارے نبی کی سنتوں کو زندہ کریں اور صداقت و امانت کا ایسا عملی مظاہرہ کریں کہ دوسرے لوگ متاثر ہو کر اسلام کے قریب آجائیں اور اگر مسلمان بددیانتی اور دھوکہ بازی کریں اور غیر مسلم ممالک کے ساتھ معاہدوں کا احترام نہ کریں تو پھر مسلمانوں کا انجام کیا ہوگا.....؟

[۴۰] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور احکام کو دنیاوی منفعت پر قربان کر دیتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھا کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں ان کے لئے قرآن مجید نے درج ذیل پانچ سزاؤں کا ذکر کیا ہے جن میں سے کوئی ایک سزا بھی اہل ایمان کو تنبیہ کے لئے کافی ہے۔

۱۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہوں گے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی محبت بھری گفتگو سے محروم ہوں گے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے محروم ہوں گے۔

۴۔ گناہ کی آلائشوں سے انہیں پاک نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

Marfat.com

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

۷۸۔ اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب (تورات) پڑھتے ہوئے اپنی زبانوں کو مروڑ لیتے ہیں تاکہ تم ان کی اس مروڑ کو بھی کتاب کا حصہ خیال کرنے لگو حالانکہ وہ کتاب کا حصہ نہیں ہے[۴۱] اور وہ کہتے ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے (نازل ہوا) ہے۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے اور وہ دانستہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝

۷۹۔ کسی بشر کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اسے کتاب، حکمت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ[۴۲] بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ تم سب اللہ والے بن جاؤ جیسا کہ تم دوسروں کو کتاب کی تعلیم دیتے تھے اور خود بھی اسے پڑھتے تھے۔

وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ ع ۹

۸۰۔ اور وہ تمہیں یہ حکم نہیں دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لو۔ کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے گا؟

---

[۴۱] اس آیت میں بعض یہود کی ایک اور خیانت کا بیان ہے یعنی تورات کی وہ آیات جو ان کے مفادات کے منافی ہوتیں۔ بالخصوص جن آیات میں حضور اکرم ﷺ کی صفات کا ذکر ہوتا۔ ان کے اعراب اور حروف کو خلط ملط کر دیتے تاکہ ان آیات کا معنیٰ بدل جائے اور سننے والے کو محسوس ہو کہ یہ بھی تورات کا حکم ہے۔ حالانکہ اس نئے معنیٰ کا تورات سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ دانستہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

[۴۲] جس انسان کو اللہ تعالیٰ کتاب، حکمت اور نبوت سے سرفراز فرمائے وہ کسی کو اپنی عبادت کا حکم نہیں دیتا بلکہ سب کو یہی تبلیغ کرتا ہے کہ اللہ والے بن جاؤ اور ہر آسمانی کتاب اسی توحید کی تعلیم دیتی ہے۔

Marfat.com

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾

۸۱۔ اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام سے پختہ وعدہ لیا [۴۳] کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول آجائے جو اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کرلیا اور میرے اس بھاری عہد کو قبول کرلیا؟ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کرلیا۔ فرمایا پس گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

---

[۴۳] حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ پختہ وعدہ لیا کہ اگر اس کی موجودگی میں حضورِ اکرم ﷺ تشریف فرما ہوں تو اس پر لازم ہے کہ وہ حضورِ اکرم ﷺ پر ایمان لاکر آپ ﷺ کا امتی بن جائے اور ہر طرح سے آپ ﷺ کے دین کی تائید و نصرت کرے۔ نیز تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے یہی عہد اپنی امت سے بھی لیا“ (تفسیر روح المعانی و صفوۃ التفاسیر) اب اگر اللہ تعالیٰ حضورِ اکرم ﷺ کو نہ بھیجتا تو پہلی کتابوں کا بیان غلط ہو جاتا اور اہل کتاب کے پاس اس پیش گوئی کا کوئی جواب نہ ہوتا۔ لہٰذا نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان لانا اہل کتاب کی اپنی ضرورت ہے تا کہ گذشتہ انبیائے کرام اور ان کی مقدس کتابوں کی تصدیق ہو جائے۔ اور جو اہل کتاب نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان نہیں لائے وہ دراصل اپنے انبیائے کرام اور اپنی کتابوں کی تکذیب کر رہے ہیں۔

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ”حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر آج تمہارے سامنے زندہ ہوتے تو میری اتباع کرنے کے سوا ان کے لئے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا“ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۳۳۸) اسی لئے عارفین نے فرمایا ہے کہ ”نبی مطلق، رسولِ حقیقی اور مستقل شریعت کے لانے والے حضورِ اکرم ﷺ ہیں اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام حضورِ اکرم ﷺ کے تابع ہیں“ (روح المعانی)

شب معراج تمام انبیائے کرام علیہم السلام بیت المقدس میں اکٹھے ہوئے اور حضورِ اکرم ﷺ کی امامت میں اسلامی شریعت کے مطابق نماز ادا کر کے اس عہد کی عملی توثیق کر دی۔ اور جس نبی کی امت نے اس عہد سے روگردانی کی اور حضورِ اکرم ﷺ پر ایمان نہ لائی تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمان ہوگئی۔

نوٹ: اہل علم حضرات نے اس آیت سے میلاد النبی ﷺ منانے کا جواز ثابت کیا ہے۔ کیونکہ اس آیت میں حضورِ اکرم ﷺ کی آمد اور ان پر ایمان لانے کے پختہ وعدہ کا تذکرہ ہے جس کا مقصد یہ تھا کہ گذشتہ انبیائے کرام کو حضورِ اکرم ﷺ کی عظمت اور بزرگی کا علم ہو جائے اور آج محافل میلاد النبی ﷺ کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ مسلمان اکٹھے ہو کر حضورِ اکرم ﷺ کی عظمتوں کے گیت گاتے ہیں اور اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے سب سے عظیم رسول ہمیں عطا فرمایا۔

Marfat.com

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

۸۲۔ پھر اس کے بعد جو اپنے عہد سے پھر جائیں تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کو تلاش کرتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوق خوشی سے یا مجبوری سے اللہ ہی کے سامنے جھکی ہوئی ہے اور سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ آپ ﷺ فرمائیے! ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا اور اس پر جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو موسیٰ، عیسیٰ اور دیگر نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا۔ ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے [۴۴] اور ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ جو اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے تو اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

اس آیت میں قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام کو فرمایا کہ اگر حضور اکرم ﷺ ان کے زمانہ میں تشریف لائیں تو انہیں حضور اکرم ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو علیم وخبیر ہے اس کو علم تھا کہ حضور اکرم ﷺ حضرات انبیائے کرام کے زمانہ میں نہیں آئیں گے تو پھر اس عہد لینے میں کیا حکمت تھی ؟ دراصل اس عہد کا مقصد یہ تھا کہ تمام انبیائے کرام کو حضور اکرم ﷺ کے اس خصوصی مقام ومرتبہ کا علم ہو جائے جو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔

[۴۴] مسلمان سب انبیائے کرام پر ایمان رکھتے ہیں اور کسی نبی کا انکار نہیں کرتے کیونکہ تمام انبیائے کرام نے ایک ہی دین کی تبلیغ کی جس کی آخری شکل کا نام اسلام ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے لہٰذا جو شخص اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کی پیروی کرے تو اس کا یہ دین اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگا اور آخرت میں سوائے خسارے کے اسے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

Marfat.com

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾

۸۶۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیوں کر ہدایت دے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے حالانکہ وہ خود یہ گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول سچا ہے [۴۵] اور ان کے پاس روشن نشانیاں بھی آ چکی تھیں اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٧﴾

۸۷۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٨﴾

۸۸۔ وہ ہمیشہ اس لعنت میں رہیں گے نہ ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٨٩﴾

۸۹۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الضَّاۗلُّوْنَ ﴿٩٠﴾

۹۰۔ جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی [۴۶] اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔

---

[۴۵] جو لوگ حضورِ اکرم ﷺ کی نبوت کی نشانیوں کا مشاہدہ کر چکے ہیں اور اس کے باوجود کفر پر اڑے ہوئے ہیں ان کے ایمان لانے کی توقع عبث ہے بلکہ وہ لعنت کے مستحق ہیں اور ہمیشہ اسی لعنت کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

[۴۶] جو لوگ سچے دل سے توبہ کر لیں اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخش دیتا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ''گناہ سے توبہ کرنے والا انسان ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں'' (ابن ماجۃ: کتاب الزھد: باب ۳۰) لیکن جو لوگ انجام سے بے خبر اور خوفِ الٰہی سے بے فکر ہو کر دن رات گناہوں میں مشغول رہتے ہیں یہاں تک کہ موت کا فرشتہ آ جاتا ہے اور زندگی سے بالکل مایوس ہو جاتے ہیں اس وقت ان کی آنکھیں کھلتی ہیں اور زندگی کی آخری سانس میں توبہ کرنے لگتے ہیں تو ایسی توبہ قبول نہیں ہوگی (قرآن: ۴:۱۸)

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک جان کنی کا وقت نہ آئے'' (ترمذی: کتاب الدعوات) لہٰذا توبہ کرنے میں جلدی کرنی چاہیے کیا خبر آئندہ گھڑی میں موت آنے والی ہو اور توبہ کی مہلت ختم ہو جائے۔

Marfat.com

ع ۹/۱۷

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٩١﴾ ع

۹۱۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور وہ حالت کفر میں مر گئے ان میں سے اگر کوئی شخص زمین بھر سونا بطورِ فدیہ دے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا [۴۷] ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

الجزء ۴

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٩٢﴾

۹۲۔ تم (درجۂ کمال کی) نیکی ہرگز نہ پا سکو گے حتیٰ کہ (راہ خدا میں) ان چیزوں سے خرچ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ [۴۸]

---

[۴۷] جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر کی حالت ہی میں فوت ہو گئے وہ دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے اور وہ اگر زمین بھر سونا بطورِ فدیہ دے کر عذاب جہنم سے بچنا چاہیں گے تو یہ ممکن نہیں ہو گا۔ اول تو وہاں کسی کے پاس سونا نہیں ہو گا اور اگر بالفرض کسی کے پاس دنیا بھر کے خزانے ہوں تو وہ بھی رد کر دیے جائیں گے اور کوئی ان کی شفاعت بھی نہیں کرے گا کیونکہ شفاعت اہل ایمان کے حق میں قبول ہو گی۔ کافر و مشرک شفاعت کے مستحق نہیں ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ''قیامت کے دن ایک کافر (جبکہ اسے اپنے کفر کا برا انجام سامنے نظر آ رہا ہو گا) سے کہا جائے گا اگر تیرے پاس زمین بھر سونا ہو تو کیا تو دوزخ کے عذاب سے بچنے کے لئے اسے فدیہ میں دینا پسند کرے گا وہ کہے گا: ہاں۔ اس سے کہا جائے گا تو نے جھوٹ کہا۔ تجھ سے تو دنیا میں اس سے بہت آسان بات (اللہ پر ایمان لانے) کا مطالبہ کیا گیا تھا (مگر تو ایمان نہ لایا تو زمین بھر سونا کیسے خرچ کرے گا؟)'' (صحیح مسلم : المنافقین)

[۴۸] ہر وہ کام جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکی خوشنودی کا مستحق بنا دے وہ نیکی ہے اس نیکی کا تعلق عقائد سے ہو یا اعمال سے، فرائض سے ہو یا نوافل سے۔ البتہ درجہ کمال کی نیکی صرف اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب انسان اپنی پسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے۔ چاہے اس چیز کا تعلق انسان کی ذات سے ہو یا مال و متاع سے یعنی میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دینے کا وقت آ جائے تو جان کی بازی لگا دے اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو اپنے پسندیدہ مال سے ایثار کر دے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ معمولی چیز کا خرچ کرنا جائز نہیں یا اس کا اجر نہیں ملے گا۔ جو چیز بھی کسی کے کام آ سکتی ہے اس کا صدقہ کرنا یقیناً درست ہے اور اس کے معیار کے مطابق اجر و ثواب بھی ملے گا لیکن یاد رہے جو کچھ بھی خرچ کیا جائے، چاہے وہ کم ہو یا زیادہ، معمولی ہو یا عمدہ، اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہونی چاہئے۔ اگر ریاکاری یا نام و نمود کا ارادہ ہو تو کوئی ثواب نہیں ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ مال کی حقیقت اور انسان کی نیت دونوں بخوبی جانتا ہے۔

Marfat.com

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْھَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾

۹۳۔ نزولِ تورات سے پہلے سب کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے [۴۹] سوائے اس کے جس کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا (پیارے نبی ﷺ آپ) فرمائیے! اگر تم سچے ہو تو تورات لے آؤ اور پڑھ کر سناؤ۔

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾

۹۴۔ اس کے بعد بھی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

وقف غفران

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۣ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾

۹۵۔ آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔ پس تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرو جو ہر باطل سے پاک تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّھُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ ۚ

۹۶۔ بے شک سب سے پہلا عبادت خانہ [۵۰] جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ بڑا برکت والا [۵۱] اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

---

[۴۹] یہود نے حضورِ اکرم ﷺ پر اعتراض کیا کہ آپ ﷺ دین ابراہیمی کے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اونٹ کا گوشت بھی کھاتے ہیں جبکہ اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ دین ابراہیمی میں حرام تھا۔ اس آیت میں یہود کے اعتراض کی تردید ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین میں یہ چیزیں حرام نہیں تھیں بلکہ حضرت اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام نے بیماری کی وجہ سے اونٹ کا گوشت اور دودھ چھوڑ دیا تھا اور ان کی اولاد نے غلط فہمی کی وجہ سے ان کا استعمال حرام سمجھ لیا دراصل یہ چیزیں حرام نہیں تھیں اور اگر تم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے تو تورات لے آؤ اور اس سے اپنا دعویٰ ثابت کرو لیکن وہ گھبرا گئے اور انہیں تورات لانے کی ہمت نہ ہوئی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ تورات میں وہی لکھا ہے جو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ اس میں حضورِ اکرم ﷺ کی سچائی کی دلیل بھی ہے کیونکہ ظاہری تعلیم کے اعتبار سے حضورِ اکرم ﷺ اُمی تھے آپ نے آسمانی کتابوں کو نہیں پڑھا تھا اس کے باوجود آپ ﷺ کا اس یقین سے یہ مطالبہ کرنا کہ تورات میں یہ بات نہیں ہے آپ ﷺ کی نبوت پر روشن دلیل ہے۔

[۵۰] حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضورِ اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا، مسجدِ حرام۔ میں نے عرض کی اس کے بعد کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا مسجدِ اقصیٰ۔ میں نے پھر پوچھا ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، چالیس سال۔ (صحیح بخاری: کتاب الانبیاء: باب: ۴۰)

Marfat.com

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۹۷

۹۷۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں [۵۲] ان میں سے ایک مقامِ ابراہیم ہے۔[۵۳] اور جو بھی اس میں داخل ہو وہ محفوظ ہو جاتا ہے [۵۴] اور اللہ تعالیٰ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو [۵۵] اور جو شخص اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسجدِ حرام کے پہلے معمار حضرت آدم علیہ السلام اور مسجدِ اقصیٰ کے پہلے معمار حضرت آدم علیہ السلام کے کوئی فرزند تھے۔ طوفانِ نوح کے بعد جب یہ مسجدیں شہید ہوگئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجدِ اقصیٰ کی۔

[۵۱] حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔ اور مسجدِ اقصیٰ اور میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے (سنن ابن ماجة : حديث نمبر ۱۴۱۳) کعبہ کی برکتوں کے لئے ایک حکایت ملاحظہ کریں۔ کعبہ تین اشخاص کی سفارش کر کے انہیں جنت میں لے جائے گا پہلا شخص جس نے حج کیا دوسرا جو حج کے لئے نکلا مگر کعبہ تک نہ پہنچ سکا تیسرا وہ جس کے دل میں حج کی خواہش تھی مگر وسائل نے ساتھ نہ دیا۔ (نزهة المجالس جلد اول ص ۱۵۳)

[۵۲] واضح نشانیوں سے مراد مقامِ ابراہیم، حجرِ اسود، آبِ زمزم، صفا و مروہ، منیٰ اور عرفات وغیرہ ہیں یہاں گھر سے مراد صرف کعبہ نہیں بلکہ سارا حرم شریف ہے کیونکہ مقامِ ابراہیم کا پتھر بھی ایک نشانی ہے اور وہ خانہ کعبہ کے اندر نہیں بلکہ باہر ہے۔

[۵۳] مقامِ ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نشان ہیں۔ اب وہ پتھر خانہ کعبہ سے چند فٹ کے فاصلہ پر ایک شیشے کے حجرہ میں محفوظ ہے اور اس حجرہ کے سامنے طواف کے سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیارے بندوں کی ادائیں اور ان سے تعلق رکھنے والی چیزیں بھی پیاری ہوتی ہیں۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۵ میں مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بنانے کا حکم دیا ہے اور اس آیت میں مقامِ ابراہیم کو ایک واضح نشانی قرار دیا ہے اور غور سے دیکھا جائے تو حج کی ساری عبادات اللہ والوں کی پیاری یادیں ہیں وہ قربانی ہو یا جمرات کو پتھر مارنا۔ میدانِ عرفات ہو یا صفا و مروہ۔

[۵۴] اس سے مراد صرف عمارت کعبہ یا مسجدِ حرام نہیں بلکہ کعبہ کے اردگرد کی سرزمین میلوں تک حرم شمار ہوتی ہے اور اس سارے

Marfat.com

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾

۹۸۔ آپ ﷺ فرمائیے۔اے اہل کتاب! تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو؟ اور جو کچھ تم کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾

۹۹۔ آپ فرمائیے۔اے اہل کتاب! تم اللہ تعالیٰ کی راہ سے اسے کیوں روکتے ہو جو ایمان لا چکا ہے۔تم اس راہ کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو حالانکہ تم خود (اس راہ کی سچائی کے) گواہ ہو [۵۶] اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

علاقہ میں امن کا یہ عالم ہے کہ انسان کو قتل کرنا تو بڑی بات ہے جانور تک کا شکار بھی جائز نہیں۔جو انسان حدودِ حرم میں داخل ہو جائے اسے بڑے سے بڑے دشمن کا بھی خطرہ نہیں رہتا اور پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں کافر بھی حرم شریف کا احترام کرتے اور اس علاقہ میں کسی پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔

[۵۵] اس سے معلوم ہوا کہ حج ہر اس انسان پر فرض ہے جو کعبہ جانے کی طاقت رکھتا ہو یعنی سفر کرنے پر قادر ہو۔راستہ پُر امن ہو اور صحت وتندرستی کے لحاظ سے سفر کے قابل ہو۔حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔حج اور عمرہ کرو کیونکہ یہ غربت اور گناہوں کو اس طرح مٹاتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کے زنگ کو مٹاتی ہے اور حج مقبول کی جزا صرف جنت ہے۔ (جامع ترمذی: حدیث نمبر ۸۱۰)

نیز حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔جو شخص سفر، خرچ اور سواری کا مالک ہو جس کے ذریعہ وہ بیت اللہ تک پہنچ سکے۔اس کے باوجود وہ حج نہ کرے تو اس کا کوئی افسوس نہیں خواہ وہ یہودی ہو کر مرے خواہ وہ نصرانی ہو کر مرے۔(جامع ترمذی: حدیث نمبر ۸۱۲) استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے کو قرآن نے ''کفر'' سے تعبیر کیا ہے جس سے حج کی فرضیت اور اس کی تاکید میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔حج چھ ہجری میں فرض ہوا۔(حاشیۃ الطحطاوی) اس کی فرضیت قطعی ہے اور عمر میں ایک بار حج فرض ہے۔

[۵۶] تورات وانجیل کے حوالہ سے اہل کتاب کو علم تھا کہ اسلام دین حق ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں لیکن اس کے باوجود وہ انکار کرتے اور سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ ان دونوں آیات میں اہل کتاب کو متنبہ کیا گیا ہے کہ تم دیدہ دانستہ حق کو چھپا کر چند لوگوں کو تو فریب دے سکتے ہو لیکن کل روزِ محشر اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے۔وہ تو تمہارے ظاہر وباطن کو یکساں دیکھ رہا ہے۔

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۝١٠٠

۱۰۰۔ اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے کسی گروہ کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں ایمان لانے کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹا دیں گے [۵۷]

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝١٠١ ع

۱۰۱۔ اور اب تم کیسے کفر کر سکتے ہو؟ حالانکہ تم پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اللہ تعالیٰ کا رسول بھی موجود ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھامے گا تو اسے سیدھے راستہ کی ہدایت دی جائے گی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝١٠٢

۱۰۲۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے [۵۸] اور مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔ [۵۹]

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ

۱۰۳۔ اور تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ ڈالو [۶۰] اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد رکھو جو اس نے تم پر فرمائی جب تم آپس میں دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی پس

---

[۵۷] اہل کتاب کے مکروفریب اور وساوس کا ذکر کرنے کے بعد اب مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اہل کتاب کی ہر ممکن کوشش یہ ہے کہ وہ تمہیں کفر کی طرف لوٹا دیں لیکن تم ان کی سازشوں سے ہشیار رہو اور دین اسلام کو مضبوطی سے تھامے رکھو یہی صراط مستقیم ہے۔

[۵۸] اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تاکید کی گئی ہے اور مقصد یہ ہے کہ احکام خداوندی پر عمل کرنے اور نواہی سے بچنے میں حسبِ استطاعت پوری کوشش کی جائے۔ درج ذیل آیات بھی اسی مضمون کی تائید کرتی ہیں ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو جتنی تمہاری استطاعت ہے'' (قرآن: ۱۶:۶۴) ''اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا'' (قرآن: ۲:۲۸۶)

[۵۹] یعنی تمہیں موت آئے تو اس حال میں آئے کہ تم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہو۔ موت کا وقت ہمارے علم میں نہیں ہے لہٰذا کسی لمحہ میں بھی نافرمانی کی جرأت نہ کی جائے ممکن ہے وہی لمحہ ہماری موت کے لئے مقرر ہو۔

[۶۰] اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ قرآن میں ہدایت ہے اور اتحاد میں طاقت ہے۔ جس قوم کے پاس صرف طاقت ہو وہ ظالم بن جاتی ہے اور جس کے پاس صرف ہدایت ہو وہ مظلوم رہتی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قرآن جیسی سراپا ہدایت کتاب دے کر متحد ہونے کا حکم دیا ہے تاکہ مسلمان نہ ظالم بنیں اور نہ مظلوم بلکہ عزت و وقار کے ساتھ ہدایت کا نور

Marfat.com

اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

تم اس کے کرم سے بھائی بھائی بن گئے [۶۱] اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچالیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

۱۰۴۔ اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے [۶۲] جو اچھائی کی طرف بلائے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

پھیلائیں۔ قرآن وحدیث میں اتحاد واتفاق پر بہت زور دیا گیا ہے۔ جمعہ، حج اور عیدین کے اجتماعات اسی اتحاد کے عملی نمونے ہیں۔ جن میں بادشاہ اور غلام، گورا اور کالا گھٹنے کے ساتھ گھٹنا ملا کر ایک ہی صف میں بیٹھتے ہیں اور اسلامی مساوات واتحاد کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

[۶۱] اسلام سے پہلے قبائل عرب انتشار کا شکار تھے۔ معمولی باتوں پر قتل وغارت کا بازار گرم کر دیتے اور پھر صدیوں تک ایک دوسرے کی عداوت میں سرگرم رہتے۔ اسلام نے ان کے دلوں میں محبت کا ایسا انقلاب پیدا کیا کہ وہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے نیز کفر وشرک کی وجہ سے وہ جہنم کی آگ میں گرنے والے تھے مگر اسلام نے انہیں جنت کے راستہ پر گامزن کر دیا۔ اسلام سے پہلے قبائل عرب کا انتشار تو سمجھ میں آتا ہے کیونکہ وہ ہدایت سے محروم تھے لیکن نزولِ قرآن کے بعد مسلمانوں کا انتشار لمحۂ فکریہ ہے....؟

درسِ قرآن نہ اگر ہم نے بھلایا ہوتا --- یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

[۶۲] نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا فرض کفایہ ہے۔ پوری امتِ مسلمہ کا یہ اہم ترین فریضہ ہے کہ وہ کچھ ایسے لوگ تیار کرے جو دینی علوم سے مالا مال ہوں، اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں، دورِ حاضر کے تقاضوں سے باخبر ہوں، علم وحکمت کے استعمال پر قادر ہوں اور پیغام اسلام کو قابل فہم اور قابل عمل انداز میں پیش کرنے کے خوگر ہوں تاکہ مسلمان عمل میں سرگرم رہیں اور غیر مسلم قبولِ اسلام یا کم از کم احترام اسلام کی طرف راغب ہوں۔

۱۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔ تم اس سے دعا کرو گے اور تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی۔'' (ترمذی: حدیث نمبر ۲۱۶۹)

Marfat.com

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَٰتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾

۱۰۵۔ اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور انہوں نے واضح دلائل آنے کے باوجود اختلاف کیا [۶۳] اور ان لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٦﴾

۱۰۶۔ جس دن بعض چہرے سفید اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے [۶۴] سو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا تھا؟ پس اب تم اپنے کفر کا عذاب چکھو۔

۲۔ نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے، خواہش کی پیروی کی جا رہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور عام لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو (ترمذی: حدیث نمبر ۳۰۵۸)

ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا امتِ مسلمہ کی اجتماعی ذمہ داری ہے اگر وہ اس میں کوتاہی کرے گی تو وہ ایسے عذاب اور زوال کا شکار ہوگی کہ کسی کی دعا بھی قبول نہ ہوگی۔ لیکن اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ لوگ ہدایت قبول نہ کریں، اپنی خواہشات کے غلام بن جائیں اور داعی کے لئے مشکلات اور خطرات پیدا کر دیں تو پھر داعی کے لئے گنجائش ہے کہ وہ اپنی فکر کرے اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے۔

[۶۳] اہل کتاب نے اپنے انبیائے کرام سے دین حق کی واضح تعلیمات حاصل کیں مگر کچھ مدت گزر جانے کے بعد انہوں نے دین کے اصولوں کو چھوڑ دیا اور غیر ضروری مسائل کی بنیاد پر علیحدہ علیحدہ فرقے بنا لئے۔ جس کی پاداش میں قیامت کے دن انہیں بڑے عذاب سے واسطہ پڑے گا۔ اس مثال سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فرقہ بندی سے منع فرما رہا ہے تاکہ مسلمان اس سے عبرت حاصل کریں۔ لیکن صد افسوس! سمرقند، بخارا، تاشقند و قرطبہ کا زوال ہم نے تاریخ میں پڑھا۔ بوزنیا، چیچنیا، کشمیر، فلسطین اور افغانستان کے مظالم ہم نے ٹی وی پر اپنی آنکھوں سے دیکھے اس کے باوجود ہمارے انتشار میں کمی نہیں آئی۔ اپنی انا کی تسکین اور مفاد پرستی نے ہمیں اس حد تک اندھا کر دیا ہے کہ دشمن گھر کے دروازے پر دستک دے رہا ہے اور ہم گھر کے اندر آپس میں دست و گریباں ہیں۔ اس سے بڑا عذاب اور کیا ہوگا۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا --- کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

[۶۴] قیامت کے دن مومنین کے چہرے روشن ہوں گے اور وہ ایمان کے نور و ثواب میں ہمیشہ پُرسکون رہیں گے جب کہ کفار کے چہرے سیاہ ہوں گے اور وہ کفر کی تاریکی و سزا میں بے قرار رہیں گے۔

Marfat.com

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

۱۰۷۔ اور جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے سو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

۱۰۸۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جن کو ہم آپ پر حق کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دنیا والوں پر ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا [۶۵]

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ ع

۱۰۹۔ زمین و آسمان کی ساری چیزوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور سارے کام اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جائیں گے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

۱۱۰۔ تم بہترین امت ہو [۶۶] جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی ہو۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا [۶۷] ان میں سے بعض مومن ہیں لیکن اکثر نادان ہیں۔

---

[۶۵] اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک ہے اس کو کسی پر زیادتی یا کسی کی حق تلفی کی ضرورت نہیں بلکہ وہ تو مہربان ہے۔ اور آیات سنا کر سیدھا راستہ دکھاتا ہے تاکہ لوگ ہدایت کا راستہ اختیار کر کے نجات پائیں لیکن اس کے بعد بھی جو لوگ جان بوجھ کر غلط راستہ اختیار کریں وہ اپنے اوپر خود ظلم کر رہے ہیں اور جو ظلم کرتے ہیں آخر انہیں ظلم کے انجام سے دوچار ہونا ہی پڑتا ہے۔

[۶۶] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بہترین اُمت قرار دیا ہے اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں یعنی بہترین وہ ہیں جو پہلے ایمان لا کر خود امن کا پیکر بن جائیں اور برائی کا خاتمہ کر کے لوگوں کو امن مہیا کریں جس طرح تاریکی اور بیماری کے خاتمے سے روشنی اور تندرستی از خود آجاتی ہے اسی طرح برائی کے خاتمے سے نیکی کا دور دورہ ایک لازمی نتیجہ ہے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے وہ اپنے ہاتھ (طاقت) سے برائی کو روکے اور اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس برائی کو برا جانے اور یہ سب سے کمزور درجے کا ایمان ہے۔ (مسلم: کتاب الایمان: باب ۲۰) یعنی ایمان کا ابتدائی تقاضا یہ ہے کہ انسان برائی کو دل سے ناپسند کرے اور اس کو روکنے کی منصوبہ بندی

Marfat.com

کرے۔ایمان کا درمیانی درجہ یہ ہے کہ انسان برائی کو زبان سے روکنے کی کوشش کرے۔اس کو آپ تبلیغ کا نام دے سکتے ہیں جس طرح حضورِ اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں اسلام کی تبلیغ فرمائی۔اور ایمان کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ برائی کو طاقت سے روکا جائے اور غالباً اسی لئے مسلمانوں کو بہترین امت کہا گیا ہے مگر اس کے لئے سیاسی غلبہ اور مادی برتری کی ضرورت ہے تاکہ اسلامی احکام کا نفاذ ہو جس میں ہر قوم اور مذہب کا انسان پُر امن زندگی گزارے اور کوئی برائی کی جرأت نہ کر سکے اس کی بہترین مثال مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کا قیام تھا جس کے حصول کے لئے حضورِ اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی۔جنگ اُحد میں پیشانی زخمی کرائی اور جنگ خندق میں پیٹ پر پتھر باندھے۔علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ اُمم کیا ہے ----- شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر
ترے صوفے ہیں افرنگی تیرے قالین ایرانی --- لہو مجھ کو رُلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

اسی سورت کی آیت نمبر ۱۳۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''تم ہی غالب رہو گے اگر تم کامل مؤمن ہو'' آج مسلمانوں کا غلبہ کہاں ہے وہ تو اپنے ممالک میں بھی آزاد نہیں ہیں طاقتور حکومتیں جو چاہتی ہیں مسلمان ممالک میں وہی کچھ ہوتا ہے۔اس کی وجہ ظاہر ہے کہ مسلمان ایمان کے اعلیٰ درجے سے محروم ہو چکے ہیں یعنی وہ لوگوں کو نیکی کی دعوت تو دے سکتے ہیں مگر نیکی کا حکم دینے کی طاقت نہیں رکھتے جس کے نتیجے میں بہترین اُمت آج دنیا میں دہشت گرد کے نام سے مشہور ہے کیونکہ ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' اس دور کی مشہور روایت ہے۔اور آج کی لاٹھی صرف ایٹم بم اور میزائل ہی نہیں بلکہ اصل طاقت اقتصادی اور سائنسی ترقی میں ہے۔اس میدان میں مسلمان مجرمانہ غفلت کا شکار ہیں۔آج دنیا کی ایک چوتھائی زمین اور وسائل کے مالک مسلمان ہیں۔ایک ارب سے زائد افرادی قوت اور ۵۷ اسلامی ریاستیں ہیں۔مذہبی رہنما اپنی مساجد میں، حکومتی سربراہ مسند اقتدار پر اور امام کعبہ حج کے اجتماعات میں نیکی کرنے اور برائی سے رکنے کی تلقین کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود نہ نیکی پھیل رہی ہے اور نہ برائیاں ختم ہو رہی ہیں کیونکہ سائنسی اور فنی علوم کے فقدان نے ہمارے ان بے شمار وسائل کو بے اثر بنا دیا ہے۔اور ہم وہ طاقت حاصل نہیں کر سکے جو نیکی کے نفاذ اور برائی کے خاتمہ میں کارگر ثابت ہو۔لہٰذا آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمان قرآن کی طرف واپس آئیں۔آپس میں اتحاد اور محبت کی فضا قائم کریں۔سائنسی اور فنی علوم میں برتری حاصل کریں اور عظمتِ رفتہ کی بحالی میں دن رات ایک کر دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف اسی قوم کی مدد فرماتا ہے جو اپنی مدد آپ بھی کرتی ہے۔(قرآن: ۱۱:۱۳)

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی --- نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

<u>نوٹ</u>: اسی سورت میں حاشیہ نمبر ۶۲ بھی ملاحظہ کریں۔

[۶۷] اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا، اس طرح وہ بھی بہترین امت میں شامل ہو جاتے جیسے عبداللہ بن سلام اور ثَعلَبَة بن سَعیَة وغیرہ ایمان لائے لیکن اکثر اہل کتاب نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

Marfat.com

لَنۡ یَّضُرُّوۡکُمۡ اِلَّاۤ اَذًی ؕ وَ اِنۡ یُّقَاتِلُوۡکُمۡ یُوَلُّوۡکُمُ الۡاَدۡبَارَ ۟ ثُمَّ لَا یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾

۱۱۱۔ وہ تمہیں (زبانی) ستانے کے سوا زیادہ ضرر نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے [۶۸] پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

ضُرِبَتۡ عَلَیۡہِمُ الذِّلَّۃُ اَیۡنَ مَا ثُقِفُوۡۤا اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ حَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ ضُرِبَتۡ عَلَیۡہِمُ الۡمَسۡکَنَۃُ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ یَقۡتُلُوۡنَ الۡاَنۡۢبِیَآءَ بِغَیۡرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوۡا وَّ کَانُوۡا یَعۡتَدُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾

۱۱۲۔ وہ جہاں پائے گئے ان پر ذلت مسلط کر دی گئی بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے عہد یا لوگوں کے عہد سے کہیں پناہ مل جائے [۶۹] اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہو گئے اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی [۷۰] یہ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور انبیائے کرام کو ناحق قتل کرتے تھے یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا بدلہ ہے۔

---

[۶۸] یثرب اور خیبر کے علاقوں میں یہود کا بول بالا تھا اور وہ اپنے مال و دولت کے باعث بہت اہم مقام رکھتے تھے لیکن مسلمانوں کی آمد سے جب ان کا اثر و رسوخ زوال پذیر ہونے لگا تو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کر دیں ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دی کہ یہود سے گھبرانے کی ضرورت نہیں یہ زبان درازی اور افترا پردازی سے ذہنی تکلیف تو پہنچائیں گے لیکن اگر عملاً لڑائی کی جرأت کی تو شکست کھا کر بھاگ جائیں گے اور تاریخ شاہد ہے کہ قرآن مجید کی یہ پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی اور یہود نے مدینہ وخیبر میں شکست فاش کھائی۔

[۶۹] یہود کے جرائم کی وجہ سے ان پر ذلت مسلط کی گئی اور ان کی نسلوں میں سے جو اپنے اسلاف کے جرائم پر راضی تھے یا اس قسم کے جرائم کرنے پر تیار تھے ان پر بھی ذلت مسلط کی گئی۔ انہیں یروشلم (بیت المقدس) سے نکالا گیا۔ وہ دربدر کی ٹھوکریں کھاتے رہے۔ ہٹلر نے ساٹھ لاکھ یہودیوں کو ہلاک کر دیا البتہ قرآن مجید نے دو صورتیں ایسی بیان کی ہیں جن کی بدولت وہ اس ذلت سے نجات حاصل کر سکتے ہیں ایک صورت تو یہ ہے کہ کسی اسلامی ملک کے پُرامن شہری بن کر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائیں جیسے مسلم سپین میں یہودی امن کے ساتھ ترقی پذیر رہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی غیر مسلم طاقت ان کی پشت پناہی کرے جیسے امریکہ ویورپ کے تعاون سے اسرائیلی حکومت قائم ہوئی۔

[۷۰] یہود میں سے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور انبیائے کرام کو ناحق قتل کیا۔ ان جرائم کی سزا کے طور پر وہ دنیاوی زندگی میں محتاجی وغربت کا شکار رہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے جہنم رسید ہوں گے۔

Marfat.com

لَیۡسُوۡا سَوَآءً ؕ مِنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ یَّتۡلُوۡنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیۡلِ وَهُمۡ یَسۡجُدُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾

۱۱۳۔ وہ سب برابر نہیں ہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک گروہ حق پر قائم ہے [۷۱] جو رات کے اوقات میں کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں۔

یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَیَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَیُسَارِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۱۴﴾

۱۱۴۔ وہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہ صالح لوگوں میں سے ہیں

وَمَا یَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَلَنۡ یُّکۡفَرُوۡهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِالۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۱۵﴾

۱۱۵۔ اور جو نیکی بھی یہ کریں گے اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَیۡـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۱۶﴾

۱۱۶۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولاد انہیں اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے ہرگز نہ بچا سکیں گے۔ وہ دوزخی ہیں اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

---

[۷۱] اہل کتاب کے حوالے سے اس آیت کی تفسیر کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ پہلے زمانے کے اہل کتاب: یعنی سارے اہل کتاب یکساں نہیں تھے اگرچہ اکثریت نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور انبیائے کرام علیہم السلام کو قتل کیا مگر کچھ اہل کتاب ایسے بھی تھے جو پرہیزگار تھے اور انبیائے کرام کی تعلیمات پر عمل پیرا تھے لہٰذا ان کا اجر ضائع نہیں ہوگا۔

۲۔ حضور اکرم ﷺ کے دور کے اہل کتاب: یعنی سارے اہل کتاب یکساں نہیں ہیں بعض ان میں حقیقت پسند ہیں جو حضور اکرم ﷺ پر ایمان لائے اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوئے لہٰذا ان کا اجر ضائع نہیں ہوگا لیکن جو حضور اکرم ﷺ پر ایمان نہیں لائے ان کا اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان درست نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے آخری نبی کے منکر ہیں لہٰذا وہ حق پر نہیں ہو سکتے۔

Marfat.com

مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا
كَمَثَلِ رِیْحٍ فِیْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ
قَوْمٍ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا
ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

۱۱۷۔ جو کچھ وہ اس دنیوی زندگی میں خرچ کرتے ہیں۔ اس کی مثال اس ہوا کی طرح ہے جس میں سخت سردی ہو جو ظالموں کے کھیت پر پہنچے اور اسے فنا کردے۔ [۷۲] اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً
مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا
عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ
وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا
لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

۱۱۸۔ اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ [۷۳] وہ تمہیں خرابی پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے۔ انہیں وہی چیز پسند ہے جس سے تمہیں تکلیف پہنچے۔ ان کی باتوں سے بغض تو ظاہر ہو چکا ہے اور جو کچھ ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی بڑا ہے۔ ہم نے تمہارے لئے اپنی آیتیں صاف صاف بیان کردی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

---

[۷۲] اس آیت میں ایک مثال سے ظالم اور کافر کا انجام بتایا جا رہا ہے۔ یعنی ظالم ایک کھیت تیار کرتا ہے اس میں سرسبز و شاداب فصل دیکھ کر خوشی سے پھولا نہیں سماتا لیکن کھیت کو سردی سے بچانے کا انتظام نہیں کرتا اور جب اس کے مظالم کی سزا کا وقت آتا ہے تو سخت سرد ہوا اس کی فصل کو برباد کردیتی ہے اور ظالم کو حسرت و یاس کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح کافر جو مال اپنے نام و نمود یا لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے خیرات کرتا ہے اس سے قلبی سکون اور روشن مستقبل کی امیدیں لگاتا ہے لیکن اعمال کی ابدی حفاظت کرنے والی چیز یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا اور جب اس کے کفر کی سزا کا وقت (قیامت کا دن) آتا ہے تو کفر اس کی خیرات کے ثواب کو برباد کردیتا ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ دولت میں تصرف تو کیا مگر دینے والے کے نظام پر ایمان نہیں لایا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک نوکر اپنے مالک کی اجازت کے بغیر اس کا مال لوگوں میں تقسیم کردے تو ایسا نوکر سخی نہیں بلکہ مجرم ہے اور اس کی سزا اس پر ظلم نہیں بلکہ وہ اس کا مستحق ہے۔ قرآن مجید نے کفار کے اعمال کو سراب سے تشبیہ دی ہے۔ ''کافروں کے اعمال زمین میں چمکتی ہوئی ریت کی طرح ہیں جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب وہ اس کے پاس آیا تو کچھ بھی نہ پایا'' (قرآن: ۲۴:۳۹)

[۷۳] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ غیر مسلموں کو رازدار یعنی گہرا دوست نہ بنائیں۔ اس طرح وہ راز معلوم کر کے یا غلط مشورے دے کر مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچائیں گے۔ اس آیت میں کفار سے بالکل قطع تعلق ہونے کا حکم نہیں صرف رازدار بنانے سے منع فرمایا ہے۔ ویسے انسانیت کے ناطے تمام بنی نوع انسان کے ساتھ اچھے مراسم کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ بدگمانیوں کا خاتمہ ہو اور امن و سکون کی فضا پیدا ہو۔ اس ضمن میں مزید تفصیلات کے لئے اسی سورت کی آیت نمبر ۲۸ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾

۱۱۹۔ سنو تم ان سے محبت رکھتے ہو حالانکہ وہ تم سے محبت نہیں کرتے [۷۴] اور تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف غصہ سے انگلیاں چباتے ہیں ۔ (اے حبیب ﷺ) آپ فرمائیے کہ تم اپنے غصہ میں مر جاؤ۔ بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کے راز خوب جانتا ہے۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۳/۳

۱۲۰۔ اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بُری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تو ان کا مکرو فریب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان کے تمام کاموں کو محیط ہے۔

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ ﴿۱۲۱﴾

۱۲۱۔ (اے حبیب ﷺ) اس وقت کو بھی یاد کرو جب آپ صبح سویرے اپنے گھر والوں سے رخصت ہوئے اور (میدانِ اُحد میں) مومنوں کو جنگ کے لئے مورچوں پر بٹھا رہے تھے [۷۵] اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے جاننے والا ہے۔

---

[۷۴] یعنی منافقین کو مسلمانوں سے کوئی محبت نہیں تھی بلکہ اسلام کا اقرار کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے اور سادہ لوح مسلمان ان کا ظاہری ایمان دیکھ کر ان کو اپنا بھائی سمجھتے اور ان سے محبت کرتے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے تا کہ وہ منافقین کی خطرناک چالوں سے محتاط رہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور حق کے راستہ میں آنے والی مشکلات پر صبر کریں۔

[۷۵] جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد غزوہ اُحد کا واقعہ ہے۔ شوال تین ہجری میں کفارِ مکہ تین ہزار کا لشکرِ جرار لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ حضورِ اکرم ﷺ ایک ہزار افراد کے ساتھ مدینہ سے نکلے مگر راستہ میں عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا۔ منافقین کی اس حرکت سے لشکرِ اسلام کی تعداد مزید کم ہو گئی۔ وقتی طور پر بعض مسلمان گھبرا گئے حتیٰ کہ بنی حارثہ اور بنی سلمہ نے واپسی کا ارادہ کر لیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری فرمائی اور اس لغزش کے ارتکاب سے انہیں بچا لیا۔ لہٰذا ان باقی ماندہ سات سو جانثاروں کے ساتھ حضورِ اکرم ﷺ آگے بڑھے اور اُحد پہاڑ کے دامن میں

Marfat.com

اِذْ هَمَّتْ طَّآىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾	۱۲۲۔ جب تم میں سے دو جماعتوں نے بزدلی دکھانے کا ارادہ کرلیا تھا [۷۶] حالانکہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مددگار تھا (جس نے ان دونوں کو اس لغزش سے بچا لیا) اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہئے۔ [۷۷]

اس طرح صف آرا ہوئے کہ پہاڑ پشت پر تھا اور کفار کا لشکر سامنے۔
لشکر اسلام کے پیچھے ایک درّہ تھا جس سے کفار کے اچانک حملہ کا خطرہ ہوسکتا تھا۔ وہاں آپؐ نے عبداللہ بن جبیرؓ کی قیادت میں پچاس تیراندازوں کو متعین کردیا اور انہیں تاکیدی حکم دیا کہ ہمیں خواہ فتح ہو یا شکست تم ہر حالت میں یہاں ٹھہرے رہنا تاکہ تمہاری طرف سے دشمن حملہ نہ کرنے پائے۔ اس کے بعد جنگ شروع ہوئی۔ مسلمان اگرچہ تعداد میں ایک چوتھائی سے بھی کم تھے مگر اس قدر جرأت سے مقابلہ کیا کہ کفار کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ میدان سے بھاگنا شروع ہوگئے۔ مسلمانوں نے مالِ غنیمت جمع کرنا شروع کردیا تو درّے پر متعین تیراندازوں نے خیال کیا کہ فتح ہوچکی ہے اب یہاں کھڑے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں میدان میں جاکر مجاہد ساتھیوں کے ساتھ مالِ غنیمت اکٹھا کرنا چاہئے۔ عبداللہ بن جبیر کے کہنے کے باوجود چالیس افراد اپنا مورچہ چھوڑ کر میدان میں اُتر آئے۔ ان کی اس جلد بازی نے اسلام کی فتح کو شکست میں بدل دیا۔ کفار نے باقی ماندہ دس تیراندازوں کو شہید کرکے لشکر اسلام پر پیچھے سے ایسا حملہ کیا کہ مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ اور ساتھ ہی یہ افواہ بھی اُڑ گئی کہ حضورِ اکرم ﷺ شہید ہوگئے ہیں۔ اس خبر سے مسلمان مزید حواس باختہ ہوگئے مگر جب یہ اعلان ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ تو زندہ ہیں اور بنفس نفیس جنگ میں دادِ شجاعت دے رہے ہیں تو یہ خوشخبری سنتے ہی منتشر مسلمان پروانوں کی طرح اکٹھے ہوگئے اور کفار اپنے اونٹوں پر سوار ہوکر مکہ واپس روانہ ہوگئے۔ اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد حضورِ اکرم ﷺ نے شہداء کو دفن کیا اور مدینہ روانہ ہوگئے۔ حضورِ اکرم ﷺ شہداءِ اُحد کی قبروں پر آیا کرتے تھے اور فرمایا جو لوگ قیامت تک ان کی زیارت کے لئے آئیں گے اور انہیں سلام عرض کریں گے یہ انہیں اس کا جواب دیتے رہیں گے۔ (دلائل النبوہ : بیہقی)

[۷۶] یہ اشارہ بنی حارثہ اور بنی سلمہ کی طرف ہے جن کے حوصلے منافقین کی واپسی کے بعد پست ہوگئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری فرمائی اور وہ سنبھل گئے۔

[۷۷] اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ایمان کا حصہ ہے یعنی اس بات پر پختہ یقین کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اٹل ہے۔ کامیابی وناکامی دونوں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور ان دونوں کے پس پردہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں کارفرما ہوتی ہیں۔ نیز مادی اسباب پر اس طرح کلی اعتماد کرنا کہ مطلوب کے حصول میں یہی سب کچھ ہیں تو ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے اور بلاوجہ اسباب کو چھوڑ کر توکل کا دعویٰ کرنا بھی گناہ ہے۔ لہٰذا توکل کا مفہوم یہ ہے کہ سب سے پہلے ضروری اسباب کے مہیا کرنے میں پوری جدوجہد کی جائے لیکن نتائج کے ظہور کے لئے اسباب پر اعتماد نہ کیا جائے صرف اپنے رب تعالیٰ پر بھروسہ کیا جائے۔ اس طرح مسلمان کا حوصلہ بھی

Marfat.com

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

۱۲۳۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مقام بدر میں تمہاری مدد کی تھی [۷۸] حالانکہ تم بالکل کمزور تھے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم شکر ادا کرو۔

بلند رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی شامل حال ہو گی جبکہ کافر صرف اسباب پر بھروسہ کرتا ہے اور روحانی تسکین کے فقدان سے پریشان رہتا ہے۔ اس ضمن میں حضورِ اکرم ﷺ کی تین مثالیں ملاحظہ کریں۔

۱۔ حضورِ اکرم ﷺ جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو اس کے لئے تیاری کرتے مجلس مشاورت قائم ہوتی، وقت، جگہ، راستہ اور مجاہدین کا انتخاب ہوتا۔ ہتھیار اور سواریوں کا بندوبست کیا جاتا، میدانِ جنگ میں صفیں بنائی جاتیں الغرض جنگ میں کامیابی کے سارے ضروری اسباب کا انتظام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح دستِ سوال دراز فرماتے: ''اے اللہ! ہمارے دشمنوں کو ناکام بنا دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما'' (بخاری : جہاد)

۲۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت کے وقت حضورِ اکرم ﷺ نے رفیقِ سفر، زادِ سفر، اور سواری کے لئے اونٹنی کا انتظام کیا۔ رات کی تاریکی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر غارِ ثور میں پناہ لی تا کہ کفارِ مکہ دیکھ نہ سکیں۔ اس طرح سارے ضروری اسباب کا انتظام کرنے کے بعد دعا کی: ''.....اے اللہ! میرے سفر میں تو میرا ساتھی ہو.....اور مجھے لوگوں کے حوالے نہ کر.....(سیرتِ ابن کثیر : جلد دوم)

چنانچہ حضورِ اکرم ﷺ کی تلاش میں جب کفار کی ایک جماعت غارِ ثور کے منہ پر آ گئی اور حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر ان کفار میں سے کسی نے نیچے جھک کر دیکھا تو ہم نظر آ جائیں گے اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کو بڑے زوردار الفاظ میں بیان فرمایا: ''اے ابوبکر! تیرا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے۔ جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو'' (بخاری: فضائل اصحاب) یعنی ہم نے سارے امکانی اسباب مکمل کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر رکھا ہے۔ وہی ہماری حفاظت کرے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غار کے منہ پر کبوتری کے انڈوں اور مکڑی کے جالے سے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جنہیں دیکھ کر کفار واپس چلے گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار سے بچا لیا۔

۳۔ ایک آدمی نے حضورِ اکرم ﷺ سے پوچھا: میں اپنی اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا چھوڑ کر؟ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''پہلے اپنی اونٹنی کو رسی سے باندھ اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کر'' (ترمذی: حدیث نمبر ۲۵۱۷)

[۷۸] ان آیات میں غزوہ بدر کا تذکرہ ہے۔ یہ کفر و اسلام کی پہلی جنگ تھی جو سترہ رمضان سن دو ہجری کو بدر کے مقام پر وقوع پذیر ہوئی۔ اس میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) تھی اور کفار کا مسلح لشکر ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ اس کے باوجود ستر کافر مارے گئے، ستر قیدی ہوئے اور باقی شکست کھا کر بھاگ گئے۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور تسکین کے لئے فرشتے نازل فرمائے۔

Marfat.com

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِينَ ﴿۱۲۴﴾

۱۲۴۔ (اے رسولِ مکرم) یاد کیجئے جب آپ مومنوں سے فرما رہے تھے کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تین ہزار فرشتے اُتار کر تمہاری مدد فرمائے۔

بَلٰٓى ۙ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿۱۲۵﴾

۱۲۵۔ ہاں کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو جس گھڑی دشمن تم پر حملہ آور ہوں گے اسی وقت اللہ تعالیٰ (تین ہزار کی بجائے) پانچ ہزار نشان والے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهٖ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿۱۲۶﴾ ۙ

۱۲۶۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس امداد کو تمہارے لئے خوش خبری بنایا تا کہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور درحقیقت مدد تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے جو سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَآئِبِينَ ﴿۱۲۷﴾

۱۲۷۔ (یہ مدد اس لئے تھی) تا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے ایک گروہ کو کاٹ دے یا انہیں ذلیل کر دے کہ وہ ناکام ہو کر لوٹ جائیں۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُونَ ﴿۱۲۸﴾

۱۲۸۔ آپ کا اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں [۷۹] اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کافروں کی توبہ قبول فرمائے یا انہیں عذاب دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔

---

[۷۹] غزوہ اُحد میں جب حضورِ اکرم ﷺ کے دندانِ مبارک شہید کئے گئے اور سر مبارک زخمی کیا گیا تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ''وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا'' (بخاری : کتاب المغازی)
اس وقت حضورِ اکرم ﷺ نے کفار کے خلاف دعا کی یا کرنے کا ارادہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظالم کفار کے لئے دعائے ہلاکت سے منع فرمایا اگرچہ حضورِ اکرم ﷺ کا ظالم کافروں کے خلاف دعا کرنا درست اقدام تھا جیسے انبیائے کرام نے کفار کے خلاف دعائیں فرمائیں جس کے نتیجہ میں وہ کافر ہلاک ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ کا ایک جائز کام سے منع فرمانا بھی حکمت سے خالی نہیں تھا یعنی پیارے رسولِ مکرم! کفار کے مظالم کے بدلہ میں آپ ﷺ کا دعائے ہلاکت کرنا درست اور آپ کا حق ہے لیکن اگر آپ صبر کریں اور معاف کر دیں تو اس کا درجہ بہت بلند ہے کیونکہ ان میں سے جو کفر و ظلم پر قائم رہیں گے وہ تو عذاب سے نہیں بچ سکیں گے البتہ جو توبہ کر لیں گے ان سے اسلام کو تقویت ملے گی جیسے خالد بن ولید ، عکرمۃ بن ابی جھل ، عمرو بن عاص وغیرہ مسلمان ہو گئے۔

Marfat.com

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲۹ ع

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۳۰ وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝۱۳۱ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۳۲

۱۲۹۔ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے وہ جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

۱۳۰۔ اے ایمان والو! دوگنا چوگنا سود نہ کھاؤ [۸۰] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

۱۳۱۔ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

۱۳۲۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیت کے حکم اور انبیائے کرام علیہم السلام کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ ظالم کفار سے بدلہ لینے یا معاف کرنے میں وقتی حالات کو پیش نظر رکھا جائے اگر کفار کے مظالم میں کمی آنے یا اسلام کے قریب آنے کی اُمید ہو تو انہیں معاف کر دینا افضل ہے۔ اور اگر مظالم سے باز آنے کی امید نہ ہو تو ان سے بدلہ لینا یا ان کے لئے دعائے ہلاکت کرنا افضل ہے۔ جیسے انبیائے کرام نے ظالم کفار کے لئے دعائے ہلاکت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرماتے ہوئے کفار کو ہلاک کر دیا۔ لیکن اس آیت سے یہ مطلب نکالنے کی کوشش کرنا کہ حضور اکرم ﷺ کی دعائے خیر یا دعائے ضرر کا کوئی اثر نہیں۔ یہ سراسر خلافِ واقعہ اور تعلیماتِ اسلامیہ کے منافی ہے۔ جہاں انبیائے کرام علیہم السلام کی دعائیں رنگ لاتی ہیں وہاں سردارِ انبیاء کی دعا رنگ کیوں نہیں لائے گی...؟ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ حضور اکرم ﷺ دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائیں تو اللہ تعالیٰ کا بارانِ کرم جوش میں آ جاتا ہے اور اُجڑے ہوئے چمن میں بہار آ جاتی ہے۔

[۸۰] زمانہ جاہلیت میں سود کا عام رواج تھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کو سود پر رقم قرض دیتا اور جب ایک سال بعد مقروض رقم ادا نہ کر سکتا تو قرض خواہ سود کی رقم میں اضافہ کر دیتا اس طرح یہ سلسلہ مدتوں جاری رہتا یہاں تک کہ اصل رقم کئی گنا بڑھ جاتی جسے سود در سود یا سود مرکب کہا جاتا ہے۔ اسلام نے اس ظالمانہ نظام کو ختم کر دیا یعنی جو شخص اصل رقم واپس کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ سود کیسے ادا کرے گا۔ اس آیت میں اہل ایمان کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ سود سے بچو ورنہ دوزخ کی آگ سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔

نوٹ: سود کے متعلق تفصیل سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۵ میں ملاحظہ کریں جس میں سود کو مطلقاً حرام کر دیا گیا ہے۔ چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ۔

Marfat.com

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۱۳۳

۱۳۳۔ اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے ۔ جو پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ [۸۱]

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۱۳۴

۱۳۴۔ جو لوگ خوشحالی اور تنگ دستی میں خرچ کرتے ہیں، غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ۱۳۵

۱۳۵۔ اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی بُرا کام یا اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھیں تو فوراً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگتے ہیں اور اپنے گناہوں سے معافی مانگنا شروع کر دیتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہوں کو کون بخشتا ہے اور وہ جان بوجھ کر اپنے بُرے کاموں پر اصرار نہیں کرتے۔

اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْھَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۱۳۶

۱۳۶۔ ان لوگوں کی جزا ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور ایسی جنتیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ نیک کام کرنے والوں کے لئے یہ کیسا اچھا بدلہ ہے۔

---

[۸۱] مطلب یہ ہے کہ ایسے نیک اعمال اختیار کرنے میں جلدی کرو جن کے باعث رب تعالیٰ تمہاری مغفرت کر دے اور تمہیں وہ جنت عطا فرمائے جس کی وسعت کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے اور اس جنت کے مستحق پرہیز گار لوگ ہیں جن کی صفات آئندہ آیات میں مذکور ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے خوشحالی اور تنگ دستی دونوں احوال میں خرچ کرتے ہیں۔ لوگوں کی زیادتی پر غصہ کو پی جاتے ہیں اور دل کے کسی گوشے میں بھی اس کا اثر باقی نہیں رہنے دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور اگر کبھی ان سے گناہ سرزد ہو جائے تو اس پر اصرار نہیں کرتے بلکہ خلوصِ دل سے توبہ کر لیتے ہیں۔ ان صفات کے مالک ہی وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کے لئے جنت کی بہاریں چشم براہ ہیں۔ یا اللہ! ہم کو اپنے ان محبوب بندوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین!

Marfat.com

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

۱۳۷۔ تم سے پہلے کئی مثالیں گزر چکی ہیں [۸۲] سو تم زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ (حق کو) جھٹلانے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾

۱۳۸۔ یہ لوگوں کے لئے ایک بیان ہے اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

۱۳۹۔ نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو تم ہی غالب رہو گے اگر تم کامل مومن ہو [۸۳]

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ۭ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاۗءَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

۱۴۰۔ (جنگ اُحد میں) اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو (جنگ بدر میں) ایسی ہی چوٹ (تمہاری مخالف) قوم کو بھی لگ چکی ہے۔ یہ (عروج و زوال کے) دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں [۸۴] تاکہ اللہ تعالیٰ ممتاز کر دے ان کو جو ایمان لائے اور تم میں سے بعض کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔

---

[۸۲] گزشتہ اقوام کے حالات اور ان کے عروج و زوال کے واقعات میں غور کرو۔ جو قوم انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا انکار کرتی ہے وہ بالآخر ناکام و نامراد ہوتی ہے

[۸۳] غزوہ احد میں مسلمانوں کو جو نقصان پہنچا اس کی وجہ ظاہر ہے درّے پر متعین مجاہدین نے جلد بازی کی اور کفار کو پیچھے سے اچانک حملہ کرنے کا موقع فراہم کیا لیکن اس کے باوجود ممکن تھا کہ مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جاتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ گھبراؤ نہیں تم ہی غالب رہو گے اگر تم سچے مؤمن ہو۔ تاریخ شاہد ہے اس کے بعد حضورِ اکرم ﷺ کے عہد مبارک اور صحابہ کرام کے دور حتیٰ کہ بنو امیہ تک مسلمانوں کو مسلسل کامیابیاں حاصل ہوتی رہیں لیکن بعد میں جب مسلمان انتشار کا شکار ہوئے اور ایمان کامل کا معیار برقرار نہ رکھ سکے تو ایسے زوال پذیر ہوئے کہ اب کمزور سے کمزور تر ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کی مزید تشریح کے لئے اسی سورت میں پیچھے آیت نمبر ۱۱۰ ملاحظہ ہو۔

[۸۴] اقوام عالم میں فتح و شکست کے دن گردش کرتے رہتے ہیں کبھی مسلمان غالب اور کبھی کافر غالب مگر اہل ایمان قتل ہو کر بھی شہادت کی عزت حاصل کرتے ہیں جبکہ کفار قتل ہو کر مٹ جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! قتل ایک مگر انجام مختلف ہے۔

Marfat.com

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَيَمۡحَقَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۴۱﴾

۱۴۱۔ اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو نکھار دے اور کافروں کو مٹادے۔

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَيَعۡلَمَ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۴۲﴾

۱۴۲۔ کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے [۸۵] حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے مجاہدوں اور صبر کرنے والوں کو ممتاز نہیں کیا۔

وَلَقَدۡ كُنۡتُمۡ تَمَنَّوۡنَ الۡمَوۡتَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَلۡقَوۡهُ فَقَدۡ رَاَيۡتُمُوۡهُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۱۴۳﴾ ع

۱۴۳۔ موت کی ملاقات سے پہلے تم شہادت کی آرزو کیا کرتے تھے سو اب تم نے موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا ہے۔[۸۶]

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ ؕ وَمَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡـئًا ؕ وَسَيَجۡزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيۡنَ ﴿۱۴۴﴾

۱۴۴۔ اور نہیں ہیں محمد (ﷺ) [۸۷] مگر (اللہ تعالیٰ کے) رسول [۸۸] ان سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو اُلٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔

---

[۸۵] یعنی جنت میں جانا آسان نہیں ہے پہلے آزمائش سے گزرنا پڑتا ہے، صبر و جہاد کے میدان میں پرکھا جاتا ہے اور جو ایمان کے تقاضوں پر پورا اترتا ہے وہی جنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔

[۸۶] شہدائے بدر کے درجات سن کر دیگر مسلمانوں کے دل بھی شہادت کے لئے بے قرار ہو گئے اور انہوں نے میدانِ اُحد میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دادِ شجاعت دی اور شہادت کی عظمت حاصل کی۔

[۸۷] حضورِ اکرم ﷺ کے ذاتی نام محمد اور احمد ہیں باقی سارے اسمائے گرامی صفاتی ہیں۔ اہل زبان لکھتے ہیں کہ جو ہستی صفاتِ خیر کی جامع یعنی مجموعہ خوبی ہو اور جس کی بار بار تعریف کی جائے اسے محمد کہتے ہیں۔ زمانہ جس قدر ترقی کرتا جا رہا ہے حضورِ اکرم ﷺ کے کمالات روشن تر ہوتے جا رہے ہیں اور اسی لئے آپ کی تعریف کا سلسلہ بھی بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہر آنے والی گھڑی آپ ﷺ کے لئے پہلی گھڑی سے بہتر ہے'' (قرآن: سورہ والضحیٰ: ۹۳:۴) یعنی ہر لحہ آپ ﷺ کی عظمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔

[۸۸] جنگ اُحد میں جب کفار نے لشکر اسلام پر پیچھے سے اچانک حملہ کیا تو مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے اور ساتھ ہی یہ افواہ بھی اُڑ گئی کہ حضورِ اکرم ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ اس خبر سے بعض کمزور دل مسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے

Marfat.com

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۭ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۴۵

۱۴۵۔ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی شخص نہیں مر سکتا۔ موت کا وقت لکھا ہوا ہے۔ [۸۹] جو شخص دنیا کا فائدہ چاہتا ہے ہم اس کو دنیا سے دیں گے اور جو آخرت کا ثواب چاہتا ہے ہم اس کو آخرت کا ثواب دیں گے [۹۰] اور ہم عنقریب شکر گزار بندوں کو جزا دیں گے۔

میدان جہاد سے بھاگنا شروع کر دیا۔ اس آیت میں انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول ہیں خدا نہیں ہیں کہ ان پر موت نہیں آسکتی۔ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح اس دنیا میں آپ ﷺ کا بھی وقت مقرر ہے۔ جب حضورِ اکرم ﷺ انتقال فرمائیں تو کیا تم ان کا دین چھوڑ دو گے؟ یاد رکھو جو اسلام سے پھرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ کے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

جنگ اُحد کی اس مشکل گھڑی میں بعض ایسے جانباز بھی تھے جو ثابت قدم رہے۔ حضرت انس ؓ بن نضر للکار رہے تھے کہ " آؤ جس مقصد کے لئے ہمارے آقا نے جان دی اسی کے لئے ہم بھی اپنا سر قربان کر دیں حضور ﷺ کے بعد زندہ رہنے میں کیا لطف ہوگا؟ لوگو رسول اللہ شہید ہو گئے ہیں تو کیا ہوا۔ ان کا رب تو زندہ ہے" یہ کہہ کر کفار پر حملہ کر دیا اور لڑتے لڑتے جامِ شہادت نوش کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[۸۹] جو انسان تلواروں کے جھرمٹ میں دادِ شجاعت دیتا ہے ضروری نہیں کہ وہ قتل ہو جائے اور جو میدانِ جہاد کو چھوڑ کر بھاگتا ہے ضروری نہیں کہ وہ زندہ بچ جائے دراصل موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ نہ اس سے پہلے کسی کو موت آسکتی ہے نہ اس کے بعد وہ زندہ رہ سکتا ہے۔ جب موت کا وقت اٹل ہے اور وہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا تو وہ شخص کتنا کم عقل ہے جو موت کے ڈر سے جہاد میں شریک نہیں ہوتا۔

[۹۰] اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے جو شخص صرف دنیاوی فوائد کے لئے نیک اعمال کرتا ہے اور مالِ غنیمت کے لئے جہاد میں شریک ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس دنیا کے کچھ عارضی منافع تو عطا فرماتا ہے لیکن وہ آخرت کے ثواب سے محروم رہتا ہے اور جو شخص آخرت کے ثواب کی نیت سے سرگرم عمل رہتا ہے اور شہادت کی نیت سے جہاد میں شریک ہوتا ہے تو اسے آخرت کا ثواب تو ملے ہی گا لیکن دنیا میں بھی اس کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ ہے۔

Marfat.com

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

۱۴۶۔ اور کتنے ہی نبی ایسے گزرے ہیں جن کے ہمراہ بہت سے اللہ والوں نے جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو تکلیفیں انہیں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ تو انہوں نے ہمت ہاری، نہ کمزور ہوئے اور نہ ہار مانی [۹۱] اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

۱۴۷۔ اور ان کی دعا صرف یہی تھی اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں ہماری زیادتیاں بھی معاف فرما دے۔ ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما۔

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ۱۵ ع ۵ ۶

۱۴۸۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کا ثواب بھی دیا اور آخرت کا عمدہ ثواب بھی عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

۱۴۹۔ اے ایمان والو! اگر تم کفار کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں اُلٹے پاؤں (کفر کی طرف) پھیر دیں گے [۹۲] اور تم نقصان اُٹھانے والے ہو جاؤ گے۔

---

[۹۱] جنگ اُحد میں جو مسلمان گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ بھی ان کے صحابہ کرام نے کافروں سے جہاد کیا۔ وہ بھی مصائب سے دوچار ہوئے مگر انہوں نے کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ اپنے رب تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہوئے پوری بہادری سے قدم آگے بڑھائے۔ ہر حال میں صابر و شاکر رہے جس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا و آخرت میں سرخرو فرمایا اور تم بہترین امت ہو کر گھبرا گئے۔ ایسی کمزوری امتِ مسلمہ کی شان کے لائق نہیں ہے۔

[۹۲] جنگ اُحد میں عارضی شکست کے بعد بعض کفار مسلمانوں کے پاس آتے، ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے اور اسلام کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرما دیا کہ کفار کی اطاعت نہ کرنا ورنہ وہ تمہیں کفر کی طرف لوٹا دیں گے اور ایمان کو چھوڑ کر کفر اختیار کرنا بہت بڑا نقصان ہے۔ خوب یاد رکھو! یہ کافر تمہاری مدد نہیں کریں گے۔ تمہارا اصل اور سب سے بہتر مددگار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

Marfat.com

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

۱۵۰۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے اور وہ سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے۔

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾

۱۵۱۔ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں تمہارا رُعب ڈال دیں گے [۹۳] کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس چیز کو شریک بنالیا جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ ان کا (آخری) ٹھکانا دوزخ ہے اور ان ظالموں کا ٹھکانا بہت بُرا ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَھُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓي اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

۱۵۲۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا [۹۴] جب تم (ابتدا میں) اس کے حکم سے کافروں کو قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور (رسول مکرم ﷺ کے) حکم کے بارے میں جھگڑنے لگے اور اپنی پسندیدہ چیز (مال غنیمت) دیکھنے کے بعد تم نے (رسول مکرم ﷺ کی) نافرمانی کی۔ تم میں سے بعض دنیا کے طالب تھے [۹۵] اور بعض آخرت کا ارادہ رکھتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو کافروں کے تعاقب سے پیچھے ہٹا دیا تاکہ تمہیں آزمائے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا [۹۶] اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر فضل و کرم فرمانے والا ہے۔

---

[۹۳] جنگ اُحد میں جب کفار نے لشکر اسلام پر پیچھے سے اچانک حملہ کیا تو مسلمان گھبرا گئے اور میدانِ جہاد سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اگر کفار مسلمانوں کا تعاقب کرتے تو ظاہری حالات ایسے تھے کہ وہ مدینہ پر قبضہ کر لیتے اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے شرک کی وجہ سے ان کے دلوں کو اتنا مرعوب اور خوفزدہ کر دیا کہ وہ اپنی فتح کو ادھورا چھوڑ کر مکہ واپس لوٹ گئے۔ نیز کفار کی امیدوں کا سارا دارومدار ظاہری اسباب پر ہوتا ہے اور کوئی معمولی سا حادثہ یا وسوسہ بھی ان کے دلوں کو مرعوب کر سکتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے ان کے دلوں کو حوصلہ نہیں ملتا اور آخرت پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے انہیں شہادت کی کشش نہیں ہوتی۔ اس لئے میدانِ کارزار میں آگے بڑھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ اس کیفیت کا تعلق تو دنیا سے ہے اور آخرت میں ان کا انجام اور زیادہ بُرا ہوگا۔

Marfat.com

اِذۡ تُصۡعِدُوۡنَ وَ لَا تَلۡوٗنَ عَلٰۤی اَحَدٍ وَّ الرَّسُوۡلُ یَدۡعُوۡکُمۡ فِیۡۤ اُخۡرٰىکُمۡ فَاَثَابَکُمۡ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّکَیۡلَا تَحۡزَنُوۡا عَلٰی مَا فَاتَکُمۡ وَ لَا مَاۤ اَصَابَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵۳﴾

۱۵۳۔ یاد کرو جب تم دور بھاگے جا رہے تھے اور کسی کو پلٹ کر دیکھتے بھی نہ تھے اور رسول مکرم ﷺ تمہیں پیچھے سے بُلا رہے تھے [۹۷] پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں غم کے بدلے غم پہنچایا [۹۸] تاکہ تم (مالِ غنیمت سے) محرومی اور (شکست کی) مصیبت پر غمگین نہ ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

---

[۹۴] اللہ تعالیٰ نے کامل اہلِ ایمان سے فتح ونصرت کا وعدہ فرما رکھا ہے اور جنگ اُحد میں بھی اس کو پورا فرمایا جس کی وجہ سے پہلے مسلمان ہی غالب تھے لیکن بعد میں بعض مسلمانوں کی اپنی لغزش سے جنگ کا نقشہ بدل گیا کیونکہ وہ حضورِ اکرم ﷺ کے حکم پر عمل کرنے میں ناکام ہوئے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے پھر کرم فرمایا اور کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا ایسا رُعب طاری کر دیا کہ کفار خود ہی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

[۹۵] طالبِ دنیا سے مراد وہ تیر انداز ہیں جو مالِ غنیمت جمع کرنے کے لئے اپنا مورچہ چھوڑ گئے اور طالبِ آخرت سے مراد وہ تیر انداز ہیں جو مورچے پر ثابت قدم رہے اور شہید ہو گئے۔

[۹۶] درّہ پر متعین جن تیر اندازوں سے غلطی ہوئی نیز کفار کے اچانک حملے سے گھبرا کر جن مجاہدین نے میدانِ جنگ چھوڑ دیا اب انہیں خوش خبری سنائی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خطا اور کمزوری کو اپنے فضل وکرم سے معاف کر دیا ہے کیونکہ اس خطا اور گھبراہٹ میں ان کی نیت خراب نہیں تھی بلکہ اجتہادی غلطی اور بشری کمزوری کارفرما تھی۔

نوٹ: اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ سارے صحابہ کرامؓ عادل اور ہدایت کے ستارے ہیں۔ ان کی تعظیم واجب ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے تو کسی اور کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان پر زبانِ طعن دراز کرے۔ ان کے باہمی اختلافات اور قتال سب اجتہادی امور پر مبنی تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''نیکیاں بُرائیوں کو مٹا دیتی ہیں'' (قرآن ۱۱: ۱۱۴) اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نیکیوں کے برابر کسی دوسرے کی نیکیاں نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے عفو ودرگزر کے جتنے مستحق صحابہ کرام ہیں کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ ہمیں ان پر نکتہ چینی کی بجائے اپنی خطاؤں پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہئے۔ یا اللہ! مجاہدین اسلام کے صدقے ہم پر بھی کرم فرما اور ہمارے گناہ معاف فرما دے۔ آمین!

[۹۷] جنگ اُحد کی مشکل گھڑی میں جب مسلمان بھاگنا شروع ہو گئے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کا رسول مکرم ﷺ صرف بارہ ساتھیوں کے ساتھ میدانِ جہاد میں جما رہا اور تمہیں جہاد کی طرف واپس بُلا رہا تھا۔

[۹۸] درّہ پر متعین تیر اندازوں نے حضورِ اکرم ﷺ کے فرمان میں اختلاف کیا اور اکثر مالِ غنیمت کے لئے میدان میں اُتر آئے نیز کفار کے اچانک حملہ سے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میدان چھوڑ کر بھاگ گئے جس سے رسول اکرم ﷺ کو رنج پہنچا اور اس کے بدلے میں تمہیں بھی غم سے دوچار ہونا پڑا یعنی جیتی ہوئی جنگ ہار بیٹھے۔ بہت سے مسلمان شہید ہو گئے یہ اس

Marfat.com

ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغۡشٰى طَآئِفَةً مِّنۡكُمۡ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدۡ اَهَمَّتۡهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ يَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ غَيۡرَ الۡحَقِّ ظَنَّ الۡجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ لَّنَا مِنَ الۡاَمۡرِ مِنۡ شَىۡءٍ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡاَمۡرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخۡفُوۡنَ فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ مَّا لَا يُبۡدُوۡنَ لَكَ ؕ يَقُوۡلُوۡنَ لَوۡ كَانَ لَنَا مِنَ الۡاَمۡرِ شَىۡءٌ مَّا قُتِلۡنَا هٰهُنَا ؕ قُلۡ لَّوۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ بُيُوۡتِكُمۡ لَبَرَزَ الَّذِيۡنَ كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقَتۡلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمۡ ۚ وَلِيَبۡتَلِىَ اللّٰهُ مَا فِىۡ صُدُوۡرِكُمۡ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۱۵۴﴾

۱۵۴۔ اس غم کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر امن وسکون نازل فرمایا اور تم میں سے ایک گروہ پر غنودگی چھا گئی [۹۹] اور ایک گروہ ایسا تھا جس کو صرف اپنی جانوں کی فکر تھی [۱۰۰] وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق زمانہ جاہلیت کی طرح بدگمانی کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کیا اس معاملہ میں ہمارا بھی کوئی اختیار ہے؟ آپ فرمائیے! بے شک سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ یہ لوگ اپنے دلوں کے راز آپ کو نہیں بتاتے۔ کہتے ہیں اس معاملہ میں اگر ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے۔ آپ فرمائیے! اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کا قتل ہونا لکھا جا چکا تھا وہ ضرور اپنے مقتل کی طرف نکل آتے (یہ مصیبت اس لئے پیش آئی) تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتوں کو آزمائے اور تمہارے دلوں کو پاک وصاف کردے [۱۰۱] اور اللہ تعالیٰ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے۔

لئے تھا تا کہ تمہیں غم کی بجائے اپنی غلطی کا احساس ہو اور آئندہ ہر حال میں رسول اکرم ﷺ کے حکم پر قائم رہیں۔ نیز اس سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہیں میدانِ اُحد میں غم پر غم اس لئے دیا تا کہ تمہارے اندر مصائب برداشت کرنے کا جذبہ اور حوصلہ پیدا ہو جائے اور آئندہ کبھی ایسی صورت پیش آئے تو گھبراؤ نہیں بلکہ صبر واستقامت کا مظاہرہ کرو۔

[۹۹] جنگ اُحد میں جب ہر طرف افراتفری اور خوف وہراس پھیلا ہوا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے مخلص مؤمنوں پر امن وسکون نازل فرمایا جس سے ان کے دلوں سے دشمن کا خوف دور ہو گیا اور ان پر غنودگی طاری کر دی جس سے ان کا غم غلط اور تھکاوٹ دور ہو گئی اور پھر تازہ دم ہو کر مصروفِ جہاد ہو گئے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اونگھنے لگے یہاں تک کہ کئی بار تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹی اور میں نے اسے سنبھالا (بخاری) ایسی حالت میں نیند کا آنا واقعی اللہ تعالیٰ کی ایک خاص نعمت تھی۔

[۱۰۰] تین سو منافقین تو راستہ ہی سے لوٹ گئے تھے اور کچھ منافقین مالِ غنیمت کے لالچ اور اہل ایمان کے ڈر سے ساتھ رہے۔ انہیں اونگھ اور سکون کی نعمت سے محروم رکھا گیا کیونکہ وہ اسلام سے مخلص نہ تھے صرف اپنی سلامتی کی فکر میں تھے لیکن جب

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ ۙ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٥٥﴾ ع

۱۵۵۔ جس دن دو لشکر مقابلے میں آئے اس دن تم میں سے جو لوگ پیٹھ پھیر گئے [۱۰۲] ان کے بعض کاموں کی وجہ سے شیطان نے انہیں پھسلا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت حلم والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١٥٦﴾

۱۵۶۔ اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے کفر اختیار کیا جب ان کے بھائی کسی جنگ یا سفر پر جاتے (اور وہاں کسی حادثے کا شکار ہو جاتے) تو وہ کہتے کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ تعالیٰ اس خیال کو ان کے دلوں میں حسرت کا باعث بنا دے [۱۰۳] دراصل اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

جنگ کا نقشہ بدل گیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق زمانہ جاہلیت کی باتیں شروع کر دیں۔ اگرچہ نفاق کی بہت سی باتیں انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھی تھیں اس کے باوجود کہنے لگے "ان کی مرضی کے خلاف انہیں جنگ میں دھکیلا گیا اگر ان کی سنی جاتی اور مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جاتا تو اتنا نقصان نہ ہوتا اور جو یہاں قتل ہوئے ہیں وہ بھی قتل نہ ہوتے۔" اس پر قرآن مجید نے وضاحت کر دی کہ سارے اختیارات کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے پھر بھی جن کا اُحد میں قتل ہونا مقدر تھا وہ بہرصورت یہاں پہنچ جاتے کیونکہ موت کا وقت اور جگہ مقرر ہے جب کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا فرماتا ہے کہ وہ اپنے مقتل پر پہنچ ہی جاتا ہے۔

[۱۰۱] اب پھر روئے سخن اہل ایمان کی طرف ہے کہ تمہیں غزوہ اُحد کی مصائب میں اس لئے مبتلا کیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کا ایمان اور کفار کا نفاق ظاہر کر دے اور ان تکالیف کے صلہ میں تمہارے دلوں کو ان وساوس سے پاک کر دے جو کسی کمزوری یا گھبراہٹ کا باعث بن سکتے ہیں۔

[۱۰۲] جنگ اُحد میں جن اہل ایمان کو شیطان پھسلانے میں کامیاب ہو گیا اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ لغزش معاف کر دی (مزید تفصیل کے لئے اسی سورت میں پیچھے حاشیہ نمبر ۹۶ ملاحظہ کریں)

[۱۰۳] جب کوئی مسلمان سفر جہاد میں فوت ہو جاتا یا میدانِ جنگ میں شہید کر دیا جاتا تو منافقین اس کے عزیز و اقارب کے پاس جاتے اور اظہار ہمدردی کرتے ہوئے انہیں کہتے کہ اگر وہ ہمارا بھائی اس مہم پر نہ جاتا اور ہماری طرح گھر میں رہتا تو اس

Marfat.com

وَ لَىِٕنۡ قُتِلۡتُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَوۡ مُتُّمۡ لَمَغۡفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحۡمَةٌ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾

۱۵۷۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے جاؤ یا تم مرجاؤ تو اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت (جو تمہیں نصیب ہوگی) ان ساری چیزوں سے بہتر ہے جن کو یہ لوگ جمع کرتے ہیں [۱۰۴]

وَلَىِٕنۡ مُّتُّمۡ اَوۡ قُتِلۡتُمۡ لَاِلَى اللّٰهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۱۵۸﴾

۱۵۸۔ اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ‌ۚ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانْفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ‌ ۖ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَشَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ‌ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَوَكِّلِيۡنَ ﴿۱۵۹﴾

۱۵۹۔ پس اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ﷺ مسلمانوں کے لئے نرم دل ہیں [۱۰۵] اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے سو آپ ﷺ ان سے درگزر کریں ان کے لئے بخشش طلب کریں [۱۰۶] معاملات میں ان سے مشورہ کریں [۱۰۷] اور جب آپ ﷺ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر توکل کریں [۱۰۸] بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

حادثے کا شکار نہ ہوتا اور آج زندہ ہوتا۔ یہ ایک کافرانہ عقیدہ ہے جس کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ دراصل موت وحیات کا اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ اگر چاہے تو سفر اور جنگ میں زندہ رکھے اور اگر چاہے تو گھر اور امن میں موت دے دے۔ اس پختہ یقین کی وجہ سے مسلمان جرأت کا مظاہرہ کرتے اور منافقین کی کافرانہ تجویز کو مسترد کر دیتے۔ لہٰذا منافقین ساری عمر اس حسرت سے پریشان رہے کہ مسلمان ان کی بات نہیں مانتے اور آخرت میں ان کی سب سے بڑی حسرت یہ ہو گی کہ کاش وہ دنیا میں اسلام سے منافقت نہ کرتے تاکہ آج جہنم سے بچ جاتے۔

[۱۰۴] موت کا وقت اور جگہ مقرر ہے جو آگے پیچھے نہیں ہوسکتا اور ہم سب کو ایک دن یہ دنیا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ تو عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے نام اور پیغام کے لئے وقف کر دیں پھر چاہے موت جنگ میں آئے یا گھر میں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کے مستحق بن جائیں گے جو دنیا کے مال ومتاع سے بدرجہا بہتر ہے کیونکہ دنیا کا مال فانی ہے اور اسی دنیا میں رہ جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت باقی ہے اور ہر جگہ ساتھ رہتی ہے۔

[۱۰۵] جنگ اُحد میں پہلے تیر اندازوں نے آپ کی نافرمانی کی اور مالِ غنیمت جمع کرنے کے لئے درّہ چھوڑ دیا جس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا پھر کفار کے اچانک حملے سے گھبرا کر حضور اکرم ﷺ کو میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے جس سے ناقابل تلافی

Marfat.com

نقصان ہوا لیکن بعد میں وہ حضورِ اکرم ﷺ کے پاس لوٹ آئے۔ جنگی نظم وضبط کے اعتبار سے یہ دونوں خطائیں قابل مؤاخذہ تھیں لیکن دنیا کی جنگی تاریخ میں شاید یہ پہلا اور فقید المثال واقعہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ان پر کوئی گرفت نہیں کی بلکہ نہایت نرمی اور شفقت سے پیش آئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حضورِ اکرم ﷺ پر خاص فضل وکرم ہے کہ آپ نرم دل ہیں اور امت مسلمہ پر بھی اللہ تعالیٰ کا خصوصی احسان ہے کہ ان کو حضورِ اکرم ﷺ جیسا نبی عطا فرمایا۔ اگر آپ سخت مزاج ہوتے تو یہ آپ کے قریب نہ آتے۔ یہ اسلام کی صداقت اور حضورِ اکرم ﷺ کی خوش اخلاقی تھی کہ حضورِ اکرم ﷺ کے وصال سے پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۲۴,۰۰۰) لوگ اسلام سے وابستہ ہو چکے تھے۔

[۱۰۶] ذرا اندازہ کریں اللہ تعالیٰ صحابہ کرام پر کتنا مہربان ہے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی خطائیں معاف فرمادیں۔ اب حضورِ اکرم ﷺ سے ان کی سفارش فرمارہا ہے۔ پیارے حبیب! جس طرح آپ صحابہ کرام سے نرم دلی کا سلوک کرتے ہیں اسی طرح آپ ان کی خطائیں بھی معاف فرمادیں اور ان کے لئے میری بارگاہ میں شفاعت کریں کہ میں ان کو بخش دوں اگرچہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی معافی کا اعلان کردیا ہے لیکن آپ کی سفارش سے ان کی دلجوئی ہوگی۔ ان کے دلوں سے خطا ولغزش کے زخم دور ہوجائیں گے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ خطا کاروں کی بخشش کے لئے حضورِ اکرم ﷺ کی دعا ایسا وسیلہ ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے خود دیا ہے۔ لہٰذا حضورِ اکرم ﷺ کو وسیلہ سمجھنا اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں شفاعت کے لئے التجا کرنا شرک نہیں عین اسلام ہے اور قرآن مجید کی تعلیم ہے۔

[۱۰۷] حضورِ اکرم ﷺ کی ہر بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے (قرآن: ۵۳:۳) اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کریں تا کہ مسلمانوں کو مشورہ کی اہمیت کا علم ہو جائے۔ اس آیت کے ضمن میں علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو اس لئے مشورہ کرنے کا حکم نہیں دیا کہ حضورِ اکرم ﷺ کو ان کے مشورہ کی ضرورت تھی بلکہ اس میں حکمت یہ تھی کہ انہیں مشورہ کی فضیلت کا پتہ چل جائے۔ نیز یہ کہ مشورہ سنت نبوی بن جائے اور امت مسلمہ اس کی اقتدا اور اتباع کرے...... شریعت اسلامیہ میں مشورہ کا حکم اتنا اہم ہے کہ جو حکمران اہل علم اور اہل دین سے مشورہ نہیں کرتا اسے معزول کردینا واجب ہے" (تفسیر قرطبی)

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا "جس شخص سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے بھائی کو وہی مشورہ دے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے" (تفسیر مظہری: سورہ شوریٰ: آیت نمبر ۳۸) نیز یہ آیت اجتہاد کے جواز اور قیاس کے حجت ہونے کا ثبوت بھی فراہم کرتی ہے (تفسیر مدارک)

[۱۰۸] کسی اہم معاملہ میں لوگوں کی رائے معلوم کرنے کو مشورہ کہا جاتا ہے۔ مشورہ طلب کرنے والا ان مختلف آراء میں غور وفکر کرے اور جن کی رائے قرآن وحدیث اور موقع ومحل کے زیادہ مناسب ہو اس کو عملی جامہ پہنانے کا پختہ ارادہ کرے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے قدم آگے بڑھائے یعنی پہلے باہمی مشورہ اور حالات کا بغور جائزہ لے پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کیونکہ فتح ونصرت اور کامیابی وکامرانی کا اصل اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے اہل ایمان کو مشورہ کے بعد کامیابی کے لئے اسباب پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔ (توکل کے متعلق اسی سورت میں پیچھے حاشیہ نمبر ۷ بھی ملاحظہ کریں)

Marfat.com

إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٦٠﴾

۱۶۰۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے گا؟ مؤمنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَغُلَّ ۚ وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦١﴾

۱۶۱۔ کسی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ وہ خیانت کرے [۱۰۹] اور جو کوئی خیانت کرے گا تو وہ خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن (اپنے ہمراہ) لے آئے گا پھر ہر شخص کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

---

[۱۰۹] جنگ اُحد میں درّہ پر متعین تیر اندازوں نے جب دیکھا کہ دشمن شکست کھا کر بھاگ گیا ہے اور مسلمان مالِ غنیمت اکٹھا کر رہے ہیں تو ان کے دل میں یہ خیال گزرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضورِ اکرم ﷺ فرما دیں کہ جس نے جو چیز لے لی اسی کی ہو گئی اگر ایسا ارشاد ہوا تو ہم بالکل محروم رہ جائیں گے۔ اس خیال کے پیشِ نظر ان میں سے اکثریت نے درّہ چھوڑ دیا اور مالِ غنیمت جمع کرنے کے لئے نیچے اُتر آئے جس کی وجہ سے جنگ کا نقشہ بدل گیا اور مسلمانوں کو ناقابلِ تلافی نقصان ہوا۔ جنگ کے بعد جب حضورِ اکرم ﷺ نے اس نافرمانی کی وجہ پوچھی تو وہ کوئی معقول جواب نہ دے سکے اس وقت نبی کریم ﷺ نے ان کے دل کی بات کہہ دی ”کیا تم نے یہ خیال کیا کہ ہم خیانت کریں گے اور تمہیں کچھ نہیں دیں گے“ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ کوئی نبی خیانت نہیں کرتا بلکہ کسی نبی کے متعلق خیانت کا تصور بھی جائز نہیں کیونکہ ہر نبی اللہ تعالیٰ کی وحی کا امین ہوتا ہے تو وہ حقیر مال میں کیسے خیانت کر سکتا ہے لہٰذا خیانت اور نبوت دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ نبی معصوم ہوتا ہے جبکہ خیانت بہت بڑا گناہ ہے اور جو خیانت کرتا ہے قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز اس کے ہمراہ ہوگی اور پورے میدانِ محشر میں اس کی رُسوائی ہوگی۔

جنگ خیبر میں ایک مجاہد فوت ہو گیا حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں جنازہ کے لئے عرض کیا گیا تو رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا جاؤ تم اس کی نماز جنازہ پڑھ دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہروں کی رنگت بدل گئی تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اس ساتھی نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہے۔ ہم حیران ہو گئے اور جب اس کے مال کی تلاشی لی تو ہمیں اس کے سامان سے یہودیوں کے چند منکے ملے جن کی قیمت دو درہم سے بھی کم تھی۔ (ابن ماجۃ: حدیث نمبر ۲۸۴۸) اس سے معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت میں معمولی سی خیانت بھی اتنا بڑا جرم ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ جیسے رحمدل نبی ﷺ نے بھی اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ نیز یہ بھی پتہ چلا کہ نگاہِ نبوت سے اتنی سی بات بھی پوشیدہ نہ تھی۔

Marfat.com

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۶۲﴾

۱۶۲۔ تو کیا جس نے رضائے الٰہی کی پیروی کی وہ اس کی طرح ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا حق دار بن گیا؟ [۱۱۰] اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے جو بدترین جگہ ہے۔

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

۱۶۳۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں لوگوں کے درجات مختلف ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۶۴﴾

۱۶۴۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا [۱۱۱] جب ان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے [۱۱۲]

النصف

---

[۱۱۰] دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں کوشاں رہتے ہیں اور بالآخر جنت کے مستحق قرار پاتے ہیں دوسرے وہ جو نافرمانی کے باعث اللہ تعالیٰ کے غضب اور جہنم کے مستحق بن جاتے ہیں۔ یہ دونوں قسم کے لوگ ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے تو ایک جیسے نظر آتے ہیں لیکن ان کے درجات میں زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ جنتی نعمتوں میں مسرور ہوں گے اور جہنمی عذاب میں پریشان ہوں گے۔

[۱۱۱] یقیناً اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان پر بڑا احسان ہے کہ ان میں عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا جس نے لوگوں کو قرآن کی آیات سنائیں، ان کے دلوں کو پاک کیا، ان کو کتاب و حکمت سکھائی۔ جس کے نتیجہ میں وہ گمراہی کی تاریکی سے نکل کر ہدایت کی روشنی میں آگئے اور جہنم کے کنارے سے ہٹ کر جنت کے راستے پر گامزن ہوگئے۔

نوٹ: اس آیت کی مزید تشریح کے لئے پیچھے سورہ البقرہ میں آیت نمبر ۱۲۹ اور حاشیہ نمبر ۸۶ ملاحظہ ہو۔ قرآن مجید میں چار مقامات پر ان الفاظ کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورہ بقرہ کی آیات نمبر ۱۲۹ اور ۱۵۱۔ سورہ آل عمران کی یہ آیت اور سورہ جمعہ کی آیت نمبر ۲۔

[۱۱۲] حضورِ اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل عرب کن گمراہیوں کا شکار تھے اور آپ کی بعثت کے بعد کون سا انقلاب آیا۔ اس کا مختصر تعارف حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی ملاحظہ ہو جو انہوں نے شاہِ حبشہ کے سامنے بیان کیا جبکہ سفیرانِ مکہ بھی وہاں موجود تھے۔ ''اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے، بتوں کی عبادت کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائی کی تمام حرکات کرتے تھے، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے، ہم میں سے طاقتور شخص غریب کا حق کھا جاتا تھا، ہماری یہ حالت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہم میں سے ایک ایسا رسول بھیجا جس کے شجرہ نسب کو ہم جانتے ہیں

Marfat.com

أَوَلَمَّآ أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾

۱۶۵۔ کیا جب تمہیں ایک مصیبت پہنچی حالانکہ تم اس سے دگنی (مصیبت جنگ بدر میں دشمن کو) پہنچا چکے ہو تو تم کہہ اُٹھے کہ یہ مصیبت کہاں سے آ گئی ؟ [۱۱۳] آپ فرمائیے کہ یہ مصیبت تمہاری ہی طرف سے آئی ہے ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَمَآ أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٦٦﴾

۱۶۶۔ اور وہ مصیبت جو تمہیں اس روز پہنچی جب دو لشکر مقابلے میں نکلے تھے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہنچی تھی ۔ [۱۱۴] تاکہ وہ اہل ایمان کو ممتاز کر دے ۔

جس کی صداقت، امانت اور پاک دامنی سے ہم اچھی طرح آگاہ ہیں ۔اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ پر اس طرح ایمان لانے کی دعوت دی کہ ہم اس کو ایک مانیں اور صرف اسی کی عبادت کریں، پتھر اور بت جن کی ہم اور ہمارے آباء واجداد پوجا کیا کرتے تھے اس کو ترک کر دیں، اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولیں، امانت میں خیانت نہ کریں، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، پڑوسیوں کے حقوق کا خیال رکھیں، بُرے کاموں اور خونریزیوں سے باز رہیں، اس نے ہمیں فسق وفجور، جھوٹ بولنے، یتیموں کا مال کھانے، پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور روزے رکھیں۔'' (مسند احمد : جلد اوّل :ص ۲۰۲)

[۱۱۳] جنگ بدر میں مسلمانوں نے ستر کافروں کو قتل کیا اور ستّر کو قیدی بنا لیا تھا اس کے بعد جنگ اُحد میں جب ستر مسلمان شہید ہوئے تو بعض مسلمان حیران ہو کر کہنے لگے ۔ہم پر یہ مصیبت کیسے آئی ؟ حالانکہ ہم مسلمان ہیں ۔ہم حق پر ہیں ۔ ہمارے درمیان رسول اکرم ﷺ بھی موجود ہیں اس کے باوجود ہم ان لوگوں سے شکست کھا گئے جو کافر اور بت پرست ہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ تمہارے تو صرف ستر مسلمان شہید ہوئے ہیں مگر جنگ بدر میں کفار کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر قیدی بھی ہوئے یعنی کفار کو دگنا نقصان پہنچا۔ لیکن اس عارضی شکست کے پس پردہ بھی تمہاری اپنی کمزوری کارفرما ہے تم میں سے بعض نے حضورِ اکرم ﷺ کی نافرمانی کی اور درّہ چھوڑ کر مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے جس کی وجہ سے سب کو نقصان اُٹھانا پڑا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ چاہے تو تمہاری تقصیر پر درگزر فرمائے اور چاہے تو سزا دے جیسے جنگ اُحد میں نقصان ہوا۔ بعض دفعہ مسلمان اہل حق ہونے کے ناطے اپنی کامیابی کا یقین کر لیتے ہیں اور ظاہری اسباب اور قواعد وضوابط کو اہمیت نہیں دیتے ۔ ان کے لئے یہ آیت لمحہ فکریہ ہے کہ جب صحابہ کرام جیسی مقدس جماعت معمولی سی فروگزاشت پر بظاہر شکست کھا سکتی ہے تو دیگر مسلمانوں کو زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے لہٰذا ہر کام سے پہلے اس کے جملہ ظاہری اسباب کا مکمل انتظام کیا جائے اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے کامیابی کی اُمید رکھی جائے۔

[۱۱۴] یعنی جنگ اُحد میں مسلمانوں کو جو نقصان پہنچا وہ سب اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر کے مطابق تھا اور اس جنگ کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مسلمانوں اور منافقوں میں فرق واضح ہو جائے یعنی مسلمان اپنے ایمان کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدانِ جنگ میں اُترے اگرچہ نقصان بھی ہوا مگر منافقین نے میدانِ جنگ میں آنے سے انکار کر دیا اور راستے ہی سے واپس چلے گئے۔

Marfat.com

وَلِيَعۡلَمَ الَّذِيۡنَ نَافَقُوۡا ۚۖ وَقِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا قَاتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَوِ ادۡفَعُوۡا ؕ قَالُوۡا لَوۡ نَعۡلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعۡنٰكُمۡ ؕ هُمۡ لِلۡكُفۡرِ يَوۡمَئِذٍ اَقۡرَبُ مِنۡهُمۡ لِلۡاِيۡمَانِ ۚ يَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِهِمۡ مَّا لَيۡسَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا يَكۡتُمُوۡنَ ۚ ﴿۱۶۷﴾

۱۶۷۔ اور تاکہ منافقوں کو الگ کر دے اور (جب) منافقوں سے کہا گیا کہ آؤ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو یا (کم از کم اپنے شہر کا) دفاع ہی کرو تو کہنے لگے اگر ہم جانتے کہ جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے [۱۱۵] اس دن وہ ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے وہ اپنے منہ سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں۔

اَلَّذِيۡنَ قَالُوۡا لِاِخۡوَانِهِمۡ وَقَعَدُوۡا لَوۡ اَطَاعُوۡنَا مَا قُتِلُوۡا ؕ قُلۡ فَادۡرَءُوۡا عَنۡ اَنۡفُسِكُمُ الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۱۶۸﴾

۱۶۸۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خود (گھر) بیٹھے رہے اور (شہید ہونے والے) اپنے بھائیوں کے متعلق کہا کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو قتل نہ کئے جاتے آپ فرمائیے اگر تم سچے ہو تو اپنے آپ سے موت کو ٹال کر دکھاؤ [۱۱۶]

---

[۱۱۵] جنگ اُحد کے موقع پر عبداللہ بن اُبی جب تین سو منافقوں کو ساتھ لے کر واپس جانے لگا تو بعض مسلمانوں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ رسول اکرم ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرو یا کم از کم اپنے شہر کا ہی دفاع کرو مگر اس نے جواب دیا: میرے خیال میں آج جنگ نہیں ہوگی اس لئے ہم واپس جا رہے ہیں اگر ہمیں جنگ کا یقین ہوتا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے حالانکہ دشمن کی فوج مدینہ کے قریب آ چکی تھی اور جنگ یقینی تھی لیکن اس کے باوجود ان کے حیلے بہانے اور کافرانہ استدلال نے ان کے نفاق کو ظاہر کر دیا کیونکہ ان کی نیت اسلام کو نقصان پہنچانا تھا مگر وہ دلوں میں چھپا ہوا کفر ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔

[۱۱۶] منافقین خود تو جنگ اُحد میں شریک نہ ہوئے لیکن جو مسلمان شہید ہو گئے ان کے بارے میں کہنے لگے کہ اگر وہ بھی ہماری بات مان جاتے اور ہماری طرح گھر بیٹھ رہتے تو قتل نہ ہوتے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو کہ گھر میں بیٹھے رہنے سے موت نہیں آتی تو جب تمہارے اوپر موت آئے تو تم اس کو ٹال کر دکھاؤ۔ روایات میں آتا ہے۔ جس دن یہ آیت نازل ہوئی اس دن ستر منافق گھر میں رہتے ہوئے مر گئے اور وہ اپنی جان نہ بچا سکے۔ (تفسیر صاوی، روح المعانی) دراصل موت کا وقت اور جگہ متعین ہے کوئی بھی اس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا چاہے وہ جنگ میں ہو یا گھر میں۔

Marfat.com

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

۱۶۹۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو [۱۱۷] بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ وہ رزق دیئے جاتے ہیں۔

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

وقف لازم

۱۷۰۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو انعام انہیں عطا فرمایا ہے وہ اس پر خوش ہیں اور وہ اہل ایمان جو ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی تک ان کے پاس نہیں پہنچے ان کے متعلق اس بشارت سے خوش ہو رہے ہیں کہ ان پر بھی کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ [۱۱۸]

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع

ع ۱۷ / ۸

۱۷۱۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت اور فضل پر خوش ہیں اور اس پر کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

---

[۱۱۷] سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شہیدوں کو زبان سے مردہ نہ کہو اور یہاں یہ تاکیدی حکم دیا جا رہا ہے کہ انہیں دل میں مردہ خیال بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر خوش ہیں۔ شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک خاص قسم کی زندگی ملتی ہے جو عام مُردوں کو نہیں ملتی۔ اس کی مزید وضاحت کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت ملاحظہ ہو" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب تمہارے بھائی جنگ اُحد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے قالب عطا فرمائے وہ جنت کی نہروں پر سیر کرتے ہیں، جنتی میوے کھاتے ہیں اور عرش کے سایہ میں جو سونے کی قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں ان میں رہتے ہیں۔ جب انہوں نے کھانے پینے اور آرام کرنے کی پاکیزہ چیزیں پائیں تو کہا ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم زندہ ہیں اور ہمیں رزق دیا جا رہا ہے تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں انہیں تمہارا پیغام پہنچا دیتا ہوں اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورہ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۶۹ نازل فرمائی" (سنن ابو داؤد: حدیث نمبر ۲۵۲۰)

[۱۱۸] شہیدوں کو نہ صرف یہ خوشی ہے کہ انہیں رنگا رنگ نعمتوں سے نوازا گیا ہے بلکہ انہیں یہ بھی خوشی ہے کہ ان کے ہم مشن اہل ایمان جو ابھی شہید نہیں ہوئے لیکن جب وہ یہاں پہنچیں گے تو انہیں بھی کوئی غم نہیں ہوگا اور وہ بھی ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

Marfat.com

مع

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٢﴾

۱۷۲۔ جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہا [۱۱۹] ان میں سے جنہوں نے نیکی کی اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے اجرِ عظیم ہے۔

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾

۱۷۳۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب لوگوں نے انہیں کہا کہ ''کافروں نے تمہارے مقابلہ کے لئے بہت بڑا لشکر جمع کر لیا سو تم ان سے ڈرو'' تو اس بات نے ان کے ایمان کو اور پختہ کر دیا [۱۲۰] اور کہنے لگے ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

---

[۱۱۹] ابوسفیان اپنے لشکر سمیت جنگ اُحد سے واپس جا رہا تھا راستے میں اسے خیال آیا کہ اس نے غلطی کی ہے اور ایک سنہری موقع ضائع کر دیا ہے۔ جنگ میں شکست کی وجہ سے مسلمانوں کے حوصلے پست ہو چکے ہیں ہمیں اس سے فائدہ اُٹھا کر مدینہ پر بھرپور حملہ کر کے مسلمانوں کو بالکل ختم کر دینا چاہئے تھا لہٰذا انہوں نے دوبارہ حملہ کا ارادہ کر لیا جب یہ خبر حضورِ اکرم ﷺ کو ملی تو آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ کافروں کے تعاقب کے لئے نکلیں یہ اگرچہ نہایت نازک موقع تھا مسلمان جنگ اُحد کے زخموں سے چور تھے لیکن انہوں نے حضورِ اکرم ﷺ کے حکم پر لبیک کہا اور کفار کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو گئے اُدھر کفار کو جب اطلاع ملی کہ مسلمان ان کے تعاقب میں آ رہے ہیں تو وہ خوفزدہ ہو کر مکہ روانہ ہو گئے اور حضورِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ آٹھ میل یعنی حمراء الاسد تک کفار کا تعاقب کیا لیکن کفار فرار ہو چکے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے جذبۂ اطاعت اور احسان وتقویٰ کی تعریف فرمائی ہے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اتنے زخمی تھے کہ سہارا کے بغیر چلنے سے بھی معذور تھے لیکن اس کے باوجود وہ حضورِ اکرم ﷺ کی اطاعت میں نکل کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رضا اور رحمت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

[۱۲۰] جنگ اُحد سے لوٹتے وقت ابوسفیان نے مسلمانوں کو چیلنج کیا تھا کہ آئندہ سال بدر میں ہمارا تمہارا پھر مقابلہ ہوگا جب وقت مقرر قریب آیا تو ابوسفیان لشکر لے کر بدر کی طرف روانہ ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ایسا رُعب طاری کر دیا کہ اس نے جنگ کا ارادہ ترک کر دیا اور خفیہ طور پر ایک شخص کو مدینہ بھیجا جس نے مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے جھوٹی افواہیں پھیلانا شروع کر دیں کہ اس دفعہ قریش نے بڑی زبردست تیاری کی ہے بہت بڑا لشکر اور بھاری ساز و سامان لے کر آ رہے ہیں اگر تم نے بدر کا رُخ کیا تو کوئی بھی زندہ بچ کر گھر نہیں جائے گا۔ لیکن مسلمان ان افواہوں سے گھبرانے کی بجائے اور جوش میں آ گئے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے بدر روانہ ہو گئے چنانچہ حضورِ اکرم ﷺ آٹھ روز تک میدانِ بدر میں مقیم رہے لیکن کفار وعدے کے مطابق مقابلہ کے لئے نہ آئے اس دوران مسلمانوں نے وہاں تجارت کے ذریعے خوب مالی فائدہ اُٹھایا۔ جنگ نہ ہوئی اور نہ کوئی نقصان ہوا بلکہ مفت میں دشمنوں پر دھاک بٹھا کر صحیح وسلامت واپس آ گئے۔

Marfat.com

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾

۱۷۴۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے انعام وفضل کے ساتھ واپس آئے اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

۱۷۵۔ وہ شیطان ہی ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے پس تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو [۱۲۱] اگر تم مؤمن ہو۔

وَ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

۱۷۶۔ آپ ان لوگوں سے غمزدہ نہ ہوں جو کفر کے میدان میں دوڑ دھوپ کر رہے ہیں [۱۲۲] بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے دین کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾

۱۷۷۔ بے شک جن لوگوں نے ایمان کے بدلہ میں کفر کو خرید لیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے [۱۲۳] اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

---

[۱۲۱] یعنی شیطان تمہیں اس وسوسے میں ڈالتا ہے کہ قریش کا بہت بڑا اور طاقتور لشکر بدر میں آرہا ہے تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا گھر میں ہی بیٹھے رہو اور میدانِ بدر میں نہ جاؤ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مسلمانوں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرنا چاہئے کفار سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

[۱۲۲] جنگ اُحد میں مسلمانوں کی ظاہری شکست سے کئی منافقین نے اپنے کافرانہ عقائد کا اعلان شروع کر دیا نیز حضور اکرم ﷺ کی تبلیغ کے باوجود کفار اپنے کفر میں سرگرم تھے جس سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دل غمگین رہتا اس آیت میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تسلی دے رہا ہے کہ آپ ﷺ غمگین نہ ہوں کیونکہ آپ ﷺ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے اس کے باوجود وہ اگر کفر نہیں چھوڑتے تو یہ ان کی اپنی شامتِ اعمال ہے یہ لاکھ جتن کریں اللہ تعالیٰ کے دین کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ نیز اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ انہیں آخرت کی نعمتوں سے کچھ حصہ ملے کیونکہ انہوں نے جان بوجھ کر حق کی تکذیب کی اور گمراہی کا راستہ اختیار کیا ہے اور اسی وجہ سے وہ عذاب عظیم کے مستحق قرار پائے ہیں۔

[۱۲۳] جن لوگوں نے ایمان کو چھوڑ کر کفر اختیار کیا وہ اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے بلکہ کفر کی وجہ سے وہ خود دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔

Marfat.com

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾

۱۷۸۔ اور کافر ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ہم انہیں جو مہلت دے رہے ہیں یہ ان کے لئے بہتر ہے [۱۲۴] ہم تو انہیں صرف اس لئے مہلت دے رہے ہیں کہ وہ اور زیادہ گناہ کر لیں اور ان کے لئے ذلیل و خوار کرنے والا عذاب ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

۱۷۹۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ مؤمنوں کو اس حال پر چھوڑے رکھے جس پر تم اب ہو [۱۲۵] جب تک خبیث اور پاک لوگوں کو الگ الگ نہ کردے اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ تمہیں (عام لوگوں کو) غیب پر آگاہ کرے البتہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے (غیب کے علم کے لئے) چن لیتا ہے [۱۲۶] پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

---

[۱۲۴] جو لوگ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور اس کے باوجود وہ شان و شوکت کے ساتھ لمبی زندگی بسر کرتے ہیں وہ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ یہ کفر کی زندگی ان کے لئے بہتر ہے بلکہ کفر کی حالت میں جتنی بھی ان کی زندگی لمبی ہوگی اتنے ہی گناہ زیادہ ہوں گے اور آخرت میں ذلت آمیز عذاب سے واسطہ پڑے گا۔ حضورِ اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کون شخص اچھا ہے؟ فرمایا جس کی عمر دراز اور عمل اچھے ہوں عرض کیا گیا بدترین کون ہے؟ فرمایا جس کی عمر دراز اور عمل خراب ہوں (ترمذی: حدیث نمبر: ۲۳۳۰)

[۱۲۵] مدینہ میں کئی لوگ بظاہر اسلام قبول کر کے مسلمانوں میں شامل ہو گئے جن کا مقصد مسلمانوں کو نقصان پہنچانا تھا حالانکہ مسلمان انہیں اپنا بھائی سمجھتے لیکن جنگ اُحد میں جب ان کا نفاق ظاہر ہونے لگا تو مسلمانوں کو تشویش لاحق ہوئی کہ یہ کیسے مسلمان ہیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہمیشہ یہ حالت نہیں رہے گی کہ منافق تمہاری صفوں میں چھپے رہیں بلکہ وہ وقت عنقریب آنے والا ہے کہ منافقوں اور مؤمنوں کو الگ الگ کر دیا جائے گا۔ اس آیت کے ضمن میں علامہ خازن نے درج ذیل روایت نقل کی ہے:

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا "میری امت (دعوت) میرے سامنے پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کہ کون میرے ساتھ ایمان لائے گا اور کون انکار کرے گا" اس وسعتِ علمی پر کسی مؤمن نے اعتراض نہیں کیا لیکن منافقین نے ازراہِ مذاق کہا۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ آپ ﷺ ہر مؤمن و ہر کافر کو جانتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ ہم ہر وقت ان کے ساتھ رہتے ہیں اور ہمارا علم نہیں

Marfat.com

ہے۔ منافقین کا یہ قول حضورِ اکرم ﷺ تک پہنچا تو منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا ''اس قوم کا کیا حال ہوگا جو میرے علم پر اعتراض کرتے ہیں قیامت تک ہونے والی کوئی بات پوچھو میں یہاں کھڑے کھڑے تمہیں اس کا جواب دوں گا'' عبداللہ بن حذافہ اُٹھے (ان کے نسب پر طعن کیا جاتا تھا) یارسول اللہ ﷺ ! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا! حذافہ! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معذرت طلب کی۔ حضورِ اکرم ﷺ نے دوبارہ فرمایا کہ کیا میرے علم پر اعتراض کرنے سے باز آؤ گے یا نہیں؟ پھر حضورِ اکرم ﷺ منبر سے اُترے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن)

[۱۲۶] اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو غیب پر آگاہ نہیں فرماتا کیونکہ عام آدمی کو اگر غیب کا علم ہو جائے تو اس کی عملی جد وجہد میں تعطل پیدا ہو جائے گا اور وہ ہر وقت آنے والے حادثات کے بارے میں فکرمند رہے گا مثال کے طور پر اگر کسی آدمی کو یہ علم ہو جائے کہ دس سال بعد اس کے ساتھ ایک ایسا حادثہ پیش آنے والا ہے جس میں اس کا بیس سال کا جوان بیٹا فوت ہو جائے گا اٹھارہ سال کی جوان بیٹی ہمیشہ کے لئے اندھی اور اس کی بیوی اپاہج ہو جائے گی اب آپ خود اندازہ کریں اس خاندان کے یہ آنے والے دس سال کس کرب وغم سے بسر ہوں گے اور اگر اسے یہ علم نہ دیا جاتا تو کم از کم یہ دس سال تو وہ خوشی اور سکون سے گزارتے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو علم غیب کے لئے منتخب فرمایا کیونکہ ان کا منصب بہت بلند ہے وہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے امین اور رضائے خداوندی پر مطمئن ہوتے ہیں جیسے حضورِ اکرم ﷺ کو منافقین کا علم تھا مگر حکمت کے تحت خاموش اور مناسب وقت کی انتظار میں تھے۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے کسی دوسرے کا دیا ہوا نہیں اور اس کا علم ازل سے ابد تک ساری کائنات کو محیط ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے لیکن حضورِ اکرم ﷺ کا علم نہ تو اللہ تعالیٰ کی طرح ذاتی ہے اور نہ ہی غیر متناہی بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور اتنا ہی ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا مگر علوم خلائق کے مقابلے میں حضورِ اکرم ﷺ کا علم اتنا وسیع ہے کہ مخلوق اس کا اندازہ نہیں کر سکتی اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

۱۔ حضورِ اکرم ﷺ سے چند چیزوں کے متعلق سوال کیا گیا جن کو آپ نے ناپسند کیا جب آپ ﷺ سے زیادہ سوالات کئے گئے تو آپ ﷺ غضبناک ہوئے اور لوگوں کو فرمایا۔ تم جو چاہو مجھ سے سوال کرو ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تمہارا باپ حذافہ ہے۔ دوسرے شخص نے کہا یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ تمہارا باپ سالم ہے۔ جو شیبہ کا آزاد کردہ غلام ہے جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کے چہرے میں غضب کے آثار دیکھے تو عرض کیا یارسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہیں۔ (بخاری : کتاب العلم: باب:۲۸)

۲۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ''میں نے خواب میں اپنے رب تعالیٰ کو بڑی حسین صورت میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے نفی میں جواب دیا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی پھر میں نے جان لیا، جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا'' (ترمذی : تفسیر القرآن: احادیث نمبرز: ۳۲۳۳۔ ۳۲۳۴۔ ۳۲۳۵)

۳۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کو میرے لئے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا'' (صحیح مسلم: حدیث نمبر ۲۸۸۹)

Marfat.com

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ ع ۱۸

۱۸۰۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال میں بخل کرتے ہیں [۱۲۷] وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ یہ ان کے لئے بہتر ہے بلکہ یہ بخل ان کے لئے بہت برا ہے۔ قیامت کے دن انہیں اس مال کا طوق پہنایا جائے گا جس میں وہ بخل کرتے تھے۔ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ وقف لازم

۱۸۱۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا قول سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے اور ہم غنی ہیں [۱۲۸] ہم ان کا یہ قول (ان کے نامہ اعمال میں) لکھ لیں گے اور ان (کے اسلاف) کا نبیوں کو ناحق قتل کرنا (بھی ان کے اسلاف کے نامہ اعمال میں پہلے سے درج ہے اور قیامت کے دن) ہم کہیں گے کہ آگ کا عذاب چکھو۔

[۱۲۷] اکثر مفسرین نے فرمایا کہ بخل سے مراد زکوٰۃ کا نہ دینا ہے جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے یہ ان کے لئے بہتر نہیں ہے بلکہ قیامت کے دن رسوائی کا باعث بنے گا کیونکہ گلے میں طوق دیکھ کر ہر آدمی کو پتہ چل جائے گا کہ یہ بخیل تھا یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا "جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن وہ مال ایک گنجے سانپ کی صورت میں اس کی گردن کا طوق بنا دیا جائے گا پھر زکوٰۃ نہ دینے والے شخص کو وہ سانپ اپنے دو جبڑوں سے پکڑ لے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں" اس کے بعد حضورِ اکرم ﷺ نے یہ آیت (نمبر ۱۸۰) تلاوت فرمائی (بخاری: کتاب الزکوٰۃ: باب ۳)

[۱۲۸] سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۵ میں ارشاد ہوا تھا "ہے کوئی جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے تو اللہ تعالیٰ اس قرض کو اس کے لئے کئی گنا بڑھا دے" مقصد یہ تھا کہ جو لوگ دین کی سربلندی اور غریبوں کی مدد کے لئے دولت خرچ کریں آخرت میں انہیں کئی گنا زیادہ اجر و ثواب ملے گا۔ اس پر یہودی از راہِ تمسخر کہنے لگے کہ مسلمانوں کا خدا قرض مانگتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم غنی ہیں اور اللہ تعالیٰ محتاج ہے نیز وہ ہمیں سود سے منع کرتا ہے اور خود قرض حسن کے عوض میں سود کا لالچ دیتا ہے۔ ایک محفل جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔ جب فنحاص بن عازوراء یہودی نے یہ بات کہی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس گستاخی کو برداشت نہ کر سکے اور اس کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ دے مارا اور فرمایا اگر ہمارے

Marfat.com

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾

۱۸۲۔ یہ سزا ہے تمہارے ان اعمال کی جو تم نے اپنے ہاتھوں سے کئے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾

۱۸۳۔ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے جسے آگ کھا جائے [۱۲۹] آپ فرمائیے تمہارے پاس مجھ سے پہلے کئی رسول بہت سی نشانیاں لے کر آئے اور وہ نشانی بھی لائے جو تم نے ابھی کہی ہے تو پھر اگر تم سچے ہو تو تم نے انہیں کیوں قتل کیا؟

ذخیرہ موسیٰ امرتسری پاکستان

اور تمہارے درمیان معاہدہ نہ ہوتا تو میں تمہارا سر قلم کر دیتا۔ فنحاص نے حضور اکرم ﷺ کے پاس شکایت کی۔ حضور اکرم ﷺ کے دریافت کرنے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی اور کہا کہ "اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں" اس پر میں نے غضبناک ہو کر اسے تھپڑ رسید کر دیا۔ فنحاص نے اس گستاخی کا انکار کر دیا اور کہا میں نے ایسا نہیں کہا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے فنحاص کے رد اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی یعنی واقعی یہود نے یہ گستاخانہ بات کہی ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ان کے اسلاف تو انبیائے کرام علیہم السلام کو ناحق قتل بھی کیا کرتے تھے۔ رب تعالیٰ کی شان میں صرف زبانی گستاخی بھی اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کو قتل انبیاء کے ساتھ لکھا جائے گا اور جب یہود کو جہنم کی آگ میں پھینکا جائے گا تو انہیں یاد کرایا جائے گا کہ یہ سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم نہیں ہے بلکہ تمہارے فلاں فلاں گناہوں کا عذاب ہے جو تم نے خود کئے تھے بے شک اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

[۱۲۹] یہود نے حضور اکرم ﷺ پر ایمان نہ لانے کا ایک اور بہانہ تراشا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں حکم دیا ہے کہ وہ صرف اس نبی پر ایمان لائیں جو قربانی کا گوشت پیش کرے اور آسمانی آگ آ کر اس قربانی کو کھا جائے مگر آپ ﷺ نے ایسا کوئی معجزہ نہیں دکھایا اس لئے آپ ﷺ پر ایمان لانا ان کے لئے ضروری نہیں ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ تمہارا کوئی نیا عذر نہیں ہے اس سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام نے تمہارے اسلاف کو یہ معجزہ بھی دکھایا مگر اس کے باوجود وہ ایمان نہ لائے بلکہ انہیں شہید کر دیا حالانکہ اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہوتے تو وہ ایمان لے آتے اور انہیں شہید نہ کرتے۔

Marfat.com

فَإِن كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ جَاءُو بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿١٨٤﴾

۱۸۴۔ (پیارے حبیب!) اب اگر یہ آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں (تو یہ کوئی نئی بات نہیں) [۱۳۰] آپ ﷺ سے پہلے کئی عظیم رسول جھٹلائے گئے ہیں جو واضح نشانیاں، آسمانی صحیفے اور روشن کتاب لائے تھے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿١٨٥﴾

۱۸۵۔ ہر شخص موت کا مزہ چکھنے والا ہے [۱۳۱] اور قیامت کے دن تمہارے کاموں کا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا پس جو شخص آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہوگا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے [۱۳۲]

---

[۱۳۰] منکرین حق کا شیوہ ہر زمانے میں یکساں رہا ہے اگر آج یہ لوگ آپ ﷺ کا انکار کرتے ہیں تو پہلے کئی ایسے رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے جو اپنی سچائی کی روشن نشانیاں لے کر آئے تھے۔

[۱۳۱] موت ایک عالمگیر صداقت ہے جس سے کسی کو مجالِ انکار نہیں نیز موت ایک ایسا پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے یعنی ہر انسان مرنے کے بعد اپنے اچھے یا بُرے اعمال کے نتائج سے دوچار ہوتا ہے اگر دنیا میں اچھے اعمال سے محبت تھی تو جنت کی خوشخبری سے شادکام رہے گا اور اگر بُرے اعمال سے دوستی تھی تو عذاب کے ڈر سے بے چین رہے گا مرنے کے بعد ہر انسان کو اصلی ٹھکانے کا اندازہ ہو جاتا ہے کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے'' (ترمذی: حدیث نمبر ۲۴۶۰)

ایک انصاری نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! اہل ایمان میں کون شخص سب سے افضل ہے؟ فرمایا ''جس کے اخلاق سب سے افضل ہوں'' پھر عرض کیا۔ اہل ایمان میں کون شخص سب سے زیادہ دانا ہے؟ فرمایا ''جو موت کو سب سے زیادہ یاد کرے اور موت سے بعد والی زندگی کے لئے سب سے اچھی تیاری کرے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دانا ہیں'' (ابن ماجۃ: کتاب الزھد: حدیث نمبر ۴۲۵۹)

[۱۳۲] یہ دنیا دھوکے کا سامان ہے جو اس کے فریب میں پھنس گیا اور اس کی رنگینیوں میں ڈوب کر احکام الٰہی کو بھول گیا وہ ناکام ہو گیا اور بالآخر جہنم رسید ہوگا اس کے برعکس جو اس دنیا کے فریب سے دامن بچا کے نکل گیا اور احکام الٰہی کی پیروی میں سرگرم رہا وہ کامیاب ہو گیا اور آخرکار جنت میں جائے گا۔

اس دنیا کے متعلق چند روایات:

ا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: دنیا مؤمن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ (ترمذی: حدیث نمبر: ۲۳۲۴)

Marfat.com

لَتُبۡلَوُنَّ فِیۡۤ اَمۡوَالِکُمۡ وَ اَنۡفُسِکُمۡ ۟ وَلَتَسۡمَعُنَّ مِنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ وَ مِنَ الَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡۤا اَذًی کَثِیۡرًا ؕ وَ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَ تَتَّقُوۡا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ﴿۱۸۶﴾

۱۸۶۔ بے شک تم اپنے مالوں اور جانوں سے آزمائے جاؤ گے اور تم اہل کتاب اور مشرکوں سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے [۱۳۳] اور اگر تم (ان دل آزاریوں پر) صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

۲۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اس دنیا کی قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نصیب نہ ہوتا۔ (ترمذی: حدیث نمبر: ۲۳۲۰)

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: دنیا میں اس طرح رہو جیسے تم پردیسی (غیر ملک میں مزدوری کے لئے عارضی طور پر قیام پذیر) ہو یا مسافر (سفر پر رواں دواں) ہو پھر فرمایا جب شام ہو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح ہو تو شام کا انتظار نہ کرو۔ اپنی صحت کے ایام میں بیماری کے لئے عمل کرو اور زندگی میں موت کے لئے عمل کرو۔ اے عبد اللہ! تجھے علم نہیں کہ کل تیرا نام کیا ہوگا (زندہ یا مردہ)۔؟ (ترمذی: حدیث نمبر ۲۳۳۳)

۴۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: دنیا سفر کرتی ہوئی جارہی ہے اور آخرت سفر کرتی ہوئی آرہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کی اولاد ہے۔ تم آخرت کی اولاد بنو۔ دنیا کی اولاد نہ بنو کیونکہ آج عمل کا دن ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہوگا اور عمل کا موقع نہیں ہوگا۔ (بخاری: کتاب الرقاق: باب ۴)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ارشاد یہ بھی ہے۔ دیکھنے میں دنیا بڑی نرم اور خوشنما لگتی ہے مگر اس کا زہر بڑا سخت اور قاتل ہے۔ (تفسیر کبیر)

[۱۳۳] مسلمانوں کو بتایا جارہا ہے کہ جان و مال میں تمہاری آزمائش کا سلسلہ جاری ہے نیز اہل کتاب اور مشرکین تمہیں ذہنی تکلیف پہنچانے کی کوشش بھی کریں گے۔ جھوٹے الزامات، بے ہودہ گفتگو اور غلط پروپیگنڈہ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کو صبر و تقویٰ کی تلقین کی جارہی ہے تاکہ مسلمانوں کی طرف سے کوئی ایسا اقدام نہ ہو جو حق و صداقت اور وقار و متانت کے خلاف ہو جس کی وجہ سے فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو جائے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ دشمن حملہ کرے اور مسلمان ہاتھ باندھ کر بیٹھ جائیں ایسی بزدلی انسانی وقار کے خلاف ہے۔ ظلم کا استیصال امت مسلمہ کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔

Marfat.com

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۫ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

۱۸۷۔ اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اس (کتاب کی تعلیمات) کو ضرور لوگوں سے بیان کرنا اور اس کو نہ چھپانا [۱۳۴] مگر انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت لے لی۔ سو بہت بُری ہے وہ چیز جو وہ خرید رہے ہیں۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾

۱۸۸۔ وہ لوگ جو اپنے کرتوتوں پر خوش ہوتے ہیں [۱۳۵] اور پسند کرتے ہیں کہ ایسے کاموں پر بھی ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کئے تو آپ ان لوگوں کے متعلق ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع

ع ۱۹ ۱۰

۱۸۹۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

---

[۱۳۴] اہل کتاب سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیا کہ وہ مقدس کتاب میں بیان کردہ تعلیمات کو لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کریں گے اور ان میں خیانت نہیں کریں گے لیکن اہل کتاب کے علماء نے اس وعدہ کی خلاف ورزی کی اور دنیاوی مفاد کی خاطر مقدس تعلیمات کو بیچ ڈالا۔ اس میں علمائے اسلام کے لئے بھی درس عبرت ہے تاکہ وہ دنیاوی مقاصد کے لئے اسلامی احکام میں خیانت نہ کریں۔

[۱۳۵] منافقین جہاد میں شریک نہ ہوئے اور خوش ہوئے کہ وہ جنگی نقصانات سے بچ گئے علمائے یہود بھی مقدس تعلیمات میں خیانت کرتے اور خوش ہوتے کہ انہوں نے دنیاوی فوائد حاصل کر لئے ان کرتوتوں کے باوجود یہود اور منافقین چاہتے تھے کہ انہیں بہادر، مخلص اور حق پرست بھی کہا جائے لیکن یہ اپنی منافقت اور خیانت پر ہزار پردے ڈالیں وہ ان جرائم کے دردناک عذاب سے نہیں بچ سکیں گے اس میں مسلمانوں کے لئے بھی درس عبرت ہے کیونکہ جو قوم عملی جدوجہد سے جی چرائے، مقدس تعلیمات میں خیانت کرے اور اس کے باوجود خود ستائش کی خواہش کرے اسے دردناک انجام سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

Marfat.com

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾

۱۹۰۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور لیل و نہار کے اختلاف میں ان عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ [۱۳۶]

---

[۱۳۶] ایک عقل مند انسان جب زمین و آسمان کی تخلیق اور لیل و نہار کی گردش میں غور کرتا ہے تو اس کو یقین کرنا پڑتا ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق اور قادرِ مطلق فرمانروا ہے جس کی تدبیر سے یہ نظام کائنات رواں دواں ہے کہیں خلل واقع نہیں ہوتا۔ ہر چیز کے لیے ایک دائرۂ کار متعین ہے جس کے اندر وہ چیز پورے نظم و ضبط کے ساتھ سرگرم عمل ہے لہٰذا اس قدر منظم نظام کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ اس کا کوئی بنانے والا نہیں اور یہ بذاتِ خود وجود میں آ گیا ہے کوئی اہل عقل اس تصور کو تسلیم نہیں کر سکتا یہ اتنا ہی بڑا جھوٹ ہے جیسے کوئی کہے کہ پریس میں دھماکہ ہوا اور ڈکشنری تیار ہو گئی حالانکہ ڈکشنری بنانے کے لیے حروف تہجی کے اعتبار سے الفاظ کو ایک خاص ترتیب دی جاتی ہے جو بذاتِ خود ممکن نہیں ہے۔ جبکہ نظام کائنات تو ڈکشنری سے بے شمار گنا زیادہ پُراسرار ہے دراصل اس کی حکمتیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جو اس کا خالق اور مالک ہے۔

<u>خدا کے وجود پر مناظرہ</u> : حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک دہریہ سے خدا کے وجود پر مناظرہ ہونا قرار پایا آپ معین مقام پر تاخیر سے پہنچے تو دہریے نے تاخیر کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا: میں دریا کے پار رہتا ہوں۔ وقتِ مقررہ سے پہلے میں دریا پر پہنچ گیا تھا مگر سارے ملاح تو مناظرہ سننے کے لئے آج یہاں آ گئے ہیں اس لئے وہاں کوئی ملاح نہیں تھا۔ دہریہ کہنے لگا ابھی تو مناظرہ شروع ہی نہیں ہوا اور سارے ملاح اس وقت تک یہاں ہیں پھر آپ نے دریا کیسے پار کیا؟ امام ابوحنیفہؒ کہنے لگے میں پریشان کھڑا تھا کہ میرے دیکھتے ہی دریا کے کنارے سے ایک درخت گرا، خود بخود اس کے تختے بن گئے، جو کشتی کی صورت میں جڑ گئے اور کشتی بغیر ملاح کے تیر کر میرے قریب آ گئی اور مجھے اپنے اوپر سوار کر کے دوسرے کنارے پر پہنچا دیا۔ اس پر دہریہ چلا اُٹھا یہ خلافِ فطرت ہے۔ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ درخت خود بخود گرے ، اس کے تختے بنیں اور کوئی بنانے والا نہ ہو۔ وہ تختے خود بخود کشتی کی صورت اختیار کریں اور بغیر ملاح کے آپ کو دریا عبور کرا دیں۔ یہ ناممکن ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: جب ایک معمولی سی کشتی خود بخود نہیں بن سکتی بلکہ اپنی تشکیل میں کاریگر کی محتاج ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ اتنی بڑی کائنات کا صانع کوئی نہ ہو۔ پورا نظامِ عالم ایک ضابطہ اور قانون کے تحت چل رہا ہے۔ کہیں بھی رخنہ نہیں۔ آج سورج اگر لندن کے علاقے میں سات بجے طلوع ہوا ہے تو دس سال بعد بھی اس تاریخ کو اسی وقت طلوع ہو گا۔ کائنات کا یہ نظم اور اس کی ترتیب خود اس امر کی شاہد ہے کہ اس کے پیچھے ایک مدبّر ہستی ہے جو اس کائنات کو ایک ضابطہ کے ساتھ چلا رہی ہے۔ وہی ہستی کارساز حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔

Marfat.com

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

۱۹۱۔ جو کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں [۱۳۷] (اور کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں فرمایا تو (ہر عیب سے) پاک ہے بس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

---

[۱۳۷] گزشتہ آیت سے معلوم ہوا کہ عقل مند لوگ وہ ہیں جو کائنات میں غور کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں اس آیت میں ان ذی فہم حضرات کی مزید دو صفات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ یعنی وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی پیدائش میں تفکر کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں ایک طرف اللہ تعالیٰ پر ان کا ایمان اور پختہ ہو جاتا ہے اور دوسری طرف کائنات میں تفکر سے جب بعض حکمتوں پر آگاہی ہوتی ہے تو وہ بے ساختہ پکار اُٹھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بے مقصد پیدا نہیں فرمائی بلکہ ہر چیز کا ایک مقصد اور عمل ہے نیز اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے کہ وہ کوئی چیز پیدا کرے جو بے سود ہو۔ علامہ بیضاویؒ لکھتے ہیں۔ کائنات میں غور وفکر کرنا سب سے افضل عبادت ہے کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ ''تفکر کے ہم پایہ کوئی عبادت نہیں۔'' (تفسیر بیضاوی)

اس افضل عبادت کے سلسلے میں آج ہماری غفلت کا عالم یہ ہے کہ غیر مسلم چاند میں اُترنے کا دعویٰ کر رہے ہیں اور ہمارے لئے عید کا چاند تلاش کرنا ابھی ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ غیر قومیں کائنات میں غور وفکر کر کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے آسمان پر پہنچ چکی ہیں اور ہم ابھی زمین پر ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچ رہے ہیں۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا --- کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

جب تک مسلمان کائنات میں غور وفکر کرتے رہے وہ دنیا کو نئی نئی ایجادات سے بہرہ ور کرتے رہے اور دنیا ان کی عظمت کے گیت گاتی رہی لیکن جب مسلمانوں نے تفکر اور تدبر سے پہلوتہی کی تو ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔

عزیز نوجوانو! تاریخ کے حوالے سے ماضی کی ایک جھلک آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں میری بات!

برطانیہ کا ولی عہد شہزادہ چارلس لکھتا ہے : ''اسلام نے علم کی حفاظت اور ترویج میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ دسویں صدی میں جب کہ انگلستان میں قتل و غارت کا بازار گرم تھا اس وقت مسلمان سپین میں علم کے دریا بہا رہے تھے اس وقت قرطبہ یورپ کا مہذب ترین شہر تھا اور صرف بادشاہ کی لائبریری میں چار لاکھ کتابوں کا ذخیرہ تھا حالانکہ اس وقت پورے یورپ کی

Marfat.com

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَيۡتَهٗ‌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۱۹۲﴾

۱۹۲۔ اے ہمارے رب! تونے جسے دوزخ میں داخل کر دیا یقیناً تو نے اسے رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے [۱۳۸]

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىۡ لِلۡاِيۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ فَاٰمَنَّا ‌ۖ رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَكَفِّرۡ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ ﴿۱۹۳﴾

۱۹۳۔ اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک منادی کرنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا (اور کہتا تھا) کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ بس ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے۔ ہماری برائیوں کو مٹادے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔

لائبریریوں کی کتابیں جمع کی جاتیں تو وہ چار لاکھ نہیں تھیں۔ جدید یورپ کی تخلیق میں اسلام کا نمایاں کردار ہے کیونکہ اہل یورپ نے سیاست، حکمتِ عملی، آزاد تجارت، کھلی سرحدیں، آداب، ہسپتال، دوائیاں اور علمی تحقیق کے طریقے مسلمانوں سے سیکھے ہیں۔ اسلام آج بھی ہمیں دنیا میں رہنے اور دنیا کو سمجھنے کا طریقہ سکھا سکتا ہے جبکہ عیسائیت اپنی اس صلاحیت کو ضائع کر چکی ہے۔'' (اسلام اور مغرب: ص ۱۸۔۱۹)

میرے خیال میں آج مسلمانوں کو غلبۂ اسلام کے لئے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کا علم حاصل کرنا صرف ضروری ہی نہیں بلکہ سب سے مقدم فرض ہے۔ کیونکہ انسانی ضروریات پوری کرنے کے لئے کائنات میں غور کرنا، مہلک امراض کے علاج کے لئے تحقیق کرنا، ملک و قوم کے دفاع کے لئے ہتھیار بنانا، زراعت اور معدنیات سے زیادہ فوائد حاصل کرنے میں غور و فکر کرنا واقعی بہت بڑی عبادت ہے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا!

۱۔ مخلوق میں غور و فکر کرو اور خالق میں تفکر نہ کرو کیونکہ تم خالق کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ (قرطبی)

۲۔ ایک ساعت میں غور و فکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (قرطبی)

۳۔ اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جس نے ان آیات کو (سورہ آلِ عمران آیات نمبرز ۱۹۰۔۱۹۱) کو پڑھا اور ان میں غور نہیں کیا۔ (تفسیر روح المعانی)

[۱۳۸] قیامت کے دن ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا کے طور پر جب دوزخ میں ڈالا جائے گا تو ان کی بڑی رسوائی ہوگی اور کوئی ان کی مدد نہ کر سکے گا لیکن جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں۔ چاہے وہ مرد ہوں یا عورت ان کا اجر ضائع نہیں ہوگا۔ ان کی دعائیں قبول کی جائیں گی اور انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا اور اگر بتقاضائے بشریت ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو ان کی نیکیوں کے باعث معاف کر دی جائے گی۔

Marfat.com

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

۱۹۴۔ اے ہمارے رب! ہمیں عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہمارے ساتھ وعدہ فرمایا اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کر۔ بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِىْ سَبِيْلِىْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

۱۹۵۔ ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی (اور فرمایا) کہ میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ [۱۳۹] تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو لہٰذا جن لوگوں نے ہجرت کی اور انہیں اپنے گھروں سے نکالا گیا اور وہ میری راہ میں ستائے گئے جنہوں نے جہاد کیا اور شہید کر دیئے گئے تو میں ضرور ان (کے نامۂ اعمال) سے ان کے گناہ مٹا دوں گا اور ان کو ضرور ان جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِى الْبِلَادِ ؕ ﴿۱۹۶﴾

۱۹۶۔ (اے سننے والے) کافروں کا شہروں میں (خوشحالی سے) چلنا پھرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔[۱۴۰]

---

[۱۳۹] اسلام نے بعض معاملات میں مختلف فطری اوصاف کی وجہ سے مرد اور عورت میں فرق کیا ہے جیسے وراثت میں نصف حصہ وغیرہ لیکن نیک اعمال کی جزا میں کوئی فرق نہیں ہے ہر نیکی کا جو اجر ایک مرد کو ملے گا وہ نیکی اگر ایک عورت کرے گی تو اس کو بھی وہی اجر ملے گا کیونکہ مرد اور عورت دونوں ایک آدم کی اولاد اور ایک نوع انسانی کے افراد ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے سلسلہ میں عورتوں کا ذکر نہیں کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر ابن کثیر) یعنی ثواب میں عورت اور مرد کا کوئی امتیاز نہیں۔

[۱۴۰] کفار کی ظاہری شان و شوکت سے کسی مسلمان کو دھوکہ کھانے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ محض چند روز کی بہار ہے اس کے بعد ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اگر کسی کو چند روز بہترین خوراک، لباس اور رہائش دینے کے بعد ہمیشہ کے لئے قید بامشقت میں ڈال دیا جائے تو اس وقتی خوشحالی کا کیا فائدہ۔ اصل خوشحالی تو اس شخص کی ہے جو چند روز مشقت اور تکلیف برداشت کر کے ہمیشہ کے لئے امن و سکون حاصل کر لے۔ عقل مند لوگ وقتی آرام یا تکلیف کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اس کے انجام کو ترجیح دیتے ہیں۔

Marfat.com

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾

۱۹۷۔ یہ لطف اندوزی تھوڑی مدت کے لئے ہے۔ پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾

۱۹۸۔ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمانی ہے [۱۴۱] اور نیک لوگوں کے لئے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہت ہی بہتر ہے۔

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ

۱۹۹۔ اور اہل کتاب میں بھی بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں [۱۴۲] اور اس پر جو

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے آپ کے اور چٹائی کے درمیان اور کوئی چیز نہیں تھی (یعنی کوئی گدا یا چادر وغیرہ نہیں تھی) آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی کھال بھری ہوئی تھی اور آپ کے پیروں کے پاس ایک درخت کے پتوں کا ڈھیر تھا۔ میں نے حضورِ اکرم ﷺ کے پہلو پر چٹائی کی نشانات دیکھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا عمر کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! قیصر و کسریٰ (حالانکہ وہ کافر ہیں) کس قدر عیش و آرام میں ہیں اور آپ ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہیں یہ پسند نہیں کہ ان کے حصہ میں دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت ہو۔ (مسلم: حدیث نمبر ۱۴۷۹)

[۱۴۱] جو لوگ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہ جنت میں اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ مہمان کو کھانے پینے کی کچھ فکر نہیں ہوتی عزت و آرام سے بیٹھے بٹھائے ہر چیز تیار ملتی ہے اب جس خوش نصیب انسان کا میزبان اللہ تعالیٰ ہو اور جنت جیسی جگہ ہو اس کی نعمتوں اور عظمتوں کا صحیح اندازہ اس دنیا میں مشکل ہے جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔'' (مسلم: حدیث نمبر ۲۸۲۴)

[۱۴۲] چند آیات پہلے اہل کتاب اور ان کے علماء کے جھوٹے الزامات، دین فروشی اور اہل اسلام کے خلاف سازشوں کا ذکر کیا گیا لیکن سارے اہل کتاب ایک جیسے نہیں ہیں ان میں کئی بڑے پرہیزگار، حقیقت پرست اور مخلص بھی تھے جو حضورِ اکرم ﷺ پر ایمان لائے۔ ان اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی عظیم الشان اجر ملے گا۔

Marfat.com

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

تمہاری طرف نازل کیا گیا اور اس پر جوان کی طرف نازل کیا گیا۔ اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی کرنے والے ہیں۔ حقیر قیمت پر اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا سودا نہیں کرتے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع ۲۰

۲۰۰۔ اے ایمان والو! صبر کرو [۱۴۳] ثابت قدم رہو (دشمن کے مقابلے میں) اور کمر بستہ رہو (خدمت دین کے لئے) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

---

[۱۴۳] اس سورت کے اختتام پر مسلمانوں کو چار باتوں کی نصیحت کی جارہی ہے جس میں دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ یعنی نیکی کرنے اور برائی سے باز رہنے پر اپنے نفس کو پابند رکھنا، دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہنا، خدمت دین کے لئے ہر وقت تیار رہنا اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے سورہ آل عمران کی تفسیر

آج ۱۴ اپریل ۲۰۰۲ء (۳۰ محرم ۱۴۲۳ھ) بروز اتوار بعد نماز عصر

جامعہ الکرم ایٹن ہال (انگلستان) میں مکمل ہوئی

الحمد لله رب العالمين و الصلوٰة و السلام علىٰ سيد المرسلين و علىٰ آله و اصحابه اجمعين

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورہ نساء

یہ سورت مدنی ہے کیونکہ یہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔اس میں عورتوں کے احکام بہ کثرت بیان کئے گئے ہیں اس وجہ سے اس سورت کا نام سورہ نساء ہے۔

یہ سورت بڑی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس میں معاشرے کے مختلف افراد کے حقوق وفرائض کا تعین کیا گیا ہے۔ آپس میں حسن سلوک اور رواداری کا حکم دیا گیا ہے تا کہ معاشرے کا ہر فرد امن وسلامتی اور خوشی ومسرت کے ساتھ اپنی بھرپور زندگی گزار سکے اور کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

☆ یتیم کا ناحق مال کھانے والے کو وارننگ دی گئی کہ وہ آتشِ جہنم سے اپنے پیٹ کو بھر رہا ہے۔

☆ کن لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے اور توبہ کے لئے بہترین وقت کون سا ہے۔

☆ مرد کو ایک سے زائد شادیاں کرنے اور لونڈیاں رکھنے کی اجازت دی گئی۔

☆ والدین، رشتہ داروں اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔

اسلام سے پہلے عورت کے سر پر فرائض کا بوجھ تو تھا لیکن اس کا دامن حقوق کی سہولت سے خالی تھا۔وہ نوعِ انسانی کا ایک اہم فرد تھی مگر اس کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا اور جائیداد کے طور پر استعمال کیا جاتا۔اسلام نے عورت کی رائے اور اس کے حق ملکیت کو اُجاگر کیا اور واضح اعلان کر دیا کہ جس طرح مرد کے حقوق عورت پر ہیں اسی طرح عورت کے حقوق بھی مرد پر ہیں۔

Marfat.com

(ایاتہا ۱۷۶) (۴ سُورَۃُ النِّسَآءِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۲) (رکوعاتہا ۲۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِیۡرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیۡكُمۡ رَقِیۡبًا ①

۱۔ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان (حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا فرمایا [۱] اور اس جان سے اس کا جوڑا (حضرت حوا ؑ کو) پیدا فرمایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے واسطہ سے تم ایک دوسرے سے (اپنے حقوق) مانگتے ہو [۲] اور رحموں (کے قطع کرنے سے بھی ڈرو) [۳] بے شک اللہ تعالیٰ تم پر ہر وقت نگران ہے۔

---

[۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حضرت حواؑ کو پیدا فرمایا پھر ان دونوں سے تمام مردوں اور عورتوں کو پیدا فرمایا تو حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک جان یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا۔ اس آیت سے درج ذیل امور کی نشاندہی ہوتی ہے۔

۱۔ سب انسانوں کو عدم سے وجود میں لانے والا اور ان کی تربیت کر کے مرتبۂ کمال تک پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا انصاف اور قدر شناسی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان اپنے رب اور خالق سے ڈرے اور اس کی فرماں برداری میں کوتاہی نہ کرے۔

۲۔ اگر کوئی نوجوان ایک سو سے زائد اپنے خویش و اقارب (بھائی، بہنیں، بھتیجے، نواسے، بچے اور چچا زاد بھائی بہنیں وغیرہ) کو پچاس سال پیچھے یعنی ماضی کی طرف دیکھے تو اسے صرف ایک دادا جان نظر آئیں گے جس کی یہ ساری اولاد ہے۔ اسی طرح آج دنیا میں پھیلے ہوئے بے شمار سادات کی اصل ایک ذات ہے یعنی فاطمہ بنت محمد رسول ﷺ اور بنی اسرائیل کی انتہا بھی ایک ہستی یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام پر ہوتی ہے۔ اس تاریخی حقیقت کے پیش نظر غور کرتے کرتے بالآخر انسان اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ تمام انسانوں کی اصل ایک ہی جان یعنی حضرت آدم علیہ السلام ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا۔

۳۔ سب انسانوں کی اصل ایک ہے یعنی ایک ہی باپ کی اولاد ہیں اور سب ایک دوسرے کے خون اور گوشت کا حصہ ہیں لہٰذا انہیں آپس میں پیار و محبت اور امن و سکون سے رہنا چاہیے۔

۴۔ دنیا کے سارے انسان ایک باپ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں لہٰذا انسان ہونے کے ناطے سے کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں ہے۔ سب انسان برابر ہیں۔ البتہ فضیلت کا مستحق وہ خوش نصیب ہے جو دوسروں سے زیادہ پرہیزگار اور خوش اخلاق ہو۔ اس حقیقت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

وَ اٰتُوا الْیَتٰمٰۤی اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ ۪ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤی اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا ۝۲

۲۔ اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور (اپنی) گھٹیا چیز کو (ان کی) عمدہ چیز کے ساتھ تبدیل نہ کرو [۴] اور ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ۔ بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

"اے لوگو! کان کھول کر سن لو۔ تمہارا پروردگار ایک ہے تمہارا باپ (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت ہے۔ نہ کالے رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر اور نہ کسی سرخ کو کسی کالے پر سوائے تقویٰ کے۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں تم میں سے وہی زیادہ عزت والا ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے" (مسند احمد: جلد ۵ ص ۴۱۱)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تسکین کے لئے ان کی بائیں پسلی سے حضرت حواؑ کو پیدا فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت حوا علیہا السلام سے محبت ہوئی اور حضرت حواؑ کی طرف مائل ہونے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں نے کہا۔ حضرت حوا علیہا السلام کو ہاتھ لگانے سے پہلے مہر ادا کرو پوچھا حضرت حواؑ کا کیا مہر ہے؟ فرشتوں نے کہا۔ حضورِ اکرم ﷺ پر تین مرتبہ درود شریف پڑھ لو۔ (تفسیر خازن اور صاوی)

[۲] اس آیت کی ابتدا میں تقویٰ کا حکم دیا گیا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارا خالق ہے اب دوبارہ تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ تم اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر آپس میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو یعنی خدا کے واسطے مجھے یہ چیز دے دو یا خدا سے ڈر کر میرا حق مجھے دے دو اور اسی کے نام کی قسمیں اُٹھا کر اپنے عہد و پیمان کو قابل اعتماد بناتے ہو۔ جب روزمرہ کے لین دین اور باہمی معاملات میں تم اسی کے نام کا وسیلہ پکڑتے ہو تو پھر کیا تمہیں یہ زیب دیتا ہے کہ اس کی نافرمانی کرو۔

[۳] یعنی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو اور قطع رحمی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے تمام احوال اور اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ صلہ رحمی کے متعلق حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ رحم (خونی رشتہ) عرش الٰہی کے ساتھ معلق ہے اور کہہ رہا ہے۔ غور سے سن لو۔ جس نے مجھے جوڑا اللہ تعالیٰ اسے جوڑے رکھے اور جس نے مجھے قطع کیا اسے اللہ تعالیٰ ٹکڑے ٹکڑے کرے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۵۵۵: کتاب البر)

۲۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس قوم پر نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا موجود ہو۔ (مشکوٰۃ: حدیث نمبر ۴۲۰: باب البر)

۳۔ جو آدمی حقوق قرابت کی رعایت نہیں کرتا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۵۵۶: کتاب البر)

<u>نوٹ:</u> سورہ نساء کی آیت نمبر ۳۶ حاشیہ نمبر ۵۲ بھی ملاحظہ کریں۔

[۴] یتیم اس بچے یا بچی کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو جائے اور وہ ابھی نابالغ ہو۔ اس آیت میں یتیم کے سرپرست کو حکم دیا جا رہا ہے کہ یتیم کو جو مال اپنے فوت ہونے والے باپ سے ورثہ میں ملا ہے۔ وہ تمہارے پاس امانت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یتیم کی عمدہ چیزیں تم خود رکھ لو اور اپنی گھٹیا چیزیں اس کے مال میں شامل کر دو یا یتیم کا مال اپنے مال میں خلط ملط کر کے کھا جاؤ۔ ایسی

Marfat.com

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۳

۳۔ اگر تمہیں یہ ڈر ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے [۵] تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان میں سے دو دو، تین تین اور چار چار سے نکاح کر لو [۶] اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم ان میں عدل نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کرو یا لونڈیاں جن کے تم مالک ہو [۷] یہ اس کے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

خیانت کرنا سخت گناہ ہے۔ اسی سورت کی آیت نمبر دس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''جو لوگ یتیم کا مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں وہ درحقیقت آگ کھاتے ہیں اور عنقریب انہیں بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینکا جائے گا۔ لہٰذا سرپرست کا فرض ہے کہ جب یتیم بالغ ہو جائے تو اس کا مال پوری دیانتداری کے ساتھ اس کے سپرد کر دے کیونکہ یتیم اپنی بے کسی اور بے بسی کے باعث زیادہ شفقت کا مستحق ہے۔

یتیموں کے متعلق حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ مسلمانوں میں سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور سب سے بُرا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہو۔ (ابن ماجہ: حدیث نمبر: ۳۶۷۹: کتاب الادب)

۲۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی یتیم کے سر پر محبت بھرا ہاتھ پھیرے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرے گا ہر بال کے بدلے اسے نیکیاں ملیں گی اور جس نے کسی یتیم بچے یا بچی کے ساتھ حسن سلوک کیا وہ جنت میں میرے اتنا قریب ہوگا جتنا میرے ہاتھ کی دو انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ (احمد: جلد ۵: ص ۲۵۰)

۳۔ امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے سری سے روایت کیا ہے۔ جو شخص یتیم کا مال ناجائز طریقہ سے کھاتا ہے جب وہ قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا تو اس کے منہ، اس کے کانوں، اس کی ناک اور اس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے اور اسے دیکھ کر ہر شخص پہچان لے گا کہ یہ یتیم کا مال کھانے والا ہے۔ (تفسیر درمنثور: سورۃ نساء: آیت نمبر ۱۰)

[۵] یتیم بچیوں کے سرپرست اکثر ان سے شادی کر لیتے ہیں تاکہ یتیم بچیوں کا مال ان کے پاس ہی رہے نیز ان کی حیثیت کے مطابق نہ تو انہیں مہر دیتے اور نہ ہی حقوقِ زوجیت میں انصاف کرتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم ان بے سہارا بچیوں کے حقوق ادا نہیں کر سکو گے تو پھر ان سے نکاح نہ کرو بلکہ ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں چار تک ان سے نکاح کر سکتے ہو۔ ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار عورتیں نکاح میں رکھنے کی

Marfat.com

اجازت ہے چاہے وہ یتیم بچیاں ہوں یا آزاد عورتیں مگر سب بیویوں کے درمیان انصاف شرط ہے تاہم لونڈیوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں۔

ایک سے زائد بیویاں

[۶] اسلام نے مرد کو اجازت دی ہے کہ وہ ایک وقت میں ایک سے زائد بیویاں رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ طریق کار کئی مشکل مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ اس کی حکمتیں، وجوہات اور شرائط ملاحظہ ہوں۔

۱۔ کسی آسمانی کتاب نے بیویوں کی تعداد پر پابندی نہیں لگائی لہٰذا ہر مرد آزاد تھا جتنی چاہتا بیویاں کر لیتا۔ قرآن مجید سب سے پہلی کتاب ہے جس نے ایک بیوی پر اکتفا کرنے کا حکم دیا اور ضرورت کے وقت چار تک کی رخصت دی اور چار سے زیادہ بیویوں والے جتنے لوگ مسلمان ہوئے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ اپنی پسند کی چار بیویاں رکھ لو اور باقی چھوڑ دو۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۱۱۳۱)

۲۔ اسلام کسی عورت کو مجبور نہیں کرتا کہ وہ ضرور ہی شادی شدہ مرد سے نکاح کرے بلکہ یہ اس کی اپنی پسند پر منحصر ہے حتیٰ کہ شادی کر لینے کے بعد بھی اگر عورت یہ محسوس کرے کہ اس کا خاوند اس کے ازدواجی تقاضے پورے نہیں کرتا تو وہ عدالت کے ذریعے اس خاوند سے علیحدگی حاصل کر سکتی ہے اور عدت گزارنے کے بعد اپنی مرضی کے کسی دوسرے مرد سے شادی کر سکتی ہے۔

۳۔ اسلام نے ایک سے زائد شادیاں کرنے کا حکم نہیں دیا کہ ہر مسلمان ضرور چار شادیاں کرے اور نہ ہی یہ ترغیب دی ہے کہ جو ایک سے زیادہ بیویاں رکھے گا وہ ایک بیوی والے سے بہتر مسلمان ہوگا بلکہ ضرورت کے وقت یہ ایک رخصت ہے اور اس رخصت کے ساتھ بھی یہ سخت شرط عائد ہے کہ صرف وہی مسلمان ایک سے زائد شادیاں کر سکتا ہے جو اپنی بیویوں میں مساوات اور انصاف قائم رکھ سکے اور جس انسان کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ انصاف نہیں کر سکے گا تو اس پر لازم ہے کہ وہ صرف ایک بیوی پر اکتفا کرے۔ اور مسلمانوں کا عمومی مزاج بھی یہی ہے کہ وہ اکثر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرتے ہیں زیادہ سے زیادہ دو تین فیصد ایسے حضرات ہوں گے جو کسی ضرورت کے پیشِ نظر ایک سے زائد شادیاں کرتے ہیں۔

نوٹ : ایک سے زائد بیویوں کے درمیان انصاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ خاوند ہر بیوی کے ساتھ اخراجات، معاملات، حسن سلوک اور مباشرت میں برابری کا رویہ اختیار کرے ہاں اگر کسی ایک بیوی سے محبت زیادہ ہو جائے تو یہ انصاف کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ قدرتی چیز ہے جو انسان کے بس سے باہر ہے۔ اس سورت کی آیت نمبر ۱۲۹ میں اسی قلبی لگاؤ کا ذکر ہے۔

۴۔ اکثر ممالک میں عورت کی شرح پیدائش مردوں سے زیادہ ہے۔ علاوہ ازیں جنگوں میں اکثر مرد ہی ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ہلاک ہوتے ہیں اس طرح عورتوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگر مرد ایک سے زائد شادیاں نہ کریں تو پھر یہ زائد عورتیں کہاں جائیں گی؟ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ ساری عمر بغیر شادی کے گزار دیں جو کہ خلافِ فطرت اور ظلم ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ناجائز طریقہ سے اپنی خواہش پوری کریں اس کی اسلام اجازت نہیں دیتا کیونکہ یہ زائد عورتیں جب کسی کے خاوند کے ساتھ ناجائز تعلقات استوار کریں گی تو اس خاوند کی بیوی اور اولاد کا حشر کیا ہوگا۔

Marfat.com

۵۔ جو ملک ایک سے زائد شادیوں کی اجازت نہیں دیتا اس میں بدکاری عام ہو جاتی ہے غالباً اسی لئے یورپ اور امریکہ میں غیر قانونی بچوں اور کنواری ماؤں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ایسی مائیں اور ایسے بچے محبت وشفقت، تعلیم وتربیت اور دیکھ بھال سے محروم رہتے ہیں۔ اور بالآخر یہ بے راہ روی کا شکار ہو کر معاشرہ اور حکومت کے لئے وبال بن جاتے ہیں

۶۔ ایک سروے کے مطابق صرف برطانیہ میں چار ملین عورتیں مردوں سے زیادہ ہیں۔ اگر ایک مرد ایک عورت سے شادی کرلے تو ان چار ملین زائد عورتوں کا مستقبل کیا ہوگا جن کے لئے کوئی مرد موجود نہیں ہے .... ؟

کیا ان کی فطرت ان چیزوں کا تقاضا نہیں کرتی جن کا تقاضا دوسری عورتوں کی فطرت کرتی ہے....؟

کیا ان کے دل میں یہ خواہش پیدا نہیں ہوتی کہ ان کے بھی خاوند ہوں جوان کے ساتھ رہیں اور ان سے محبت کریں...؟

کیا ان کا جی نہیں چاہتا کہ ان کی بھی اولاد ہو اور کوئی ان کی اولاد کی ذمہ داری قبول کرے....؟

کیا معاشرے کا یہ فرض نہیں کہ وہ ان خاوندوں سے محروم عورتوں کے متعلق بھی غور کرے....؟

۷۔ تعدد زوجات کا قانون انسانی معاشرہ کی ایسی ضرورت ہے جس پر آج پوری دنیا عمل پیرا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ مسلمان جائز سمجھ کر اعلانیہ اس پر عمل کرتے ہیں اور غیر مسلم اپنی بیوی کو دھوکہ دے کر چوری چھپے اس پر عمل کرتے ہیں۔ اس خیانت کے باعث دنیا کے اہم ترین خاندان اور حکمران متاثر ہوئے ہیں اور پوری دنیا کی آنکھیں اس وقت کھلیں جب ٹی وی پر ان سربراہوں نے اپنی زبانی خود اپنی خیانت کا اعتراف کیا۔

۸۔ ماہانہ ایام، حمل، بچے کی پیدائش، نفاس کے ایام اور اولاد کی پرورش ایسے نازک مرحلے ہیں جن سے عورت کی جنسی رغبت محدود ہو جاتی ہے جبکہ مرد ان تمام ذمہ داریوں اور عوارض سے آزاد ہوتا ہے اس لئے اسے جنسی تسکین کے لئے کسی متبادل ذریعہ کی ضرورت ہے جس کے لئے جائز اور موزوں طریقہ دوسری شادی ہے کیونکہ اگر وہ ناجائز طریقہ سے اپنی خواہش پوری کرے گا تو جب راز فاش ہوگا تو اس کی پہلی شادی برباد ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔

۹۔ مرد میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت تقریباً ستر (۷۰) سال کی عمر تک رہتی ہے جبکہ عورت میں یہ صلاحیت پچاس (۵۰) سال کی عمر کے لگ بھگ ختم ہو جاتی ہے اب ان بیس سالوں میں اگر مرد کو اولاد کی خواہش پیدا ہو تو دوسری شادی کے بغیر یہ خواہش کیسے پوری ہو سکتی ہے....؟

۱۰۔ اگر کسی کی بیوی بانجھ ہو جس سے اولاد نہ ہو سکے تو ایسی صورت میں اگر اس کا شوہر اس کو طلاق دیدے تو اس بانجھ عورت سے کون شادی کرے گا ؟ لیکن اگر اس کے شوہر کو دوسری شادی کی اجازت دے دی جائے تو اس طرح پہلی (بانجھ) بیوی کی نگہبانی کا سلسلہ بھی جاری رہے گا اور مرد کی اولاد کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔

۱۱۔ اگر کسی کی بیوی اچانک کسی حادثہ میں جسمانی یا ذہنی طور پر اپاہج ہو جائے تو خاوند کے لئے یہ بہت مشکل ہے کہ وہ بیوی بچوں کو بھی سنبھالے، مزدوری بھی کرے اور بقایا عمر اپنی جنسی رغبت کو بھی قابو میں رکھے۔ لہٰذا ایسی صورت میں دوسری شادی اس کے بچوں اور بیوی کی مدد کر سکتی ہے اور خاوند کی جنسی تسکین کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

۱۲۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اولاد سے محروم میاں بیوی کسی دوسرے کی اولاد کو گود میں لے کر تسکین کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ عورت اپنے خاوند کی دوسری بیوی کو برداشت کرے اور کسی اجنبی کو گود لینے کی بجائے اپنے خاوند کی اولاد کو گود میں لے، اسے حقیقی ماں کا پیار دے اور اس طرح اپنی سوکن، اپنے خاوند اور ان کی اولاد کی محبت کا مرکز بن جائے۔

۱۳۔ بیوہ یا طلاق یافتہ عورت کے دوبارہ شادی کے مواقع بہت محدود ہوتے ہیں ایسی عورت کو اکثر بقایا زندگی تنہا رہنا پڑتا ہے لیکن اگر دوسری شادی کی اجازت ہو تو یہ عورت کسی خاوند کی دوسری بیوی بننا خوشی سے پسند کرے گی تا کہ اس کی تنہائی کا مداوا ہو سکے۔

۱۴۔ عورت کی بہ نسبت مرد میں جنسی رغبت زیادہ ہوتی ہے جس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ اس خواہش کی تسکین کے لئے مرد ہی ہمیشہ اخراجات کی قربانی دیتا ہے۔ مرد نیک ہو یا غلط کار دونوں اس فطری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے گھر سے نکلتے ہیں۔ نیک مرد کسی نیک گھرانے کو تلاش کرتا ہے ان سے رشتے کا سوال کرتا ہے اگر بات بن جائے تو مہر بھی ادا کرتا ہے جبکہ غلط کار آدمی بھی اس فطری خواہش کو پورا کرنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے۔ کسی بدکاری کے اڈہ کو تلاش کرتا ہے اور اگر کسی بدکار عورت سے رابطہ ہو جائے تو مرد ہی کو قیمت ادا کر کے اپنی ضرورت پوری کرنا ہوتی ہے۔ دونوں صورتوں میں مرد ہی تلاش میں نکلتا ہے اور مالی قربانی بھی دیتا ہے جبکہ عورت اس مقصد کے لئے نہ تلاش میں نکلتی ہے اور نہ ہی مالی قربانی دیتی ہے اور اگر کبھی عورت بدکاری کے لئے گھر سے نکلتی ہے تو اکثر اس کا مقصد مالی منفعت ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر اسلام نے ضرورت کے وقت ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی ہے جو فطرت اور حکمت کے عین مطابق ہے اور معاشرے کی صلاح وفلاح کی ضامن ہے۔ منٹگمری واٹ جیسا مصنف جو اسلام کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا لیکن تعدد زوجات کی افادیت کو تسلیم کئے بغیر وہ بھی نہیں رہ سکا۔

''تعدد زوجات کے قانون نے بعض ان زیادتیوں کا مداوا کر دیا جو انفرادیت پسندی بڑھ جانے کے باعث پیدا ہو گئی تھیں۔ اس قانون نے زائد عورتوں کو باعزت شادی کے مواقع فراہم کئے اور ان کو سرپرستوں کے مظالم سے بچایا۔ اس قانون نے نکاح کے بغیر جنسی تعلقات قائم کرنے کی ترغیبات کو کم کیا جس کی عرب معاشرہ میں اجازت تھی۔ اس زمانہ میں جو رسوم موجود تھیں ان کے پیش نظر معاشرے کی تنظیم کے سلسلہ میں یہ بڑا اہم اصلاحی قدم تھا۔'' (محمد ایٹ مدینہ ص ۲۷۷)

ایک سے زائد خاوند

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر مرد ایک سے زائد بیویاں رکھ سکتا ہے تو عورت کو بھی ایک سے زیادہ خاوند رکھنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ اسلام سے پہلے بعض معاشروں میں ایک عورت کے کئی خاوند ہوتے تھے لیکن اسلام نے اس کو ممنوع قرار دیا یعنی عورت ایک وقت میں ایک سے زائد خاوند نہیں رکھ سکتی کیونکہ اس سے ایسے مسائل جنم لیتے ہیں جو معاشرے کا امن وسکون برباد کر دیتے ہیں مثلاً :

Marfat.com

۱۔ اس طرح اولاد کا نسب مشکوک ہو جاتا ہے اور کسی خاوند کو یقین نہیں ہوتا کہ یہ کس کی اولاد ہے اور اگر ڈی این اے (D.N.A) کے ذریعہ اس کا تعین ہو جائے تو دوسرے خاوند اس اولاد سے حسد کریں گے جس سے بیوی پریشان ہو جائے گی اور کہے گی کہ یہ کیسے خاوند ہیں جو اپنی جنسی تسکین کے لئے تو مجھے استعمال کرتے ہیں لیکن میرے دل کے ٹکڑے (یعنی میرے بیٹے) سے حسد کرتے ہیں اس کے نتیجہ میں بغض وعناد کا ایسا بازار گرم ہو جائے گا جس سے سب کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔

۲۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ زوجین میں سے کوئی بھی اپنے ساتھی کے ساتھ کسی اور کے جنسی تعلقات برداشت نہیں کرسکتا لیکن دائمی مریض اور بانجھ عورت اپنی مجبوریوں کے باعث اپنی سوکن کو برداشت کر لیتی ہے۔

۳۔ جو خاوند جسمانی اعتبار سے زیادہ طاقتور ہوگا وہ جب چاہے گا بیوی کو زبردستی لے جائے گا اور دوسرے مایوسی کے ساتھ دیکھتے رہ جائیں گے اس طرح اس گھر میں جنگل کا قانون نافذ ہو جائے گا۔

۴۔ اگر ایک خاوند کسی حادثہ کی وجہ سے چند ماہ کے لئے صاحب فراش ہو جائے اور اسے دوائی اور رفع حاجت کے لئے دن رات اپنی بیوی کی مدد کی ضرورت ہو۔ اس دوران دوسرے خاوندوں کا جنسی رغبت کا ایثار مشکل ہوگا۔ اس کے برعکس اگر کسی بیوی کے ساتھ ایسا حادثہ پیش آجائے تو خاوند کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس کی دوسری بیویاں اپنی سوکن کی خدمت کر کے خاوند کا بوجھ ہلکا کر دیں گی۔

۵۔ جب بیوی کسی ایک خاوند کے حمل، بچے کی پیدائش اور پرورش میں مصروف ہوگی تو اصل باپ تو بچے کی وجہ سے ایک قسم کا سکون محسوس کرے گا لیکن دوسرے خاوند اتنا طویل عرصہ کیسے صبر کریں گے؟

۶۔ حیض کی صورت میں کئی دن، نفاس کی صورت میں کئی ہفتے اور حمل کی صورت میں کئی مہینے عورت عمل زوجیت کے قابل نہیں رہتی۔ ان حالات میں عورت ایک ہی خاوند کے حقوق پورے نہیں کرسکتی تو اگر اس کے ایک سے زائد خاوند ہوں تو ان کے حقوق کیسے پورے ہوں گے؟

۷۔ شادی کا ایک بنیادی مقصد اولاد ہے جس کی وجہ سے نسل انسانی کا سلسلہ رواں دواں ہے۔ اس اعتبار سے متعدد عورتیں تو ایک مرد سے ایک ہی دن میں حاملہ ہوسکتی ہیں لیکن ایک عورت متعدد مردوں سے حاملہ نہیں ہوسکتی وہ ایک ہی مرد سے حاملہ ہوگی۔ مرد اور عورت کا یہ فطری فرق اس بات کا ثبوت ہے کہ مرد زیادہ بیویاں رکھ سکتا ہے مگر عورت کے پاس ایک دن میں چاہے دس خاوند جائیں ایک بچے کی صورت میں حمل ایک ہی مرد سے قرار پائے گا لہٰذا فطری طور پر عورت کو ایک ہی خاوند کی ضرورت ہے۔

نوٹ: موجودہ میڈیکل تحقیق کے مطابق عام طور پر عورت کے ہاں ایک ہی انڈا پیدا ہوتا ہے جبکہ مرد سے ہر بار تقریباً پانچ سو ملین تخم کا اخراج ہوتا ہے اور جونہی مرد کا تخم عورت کے انڈے سے ملتا ہے تو اس کے فوراً بعد انڈے کے گرد ایک جھلی وجود میں آجاتی ہے جس کی وجہ سے کوئی اور تخم وہاں داخل نہیں ہوسکتا اور اس ایک انڈے سے عام طور پر ایک بچہ پیدا ہوتا ہے لیکن بعض دفعہ ایک سے زائد بچے بھی پیدا ہوسکتے ہیں مگر ان کا باپ ایک ہی ہوگا کیونکہ وہ ایک ہی تخم سے پیدا ہوئے ہیں۔

Marfat.com

بعض دفعہ عورت کے ہاں ایک سے زائد انڈے بھی پیدا ہو سکتے ہیں اگر ان سب کے ساتھ مرد کے تخم کا ملاپ ہو جائے اور ہر انڈے میں ایک ایک بچہ پروان چڑھے تو ان مختلف انڈوں میں پیدا ہونے والے بچوں کا باپ ایک بھی ہو سکتا ہے اور مختلف بھی کیونکہ ان کے تخم مختلف ہیں مگر زیادہ امکان یہی ہے کہ ان سب بچوں کا باپ ایک ہی ہو کیونکہ عورت کے ہاں سب انڈے ایک ہی وقت میں پیدا ہوتے ہیں اور چوبیس گھنٹوں کے بعد ختم ہو جاتے ہیں اور اس حمل کے دوران دوبارہ پیدا نہیں ہوتے۔

حضورِ اکرم ﷺ کی چار سے زیادہ بیویاں

حضورِ اکرم ﷺ نے گیارہ خواتین کو اپنی بیوی ہونے کا شرف عطا فرمایا جبکہ بائیبل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویوں اور تین سو لونڈیوں کا ذکر ملتا ہے۔

" He had seven hundred wives and three hundred concubines."(The Living Bible:1 Kings:11:3)

اس پس منظر میں دیکھا جائے تو حضورِ اکرم ﷺ کی گیارہ شادیاں کوئی عیب یا انوکھی چیز نہیں بلکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے لیکن مستشرقین اعتراض یہ کرتے ہیں کہ جب امت کے لئے ایک وقت میں چار تک کی حد بندی ہے تو خود چار سے زیادہ بیویاں کیوں کیں؟ دراصل انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگیوں میں متعدد چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو ان کے خواص شمار ہوتے ہیں اور امت کو ان کی پیروی کا حکم نہیں دیا جاتا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی اس میں کچھ حکمت ضرور ہو گی جس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اب اس عمل کو ان کا خاصہ تو قرار دیا جا سکتا ہے لیکن اس کو ان کی ایسی سنت قرار نہیں دیا جا سکتا جس پر عمل کرنا ان کے سارے پیروکاروں کے لئے ضروری ہو کیونکہ اگر ان کے سارے امتی اس پر عمل کرتے تو ان کی نسل کا سلسلہ ختم ہو جاتا اور آج دنیا میں کوئی بھی عیسائی موجود نہ ہوتا۔ حضورِ اکرم ﷺ کے بعض خواص ایسے ہیں جن میں انبیائے کرام علیہم السلام بھی شریک نہیں ہیں جیسے سارے انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے نبوت کا زمانہ محدود اور قوم و علاقہ مخصوص تھا لیکن حضورِ اکرم ﷺ ساری مخلوق کے لئے قیامت تک نبی ہیں اسی طرح حضورِ اکرم ﷺ کے متعدد خصائص ایسے بھی ہیں جن میں امت شامل نہیں ہے جیسے آپ ﷺ پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے، آپ ﷺ کی بیویاں اہلِ ایمان کی مائیں ہیں (قرآن : ۳۳ : ۶) یعنی ہر مؤمن کو ان کا احترام اپنی ماں کی طرح کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہے یا صوم وصال بھی آپ ﷺ کا ہی خاصہ ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو صوم وصال (لگاتار روزے رکھنے) سے منع فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی آپ صوم وصال رکھتے ہیں (اس لئے ہم آپ کی سنت ادا کرتے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا "میں تمہاری طرح نہیں ہوں کیونکہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے" (بخاری: کتاب الصوم :باب ۴۸) انہی خواص میں سے ایک خاصہ یہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ

Marfat.com

کے سوا کوئی مسلمان ایک وقت میں چار سے زیادہ شادیاں نہیں کر سکتا اور اس پر امت مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضورِ اکرم ﷺ کے اس خاصہ کو مستشرقین تسلیم نہیں کرتے ان کا خیال یہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے نفسانی خواہشات سے بے قابو ہو کر زیادہ شادیاں کی ہیں۔معاذ اللہ۔

اس کے جواب کے لئے حضورِ اکرم ﷺ کی سیرت پاک پر اگر ایک سرسری نگاہ ڈالی جائے تو کوئی منصف مزاج آدمی آپ کی کثرتِ ازواج کو جنسی تسکین پر محمول نہیں کر سکتا کیونکہ نفسانی خواہش کا غلبہ عام طور پر پندرہ سے پچاس سال کی عمر تک ہوتا ہے۔آپ نے ۱۵ تا ۲۵ سال کی عمر تک اپنی خواہشات پر بے مثل ضبط کا ایسا حسین نمونہ پیش کیا کہ دشمن بھی آپ کی پاکدامنی پر انگلی نہ اٹھا سکے۔ پھر آپ نے پچیس سال کی عمر میں ایک بیوہ (حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے پہلی شادی کی جو عمر میں آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں۔آپ نے پچیس سال کا عرصہ اسی ایک بیوہ خاتون کے ساتھ گزارا۔ذرہ اندازہ کریں جب آپ ﷺ کی عمر پچاس سال تھی اس وقت آپ کی بیوی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۶۵ سال تھی یعنی بیوی کی پیرانہ سالی کے باوجود آپ ﷺ نے دوسری شادی کا خیال تک نہ کیا اس کے باوجود بھی آپ پر جنسی رغبت سے بے قابو ہونے کا الزام لگایا جائے تو اس سے بڑا جھوٹ شاید دنیا نے کبھی نہ سنا ہو۔

یہ پچاس سالہ زندگی اور عنفوان شباب کا سارا زمانہ اہل مکہ کی نظروں کے سامنے تھا کبھی کسی دشمن کو بھی آپ کی معصوم زندگی پر کوئی ایسا حرف کہنے کی جرأت نہیں ہوئی جس کا تعلق جنسی بے راہ روی سے ہو بلکہ آپ کو صادق وامین کے القاب سے یاد کیا جاتا۔اگر تعدد زوجات کی وجہ نفسانی خواہش اور جنسی تسکین ہوتی تو اس کے لئے موزوں وقت جوانی تھی نہ کہ بڑھاپا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد آپ ﷺ نے دوسری شادی حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کی اور ۵۴ سال کی عمر تک آپ کی ایک وقت میں ایک ہی بیوی رہی دوسری شادیاں ۵۴ سے لے کر ۵۹ سال کی عمر کے درمیان ہوئیں۔ ۵۹ سال کی عمر کے بعد آپ نے کوئی شادی نہیں کی۔کوئی بھی عقل مند انسان یہ تسلیم کرنے سے قاصر ہے کہ ایک انسان ۵۴ سال کی عمر تک ایک وقت میں صرف ایک بیوی پر اکتفا کرے اور یکا یک اس کے جنسی جذبات میں ایسا طوفان آجائے کہ وہ زیادہ بیویاں کرنے پر مجبور ہو جائے۔جبکہ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی ضبط نفس کے اس اعلیٰ مقام پر فائز تھی کہ صوم وصال کی صورت میں کئی کئی دن کھانے کی ضرورت نہ پڑی تو وہ ہستی پیرانہ سالی کے چند سال ایک بیوی پر اکتفا نہیں کر سکتی تھی؟

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد --- جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

آپ کی تمام بیویوں میں صرف ایک (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کنواری تھیں باقی سب عمر رسیدہ بیوہ یا مطلقہ تھیں اور ایک وقت میں زیادہ شادیوں کا سلسلہ بھی اس وقت شروع ہوا جب آپ ﷺ اسلامی ریاست کے واحد فرمانروا تھے اور

Marfat.com

ہزاروں لوگ آپ کے اشارے پر جانیں قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ اگر آپ کی شادیوں میں جنسی رغبت کا دخل ہوتا تو کنواری عورتوں کا انتخاب کیا جاتا لیکن آپ نے عمر رسیدہ، جہاں دیدہ، ذہین اور دیانتدار عورتوں سے شادیاں کیں تا کہ خواتین کے وہ مسائل (حیض، نفاس اور امورِ زوجیت وغیرہ) جو شرم وحیا کے باعث براہِ راست سمجھانے مشکل تھے ان خواتین کے ذریعہ ان کی تبلیغ کی جائے۔ حدیث مبارکہ کا ایک کثیر ذخیرہ ازواجِ مطہرات کے ذریعہ امت مسلمہ کو نصیب ہوا مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) روایات اور ام سلمہ سے تین سو اٹھتر (۳۷۸) روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ نیز آپ نے عرب کے مختلف قبائل سے بھی شادیاں کیں تا کہ ان کے ساتھ تعلقات پیدا کئے جائیں اس طرح اسلام کو مزید وسیع اور مؤثر بنانے میں مدد ملی۔ بہرحال حضور اکرم ﷺ کی کثرتِ زوجات کے پس منظر میں بہت سے تعلیمی، سماجی، تبلیغی اور سیاسی مقاصد تھے جن کی تفصیل میرے مرشد گرامی حضور ضیاء الامت جسٹس محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ضیاء النبی شریف جلد ہفتم میں ملاحظہ کریں۔

نوٹ : آخری عمر میں نو بیویاں ایک وقت میں آپ کے پاس جمع تھیں لیکن آپ ﷺ کے حسن اخلاق، خداداد طاقت اور انصاف کا عالم یہ تھا کہ سب بیویاں مطمئن اور خوش تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب خوش نصیب خواتین سے راضی ہو۔ آمین!

اسلام میں غلام اور لونڈی کا تصور

[۷] تعریف: غلام اس مرد، عورت (لونڈی) یا اولاد کو کہا جاتا تھا جو کسی کی ملکیت میں ہو اور مالک اس سے ہر قسم کا کام لینے اور ہر قسم کا فائدہ اُٹھانے کا حق رکھتا تھا

غلامی کی ابتدا : اسلام سے بہت پہلے ہزاروں سال سے ہر معاشرہ میں غلاموں کا کاروبار موجود تھا۔ مصر، چین، ہندوستان، یونان، روم حتیٰ کہ آسمانی کتب تورات اور انجیل میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں تین سو لونڈیاں تھیں۔ (سلاطین ۱۱:۳)

یورپ کے سمندری لٹیرے افریقہ کے لوگوں کو غلام بنا کر امریکہ بیچا کرتے تھے۔ امریکہ اور یورپ میں غلاموں کا سلسلہ ۱۸۳۳ء تک موجود رہا۔

A widespread institution in ancient times, slavery had died out in England by the 12th C. The transportation of slaves from Africa to the Americas by European traders began on a large scale in the 16th and 17th C., and although slavery became illegal in Britain in 1772, it remained an important feature of the economy of the Empire untill the 19th C., the slave-trade bieng abolished in 1807 and slavery itself throughout the Empire in 1833.

(The Oxford Encyclopedic English Dictionary : Published in 1991 by

Marfat.com

Oxford University Press : USA)

غلام بنانے کے اسباب

۱۔ جنگیں : میدانِ جنگ میں جو مرد اور عورتیں قید ہو جاتے ان کو غلام بنالیا جاتا۔

۲۔ غربت : غریب لوگ اپنی غربت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی اولاد کو غلام بنا کر بیچ ڈالتے۔

۳۔ زبردستی غلام بنالینا : ظالم لوگ مسافروں اور کمزوروں کو زبردستی پکڑ کر فروخت کر دیتے جیسے یورپ کے سمندری لٹیرے افریقہ جاتے اور جہاں کہیں موقع ملتا افریقی لوگوں کو زبردستی پکڑ کر غلام بنالیتے اور یورپ و امریکہ میں فروخت کر دیتے۔

غلاموں کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر

اسلام نے غلام بنانے کے آخری دو اسباب کو بالکل ناجائز قرار دے دیا اور جنگوں کے ذریعہ غلام بنانے کو جائز رکھا لیکن یہ لازمی نہیں کہ جنگی قیدیوں کو ضرور ہی غلام اور لونڈیاں بنایا جاتا بلکہ اسلامی حکومت کو اختیار تھا چاہے تو انہیں بلا معاوضہ آزاد کر دے، چاہے تو انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دے، چاہے تو مسلمان قیدیوں کے ساتھ ان کا تبادلہ کر لے اور چاہے تو انہیں غلام بنا کر مجاہدوں میں تقسیم کر دے۔ اس صورت میں مجاہد اپنے غلام سے ہر طرح کا کام لے سکتا تھا اور اپنی لونڈی سے ہم بستری بھی کر سکتا تھا لیکن اس پر لازم تھا کہ وہ اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے آرام اور ضروریات کا پورا پورا خیال رکھے۔ حالانکہ غیر مسلم لوگ غلاموں سے ہر قسم کی خدمت لیتے، ان کی طاقت سے زیادہ ان پر مشقت ڈالتے، انہیں مارتے اور بھوکا رکھتے اور ہر قسم کا غیر انسانی سلوک روا رکھتے تھے۔ جبکہ ہماری مقدس کتاب قرآن مجید نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ (قرآن: ۴: ۳۶)

ہمارے نبی مکرم ﷺ نے غلاموں کے متعلق فرمایا :

۱۔ یہ تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ ان کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو، انہیں وہی لباس دو جو خود پہنتے ہو، ان کے ذمہ ایسا کام نہ لگاؤ جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر تم ان کے ذمہ ایسا کام لگاؤ تو تم خود بھی ان کی مدد کرو۔ (مسلم: حدیث نمبر ۱۶۶۱)

۲۔ جس شخص نے اپنے غلام کو طمانچہ مارا یا پیٹا۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اس کو آزاد کر دے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۱۶۵۷)

۳۔ جس نے اپنے غلام کو ناجائز سزا دی قیامت کے دن اس سے بدلہ (قصاص) لیا جائے گا۔ (ترغیب : رواہ الطبرانی)

قرآن مجید نے غلام آزاد کرنے کو نیک کام قرار دیا ہے اور غلام کو اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے اسے زکوٰۃ کا مستحق قرار دیا ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا :

۱۔ جس شخص نے مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد کر دے گا۔ (مسلم: حدیث نمبر ۱۵۰۹)

Marfat.com

۲۔ ایک اعرابی نے سوال کیا یا رسول اللہ! مجھے وہ عمل بتائیں جو مجھے جنت میں لے جائے ۔فرمایا: غلام آزاد کر یا اسے آزاد کرانے میں اس کی مدد کر۔ (بیہقی : شعب الایمان : باب فی العتق)

۳۔ کوئی چیز اللہ تعالیٰ نے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ روئے زمین پر پیدا نہیں کی اور کوئی شے روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ پیدا نہیں کی (یعنی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ فعل غلام آزاد کرنا ہے اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ فعل طلاق ہے) (مشکوٰۃ : باب الطلاق : رواہ دار قطنی)

الغرض نزولِ قرآن کے وقت غلام اور لونڈی کا سلسلہ عام تھا جس کو اسلام نے بالکل ختم نہ کیا البتہ ان کے بارے میں ایسی حکمت عملی اختیار کی جس سے غلامی کی حوصلہ شکنی ہوئی مثلاً غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا، ان کو آزاد کرنے پر اجر و ثواب کی بشارتیں دیں اور کئی کفّاروں میں غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دیا جس کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ غلامی کا سلسلہ ختم ہو گیا اور آج دنیائے اسلام میں غلاموں اور لونڈیوں کا وجود نظر نہیں آتا ۔

اعتراضات

۱۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں انسانوں کو غلام اور لونڈیاں بنایا جاتا ہے جو کہ شرفِ انسانی کے خلاف ہے۔

اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ غلام بنانے کی ابتدا اسلام نے نہیں کی بلکہ یہ بہت پُرانا اور بین الاقوامی مسئلہ تھا۔ اس دور کے حالات کے پیش نظر غلامی کو بالکل مٹانا مشکل تھا کیونکہ دوسری قومیں اس کو ختم کرنے میں مخلص نہیں تھیں اور اگر اسلام یکطرفہ اس کے خاتمے کا اعلان کر دیتا تو جنگ کے بعد کافر قیدی تو غلامی سے بچ جاتے مگر مسلمان قیدی ہمیشہ کے لئے غلام رہتے۔ اس کے باوجود اسلام نے ایسی حکمت عملی وضع کی جو بالآخر غلامی کے ختم ہونے کا سبب بن گئی۔

۲۔ لونڈیوں پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام نے بغیر نکاح کے لونڈیوں سے ہم بستری کو جائز رکھا ہے جو کہ غیر اخلاقی فعل ہے۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ اگر کفار جنگ کے بعد مسلمان عورتوں کو واپس نہ کریں اور انہیں قید میں رکھیں تو مسلمانوں کو بھی ایسا کرنا اس وقت کے حالات کے مطابق ضروری تھا۔ اب آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ اسلامی معاشرہ میں ان کافر قیدی عورتوں کے ساتھ کون سا سلوک زیادہ مناسب تھا؟ ان کی خوراک ، رہائش اور لباس کا انتظام تو آسان تھا لیکن ان کی فطری ضرورت یعنی جنسی رغبت کہاں سے پوری ہوتی جبکہ ان کے کفر و شرک کی وجہ سے مسلمانوں کا ان سے نکاح جائز نہیں تھا اور اگر ان کی اس فطری ضرورت کو پورا کرنے کی کوئی راہ نہ نکالی جاتی تو وہ یہ ضرورت غیر قانونی ذرائع سے پورا کرتیں اور اس طرح پورا اسلامی معاشرہ فحاشی کی لپیٹ میں آجاتا ۔ ایسے حالات میں ان کافر قیدی عورتوں کے لئے یہی طریقہ بہتر تھا جو اسلام نے اپنایا جس کے نتیجہ میں وہ مسلمان گھر کا ایک فرد شمار ہوتیں اور ان کی ساری فطری ضرورتیں بھی پوری ہوتیں ۔ تاہم نکاح کے متعلق عرض یہ ہے کہ اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی تنہائی میں بیٹھ کر آپس میں نکاح کر لیں تو ان کی ہم بستری حرام ہے اور اگر یہ دونوں گواہوں کے سامنے اعلانیہ نکاح کریں تو ان کی ہم بستری جائز اور باعث برکت ہے۔ اب وہ کون سی چیز ہے جس نے ایک نکاح کو حرام اور دوسرے کو جائز قرار دیا؟

Marfat.com

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْۗـــًٔا مَّرِيْۗـــــًٔا ④

۴۔ اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیا کرو پھر اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کا کچھ حصہ تمہیں معاف کر دیں [۸] تو اسے خوب مزے سے کھاؤ۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاۗءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْھُمْ فِيْھَا وَاكْسُوْھُمْ وَقُوْلُوْا لَھُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ⑤

۵۔ اور نادانوں کو اپنے وہ مال نہ دو [۹] جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری گزراوقات کا ذریعہ بنایا ہے۔ البتہ اس مال سے انہیں کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے بھلائی کی بات کرو۔

وہ ہے ''اعلانِ نکاح'' تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ یہ لڑکی اب فلاں لڑکے کی بیوی بن گئی ہے۔ اسی طرح اسلامی حکومت جب ایک قیدی عورت کو کسی مجاہد کے سپرد کرتی ہے تو یہ اعلانِ نکاح کے قائم مقام ہے اور لوگوں کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ قیدی عورت اب فلاں مجاہد کی لونڈی بن گئی ہے اور اس کے ساتھ اس کے مالک کو ہم بستری کا حق حاصل ہو گیا ہے۔ الغرض اعلانیہ نکاح کے بعد ہم بستری کی اجازت بھی اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور اسی طرح لونڈی کے ساتھ ہم بستری کی اجازت بھی اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ اس کے مالک کے علاوہ کسی اور کو اس کے ساتھ ہم بستری کی اجازت نہیں ہے۔ اور اگر لونڈی سے اولاد ہو جائے تو پھر اس لونڈی کو بیچنا جائز نہیں ہے اور لونڈی کی اولاد کے حقوق وہی ہوں گے جو دوسری آزاد عورتوں سے پیدا ہونے والی اولاد کے ہوتے ہیں اور وہ صاحبِ اولاد ہونے والی لونڈی مالک کے مرتے ہی خود بخود آزاد ہو جائے گی۔

[۸] مہر اس عطیہ اور تحفہ کو کہتے ہیں جو نکاح کے وقت زوجین کی رضامندی سے مقرر کیا جاتا ہے۔ یہ عورت کا حق ہے اور مرد پر اس کی ادائیگی واجب ہے (تفسیر مظہری) اور یہ بھی ضروری ہے کہ مرد خوشی کے ساتھ مہر ادا کرے۔ احناف کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار دس درہم (تقریباً تین برٹش پونڈ) ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔

مہر کی حقیقی مالک بیوی ہے۔ اگر وہ اپنی مکمل رضامندی اور خوش دلی کے ساتھ پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ اپنے شوہر کو معاف کر دے تو وہ مال شوہر کے لئے حلال ہے اور وہ خوشی سے استعمال کر سکتا ہے۔ لیکن اگر بیوی پر دباؤ ڈال کر اور اسے مجبور کر کے مہر معاف کرایا گیا تو وہ مہر معاف نہیں ہو گا۔ اسلام پہلا مذہب ہے جس نے نکاح کے ساتھ عورت کے لئے مہر کا انتظام کیا تاکہ طلاق یا کسی اور حادثہ کی صورت میں اس کے پاس اتنی رقم ہو جس سے وہ فوری طور پر اپنی کفالت کر سکے اور کسی متبادل انتظام ہونے تک اسے کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

[۹] اس سورت کی آیت نمبر دو میں اللہ تعالیٰ نے سرپرستوں کو حکم دیا کہ وہ یتیموں کے اموال پوری دیانتداری کے ساتھ ان کے حوالے کر دیں۔ اب یہاں آیات نمبر پانچ اور چھ میں مال کی اہمیت، اس کی واپسی کا وقت اور شرائط کا ذکر ہے۔ یعنی مال کوئی

Marfat.com

وَ ابۡتَلُوا الۡيَتٰمٰى حَتّٰىۤ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ
فَاِنۡ اٰنَسۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ رُشۡدًا فَادۡفَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ
اَمۡوَالَهُمۡ ۚ وَلَا تَاۡكُلُوۡهَاۤ اِسۡرَافًا وَّبِدَارًا
اَنۡ يَّكۡبَرُوۡا ؕ وَمَنۡ كَانَ غَنِيًّا
فَلۡيَسۡتَعۡفِفۡ ۚ وَمَنۡ كَانَ فَقِيۡرًا فَلۡيَاۡكُلۡ
بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ فَاِذَا دَفَعۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ اَمۡوَالَهُمۡ
فَاَشۡهِدُوۡا عَلَيۡهِمۡ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيۡبًا ۝

۶۔ اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پھر اگر تم ان میں دانائی محسوس کرو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔ ان کے بڑے ہونے کے خوف سے ان کے مال کو جلدی جلدی فضول خرچی سے نہ کھاؤ۔ جو سرپرست مال دار ہو وہ (یتیموں کے مال سے) پرہیز کرے اور جو سرپرست غریب ہو وہ مناسب مقدار سے کھالے پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو تو ان پر گواہ بنالو اور حساب لینے والا اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا تَرَكَ الۡوَالِدٰنِ وَ
الۡاَقۡرَبُوۡنَ ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا تَرَكَ
الۡوَالِدٰنِ وَ الۡاَقۡرَبُوۡنَ مِمَّا قَلَّ مِنۡهُ
اَوۡ كَثُرَ ؕ نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ۝

۷۔ ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی [۱۰] خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ۔ یہ حصہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مقرر کیا ہوا ہے۔

فضول یا بے مقصد چیز نہیں ہے بلکہ یہ انسانی زندگی کا سہارا ہے لہٰذا یتیموں کے اموال کی اس طرح حفاظت کرو جیسے تم اپنے اموال کی حفاظت کرتے ہو اور یوں سمجھو جیسے یہ تمہارا اپنا مال ہے اور ناسمجھ یتیموں کے حوالے نہ کرو ورنہ وہ اپنی نادانی کے باعث اس کو ضائع کر دیں گے۔ البتہ اس مال سے یتیموں کے کھانے پینے اور لباس کا انتظام کرو اور خوش اسلوبی سے انہیں بتاتے رہو کہ یہ مال تمہارا ہی ہے۔ ہم نے تمہاری بہتری کے لئے اسے سنبھال رکھا ہے اور جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو ہر چیز تمہارے حوالے کر دی جائے گی۔ نیز دنیاوی معاملات میں اپنی اولاد کی طرح یتیموں کی تربیت کرتے رہو اور کاروباری معاملات میں ان کی آزمائش کرتے رہو۔ جب وہ بالغ ہو جائیں اور تم محسوس کرو کہ ان میں معاملات کو سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو گیا ہے اور وہ اپنے نفع و نقصان کی تمیز کر سکتے ہیں تو پھر ان کے مال بغیر کمی بیشی کے ان کے حوالے کر دو کیونکہ کل تم کو اللہ تعالیٰ کے حضور پائی پائی کا حساب دینا ہوگا۔ اور مال سپرد کرتے وقت گواہوں کا انتظام بھی کرو تا کہ بعد میں کوئی غلط فہمی یا بدگمانی جنم نہ لے سکے۔

نوٹ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کے ساتھ دنیا بھی بچوں کو سکھانا ضروری ہے تا کہ وہ دنیاوی کاروبار کو سمجھ سکیں اور اس دنیا میں باعزت اور خوشگوار زندگی گزار سکیں۔

[۱۰] اسلام سے پہلے دنیا کے کسی معاشرے میں عورت کو وراثت سے حصہ نہیں ملتا تھا۔ یورپ میں اگر مرنے والوں کو وصیت کا موقع نہ ملتا تو میت کا بڑا بیٹا ساری جائیداد کا مالک بن جاتا (Primogeniture) میت کی بیوی، بچیاں اور چھوٹے بیٹے

Marfat.com

وَ اِذَا حَضَرَ الۡقِسۡمَةَ اُولُوا الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنُ فَارۡزُقُوۡهُمۡ مِّنۡهُ وَ قُوۡلُوۡا لَهُمۡ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ﴿۸﴾

۸۔ اور جب ترکہ کی تقسیم کے وقت (غیر وارث) رشتہ دار، یتیم اور مسکین آجائیں تو اس ترکہ سے انہیں بھی کچھ دیدو [۱۱] اور ان سے خیر خواہی کی بات کہو۔

سب محروم رہ جاتے۔ ۱۹۲۵ء تک انگلینڈ میں یہی قانون نافذ رہا۔ اس کے بعد بڑے بیٹے کی بجائے بیوی کو جائیداد کا مالک بنا دیا گیا اور اولاد کو ماں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔ اور یہ بیوہ جب کسی اور مرد سے شادی کرے گی تو ظاہر ہے اس کا دوسرا خاوند اپنی اولاد کو ترجیح دے گا اور پہلے خاوند کی اولاد سے لاپرواہی برتے گا جس کے نتیجہ میں ان بچوں کا مستقبل تاریک ہو جائے گا کیونکہ وراثت سے تو وہ پہلے ہی محروم ہو چکے ہیں۔ بہر حال ساری وراثت چاہے بڑے بیٹے کو ملے یا بیوی کو دونوں صورتوں میں چھوٹے بچوں کے ساتھ ناانصافی ہے۔ اسلام میں عورت کے حق وراثت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پرنس چارلس کہتا ہے: ''قرآن نے مسلمان عورتوں کے وراثت و جائیداد، طلاق کی صورت میں تحفظ اور کاروبار کرنے کے جو حقوق چودہ سو سال پہلے بیان کئے تھے ان میں سے بعض ۱۹۲۵ء تک برطانیہ میں ناول شمار ہوتے تھے یعنی برٹش عورتیں ان حقوق سے محروم تھیں''۔

" The rights of Muslim women to property and inheritance, to some protection if divorced, and to the conducting of business, were rights prescribed by the Quran fourteen hundred years ago. In Britain at least, some of these rights were novel even to my grandmother's generation."

(Islam and The West: page:15)

اور عرب میں دستور یہ تھا کہ مرنے والے کے جوان بیٹے یا بھائی ساری جائیداد کے مالک بن جاتے۔ اور میت کے بچے، بچیاں اور بیوی وراثت سے محروم رہتے اور وجہ یہ بیان کی جاتی کہ جو میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دینے اور مالِ غنیمت اکٹھا کرنے کے قابل نہیں وہ وراثت پانے کا بھی حقدار نہیں۔ حالانکہ عورت اور معصوم بچے وراثت کے زیادہ مستحق تھے تاکہ وہ اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کر سکیں لیکن ان کے ساتھ یہ ظلم وستم رواج پذیر تھا (تفسیر قرطبی) اس روئے زمین پر اسلام پہلا مذہب ہے جس نے چودہ سو سال پہلے عورتوں اور بچوں کو بھی وارث قرار دیا۔ ہر ایک کی ضرورت کے مطابق ان کے حصے مقرر کئے جو آگے آیت نمبر گیارہ میں مذکور ہیں نیز بڑے بیٹے کی تخصیص ختم کر کے سب چھوٹے بڑے بیٹوں کو اپنے باپ کی وراثت میں برابر کا شریک بنایا۔

[۱۱] میت کے وارثوں کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ تقسیم میراث کے وقت دُور کے رشتہ دار، یتیم یا غریب لوگ اگر آجائیں تو تمہارا یہ اخلاقی فرض اور بڑا نیکی کا کام ہے کہ ان کے ساتھ ہمدردی کا مظاہرہ کرو اور اپنے اپنے حصہ سے صدقہ و خیرات کے طور پر ان کو بھی کچھ نہ کچھ دے دو۔ ویسے بھی یہ مال تمہیں بغیر کسی تمہارے سعی و عمل کے محض اللہ تعالیٰ کے حکم سے مل رہا ہے لہٰذا اس

Marfat.com

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۠ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۹

۹۔ اور لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے پیچھے کمزور بچے چھوڑ جاتے تو وہ (مرتے وقت) ان کے متعلق کتنے فکرمند ہوتے۔ پس انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور درست بات کہنی چاہیے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝۱۰ ع ۱۲

۱۰۔ بے شک جو لوگ ناجائز طریقہ سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں [۱۲] اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۤ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

۱۱۔ تمہاری اولاد (کی میراث) کے بارے میں اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے [۱۳] کہ ایک لڑکے کا حصہ دو

کے شکر کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس میں سے کچھ حصہ غریب اور نادار لوگوں میں تقسیم کر کے ان کی دعائیں حاصل کرو۔ نیز ٹھنڈے دل سے غور و فکر کرو کہ خدانخواستہ اگر آپ کے چھوٹے اور نادار بچے پیچھے رہ جائیں تو آپ مرتے وقت ان کے لئے کتنے فکرمند ہوں گے اسی طرح یہ بھی کسی کے بچے ہیں جیسا معاملہ اپنے بعد اپنے یتیم بچوں اور غریب رشتہ داروں سے چاہتے ہو ایسا ہی معاملہ دوسروں کے یتیم اور غریب بچوں کے ساتھ کرنا چاہیے۔ یتیموں کے سرپرست حضرات کے لئے یہ آیت خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی سچا مؤمن نہیں ہے یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے"

(بخاری: کتاب الایمان: باب ۷)

[۱۲] اسی سورت میں پیچھے حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ ہو۔

[۱۳] اسلام کا اصول یہ ہے کہ جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو سب سے پہلے اس کے ترکہ سے میانہ روی کے ساتھ اس کے کفن دفن کے اخراجات پورے کیے جائیں۔ اس کے بعد اس کا قرض ادا کیا جائے (اگر بیوی کا مہر ادا نہیں ہوا تو یہ بھی خاوند پر فرض ہے اور اسے قرض کی طرح تقسیم وراثت سے پہلے ادا کیا جائے) قرض کی ادائیگی کے بعد جو مال بچے اس کے تیسرے حصہ سے میت کی جائز وصیت پوری کی جائے۔ تیسرے حصہ سے زائد کی وصیت ناقابل عمل ہے کیونکہ اس طرح وارثوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ ان مذکورہ تینوں چیزوں کی ادائیگی کے بعد جو مال بچے وہ اسلامی حکم کے مطابق ورثا میں تقسیم کیا جائے اور اگر وصیت اور قرض نہ ہو تو پھر کفن دفن کے اخراجات کے بعد سارا مال وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ تقسیم میراث کی تفصیلات کے لئے میراث کی کتب یا علمائے کرام کی طرف رجوع کیا جائے۔ یہاں ان آیات میں بیان کردہ حصص کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

الۡاُنۡثَيَيۡنِ ۚ فَاِنۡ كُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ اثۡنَتَيۡنِ
فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنۡ كَانَتۡ وَاحِدَةً
فَلَهَا النِّصۡفُ ؕ وَلِاَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ
مِّنۡهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنۡ كَانَ لَهٗ
وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ
فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنۡ كَانَ لَهٗۤ اِخۡوَةٌ فَلِاُمِّهِ
السُّدُسُ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِىۡ بِهَاۤ
اَوۡ دَيۡنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ لَا تَدۡرُوۡنَ
اَيُّهُمۡ اَقۡرَبُ لَـكُمۡ نَفۡعًا ؕ فَرِيۡضَةً مِّنَ
اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ۝۱۱

لڑکیوں کے برابر ہے [۱۴] پھر اگر صرف لڑکیاں (دو یا) دو سے زائد ہوں تو ان کے لئے میت کے کل ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے [۱۵] اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لئے کل ترکہ کا نصف ہے۔ اگر میت کی اولاد ہو تو اس کے ترکہ سے اس کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا [۱۶] اگر میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف ماں باپ ہی ہوں تو اس کی ماں کا تیسرا حصہ ہے (باقی سب باپ کا) اور اگر میت کے بہن بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے (وراثت کی یہ تقسیم) میت کی وصیت پوری کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد ہے۔ تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹوں میں سے تم کو نفع پہنچانے کے اعتبار سے کون تمہارے زیادہ قریب ہے۔ یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کئے ہوئے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑا دانا ہے۔

---

[۱۴] مرد کو وراثت میں عورت سے دگنا حصہ ملتا ہے یعنی اگر کسی میت کے وارث ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوں اور اس کی قابل تقسیم وراثت (کفن دفن، قرض اور وصیت کے بعد) تین لاکھ پونڈ ہے تو اس کے تین حصے کیے جائیں گے دو لاکھ پونڈ بیٹے کو اور ایک لاکھ پونڈ بیٹی کو ملیں گے۔ مرد کو دگنا حصہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ مرد پر معاشی ذمہ داریاں زیادہ ہیں یعنی:

۱۔ عورت کے خورد و نوش اور لباس کی تمام تر ذمہ داری خاوند پر ہے۔

۲۔ شادی اور ولیمہ کے اخراجات بھی مرد ہی ادا کرتا ہے۔

۳۔ بیوی بچوں کی رہائش کے لئے مکان کا انتظام کرنا بھی مرد کی ذمہ داری ہے۔

۴۔ عورت کو مہر بھی خاوند کے مال سے ادا کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

۵۔ اولاد کی تعلیم وتربیت اور پرورش کے جملہ مصارف بھی باپ کے ذمہ ہیں۔

۶۔ طلاق کے بعد بھی اولاد کے اخراجات باپ ادا کرتا ہے۔

۷۔ بوڑھے والدین کی جملہ معاشی ضروریات کو پورا کرنا بھی مرد کی ذمہ داری ہے۔

اس کے برعکس عورت کو بلا مشقت مال بھی ملتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ معاشی ذمہ داریوں سے بھی بری ہے یعنی :

۱۔ شادی سے پہلے اس کا باپ یا بھائی اور شادی کے بعد اس کا خاوند یا بیٹا اس کی تمام ضروریات کے کفیل ہوتے ہیں۔

۲۔ شادی شدہ عورت کو دو خاندانوں سے وراثت ملتی ہے، ایک میکہ میں باپ کے ترکہ سے دوسرا سسرال میں خاوند کے ترکہ سے۔

۳۔ عورت کے پاس مہر کی صورت میں بھی مال آتا ہے۔

مذکورہ بالا وجوہات پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ مرد کو دگنا حصہ ملنا عورت پر ظلم نہیں بلکہ مرد کی کثیر ذمہ داریوں کے پیش نظر انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ مرد کو زیادہ حصہ دیا جائے اور اگر عورت کا حصہ مرد کے برابر ہوتا لیکن ذمہ داریوں کا توازن وہی رہتا تو یہ مرد پر ظلم ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں فرماتا اس نے ہر ایک کی ضروریات کے مطابق ان کے حصوں کا تعین فرمایا ہے کیونکہ وہ ہمارے نفع ونقصان کو ہم سے بہتر جانتا ہے نیز مرد ہی ملک وملت کے دفاع کے لئے میدان جنگ میں دادِ شجاعت دیتا ہے اور اس دوران اپنے جنگی اخراجات کے ساتھ ساتھ اس پر یہ بھی لازم ہے کہ پہلے بیوی بچوں کے اخراجات کا انتظام کرے اور پھر میدانِ جنگ میں جائے۔ علاوہ ازیں مرد ہی اپنے گھر، مال اور بیوی بچوں کی حفاظت کرتا ہے کیونکہ عورت میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ کسی ڈاکو یا ظالم کا مقابلہ کر سکے بلکہ جس گھر میں عورت تنہا ہو وہ گھر متعدد خطرات کا شکار رہتا ہے۔ لہٰذا مرد کو زیادہ حصہ ملنا دراصل عورت کے مفاد میں ہے تاکہ مرد اپنی بیوی کے تحفظ اور آرام وسکون کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنا سکے۔

عورت ماں ہو یا بیوی ، بیٹی ہو یا بہن ہر لحاظ سے اس کو وراثت میں حصہ ملتا ہے۔ بھائی کی موجودگی میں گو اس کو آدھا حصہ یعنی ایک لاکھ پونڈ ملتے ہیں لیکن اگر بھائی نہ ہو تو تنہا وارث ہونے کی صورت میں پورے تین لاکھ پونڈ عورت کو ہی ملتے ہیں اور اگر میت کے ماں باپ اور اولاد زندہ ہوں تو اس صورت میں بحیثیت ماں عورت کو باپ کے برابر چھٹا حصہ ملتا ہے یعنی عورت کو کبھی مرد سے کم ، کبھی برابر اور مرد نہ ہو تو سارا ترکہ عورت کو ہی مل جاتا ہے۔ نیز اگر عورت کام کرتی ہے تو تنخواہ کی مالک بھی وہ خود ہی ہے۔ عورت کی تنخواہ میں مرد کا کوئی حصہ نہیں ہے جبکہ مرد کی تنخواہ میں عورت کے اخراجات کا حصہ لازمی موجود ہے۔ عورت کے پاس چاہے ایک ملین پونڈ جمع ہوں اس کے باوجود اسے گھر کے اخراجات پر ایک پنس بھی خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی خوشی سے خاوند کی مدد کرنا چاہے تو اس کی مرضی ہے لیکن اسلام کی طرف سے وہ اس مدد کی پابند نہیں ہے کیونکہ گھر اور بیوی کے جملہ اخراجات کا ذمہ دار خاوند ہے۔ عورت کا سارا مال عورت کی ملکیت میں محفوظ رہتا ہے۔ مثال کے طور پر مرد کو اگر دو لاکھ پونڈ وراثت میں ملیں تو شاید وہ گھر کے اخراجات، بیٹے کی شادی اور بیوی کی بیماری پر

Marfat.com

خرچ ہو جائیں اور اس کے پاس کچھ بھی بچت نہ ہو سکے اور عورت کا ایک لاکھ پونڈ اس کے پاس محفوظ رہتا ہے۔غور سے دیکھا جائے تو آخر کار عورت کے پاس زیادہ بچت ہوتی ہے جس کو وہ کسی بھی مشکل وقت میں استعمال کر سکتی ہے تو اسلام نے حصص کی جو تقسیم کی ہے اس میں عورت کے مفاد کو پوری طرح ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

اسلام نے مرد اور عورت کے حقوق وفرائض اور عزت واحترام میں جو توازن رکھا ہے اس پر اگر پوری طرح عمل کیا جائے تو کسی کو کسی سے کوئی شکوہ نہیں رہتا۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا : عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے ؟ فرمایا : اس کے خاوند کا۔پھر پوچھا مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا : اس کی ماں کا۔(الترغیب : کتاب النکاح) ایک طرف بیوی کو پابند کیا جا رہا ہے کہ تیرے اوپر سب سے زیادہ حق تیرے خاوند کا ہے اور دوسری طرف مرد کو پابند کیا جا رہا ہے کہ تیرے اوپر سب سے زیادہ حق تیری ماں کا ہے یعنی عورت بیوی کی صورت میں خاوند کی خادم ہے اور ماں کی صورت میں بیٹا اس کا خادم ہے۔عورت اور مرد دونوں ایک طرف خادم ہیں تو دوسری طرف مخدوم بھی ہیں۔ سبحان اللہ ! کیسا حسین توازن ہے۔

[۱۵] میت کی اولادِ نرینہ نہ ہونے کی صورت میں اگر اس کی صرف ایک لڑکی ہو تو اسے وراثت سے آدھا حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے ڈیڑھ لاکھ پونڈ لڑکی کو ملیں گے اور بقیہ ڈیڑھ لاکھ پونڈ دوسرے وارثوں میں تقسیم ہوگا اور اگر دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو انہیں دو تہائی یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے دو لاکھ پونڈ ملیں گے جو سب لڑکیوں میں برابر تقسیم ہوں گے اور بقیہ ایک لاکھ پونڈ دوسرے وارثوں میں تقسیم ہوگا اور اگر کوئی اور وارث نہ ہو تو سارا ترکہ ایک لڑکی یا سب لڑکیوں کو ہی دے دیا جائے گا۔

[۱۶] یہاں پر میت کے ماں باپ کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ میت کے ماں باپ اور اولاد دونوں زندہ ہوں تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے پچاس ہزار پونڈ ماں کو اور پچاس ہزار پونڈ باپ کو ملیں گے اور بقیہ دو لاکھ پونڈ حسب قاعدہ اولاد میں تقسیم ہوں گے۔

۲۔ میت کے ماں باپ کے علاوہ کوئی اور وارث زندہ نہ ہو تو ماں کو تیسرا حصہ اور باپ کو دو تہائی حصے ملیں گے یعنی تین لاکھ پونڈ سے ماں کو ایک لاکھ پونڈ اور باپ کو دو لاکھ پونڈ دیئے جائیں گے۔

۳۔ میت کے ماں باپ کے علاوہ اگر اس کے بھائی بہن بھی زندہ ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے پچاس ہزار ماں کو دیئے جائیں گے اور بقایا دو لاکھ پچاس ہزار پونڈ باپ کو دیئے جائیں گے۔

Marfat.com

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم ۚ مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ

۱۲۔ تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے تمہارے لئے آدھا حصہ ہے بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو [۱۷] اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہارا چوتھائی حصہ ہے ان کی وصیت پوری کرنے اور ان کا قرض ادا کرنے کے بعد اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا چوتھائی حصہ ہے [۱۸] اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا آٹھواں حصہ ہے تمہاری وصیت پوری کرنے اور تمہارا قرض ادا کرنے کے بعد اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جو کلالہ ہو (یعنی وہ مرد یا عورت جس کے نہ ماں باپ زندہ ہوں اور نہ ہی اولاد) اور اس کا ایک اخیافی (جن کی ماں ایک اور باپ الگ الگ ہوں) بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے

---

[۱۷] بیوی کی وراثت تقسیم کرنے کی دوصورتیں :

۱۔ اگر بیوی کی کوئی اولاد زندہ نہ ہو تو خاوند کو آدھا حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے ڈیڑھ لاکھ پونڈ خاوند کو دیئے جائیں گے اور بقایا ڈیڑھ لاکھ پونڈ دوسرے وارثوں میں تقسیم ہوگا۔

۲۔ اگر بیوی کی کوئی اولاد زندہ ہو تو خاوند کو چوتھا حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے ۷۵ ہزار پونڈ خاوند کو دیئے جائیں گے اور بقایا دو لاکھ پچیس ہزار پونڈ دوسرے وارثوں میں حسبِ قاعدہ تقسیم کئے جائیں گے۔

[۱۸] خاوند کی وراثت تقسیم کرنے کی دوصورتیں :

۱۔ اگر خاوند کی کوئی اولاد زندہ نہ ہو تو بیوی کو چوتھا حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے بیوی کو ۷۵ ہزار پونڈ ملیں گے (اگر بیویاں ایک سے زائد ہوں تو بھی ۷۵ ہزار پونڈ ان میں برابر تقسیم ہوں گے) اور بقایا دو لاکھ پچیس ہزار پونڈ دوسرے وارثوں کو حسب قاعدہ دیئے جائیں گے۔

۲۔ اگر خاوند کی کوئی اولاد زندہ ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے بیوی کو ۳۷۵۰۰ پونڈ ملیں گے (اگر بیویاں ایک سے زائد ہوں تو بھی یہی ۳۷۵۰۰ پونڈ ان میں برابر تقسیم ہوں گے) اور بقایا ۲۶۲۵۰۰ پونڈ دوسرے وارثوں میں شریعت کے مطابق تقسیم ہوں گے۔

Marfat.com

وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ ۙ غَیْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِیَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۲﴾

ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے [۱۹] اور اگر وہ بہن یا بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہیں اس شخص کی وصیت پوری کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد۔ بشرطیکہ (اس وصیت یا قرض کے ذریعے کسی کو) نقصان نہ پہنچایا گیا ہو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا بردبار ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ یہ حدیں اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا ۪ وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۱۴﴾ ع ۱۲

۱۴۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کرے گا [۲۰] اسے اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

---

[۱۹] **کلالہ اس مرد یا عورت کو کہا جاتا ہے جس کے نہ ماں باپ زندہ ہوں اور نہ ہی اولاد۔ اس کی وراثت تقسیم کرنے کی دو صورتیں:**

۱۔ اگر کلالہ کا ایک اخیافی بھائی یا بہن ہو (جن کی ماں ایک اور باپ الگ الگ ہوں) تو اسے چھٹا حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے اسے (چاہے اخیافی بھائی ہو یا بہن) پچاس ہزار پونڈ ملیں گے اور بقایا دو لاکھ پچاس ہزار پونڈ دوسرے وارثوں میں تقسیم ہوں گے۔

۲۔ اگر کلالہ کے اخیافی بھائی یا بہن ایک سے زائد ہوں تو سب کو تیسرا حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے ایک لاکھ پونڈ ان اخیافی بھائی بہنوں میں برابر تقسیم کیا جائے گا اور باقی دو لاکھ پونڈ دوسرے وارثوں کو دیئے جائیں گے۔

نوٹ: کلالہ کے عینی بہن بھائی (جن کے ماں باپ ایک ہوں) یا علاتی بہن بھائی (جن کا باپ ایک اور ماں الگ الگ ہو) کے حصص کا تذکرہ اسی سورت کی آخری آیت میں ملاحظہ ہو۔

[۲۰] وراثت کے حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں جو ان میں کمی بیشی، دھوکہ دہی یا کسی کی حق تلفی کی کوشش کرے گا وہ ذلیل ورسوا ہو کر جہنم رسید ہوگا۔

Marfat.com

وَالّٰتِیۡ یَاۡتِیۡنَ الۡفَاحِشَۃَ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ فَاسۡتَشۡہِدُوۡا عَلَیۡہِنَّ اَرۡبَعَۃً مِّنۡکُمۡ ۚ فَاِنۡ شَہِدُوۡا فَاَمۡسِکُوۡہُنَّ فِی الۡبُیُوۡتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰہُنَّ الۡمَوۡتُ اَوۡ یَجۡعَلَ اللّٰہُ لَہُنَّ سَبِیۡلًا ﴿۱۵﴾

۱۵۔ تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں [۲۱] تو ان پر اپنے (مسلمان) چار مردوں کی گواہی طلب کرو [۲۲] پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی راستہ نکال دے۔

وَالَّذٰنِ یَاۡتِیٰنِہَا مِنۡکُمۡ فَاٰذُوۡہُمَا ۚ فَاِنۡ تَابَا وَاَصۡلَحَا فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡہُمَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ تَوَّابًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اور تم میں سے جو دو بدکاری کا ارتکاب کریں تو تم ان کو اذیت پہنچاؤ پھر اگر وہ دونوں توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان سے درگزر کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

---

[۲۱] زمانہ جاہلیت میں زنا عام تھا اور اکثر لوگ اس کو برائی نہیں سمجھتے تھے لہٰذا ایک دم اس کے خلاف سخت سزا کا اعلان کرنا مشکل تھا چنانچہ شراب کی طرح زنا کی روک تھام کے لئے بتدریج حکم نازل فرمایا اس سلسلہ کا یہ پہلا حکم ہے کہ شادی شدہ عورتیں اگر زنا کا ارتکاب کریں تو انہیں گھروں میں قید کردیا جائے (تاکہ وہ آئندہ بدکاری نہ کرسکیں) یہاں تک کہ ان کی زندگی ختم ہوجائے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی دوسرا حکم نازل فرمائے۔ (یہ اس بات کی طرف واضح اشارہ تھا کہ عمر قید کی سزا عارضی ہے اس کے بعد کسی دوسری سزا کا حکم نازل ہونے والا ہے) اور اگر غیر شادی شدہ مرد و عورت زنا کریں تو انہیں تکلیف پہنچاؤ یعنی تھوڑی بہت جسمانی سزا کے ساتھ زبانی عار دلاؤ تاکہ وہ اس برائی سے باز آجائیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد سورہ نور کی آیت نمبر دو نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ اگر غیر شادی شدہ عورت و مرد زنا کریں تو ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ اور سنت صحیحہ نے شادی شدہ عورت و مرد کی سزا رجم مقرر فرمادی۔

[۲۲] زنا کا ثبوت صرف دو افراد کی سزا کا نہیں بلکہ دو خاندانوں کی عزت و آبرو کا ایک سنگین مسئلہ ہے۔ اس لئے اسلام نے اس کے ثبوت کے لئے دو مردوں کی گواہی کے بجائے چار اور عورتوں کی بجائے صرف مردوں کی گواہی ضروری قرار دی ہے جو مسلمان بھی ہوں اور چشم دید بھی۔ اگر ایک شخص کسی پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ پیش نہ کرسکے تو اسے اس بہتان کی سزا کے طور پر اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں گے تاکہ آئندہ کوئی بلاوجہ کسی کی عزت سے کھیلنے کی جرأت نہ کرسکے۔

بعض اہل علم نے چار گواہوں کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ چونکہ زنا میں دو افراد یعنی مرد اور عورت ملوث ہوتے ہیں اور دونوں کو سزا ملتی ہے اس لئے اس میں چار گواہ مقرر کئے گئے تاکہ ہر ایک کے حق میں دو دو گواہ ہوں اور گواہی کا نصاب مکمل ہوجائے۔

Marfat.com

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰٓئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

۱۷۔ اللہ تعالیٰ صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی کی وجہ سے گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں [۲۳] پس یہی وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ تعالیٰ (اپنے فضل وکرم سے) قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

---

[۲۳] **توبہ کی تعریف :** اسلام میں توبہ سے مراد یہ ہے کہ انسان برائی چھوڑ کر نیکی کا راستہ اختیار کرے اور درج ذیل شرائط کا خیال رکھے

۱۔ انسان اپنے گناہ کا اعتراف کرے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اس گناہ پر دل سے ندامت کا اظہار کرے اس طرح کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔

۲۔ اس گناہ کو فوراً چھوڑ دے اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے۔

۳۔ اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو جس کا حق غصب کیا ہے اس کا ازالہ کرے اور جس کے ساتھ زیادتی کی ہے اس سے معافی مانگے نیز نماز، روزہ اور زکوۃ وغیرہ میں کوتاہی ہوئی ہو تو حسب استطاعت ان کے تدارک کا بھی انتظام کرے۔

توبہ کی اہمیت : جب کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر بیٹھے چاہے دیدہ دانستہ یا نادانی سے ہو جائے لیکن جونہی اسے اپنی کوتاہی کا احساس ہو فوراً توبہ کرے۔ کیونکہ گناہوں کی کثرت انسان کو مایوسی و خودکشی یا ظلم وستم کے راستہ پر گامزن کر دیتی ہے جبکہ توبہ سے خدا کی رضا اور دل کا اطمینان نصیب ہوتا ہے اور انسان گناہوں کو بھلا کر ایک نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ ویسے بھی خطا کرنے کے بعد اس پر اصرار کرنا اور توبہ نہ کرنا شیطان کی خصوصیت ہے اور خطا ہو جانے کے بعد اس پر نادم ہونا اور توبہ کرنا حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔ لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ وہ شیطان کی حماقت سے بچے اور حضرت آدم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرے۔

توبہ کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا :

۱۔ ہر ابن آدم خطا کار ہے اور خطا کاروں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں (ترمذی: حدیث نمبر ۲۴۹۹)

۲۔ اگر تمہارے گناہوں کا انبار اتنا زیادہ ہو کہ وہ آسمانوں تک پہنچ جائے اس کے بعد بھی اگر تم توبہ کر لو تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے گا۔ (ابن ماجة : حدیث نمبر ۴۲۴۸: کتاب الزهد)

۳۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ (ابن ماجة : حدیث نمبر ۴۲۵۰: کتاب الزهد)

۴۔ جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے ساتھ مقرر فرشتوں کو اس کے گناہ بھلا دیتا ہے اس کے اعضاء (ہاتھ پاؤں) کو اور زمین کے ان مقامات کو بھی اس کے گناہ بھلا دیتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن جب وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گا تو اس کے گناہ کا کوئی گواہ نہیں ہو گا۔ (ترغیب و ترهیب : کتاب التوبة)

Marfat.com

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ

۱۸۔ اوران لوگوں کی توبہ مقبول نہیں ہے جو مسلسل برائیاں کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آ جائے تو کہے بے شک میں اب

نوٹ : میدانِ حشر میں جب انصاف کی عدالت قائم ہوگی تو اتمام حجت کے لئے فرشتے، اعضاء اور زمین کے مقامات گواہیاں دیں گے لیکن جس خوش نصیب نے سچی توبہ کر لی اللہ تعالیٰ ان گواہوں کو اس کے گناہ بھلا دیں گے اور کوئی گواہ نہ ہونے کے باعث اس کی نجات ہو جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی انسان سچی توبہ کر لے تو اسے گزشتہ گناہوں کا طعنہ نہیں دینا چاہئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو گناہوں سے پاک کر دیا ہے اور فرشتوں کو بھی اس کے گناہ بھلا دیئے ہیں تو ہمیں بھی اس کے سابقہ گناہ بھلا کر موجودہ نیکیوں کو مدنظر رکھنا چاہئے

توبہ کا وقت : توبہ کے لئے بہترین وقت یہ ہے کہ جونہی گناہ کا احساس ہو یا میری یہ تحریر کسی کی نگاہوں سے گزرے اسی لمحے توبہ کر لے۔ اگر پھر بھی غفلت کا شکار رہے تو بہر حال موت سے پہلے توبہ ضروری ہے کیونکہ جب موت کا فرشتہ آ جائے اور زندگی سے بالکل مایوس ہو کر توبہ کرنے لگے تو چاہے وہ توبہ گناہوں سے ہو یا کفر سے۔ آخری سانس والی توبہ قبول نہیں ہوتی جیسے فرعون نے غرق ہوتے وقت موت کو سامنے دیکھ کر کفر سے توبہ کی اور ایمان کا اعلان کیا مگر قبول نہ ہوا (قرآن: ۱۰:۹۰) لہٰذا توبہ کرنے میں جلدی کرنی چاہیے کیا خبر آئندہ گھڑی میں موت آنے والی ہو اور توبہ کی مہلت ختم ہو جائے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا :

۱۔ اے لوگو! مرنے سے پہلے توبہ کر لو اور مصروفیت کا شکار ہونے سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو۔

(ابن ماجة : کتاب إقامة: باب ۷۸)

۲۔ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک جان کنی کا وقت نہ آئے۔

(ترمذی: کتاب الدعوات)

نوجوان بوڑھوں سے عبرت حاصل کریں : توبہ ہر عمر کے مرد اور عورت کی ضرورت ہے لیکن جوانی میں اکثر انسان غفلت کا شکار رہتا ہے حالانکہ انسانی زندگی کا یہی وہ اہم ترین وقت ہے جس میں توبہ کی زیادہ ضرورت ہے اور اگر ساٹھ سال کی عمر میں توبہ کرنے کے بعد بیوی بچوں کو نیکی اور نماز کی ترغیب دے گا تو بیوی کہہ سکتی ہے کہ میں تیس سال سے تیرے ساتھ رہ رہی ہوں تو ہمیشہ گناہوں میں ڈوبا رہا اور میرے حقوق بھی پامال کرتا رہا۔ آج نیکی کا خیال کیسے آ گیا؟ اور بچے بھی کہہ سکتے ہیں، ابا جان! آپ نے ساٹھ سال کی عمر تک عیاشی کی ہے لہٰذا ہمیں بھی ابھی چالیس پچاس سال مزید عیاشی کر لینے دو پھر ہم بھی توبہ کر لیں گے اگر چہ بیوی بچوں کا یہ جواب درست نہیں ہے (کیونکہ توبہ کی سعادت جس عمر میں نصیب ہو جائے غنیمت ہے اور موت جوانی میں بھی آ سکتی ہے ساٹھ سال کی عمر کا انتظار غلط فہمی ہے) مگر یہ جوابات اس ساٹھ سالہ بوڑھے کے لئے لمحۂ فکریہ ہیں اگر وہ جوانی میں توبہ کر لیتا تو اولاد پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے اور بڑھاپے میں ان دل آزار باتوں سے بھی واسطہ نہ پڑتا۔

Marfat.com

تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾

توبہ کرتا ہوں اور نہ ان لوگوں کی توبہ مقبول ہے جو حالت کفر میں مرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ [۲۴] اور انہیں اس لئے نہ روکے رکھو کہ ان کو دیئے ہوئے (مہر) میں سے کچھ حصہ لے لو [۲۵] بجز اس صورت کے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ اور اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرو [۲۶] پھر اگر تم ان کو ناپسند کرو تو ہوسکتا ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی رکھ دے۔

---

[۲۴] اسلام سے پہلے عورت جن مظالم کا شکار تھی ان میں سے ایک یہ تھا کہ اسے بھیڑ بکری کی طرح خاوند کی جائیداد تصور کیا جاتا تھا اور مرنے والے کا بھائی یا سوتیلا بیٹا عام جائیداد کی طرح اس کی عورت کا بھی زبردستی وارث بن جاتا۔ چاہتا تو خود اس سے نکاح کر لیتا یا اپنی مرضی سے کسی دوسرے آدمی سے اس کی شادی کر دیتا اور مہر خود وصول کر لیتا یا چاہتا تو اسے ساری عمر بیوگی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیتا۔ اس طرح مرد اور عورت کے تعلق نے ایک تجارتی اور حیوانی صورت اختیار کر رکھی تھی جو مرد وعورت دونوں کے لئے باعث شرم تھی چنانچہ اسلام نے عورت کو ذلت اور قید کے گڑھے سے نکال کر عزت اور آزادی کی دولت سے سرفراز فرمایا اور مردوں پر واضح کر دیا کہ عورت مجبورِ محض نہیں بلکہ اپنے نکاح کی خود مختار ہے نہ کوئی اسے نکاح کرنے پر مجبور کر سکتا ہے اور نہ ہی نکاح کرنے سے روک سکتا ہے۔

[۲۵] بعض مرد اگر کسی بیوی کو ناپسند کرتے تو نہ اس کے حقوق ادا کرتے اور نہ اسے طلاق دیتے تا کہ وہ مہر سے کچھ واپس کر کے خود ہی طلاق لینے پر مجبور ہو جائے۔ اسلام نے مرد کو اس زیادتی سے منع فرمایا ہے۔ ہاں عورت اگر بدکاری یا اعلانیہ نافرمانی کا ارتکاب کرے تو چونکہ اس میں قصور عورت کا ہے لہٰذا اس کے لئے ایسے حالات کا پیدا کرنا جائز ہے جن کی وجہ سے وہ خلع کا مطالبہ کرے اور مرد مہر واپس لے کر طلاق دے دے۔

[۲۶] یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور اگر تمہیں ان کی کوئی عادت ناگوار گزرے تو فوراً دل برداشتہ ہو کر علیحدگی کا خیال نہ کرو کیونکہ خامیوں سے پاک کوئی بھی نہیں۔ ہوسکتا ہے جو نئی بیوی تم منتخب کرو اس میں اس سے بھی زیادہ کمزوریاں ہوں۔ اگر اس بیوی میں کچھ خامیاں ہیں تو اس میں کچھ خوبیاں بھی ہوں گی لہٰذا اس کی کوتاہیوں پر حتی الامکان صبر کرو۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس بیوی سے ایسی صالح اولاد عطا فرمائے جو دین و دنیا میں تمہارا نام روشن کر دے۔

Marfat.com

وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانا چاہو اور اسے تم ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس مال میں سے کچھ بھی واپس نہ لو [۲۷] کیا تم اپنا مال بہتان لگا کر اور کھلا گناہ کر کے واپس لینا چاہتے ہو

وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور تم اس مال کو کیسے واپس لو گے حالانکہ تم ایک دوسرے کے ساتھ (تنہائی میں) مل چکے ہو اور وہ تم سے پختہ وعدہ لے چکی ہیں [۲۸]

اس ضمن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک قول غور طلب ہے۔ ایک شخص اپنی بیوی کو محض اس لئے طلاق دینا چاہتا تھا کہ اب اسے اس کے ساتھ کوئی محبت نہیں رہی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فرمایا۔ "تم برباد ہو جاؤ۔ کیا خاندان کے قیام کے لئے محبت کے سوا کوئی اور اساس نہیں ہوتی؟ بچوں کی پرورش اور دیگر ذمہ داریوں کا کیا بنے گا؟" (فی ظلال القرآن) کیونکہ انسان کے بچے کو کسی بھی اور حیوان کے مقابلے میں زیادہ عرصہ تک دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے یہاں تک کہ بچپن کے بعد بھی اس کی علمی اور اخلاقی تربیت کے لئے مزید طویل عرصہ درکار ہوتا ہے تاکہ وہ انسان کی اجتماعی زندگی کے حقوق و فرائض کا ادراک کر سکے جس کی وجہ سے انسان کو حیوان پر برتری حاصل ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مرد اور عورت کے درمیان ایک ایسے دائمی رشتے کی ضرورت ہوتی ہے جس کا مقصد صرف جنسی رغبت نہ ہو۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت میں جنسی دلکشی ودیعت فرمائی تاکہ وہ خوشی اور دلچسپی سے باہم ملیں اور نئی نسل کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کریں۔

[۲۷] گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر عورت کی غلطی اور کوتاہی کی وجہ سے طلاق دی گئی ہو تو خاوند کو مہر واپس لینے کا حق ہے لیکن اگر عورت کا کوئی قصور نہ ہو اور خاوند صرف اپنی طبعی خواہش کے لئے موجودہ بیوی کو چھوڑ کر دوسری شادی کرنا چاہے تو اس صورت میں اگر وہ ڈھیروں مال بھی اپنی بیوی کو دے چکا ہو اس میں سے کچھ بھی اسے واپس لینے کی اجازت نہیں لیکن زمانہ جاہلیت میں جب کوئی مرد اپنی مرضی سے پہلی بیوی کو چھوڑ کر دوسری بیوی کرنا چاہتا تو پہلی بیوی پر زنا کی تہمت لگا دیتا تاکہ وہ مہر واپس کر کے طلاق لینے پر مجبور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بہتان کے ذریعے مہر واپس لینے سے منع فرمایا اور اسے بڑا گناہ قرار دیا۔

[۲۸] پختہ وعدہ سے مراد نکاح ہے۔ یہ پیار و محبت اور ایک ساتھ زندگی گزارنے کا وہ مضبوط عقد ہے جس پر بھروسہ کر کے ایک عورت اپنے آپ کو ایک مرد کے حوالے کرنے کا اقرار کرتی ہے جبکہ مرد اس سپردگی کے معاوضہ میں مہر کا اعلان کرتا ہے اور یہ ساری کاروائی اللہ تعالیٰ کے نام اور حضور اکرم ﷺ کی سنت کے حوالے سے انجام پذیر ہوتی ہے پھر زوجین کی تنہائی میں ملاقات کے بعد یہ رشتہ بالکل واضح اور مہر واجب ہو جاتا ہے اب اگر مرد اپنی مرضی سے اس عہد کو توڑتا ہے تو اسے مہر یا

Marfat.com

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ ع ۲۸/۱۴

۲۲۔ اور اُن عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ دادا نکاح کر چکے ہیں [۲۹] مگر جو گزر چکا ہے (وہ معاف ہے) بے شک یہ بے حیائی اور نفرت کا فعل تھا اور بہت بُرا طریقہ تھا۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ

۲۳۔ تم پر حرام کردی گئی ہیں تمہاری مائیں [۳۰] تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں، تمہاری بھتیجیاں، تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں [۳۱] جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنیں اور تمہاری بیویوں کی

عطیات واپس لینے کا حق نہیں ہے۔ ویسے بھی میاں بیوی ہو جانے کے بعد مہر کی واپسی کا سوال کرنا شرفِ انسانی سے فروتر ہے ہاں اگر صرف نکاح ہوا ہے اور خلوت سے پہلے ہی طلاق کی نوبت آجائے تو آدھا مہر واپس لے سکتا ہے۔

[۲۹] زمانۂ جاہلیت میں جب کسی کا باپ فوت ہو جاتا تو سوتیلا بیٹا اپنے باپ کی بیوی یعنی اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نکاح سے منع فرما دیا کیونکہ یہ بہت ہی بے حیائی کا کام ہے کہ کوئی بیٹا اپنی ماں سے نکاح کرے اگرچہ ماں سوتیلی ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں اسلام سے پہلے جو غلط کام کسی نے کئے ہیں ان پر گرفت نہیں ہوگی۔

[۳۰] نسب کے سبب جن عورتوں سے نکاح حرام ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ماں (اس میں دادی، نانی اور اس سے اوپر سب داخل ہیں)

۲۔ بیٹی (اس میں پوتی، نواسی اور اس سے نیچے سب داخل ہیں)

۳۔ بہن (سگی یا سوتیلی)

۴۔ پھوپھی   ۵۔ خالہ   ۶۔ بھتیجی   ۷۔ بھانجی

[۳۱] رضاعت کے باعث بھی ان سات عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے جو نسب کی وجہ سے حرام ہیں کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جو رشتہ نسب سے حرام ہے اللہ تعالیٰ نے وہ رشتہ رضاعت سے بھی حرام کر دیا ہے“۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۱۱۴۶) ان میں سے دو یعنی رضاعی ماں اور بہن کا ذکر اس آیت میں ہے۔

Marfat.com

نِسَآىٕكُمۡ وَرَبَآىٕبُكُمُ الّٰتِىۡ فِىۡ حُجُوۡرِكُمۡ مِّنۡ نِّسَآىٕكُمُ الّٰتِىۡ دَخَلۡتُمۡ بِهِنَّ فَاِنۡ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا دَخَلۡتُمۡ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ وَحَلَاۤىِٕلُ اَبۡنَآىِٕكُمُ الَّذِيۡنَ مِنۡ اَصۡلَابِكُمۡ ۙ وَاَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَيۡنَ الۡاُخۡتَيۡنِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۙ﴿۲۳﴾

مائیں [۳۲] اور تمہاری ان بیویوں کی بیٹیاں جن سے تم صحبت کر چکے ہو اور اگر تم نے ان بیویوں سے صحبت نہ کی ہو تو (انہیں چھوڑ کر ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں) تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اور (تم پر حرام کی گئیں) تمہارے صلبی بیٹوں [۳۳] کی بیویاں اور (یہ بھی حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو (ایک ساتھ نکاح میں) جمع کرو مگر جو گزر چکا (سو وہ معاف ہے) بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

---

[۳۲] رشتہ نکاح کے سبب جن دوسری عورتوں سے نکاح حرام ہو جاتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ وہ عورتیں جو ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہیں یعنی بیوی کی ماں، اس بیوی کی بیٹی جس سے صحبت کی جا چکی ہو لیکن اگر صحبت سے پہلے وہ بیوی فوت ہو جائے یا اسے طلاق دے دے تو اس کی بیٹی سے نکاح درست ہو گا اور بیٹوں کی بیویاں بھی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہیں اور یہی حکم پوتوں اور نواسوں کی بیویوں کا ہے۔

۲۔ وہ عورتیں جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام نہیں بلکہ صرف اس وقت تک نکاح حرام ہے جب تک اس کی بیوی اس کے نکاح میں ہے۔ لیکن اگر بیوی کو طلاق ہو جائے یا مر جائے تو پھر ان عورتوں سے نکاح درست ہو جائے گا اور وہ بیوی کی بہن ہے یعنی دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حضورِ اکرم ﷺ نے خالہ، پھوپھی، بھتیجی اور بھانجی کو بھی ایک نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے (ترمذی: حدیث نمبر ۱۱۲۶) کیونکہ یہ پیار و محبت کے رشتے ہیں اگر یہ ایک دوسرے کی سوکنیں بن جائیں تو صلۂ رحمی منقطع ہو جاتی ہے اور محبت کی جگہ حسد و رقابت کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ فقہائے کرام نے ایک قاعدہ بیان کیا ہے کہ دو عورتوں میں سے اگر کسی ایک کو بھی مرد فرض کر لیا جائے تو شریعت کے اعتبار سے ان کا آپس میں نکاح جائز نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔ جیسے پھوپھی اور بھتیجی کہ اگر پھوپھی کو مرد فرض کیا جائے تو وہ چچا بنا اور چچا پر بھتیجی حرام ہے اور اگر بھتیجی کو مرد فرض کیا جائے تو بھتیجے پر پھوپھی حرام ہے۔

[۳۳] عرب میں متبنّیٰ یعنی منہ بولے بیٹے کی بیوہ یا مطلقہ عورت سے نکاح کرنا بھی حرام خیال کیا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس رسم کی تردید فرما دی یعنی صرف صلبی بیٹے کی بیوی یا مطلقہ سے حرام ہے۔ منہ بولے بیٹے کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح کرنے میں کوئی ممانعت نہیں۔

Marfat.com

وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا
مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَ
اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا
بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ
فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ
اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور خاوندوں والی عورتیں (بھی تم پر حرام ہیں) مگر (کافروں کی وہ عورتیں) جو تمہارے مِلک میں آجائیں (وہ حرام نہیں) [۳۴] اللہ تعالیٰ نے یہ احکام تم پر فرض کر دیئے ہیں اور ان کے علاوہ سب عورتیں تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں تا کہ تم اپنے مالوں (مہر) کے ذریعہ ان کو طلب کرو۔ درآں حالیکہ تم پاکدامن ہو نہ کہ زنا کار۔ پس ان عورتوں سے جو لطف تم نے اُٹھایا ہے تو انہیں ان کا مقرر کیا ہوا مہر دے دو۔ [۳۵] اور مقرر کئے ہوئے مہر کے بعد جس (کمی بیشی) پر تم باہم راضی ہو گئے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے۔

[۳۴] جو عورتیں میدانِ جنگ میں پکڑی جائیں ان کے کافر خاوند دار الحرب میں رہ جائیں تو دار الحرب سے دار الاسلام میں آنے کے بعد ان کا سابقہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو ایسی عورتوں کے ساتھ نکاح بھی کیا جا سکتا ہے اور اسلامی حکومت اس عورت کو جس سپاہی کے حصہ میں دے دے وہ اس سے ہم بستری بھی کر سکتا ہے۔ غلام اور لونڈی کے متعلق تفصیلات کے لئے اسی سورت میں پیچھے آیت نمبر ۳ کے ضمن میں حاشیہ نمبر ۷ ملاحظہ ہو۔

[۳۵] یعنی جن عورتوں کی حرمت بیان ہو چکی ہے ان کے علاوہ دیگر عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ اور نکاح سے مراد یہ ہے کہ گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہو اور مہر دینے کا اقرار کرنے کے ساتھ نکاح کا اعلان کیا جائے اور نکاح کا مقصد صرف وقتی شہوت پرستی نہ ہو (جیسے متعہ میں ہوتی ہے جو کہ حرام ہے) بلکہ ہمیشہ میاں بیوی کی حیثیت سے ایک ساتھ رہنے کا عزم صمیم ہو۔ باقاعدہ نکاح ایسا امتیاز ہے جو انسان اور جانوروں کا فرق واضح کرتا ہے۔ نسل اور نسب کا بقا بھی نکاح پر منحصر ہے لیکن اس دور کا یہ عظیم سانحہ ہے کہ گھوڑے اور کتے کا نسب تو محفوظ رکھا جاتا ہے تا کہ اس کی خوبیوں سے استفادہ کیا جائے مگر انسان کے نسب کو پس پردہ ڈالا جا رہا ہے۔ بہر حال نکاح کے بعد اگر بیوی کے ساتھ صحبت یا تنہائی میں ملاقات ہو جائے تو سارا مہر ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ یہ مہر عورت پر کوئی احسان نہیں ہے بلکہ اس کا حق ہے اور اگر بیوی اپنی خوشی سے سارا مہر یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دے تو پھر کوئی حرج نہیں۔

Marfat.com

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ
الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ
اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ
اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ
فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ
اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ
مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ
اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ
نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ
ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ
تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع

۲۵۔ اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ ان مسلمان لونڈیوں سے نکاح کرے [۳۶] جو تمہارے قبضہ میں ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو بہتر جانتا ہے۔ تم سب آپس میں ایک دوسرے کی جنس سے ہو لہٰذا ان کے سرپرستوں کی اجازت سے ان (لونڈیوں) کے ساتھ نکاح کرلو [۳۷] اور دستور کے مطابق ان کے مہر ادا کر دو۔ درآں حالیکہ وہ لونڈیاں پاکدامن ہوں۔ بدکار اور پوشیدہ یار بنانے والیاں نہ ہوں۔ اور جب یہ لونڈیاں نکاح کے ساتھ محفوظ ہو جائیں پھر اگر وہ بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد (کنواری) عورتوں کے لئے ہے [۳۸] (لونڈیوں سے نکاح کرنے کی) یہ اجازت تم میں سے اس شخص کے لئے ہے جس کو بدکاری میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

---

[۳۶] جو انسان کسی آزاد مسلمان عورت سے نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور یارائے صبر بھی نہیں بلکہ گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے تو اس صورت میں قرآن مجید نے اُسے اجازت دی ہے کہ وہ کسی کی لونڈی سے نکاح کرلے کیونکہ لونڈی کا مہر اور نفقہ آزاد عورت کی بہ نسبت کم ہوتا ہے۔ جب کوئی مالک اپنی لونڈی کو کسی دوسرے شخص کے نکاح میں دیدے تو پھر مالک اس سے گھریلو خدمت تو لے سکتا ہے مگر اس لونڈی سے ہم بستری نہیں کرسکتا۔

[۳۷] عرب میں لونڈیوں سے نکاح کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا قرآن مجید نے اس خیال کی تردید کردی کہ تم سب (ایک باپ) آدم کی اولاد ہو لہٰذا سرپرستوں کی اجازت سے ان کی پاکدامن لونڈیوں سے نکاح کرو اور ان کے مہر بھی ادا کرو۔

[۳۸] اگر لونڈیاں نکاح کرنے کے بعد بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان کی سزا سو کوڑے کی بجائے پچاس کوڑے ہوگی۔ اکثر حقوق میں لونڈیوں کو بیویوں کا نصف درجہ حاصل ہے اس لئے اس جرم کی سزا بھی لونڈیوں کے لئے نصف رکھی گئی ہے۔

Marfat.com

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے لئے احکام کو کھول کر بیان کر دے [۳۹] اور تمہیں ان نیک لوگوں کی راہوں پر چلائے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور تمہاری توبہ قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے۔

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۣ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرنا چاہتا ہے اور جو لوگ اپنی خواہشات کے پیروکار ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت دور ہٹ جاؤ۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے پابندیوں کا بوجھ ہلکا کر دے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ [۴۰]

نوٹ: دنیا کے قوانین میں مراعات اکثر ان لوگوں کو ملتی ہیں جو عظیم منصب پر فائز یا کثیر دولت کے مالک ہوں۔ لیکن اسلام میں انسان کی فطری کمزوریوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے جہاں پھسلنے کے امکانات زیادہ اور بچنے کے وسائل کم ہیں وہاں سزا میں تخفیف کر دی گئی ہے۔ یعنی شادی شدہ آزاد مرد اور عورت کو بدکاری کی ضرورت نہیں اسکے باوجود اگر وہ سرکشی کریں تو انہیں سنگسار کر دیا جائے لیکن غیر شادی شدہ آزاد مرد اور عورت اگر اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکیں تو اُنہیں سو کوڑے لگائے جائیں جبکہ غلام اور لونڈیاں اپنی محتاجی کے باعث یا گھریلو ضروریات کے لئے اکثر اِدھر اُدھر جانے کے سبب چونکہ جرم کی ترغیبات کی زد میں ہوتی ہیں اس لئے اگر اُن سے بدکاری کا ارتکاب ہو جائے تو ان کی اس مجبوری کے باعث ان کے ساتھ نرمی برتی جائے گی اور صرف پچاس کوڑوں پر اکتفا کیا جائے گا۔

[۳۹] اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام کے جملہ احکام کھول کر بیان کر دیئے ہیں۔ گذشتہ انبیائے کرام علیھم السلام اور صالحین عظام کے احوال کا تذکرہ بھی کیا تا کہ تم سلف صالحین کے نقشِ قدم پر چلو اور باطل سے تائب ہو کر حق کے راستے پر گامزن ہو جاؤ۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کا بادل برسانا چاہتا ہے مگر نفسانی خواہشات کے غلام مختلف حیلے بہانوں اور وسوسوں کے ذریعہ تمہیں راہِ حق سے بہکانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا تم ان کے مکروفریب سے ہشیار رہو اور احکام خداوندی پر عمل پیرا ہو کر رحمتِ خداوندی کے مستحق بن جاؤ۔

[۴۰] اللہ تعالیٰ ہی انسان کا خالق ہے اور وہ انسان کی فطری کمزوریوں کو خوب جانتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسے احکام کا مکلّف نہیں بنایا جو اس کی طاقت سے باہر ہوں۔ مثال کے طور پر انسان کے اندر جنسی رغبت کا مادہ رکھا گیا ہے۔ اب اگر ہر انسان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت کا پابند کیا جاتا کہ چونکہ اُنہوں نے شادی نہیں کی اس لئے کوئی اور بھی شادی نہ کرے تو اس حکم کی اطاعت کرنے میں سنگین مشکلات پیش آتیں اور نسلِ انسانی کا سلسلہ منقطع ہو جاتا۔ اس لئے اسلام نے عورتوں سے نکاح کرنے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ ترغیب دی اور نکاح کو دین کا نصف حصہ قرار دیا۔

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٢٩﴾

۲۹۔ اے ایمان والو! اپنے مال آپس میں ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ [۴۱] مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو [۴۲] بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا ہے۔

نیز انسان پیدائشی طور پر کمزور تو ہے ہی۔ لیکن جس قدر قیامت قریب آتی جا رہی ہے اسی قدر انسان کی کمزوری بھی بڑھتی جا رہی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلی اُمتوں پر جو احکام نازل فرمائے مسلمانوں پر ان میں بھی تخفیف فرما دی جیسے سفر اور بیماری میں روزہ نہ رکھنے کی، پانی پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے تیمّم کی اور تمام روئے زمین پر نماز پڑھنے کی رخصت عطا فرمائی جس کی پہلی امتوں میں اجازت نہیں تھی الغرض شریعت کے سارے احکام میں انسان کی سہولتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا۔ (قرآن: ۲:۲۸۶)

۲۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے دشواری کا ارادہ نہیں فرماتا۔ (قرآن: ۲:۱۸۵)

نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ کو جب بھی دو کاموں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جاتا تو آپ زیادہ آسان کام کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ (بخاری: کتاب الادب: باب ۸۰)

<u>نوٹ:</u> جب کسی مسئلہ میں سلف صالحین کے اقوال مختلف ہوں تو اہل علم حضرات کو وہی راستہ واضح کرنا چاہیے جو مسلمانوں کے لئے آسان ہو بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسولِ مکرم ﷺ نے انسانوں کے لئے آسانی کو ترجیح دی ہے۔

[۴۱] ''اپنے مال آپس میں ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ'' کتنا فکر انگیز اور نصیحت آموز جملہ ہے یعنی کسی بھی مومن کا مال پرایا مال نہیں بلکہ اپنا ہی مال ہے اور اس میں ناجائز تصرف کرنا گویا اپنی ذات سے دھوکہ کرنا ہے کیونکہ دنیا کے قانون سے اگر آپ کی یہ زیادتی مخفی رہ گئی تو روزِ قیامت جب یہ زیادتی آشکارا ہوگی تو اس کا نقصان کس کو ہوگا؟ اس کی تلافی کے لئے جب تیرے نامۂ اعمال سے نیکیاں نکالی جائیں گی تو اس وقت تیری رسوائی اور ندامت کا کیا عالم ہوگا؟ ہاں اگر تم آپس میں حلال چیزوں کی تجارت کرو جس میں نہ تو کسی کے ساتھ زیادتی کی گئی ہو اور نہ ہی کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہو بلکہ فریقین نے راضی خوشی لین دین کیا ہو اور اس طرح تمہیں نفع حاصل ہو تو یہ نفع حلال ہے۔ بلکہ ایسے تاجر کو اجر عظیم ملے گا جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

''سچے اور امانتدار تاجر کا حشر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا'' (ترمذی: کتاب البیوع: حدیث ۱۲۰۹)

[۴۲] اس کا ایک معنیٰ تو یہ ہے کہ خودکشی نہ کی جائے جو کہ کبیرہ گناہ ہے اور دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ کسی مسلمان بھائی کو قتل نہ کیا جائے

Marfat.com

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

۳۰۔ جو شخص سرکشی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے دوزخ کی آگ میں ڈال دیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو [۴۳] جن سے تمہیں روکا گیا ہے۔ تو ہم تمہاری برائیاں معاف کردیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔

کیونکہ سب مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں (مسلم: کتاب البر: باب ۱۷) لہٰذا کسی مسلمان کو قتل کرنا گویا اپنے آپ کو قتل کرنے کے مترادف ہے کیونکہ خودکشی کرنا اور کسی مسلمان کو قتل کرنا دونوں ایسے جرائم ہیں جن سے کئی اور مسلمانوں کی زندگی عذاب بن جاتی ہے مثلاً ایک مسلمان بہن بیوہ ہو جاتی ہے، کسی کے معصوم بچے یتیم ہو جاتے ہیں، قاتل و مقتول دونوں کے افرادِ خانہ مختلف مصائب کا شکار ہو جاتے ہیں لہٰذا اس برے انجام سے پہلے ہی غور و فکر کرو اور قتل کے قریب نہ جاؤ لیکن اس وارننگ کے باوجود جو شخص جان بوجھ کر ظلم و تعدی کا ارتکاب کرے اور کسی کے جان و مال میں ناجائز تصرف کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی آگ میں ڈالے گا اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ یہ سزا انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

[۴۳] گناہ کی تعریف: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کا نام گناہ ہے۔ جس گناہ پر حد مقرر ہو یا اُس پر آخرت میں عذاب کی دھمکی دی گئی ہو اُسے گناہ کبیرہ کہتے ہیں اور اس کا ماسوا گناہ صغیرہ ہے۔

کبیرہ گناہ: کبیرہ گناہوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

شرک، قتلِ ناحق، خودکشی، بدکاری، لواطت، پاکباز عورت پر بہتان، والدین کی نافرمانی، یتیم کا مال کھانا، فرائض (نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ) کا ترک کرنا، قرآن مجید یاد کر کے بھلا دینا، جادو کا عمل کرنا، شراب پینا، جھوٹی گواہی دینا، حیوان کو جلانا، صحابہ کرام کو گالیاں دینا، علمائے کرام کی توہین کرنا، بلا عذر خنزیر یا مردار کا گوشت کھانا وغیرہ۔

صغیرہ گناہ: صغیرہ گناہوں کی بھی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

اجنبی عورت کو دیکھنا، اس کے ساتھ خلوت کرنا اور اسے چھونا، فاسقوں سے دوستی رکھنا، قبلہ رُخ رفع حاجت کرنا، واجبات کا ترک کرنا وغیرہ۔

نوٹ: جو انسان کبیرہ گناہ سے اجتناب کرے اور فرائض و واجبات ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے صغیرہ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ نیز چھوٹے گناہوں کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ ان پر اصرار اور دوام ان کو بڑے گناہ بنا دیتا ہے بڑے اور چھوٹے گناہ کی مثال کچھ اس طرح سمجھی جا سکتی ہے جیسے آگ کا بڑا انگارہ اور چھوٹی چنگاری کہ انسان ان دونوں میں سے کسی ایک کی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتا اور ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی (آگ کا انگارہ یا چنگاری) پورے گھر کو جلانے کا سبب بن سکتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ انگارہ جلدی جلا سکتا ہے اور چنگاری سے اگر کچھ دیر لاپرواہی برتی جائے تو وہ بھی پورے گھر کو جلا سکتی ہے۔

Marfat.com

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْــَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اور تم اس کی تمنا نہ کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی [۴۴] مردوں کا حصہ ان کی کمائی کے مطابق ہے اور عورتوں کا حصہ بھی ان کی کمائی کے مطابق ہے اور اللہ تعالیٰ سے اُس کا فضل مانگتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا ﴿۳۳﴾ ع

۳۳۔ ماں باپ اور قریبی رشتہ دار جو مال چھوڑ جائیں ہم نے ہر ایک ترکہ کے لئے اس کے وارث مقرر کر دیئے ہیں [۴۵] اور جن سے تمہارا عہد و پیمان ہو چکا ہے انہیں ان کا حصہ دیدو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مشاہدہ فرمانے والا ہے۔

---

[۴۴] بعض کمالات اور فضائل ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے بعض انسانوں کو دوسرے لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ جیسے شکل وصورت، ذہانت وفطانت اور حسب ونسب وغیرہ۔ یہ ایسے فضائل ہیں جو کوشش اور کسب سے حاصل نہیں ہو سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی حکمت کے ماتحت بعض انسانوں کو عطا فرمائے ہیں۔ لہٰذا ان غیر اختیاری فضائل کی تمنا کرنا بے سود ہے کیونکہ یہ خدائی فیصلے ہیں جن کو کوئی انسان اپنی کوشش سے تبدیل نہیں کر سکتا اور اگر کوئی شخص ان غیر اختیاری فضائل کی تمنا کرے گا تو اسے رنج وغم اور اور بغض وحسد کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

بہر کیف نیک اعمال اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی بھر پور کوشش کرنی چاہیے جس میں مرد اور عورت کو اپنی کوشش کا پورا پورا حصہ ملے گا لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی دعا مانگتا رہے اور جس نے اپنے آپ کو تقویٰ کی بدولت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا مستحق بنا لیا تو وہ دوسرے لوگوں سے افضل ہو جائے گا (قرآن: ۴۹: ۱۳)

[۴۵] اگر دو غیر رشتہ دار انسان آپس میں باہم وارث ہونے کا حلف اٹھا لیتے تو وہ ایک دوسرے کی وراثت میں چھٹے حصے کا حقدار بن جاتے۔ یہ زمانہ جاہلیت کا ایک مقبول عام دستور تھا اس لئے اسلام نے اس کو فوری طور پر ختم کرنا مناسب نہ سمجھا اور ابتدائی ایام میں اس کو جاری رکھا لیکن جب سورہ انفال کی آیت نمبر پچھتر نازل ہوئی اور وراثت کے مستحق صرف والدین اور قریبی رشتہ داروں کو قرار دیا گیا تو یہ حکم منسوخ ہو گیا کیونکہ اس میں قریبی رشتہ داروں کی حق تلفی ہوتی تھی البتہ وراثت کے تیسرے حصہ سے وصیت کسی کے لئے بھی کی جاسکتی ہے۔

Marfat.com

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

۳۴۔ مرد عورتوں کے حاکم اور کفیل ہیں [۴۶] اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ مرد اپنے مال (عورتوں کی ضرورت و آرام کے لئے) خرچ کرتے ہیں۔ پس نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں [۴۷] اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مردوں کی غیر حاضری میں بھی ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں اور جن عورتوں سے تمہیں نافرمانی کا اندیشہ ہو تو پہلے انہیں نصیحت کرو پھر ان کو ان کے بستروں پر اکیلا چھوڑ دو [۴۸] اور (اگر پھر بھی باز نہ آئیں تو) انہیں مارو۔ پس اگر وہ تمہاری فرمانبردار بن جائیں تو پھر اُن پر دست درازی کا راستہ تلاش نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ سب سے بالا سب سے بڑا ہے۔

---

[۴۶] انسان ہونے کے ناطے سے مرد اور عورت برابر ہیں، دونوں اشرف المخلوقات ہیں اور عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے ہی لازم ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر لازم ہیں البتہ گھر کا نظام چلانے کے لئے مرد کو عورت پر حاکم مقرر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے یہاں مرد کے حاکم ہونے کی دو وجوہات بیان کی ہیں۔ پہلی وجہ تو وہبی یعنی خداداد فضیلت ہے جس میں مردوں کی کوشش یا عورتوں کی کوتاہی کا کوئی دخل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت مردوں کو جسمانی قوت، سیاسی بصیرت، علم و حکمت کی جستجو اور ذہنی صلاحیت زیادہ عطا فرمائی ہے۔ اسی لئے آج دنیا کے اہم ترین مناصب یعنی ایجادات کرنے والے سائنسدانوں، ممالک کے سربراہوں، مذہب و سیاست کے رہنماؤں اور افواج کے سپہ سالاروں میں عورتوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ عورت بالعموم ان فطری صلاحیتوں سے محروم ہے جو ان عظیم مناصب کی متقاضی ہوتی ہیں اسی لئے اسلام نے نبوت، رسالت، حکومت اور امامت وغیرہ کو مردوں کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ مرد کے حاکم ہونے کی دوسری وجہ کسبی یعنی اختیاری ہے کہ مرد اپنا مال بیوی بچوں پر خرچ کرتے ہیں اور ان کی جملہ ضروریات کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں کیونکہ عورت کو فطری ذمہ داریوں یعنی حمل کے ایام، بچے کی پیدائش اور بچے کی پرورش کے ایام میں کسی ایسے سرپرست کی ضرورت ہے جو اس کے اخراجات برداشت کرے نیز جنسی دلکشی اور جسمانی کمزوری کے باعث اس کو ایک محافظ کی ضرورت رہتی ہے اور یہ دونوں کام خاوند ہی سرانجام دیتا ہے لہٰذا اس حفاظت و کفالت کے صلہ میں مرد کا یہ حق بنتا ہے

Marfat.com

کہ عورت اس کی سربراہی بھی قبول کرے۔

نوٹ: مردوں کی عورتوں سے افضلیت مجموعی اعتبار سے ہے جہاں تک افراد کا تعلق ہے تو بعض دفعہ عورتیں علم و حکمت اور ذہانت و فطانت میں مردوں سے بڑھ جاتی ہیں۔ آج دنیا میں کوئی ایسا ملک، کارخانہ، اسکول یا کالج نہیں جس کے دو سربراہ ہوں بلکہ اس کائنات کا خدا بھی صرف ایک ہے تو گھر (میاں، بیوی اور بچوں) کی ریاست کو بھی ایک سربراہ کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے زیادہ موزوں مرد ہی ہے کیونکہ گھر کے جملہ اخراجات کا ذمہ دار مرد ہے اس لئے اس گھر کا نگران اور حاکم بھی مرد ہی ہونا چاہیے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کو عورت بالکل بے بس اور غلام ہے۔ درحقیقت گھر میں مرد کی حیثیت ایک وزیراعظم کی ہے۔ عورت کی حیثیت ایک وزیر کی اور بچے رعایا ہیں جنکی حفاظت اور نشو ونما کے لئے میاں بیوی دونوں باہمی رضامندی اور مشاورت کے پابند ہیں (قرآن: ۲: ۲۳۳) لیکن جب کسی معاملہ میں اختلاف پیدا ہو جائے تو آخری فیصلے کا حق وزیراعظم یعنی خاوند کو ہے اور بیوی کو اس فیصلے کی پابندی کرنا لازم ہے۔ جس طرح کسی ملک کے وزیراعظم کا فیصلہ وزراء کو تسلیم کرنا پڑتا ہے ورنہ حکومت ٹوٹنے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بائیبل میں بھی عورت کو حکم دیا گیا ہے:

۱۔ خدا نے عورت سے کہا..... تو اپنے خاوند کی محبت کو خوش آمدید کہے گی اور وہ تیرا حاکم ہوگا۔ (پیدائش: ۳: ۱۶)

۲۔ اے بیویو! اپنے شوہروں کی ایسے تابع رہو جیسے خدا کی کیونکہ شوہر بیوی کا اس طرح انچارج ہے جیسے مسیح چرچ کا....... تمہاری بیویوں کو ہر بات میں خوشی سے اپنے خاوندوں کی اطاعت کرنی چاہیے جیسے چرچ مسیح کی اطاعت کرتا ہے۔ (افیسوں: ۵: ۲۲ تا ۲۴)

[۴۷] یعنی نیک عورتیں وہ ہیں جو اپنے خاوندوں کی غیر حاضری میں بھی ان کے حقوق کی حفاظت کرنے والی ہوں ایسی ہی خوش نصیب عورتوں کے لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت نماز پنجگانہ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی پاکدامنی کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے تو قیامت کے دن اسے اجازت دی جائے گی کہ جس دروازے سے وہ چاہے جنت میں داخل ہو جائے یعنی اس کیلئے جنت کے سارے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔'' (احمد: جلد اول: ص ۱۹۱)

[۴۸] اگر تم میں سے کسی کی بیوی نافرمانی پر اُتر آئے تو فوراً انتہائی قدم نہ اُٹھاؤ بلکہ سب سے پہلے اسے وعظ و نصیحت کرو اور نرمی سے سمجھاؤ۔ اگر محض سمجھانے سے بات نہ بنے تو پھر وقتی اور عارضی طور پر اس سے علیحدگی اختیار کرو یعنی اپنا بستر علیحدہ کر لو تا کہ وہ اس علیحدگی سے شوہر کی ناراضگی کا احساس کرے اور نافرمانی سے باز آ جائے لیکن اگر یہ طریق کار بھی مفید ثابت نہ ہو تو پھر تم اُسے مار بھی سکتے ہو لیکن وہ مار ایسی سخت نہ ہو جس سے جسم پر چوٹ آئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اگر مارنے کی نوبت آ جائے تو مسواک یا اس قسم کی ہلکی پھلکی چیز سے مارا جائے'' (تفسیر قرطبی) اگر عورت اپنی اصلاح کر لے اور نافرمانی سے باز آ جائے تو مرد کو بھی اس کی غلطی سے درگزر کر کے مہربان ہو جانا چاہیے اور اسے مزید تنگ کرنے کا راستہ تلاش نہیں کرنا چاہیے۔

Marfat.com

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اور (اے مسلمانو!) اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان ناچاقی کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے مقرر کرو [۴۹] اگر وہ دونوں منصف صلح کرانے کا ارادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان اتفاق کی صورت پیدا فرما دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہر بات سے خبردار ہے۔

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو [۵۰] اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ والدین [۵۱] کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو نیز رشتہ داروں، [۵۲] یتیموں، مسکینوں، [۵۳] رشتہ دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی، [۵۴] ہم مجلس، مسافر اور غلاموں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ مغرور اور متکبر کو پسند نہیں فرماتا۔

---

[۴۹] گھر کے اندر اصلاحِ احوال کے یہ تینوں طریقے اگر کارگر ثابت نہ ہوں اور طلاق کا خطرہ پیدا ہو جائے تو ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے مقرر کیا جائے۔ جو میاں بیوی کی شکایات سن کر ان کے درمیان صلح کرا دیں۔ اہل خاندان سے منصف مقرر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ وہ میاں بیوی کے حالات سے واقف ہوتے ہیں اور میاں بیوی بھی ان سے اپنے دل کی بات کہنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے لہٰذا اگر میاں بیوی کے دلوں میں مصالحت کی خواہش ہوئی اور ان منصفوں نے بھی خلوصِ نیت سے اصلاح کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ کی توفیق ان کی دستگیری فرمائے گی اور اتفاق کی کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے گی۔

[۵۰] اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے اور مخلوق کا حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے لیکن متکبر اور مغرور انسان ہمیشہ اپنی تعریف اور بڑائی کو ترجیح دیتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کا شکار رہتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کسی متکبر اور مغرور انسان کو پسند نہیں فرماتا۔

[۵۱] اسلام کے نظامِ عبادات میں اعلیٰ درجہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو حاصل ہے اس کے بعد زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ کا درجہ آتا ہے۔

Marfat.com

اور اسلام کے نظامِ اخلاق میں اعلیٰ درجہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ عبادت کا مستحق ہے اسی طرح والدین بھی حسن سلوک کے مستحق ہیں کیونکہ انسان کا حقیقی خالق اور رازق تو اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کے ظاہری اسباب والدین ہیں۔ اس ضمن میں والدین کی خدمات لا جواب ہیں کیونکہ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو وہ گوشت اور ہڈیوں کا بے بس لوتھڑا ہوتا ہے۔ کھانے، پینے، چلنے پھرنے اور سردی گرمی سے بچنے وغیرہ کسی چیز کی سمجھ اور طاقت نہیں ہوتی یہ ساری خدمات والدین بغیر کسی لالچ اور معاوضہ کے سرانجام دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ احسان (حسن سلوک) کرنے کا حکم دیا ہے اور احسان کا مفہوم اتنا جامع ہے کہ اس میں ہر قسم کی عزت دینے اور سہولت پہنچانے کا حکم ہے اور ہر قسم کی بے ادبی اور دل آزاری سے ممانعت ہے بلکہ قرآن مجید میں والدین کو اُف تک کہنے سے بھی منع کیا گیا ہے (قرآن: ۱۷:۲۳)

احادیث میں آیا ہے :

۱۔ ایک شخص نے حضورِ اکرم ﷺ سے پوچھا کہ کون لوگ میرے اچھے سلوک کے مستحق ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں، کہا پھر کون ہے؟ فرمایا تمہاری ماں، کہا پھر کون ہے؟ فرمایا تمہاری ماں، کہا پھر کون ہے؟ فرمایا تمہارا باپ۔
(ترمذی: حدیث نمبر ۱۸۹۷: کتاب البر)

۲۔ ایک آدمی نے حضورِ اکرم ﷺ سے پوچھا: والدین کا ان کے بیٹے پر کیا حق ہے؟ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تیرے والدین تیرے لئے جنت ہیں یا دوزخ ہیں (ابن ماجه: كتاب الادب: باب ۱) یعنی والدین کی اطاعت اور خوش نودی بیٹے کو جنت میں لے جاتی ہے اور والدین کی نافرمانی و دِلآزاری بیٹے کے لئے دوزخ کا سبب بن سکتی ہے۔

۳۔ یقیناً بڑے گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنے والدین کو لعنت کرے۔ عرض کی گئی۔ یارسول اللہ! ایک انسان اپنے والدین کو لعنت کیسے کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک انسان کسی دوسرے کے باپ کو گالی دے اور دوسرا واپس پہلے شخص کے والدین کو گالیاں دے۔ (بخاری: کتاب الادب: باب ۴) یعنی اگر پہلا شخص گالیوں کی ابتدا نہ کرتا تو دوسرا شخص پہلے کے والدین کو گالیاں نہ دیتا لہٰذا یہ ایسا ہی ہے جیسے پہلے شخص نے خود ہی اپنے والدین کو گالیاں دی ہیں کیونکہ وہی اس کا سبب بنا ہے۔ اس میں اسلام کی ایک اور عظمت بھی ملاحظہ کریں کہ اسلام کسی کے والدین کو گالیاں دینا بھی اتنا ہی برا سمجھتا ہے جتنا اپنے والدین کو گالیاں دینا ہے۔

۴۔ باپ کے چہرے کو ایک لمحہ کے لئے بھی محبت بھری نگاہ سے دیکھنا حج مقبول کا ثواب رکھتا ہے (مشکوٰۃ: باب البر)

۵۔ جس پر باپ راضی ہو اُس پر خدا راضی ہوتا ہے اور جس پر باپ ناراض ہو اس پر خدا بھی ناراض ہو جاتا ہے۔
(ترمذی: کتاب البر: باب ۳)

۶۔ ماں کے قدموں میں جنت ہے۔ (نسائی: کتاب الجهاد: باب ۶)

۷۔ والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے۔ (بخاری: کتاب الادب: باب ۶)

بائیبل میں بھی والدین کا احترام بالکل نمایاں ہے :

۱۔ ماں باپ کا احترام کرو اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں خوشگوار اور لمبی زندگی نصیب ہوگی (خروج: ۲۰:۱۲)

Marfat.com

۲۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی توہین کرے اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ اس نے اپنے ہی خون اور گوشت کی توہین کی ہے۔ (احبار: ۲۰:۹)

[۵۲] والدین کے بعد دوسرے نمبر پر دیگر رشتہ داروں سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے رزق اور عمر میں برکت ہو اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے (مسلم: حدیث ۲۵۵۷: کتاب البر) یعنی رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے اور ان سے حسن سلوک کا رویہ اختیار کرے۔

۲۔ عام مسکینوں کو صدقہ دینے سے تو صرف صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر اپنے رشتہ داروں کو صدقہ دیا جائے تو اس میں دو ثواب ہیں۔ ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ (احمد: جلد ۴: ص ۲۱۴)

نوٹ: اس ضمن میں سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۱۵ حاشیہ نمبر ۱۷۵ اور سورہ نساء کی آیت نمبر ۱ اور حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ کریں۔

[۵۳] مسکین: ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کھجور اور دودھ ملا کر حلوہ بنایا اسی اثنا میں ایک مسکین آ گیا آپ نے وہ حلوہ اٹھا کر اس مسکین کو دیدیا اہل مجلس میں سے کسی نے کہا امیر المؤمنین! اس لذیذ حلوے کی قدر یہ بے چارہ مسکین کیا سمجھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا لیکن مسکین کا رب تو جانتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے۔ (ضیاء القرآن: جلد ۵: ص ۴۱۱)

[۵۴] پڑوسی: چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ اسلام نے اس کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور اس کے دکھ درد اور خوشی میں شریک ہونے کی ترغیب دی ہے۔

۱۔ مجاہد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے گھر ایک بکری ذبح کی گئی تو انہوں نے دوبار اہل خانہ سے پوچھا کہ تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کے لئے گوشت کا ہدیہ بھیجا ہے یا نہیں؟ کیونکہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جبرائیل مجھ کو ہمیشہ پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو میرا وارث کر دے گا۔ (ترمذی: کتاب البر: باب ۲۸)

۲۔ وہ شخص کامل مومن نہیں جو خود سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ (مشکوٰۃ: باب شفقۃ)

۳۔ بعض پڑوسی وہ ہیں جن کا صرف ایک حق ہے، بعض وہ ہیں جن کے دو حق ہیں اور بعض وہ ہیں جن کے تین حق ہیں۔ ایک حق والا پڑوسی وہ غیر مسلم ہے جس سے کوئی رشتہ داری نہیں، دو حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ مسلمان بھی ہے اور تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہے، مسلمان بھی ہے اور رشتہ دار بھی ہے۔ (ابن کثیر)

۴۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرے پڑوسی کا مجھ پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ بیمار ہو تو تم اس کی عیادت کرو، اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو، اگر وہ تم سے قرض مانگے تو اس کو قرض دو، اگر اس میں عیب ہو تو اس کی پردہ پوشی کرو، اگر اس کو کوئی اچھائی پہنچے تو اس کو مبارکباد دو، اگر اس کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس کی تعزیت کرو، اپنے گھر کی عمارت اس کے گھر کی عمارت سے بلند نہ کرو کہ اس کی ہوا رک جائے۔ (معجم کبیر: جلد ۱۹: صفحہ ۴۱۹)

Marfat.com

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ﴿۳۷﴾

۳۷۔ جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کو چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلیل ورسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ مَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور شیطان جس کا ساتھی ہو جائے [۵۵] تو وہ بہت برا ساتھی ہے۔

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾

۳۹۔ آخر ان کا کیا نقصان ہوتا اگر وہ اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لے آتے اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے اور اللہ تعالیٰ ان سے خوب واقف ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾

۴۰۔ بے شک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ اگر کوئی نیکی ہو تو اس کو دوگنا کر دیتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۴۱۔ تو اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لے آئیں گے [۵۶] اور (اے حبیب!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لے آئیں گے۔

[۵۵] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل کو چھپاتے ہیں اور اس میں بخل کرتے ہیں یا صرف دکھلاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں کیونکہ یہ ان لوگوں کا شیوہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کا ساتھی شیطان ہے۔ حالانکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے اور اس کی عطا کردہ دولت سے خرچ کرتے تو اجرِ عظیم کے مستحق قرار پاتے۔

[۵۶] قیامت کے دن تمام انبیائے کرام اپنی اپنی امت کے احوال اور اعمال پر گواہی دیں گے اور حضورِ اکرم ﷺ جملہ انبیائے کرام علیہم السلام کی گواہی کی تصدیق کریں گے نیز اپنی امت کے احوال پر بھی گواہی دیں گے کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ پر صبح اور شام آپ کی امت پیش کی جاتی ہے۔ پس حضورِ اکرم ﷺ اپنے ہر اُمتی کا چہرہ اور اس کے اعمال کو پہچانتے ہیں اور اس علم کامل کے باعث حضورِ اکرم ﷺ قیامت کے دن سب کے گواہ ہوں گے (تفسیر قرطبی)

Marfat.com

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا
الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا
يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝۴۲ ع

۴۲۔ اس روز کافر اور رسولِ مکرم ﷺ کے نافرمان تمنا کریں گے کہ کاش! انہیں دبا کر ان پر زمین ہموار کر دی جاتی [۵۷] اور وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ
اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ
لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۭ
وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ
اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ
فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا
فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝۴۳

۴۳۔ اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ [۵۸] یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو جو تم کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں مگر یہ کہ تم مسافر ہو یہاں تک کہ تم غسل کر لو [۵۹] اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کر لو۔ [۶۰] پس تم اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

نوٹ: اس ضمن میں سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۴۳ بھی ملاحظہ کریں۔

[۵۷] قیامت کے دن کافر اور حضورِ اکرم ﷺ کے نافرمانوں کو جب اپنا انجام بدنظر آ جائے گا تو وہ تمنا کریں گے کاش اُنہیں زمین میں غرق کر دیا گیا ہوتا اور وہ مٹی کے ساتھ مٹی بن گئے ہوتے (قرآن: ۷۸:۴۰) اور ان کو دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا تاکہ آج کی ذلت، رسوائی اور دردناک سزا سے واسطہ نہ پڑتا۔

[۵۸] عرب میں شراب کا استعمال عام تھا اور اس کا ایک دم چھوڑنا مشکل تھا اس لئے حرمت شراب کا حکم بتدریج نازل ہوا۔ پہلے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ شراب میں کچھ فائدے ہیں مگر اس کا گناہ زیادہ ہے۔ یہاں فرمایا اوقاتِ نماز میں شراب سے اجتناب کرو اور آخر کار سورہ المائدہ کی آیت نمبر ۹۰ میں قطعی حکم نازل فرما دیا یعنی شراب ناپاک اور شیطانی عمل ہے اس سے اجتناب کرو۔ مزید تفصیلات کے لئے سورہ بقرہ حاشیہ نمبر ۱۷۸ ملاحظہ کریں۔

نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے لئے دل و دماغ اور ہوش و حواس کی حاضری ضروری ہے تاکہ نماز کے ظاہری اور باطنی حقوق بحسن و خوبی ادا ہو سکیں۔ اسی لئے حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم میں سے کسی کو نماز پڑھتے وقت نیند کا غلبہ ہو جائے تو اسے نماز چھوڑ کر سو جانا چاہیے یہاں تک کہ نیند کا اثر زائل ہو جائے کیونکہ نیند کی حالت میں وہ سمجھ نہیں سکے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بے ہوشی میں استغفار کی بجائے اپنے آپ کو گالیاں دینے لگ جائے'' (بخاری: کتاب الوضوء: باب ۵۳)

Marfat.com

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں آسمانی کتاب سے (علم کا) حصہ دیا گیا وہ خود بھی گمراہی خریدتے ہیں [۶۱] اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہِ راست سے بھٹک جاؤ۔

---

[۵۹] بیوی سے صحبت کرنے یا منی نکلنے سے انسان کا جسم ناپاک ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے شریعت میں اس پر غسل فرض ہو جاتا ہے لیکن سفر کی حالت میں اگر غسل کے لئے پانی نہ ملے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔ اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ ناپاکی کی حالت میں مسجدوں میں نہ جاؤ ہاں اگر مجبوراً مسجد سے گزرنا پڑے اور دوسرا کوئی راستہ نہ ہو تو صرف گزرنے کی حد تک اجازت ہے لیکن مسجد میں ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہے۔

[۶۰] عورتوں سے صحبت کرنے کے بعد غسل لازم ہو جاتا ہے جب کہ قضائے حاجت کے بعد صرف وضو کرنا کافی ہے لیکن کسی مریض کو اگر پانی کے استعمال سے مرض بڑھنے کا خطرہ ہو یا مسافر کو پانی کا ملنا مشکل ہو یا مسافر نہیں لیکن پھر بھی پانی پر قادر نہیں تو ان سب صورتوں میں غسل یا وضو کی جگہ صرف تیمّم کر لے تو پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ مذکورہ صورتوں میں عورتوں کے لئے بھی یہی حکم ہے نیز حیض و نفاس کے بعد بھی اگر پانی نہ مل سکے تو تیمّم سے طہارت حاصل ہو جائے گی۔

تیمّم کا طریقہ: تیمّم مٹی یا جنس مٹی یعنی پتھر یا ریت وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان پہلے نیت کرے اس کے بعد دونوں ہاتھ مٹی یا مٹی کی جنس پر مارے اس کے بعد اپنے چہرہ پر ملے۔ دوبارہ پھر مٹی پر دونوں ہاتھ مار کر دونوں بازوؤں کو کہنیوں تک ملے۔

تیمّم میں حکمت: ناپاکی کے بعد وضو اور غسل سے تازگی، راحت اور صفائی حاصل ہوتی ہے۔ اور انسان روزمرہ کے ظاہری اعمال اور باطنی افکار کو چھوڑ کر نماز کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ لیکن تیمّم میں کیا حکمت ہے ....؟

تیمّم کی سہولت صرف اُمتِ محمدیہ کو عطا کی گئی ہے اس کی اصل حکمت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے تاہم درجِ ذیل مثال بھی غور طلب ہے۔

جب کوئی آدمی عدالت میں حاضر ہو کر اپنا بیان دیتا ہے تو اس کو پہلے قرآن یا بائبل پر حلف اُٹھانا پڑتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ حق اور سچ بتائے، جھوٹ اور شک سے اجتناب کرے حالانکہ حلف اُٹھانے کے بعد بھی انسان تو وہی ہے جو حلف اُٹھانے سے پہلے تھا اسے ہر حال میں سچ بولنا چاہیے لیکن حلف اُٹھانے کے بعد نفسیاتی طور پر وہ اپنے آپ کو زیادہ محتاط اور ذمہ دار سمجھنے لگتا ہے۔ اسی طرح تیمّم سے بھی انسان اپنے آپ کو نفسیاتی طور پر نماز کے لئے تیار پاتا ہے۔ اس میں طہارت کا احساس اور نماز کا احترام پیدا ہو جاتا ہے۔ اس طرح نماز بھی اپنے وقت میں ادا ہو جاتی ہے اور انسان کے دماغ سے ناپاکی کا احساس بھی ختم ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی انسان کی تخلیق پانی اور مٹی سے ہوئی ہے ان دونوں چیزوں کا انسان اور طہارت کے ساتھ ایک خصوصی تعلق ہے لہٰذا پانی کی عدم موجودگی میں مٹی ہی اس کا قائم مقام ہو سکتی ہے۔

[۶۱] علمائے یہود کو تورات کا علم دیا گیا انہوں نے اس علم کی روشنی میں حضورِ اکرم ﷺ کو پہچان لیا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے اور آخری نبی ہیں۔ لیکن ذاتی انا اور دنیاوی منفعت کے پیشِ نظر ماننے سے انکار کر دیا اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ

Marfat.com

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۟ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾
مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

۴۵۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور تمہاری حمایت و مدد کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔

۴۶۔ بعض یہودی اللہ تعالیٰ کے کلام کو اپنی اصلی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی [۶۲] اور (آپ سے کہتے ہیں) سنو تم نہ سنائے جاؤ اور اپنی زبانوں کو بل دے کر دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے راعنا کہتے ہیں اور اگر وہ یوں کہتے کہ ہم نے سنا اور مان لیا آپ ہماری بات سنیں اور ہم پر نگاہِ (کرم) فرمائیں تو یہ ان کے لئے بہت بہتر اور درست ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی ہے پس ان میں سے تھوڑے لوگ ہی ایمان لائیں گے۔

اب وہ اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ تم کو بھی اسلام سے دور کر دیں لہٰذا اپنے دشمنوں کو پہچانو اور ان کے فریب سے ہوشیار رہو۔ صرف اللہ تعالیٰ سے اپنا رابطہ مضبوط رکھو کیونکہ وہی تمہارا حامی و ناصر ہے۔

[۶۲] یہودی کلام الٰہی میں تحریف کرتے یعنی تورات کے الفاظ و معانی میں ردوبدل کرتے نیز حضور اکرم ﷺ کی محفل میں ایسے کلمات استعمال کرتے جن میں تعریف اور مذمت کے دونوں پہلو ہوتے اور وہ مذمت کا معنیٰ مراد لیتے یا اپنی زبانوں کو بل دے کر ان کا ایسا تلفظ کرتے جس سے مذمت کا پہلو نمایاں ہوتا مثال کے طور پر جب حضور اکرم ﷺ انہیں کوئی حکم خداوندی سناتے تو بلند آواز سے کہتے "ہم نے سن لیا" اور آہستہ سے کہتے "لیکن ہم اطاعت نہیں کریں گے" اسی طرح "سنو! تم نہ سنائے جاؤ" اس جملے کے اصل عربی کلمات دعا کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں یعنی آپ کو کوئی ناگوار بات سننے کا موقع نہ ملے اور بددعا کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں یعنی آپ کچھ نہ سن سکیں اور بہرے ہو جائیں اور یہودی بددعا والا معنیٰ مراد لیتے اور "رَاعِنَا" کا معنیٰ ہے ہماری رعایت فرمائیں لیکن وہ زبان کو مروڑ کر "رَاعِيْنَا" کہتے جس کا معنیٰ ہے "ہمارے چرواہے" معاذاللہ

اس مکروفریب کے ذریعہ وہ دین میں نقص نکالتے کہ اگر آپ ﷺ سچے نبی ہوتے تو ہماری منافقت کو معلوم کر لیتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے فریب کو ظاہر کر دیا اور صحابہ کرام کو بتا دیا کہ یہودی کس طرح الفاظ کے ہیر پھیر سے حضور اکرم ﷺ کی توہین کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ اگر وہ (یہودی) خلوص سے ایمان لے آتے اور ادب سے کہتے کہ "ہم نے آپ کے ارشادات سن لئے ہیں ہم آپ کی اطاعت کریں گے آپ ہم پر نظر کرم فرمائیں" تو یہ ان کے لئے بہت بہتر ہوتا مگر ان کے

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۴۷

۴۷۔ اے اہل کتاب! ہماری نازل کردہ کتاب پر ایمان لاؤ جو تمہارے پاس پہلے سے موجود کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم چہرے مسخ کردیں [۶۳] اور انہیں پیٹھ کی طرف پھیر دیں یا ہم ان پر لعنت کریں جس طرح ہم نے سبت والوں پر لعنت کی اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہوکر رہتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا

۴۸۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے [۶۴] اور اس کے علاوہ جس کو

کفر اور گستاخی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کردیا اور ان میں سے بہت تھوڑے تھے جن کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس لفظ میں بُرے معنیٰ کا احتمال ہو وہ اللہ ورسول ﷺ کی شان میں بولنا حرام ہے۔

نوٹ: اس ضمن میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۴ بھی ملاحظہ ہو۔

[۶۳] اہل کتاب کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ قرآن مجید پر ایمان لے آؤ کیونکہ یہ تمہاری آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔ زندگی کا کوئی پتہ نہیں مرنے سے پہلے پہلے ایمان لے آؤ ورنہ تمہارے چہرے مسخ کرکے پیٹھ کی طرف پھیر دیئے جائیں گے اور تمہیں خدا کی رحمت سے محروم کرکے جہنم رسید کردیا جائے گا (تفسیر مظہری) اور تمہاری شکلیں اس طرح بدل دی جائیں گی جیسے سبت والوں کو بندر اور خنزیر بنادیا گیا تھا (تفصیل کے لئے سورہ بقرہ آیت نمبر ۶۵ اور حاشیہ نمبر ۵۳ ملاحظہ ہو)

[۶۴] اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات میں سے کسی ایک صفت میں بھی کسی اور کو شریک کرنا شرک کہلاتا ہے۔ یہ سب سے بڑا گناہ اور ظلم عظیم ہے (قرآن ۱۳:۳۱:۲۱) شرک کرنے والے کو مشرک کہتے ہیں اور مشرک کا انجام جہنم ہوگا کیونکہ اس پر جنت حرام ہے (قرآن ۷۲:۵:۵)

شرک کرنے والا دراصل اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق اور حاکم اعلیٰ ہونے سے بغاوت کرتا ہے یعنی کسی اور کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مانتا ہے۔ آج دنیا کے حکمران بڑے سے بڑے مجرم کو مقررہ سزا کے بعد اپنے معاشرہ میں قبول کرسکتے ہیں لیکن اپنے باغی کو برداشت نہیں کرسکتے اسی طرح اللہ تعالیٰ سے بغاوت بھی اتنا سنگین جرم ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے اور شرک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا۔ اس سورت میں آگے آیت نمبر ۱۱۶ اور حاشیہ نمبر ۱۲۵ بھی ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

چاہے بخش دیتا ہے [۶۵] اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اس نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾

۴۹۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں [۶۶] بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہے پاکیزہ کرتا ہے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾ ع ۸/۴

۵۰۔ دیکھئے یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر کس طرح جھوٹ گھڑتے ہیں اور ان کے لئے یہی کھلا گناہ کافی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾

۵۱۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں آسمانی کتاب سے حصہ دیا گیا ہے (لیکن اب) وہ بت اور شیطان پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں کی بہ نسبت زیادہ صحیح راستہ پر ہیں [۶۷]

---

[۶۵] اس سے معلوم ہوا کہ شرک تو توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوگا لیکن اگر کوئی گناہگار مؤمن اپنے دیگر گناہوں سے توبہ کئے بغیر مر جائے تو چونکہ وہ ایمان کی برکت سے ہمیشہ تو جہنم میں نہیں رہے گا لہٰذا اس کی مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہے چاہے تو اپنی رحمت سے یا کسی (نبی، عالم، شہید، معصوم بچہ وغیرہ) کی شفاعت سے اس کو بغیر سزا کے بخش دے یا اس کے گناہوں کے مطابق سزا دینے کے بعد اسے جنت میں داخل فرما دے۔ بہرحال جو شخص شرک نہ کرنے کی حالت میں مرا وہ بالآخر جنت میں جائے گا (مسلم: حدیث نمبر ۱۵۳: کتاب الایمان) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "قرآن مجید میں سب سے زیادہ پُر اُمید یہ آیت ہے" (تفسیر مظہری)

[۶۶] یہود کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ پاکباز، اللہ تعالیٰ کے پیارے بیٹے اور جنتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت اور کھلا گناہ ہے۔ کیونکہ اپنی پاکبازی کا خود دعویٰ کرنے سے کچھ نہیں بنتا در اصل پاکباز وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پاکباز ہیں اور وہ وہی خوش نصیب ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتے اور ہمیشہ اس سے ڈرتے رہتے ہیں۔

[۶۷] جنگِ احد کے بعد یہودیوں کا ممتاز عالم کعب بن اشرف اپنی ایک جماعت کے ساتھ مکہ گیا تا کہ کفارِ مکہ کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا جائے اور دونوں (کفارِ مکہ اور یہودِ مدینہ) مل کر مسلمانوں پر حملہ کریں۔ اہلِ مکہ نے کعب بن اشرف کو کہا کہ اگر تم

Marfat.com

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۝۵۲

۵۲۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے تو تُو اس کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۝۵۳

۵۳۔ کیا حکومت میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو یہ لوگوں کو تِل برابر بھی کوئی چیز نہ دیتے [۶۸]

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰي مَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰھُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝۵۴

۵۴۔ کیا وہ لوگوں سے اس نعمت پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے [۶۹] پس ہم نے تو آلِ ابراہیم کو بھی کتاب وحکمت دی اور انہیں عظیم الشان سلطنت بھی عطا کی۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝۵۵

۵۵۔ سو ان میں سے بعض لوگ اس پر ایمان لائے اور بعض لوگوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور (ان کے لئے) جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہی کافی ہے۔

واقعی اس معاہدہ میں مخلص ہو تو ہمارے ان دو بتوں (جبت اور طاغوت) کو سجدہ کرو چنانچہ اس نے قریش کو مطمئن کرنے کے لیے بتوں کو سجدہ کر دیا اور اس طرح کفار و یہود کے درمیان مسلمانوں کے خلاف دوستی کا معاہدہ طے پا گیا۔ اس کے بعد ابوسفیان نے کعب سے پوچھا۔ ہم تو بالکل اَن پڑھ قوم ہیں لیکن آپ لوگ تو اہلِ علم اور صاحب کتاب ہیں۔ ہمیں یہ تو بتاؤ کہ حق پر کون ہے، ہم یا محمد (ﷺ)؟ کعب اپنی کتاب کی رو سے جانتا تھا کہ حضور اکرم ﷺ حق پر ہیں لیکن کفارِ مکہ کو خوش کرنے کے لئے اور مسلمانوں کے خلاف ان کا تعاون حاصل کرنے کے لئے کہنے لگا کہ تم زیادہ ہدایت پر ہو۔ (تفسیر روح المعانی) اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اہل کتاب ہونے کے باوجود بت اور شیطان کی پرستش کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے اور روز قیامت ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

[۶۸] یہود کے عالم کعب بن اشرف نے کہا کہ مسلمانوں کی بہ نسبت کفارِ مکہ زیادہ ہدایت پر ہیں حالانکہ کسی کی ہدایت وگمراہی کا فیصلہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کی بادشاہی میں یہود کا کوئی حصہ نہیں ہے اور اگر ایسا ہوتا تو سارے فیصلے اُلٹے ہوتے حتیٰ کہ لوگ بھوک سے مر رہے ہوتے تو بھی یہ کسی کی ذرہ برابر مدد نہ کرتے۔

[۶۹] حضورِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روز افزوں عظمتیں اور کامیابیاں دیکھ کر یہودِ مدینہ حسد سے جل اُٹھے اور کہنے لگے کہ نبوت اور دُنیاوی سلطنت جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ حکومتی معاملات فرائض نبوت کی انجام دہی میں رکاوٹ بن سکتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ سے پہلے حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت یوسف علیہم السلام کو بھی نبوت اور سلطنت دونوں عطا کی گئیں اور انہوں نے نبوت کے فرائض پورے پورے ادا کئے۔ (تفسیر خازن)

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾

۵۶۔ بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ہم انہیں آگ میں ڈال دیں گے ۔ جب بھی ان کی کھالیں پک جائیں گی تو ہم ان کی جگہ دوسری کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کو (ہمیشہ) چکھتے رہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ؗ وَّ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾

۵۷۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے تو ہم عنقریب انہیں ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ان کے لئے جنتوں میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں گھنے سایہ میں داخل کریں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾

۵۸۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے سپرد کر دو [۷۰] جو ان کے حقدار ہیں اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے ۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

---

[۷۰] اسلام کا ہر حکم اور مسلمان کی ہر چیز اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اس حکم کا تعلق کسی غیر کی ملکیت سے ہو یا اپنی ذات سے، دنیاوی معاملات سے ہو یا مذہبی عبادات سے، کسی عہدے سے ہو یا اختیارات سے الغرض ہماری زندگی کا ہر سانس، ہمارے منہ کا ہر بول اور ہمارے ہاتھ کا ہر فعل ہمارے پاس امانت ہے اور کسی بھی امانت کا حق اسی وقت ادا ہو سکتا ہے جب اس کو پورے آداب اور لوازمات کے ساتھ ادا کیا جائے اور اس میں کسی قسم کی کمی بیشی اور ناانصافی نہ کی جائے۔ اس حکم میں امیر و غریب اور حاکم و محکوم سب برابر کے ذمہ دار ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ "تم میں سے ہر شخص اپنے مرتبے کے لحاظ سے پاسبان اور جوابدہ ہے۔ حکمران اپنی عوام کا، مرد اپنے اہل خانہ کا، عورت اپنے خاوند کے گھر کی اور خادم اپنے مالک کے مال کا پاسبان ہے اور ہر ایک اپنی حیثیت کے مطابق جوابدہ ہوگا۔" (بخاری : کتاب الجمعہ: باب ۱۱)

۲۔ "جس میں امانتداری نہیں اس میں ایمان نہیں جس شخص میں معاہدہ کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔" (احمد: جلد ۳: ص ۱۳۵)

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا
الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ
تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ
وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿٥٩﴾ ع

۵۹۔ اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں سے حکمران ہیں ۔ پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو ۔ [۷۱] اگر تم اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا
بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ
يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ
قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ
الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿٦٠﴾

۶۰۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر ایمان لائے ہیں جو آپ ﷺ کی طرف نازل کی گئی ہے [۷۲] اور ان کتابوں پر جو آپ ﷺ سے پہلے نازل کی گئی ہیں۔لیکن چاہتے یہ ہیں کہ اپنے مقدمات طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ طاغوت کا انکار کریں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں راہ راست سے بہت دور کر دے۔

۳۔ ''جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ سائل نے پوچھا۔ امانت کیسے ضائع ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب کوئی منصب نااہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔'' (بخاری : کتاب العلم : باب ۲)

[۷۱] اس آیت میں اسلامی معاشرہ کا ایک بنیادی اُصول بیان کیا جا رہا ہے یعنی ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ، اس کے رسولِ مقبول ﷺ اور اصحابِ امر (حکمران وعلماء) کی اطاعت کرنا لازم ہے۔ لیکن اگر حکمران کے کسی حکم یا مفتی کے کسی فتویٰ میں اختلاف ہو جائے تو اس کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر پرکھ لو۔ اگر وہ اس معیار پر پورا اُترے تو اس کو تسلیم کر لو اور اگر قرآن و حدیث سے ٹکرائے تو اسے مسترد کر دو۔ کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں کیونکہ اطاعت صرف معروف میں ہے'' (مسلم: حدیث نمبر ۱۸۴۰: کتاب الامارۃ)

[۷۲] ان آیات کے نازل ہونے کی وجہ درج ذیل واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک یہودی اور ایک منافق کے درمیان تنازعہ ہو گیا۔ یہودی حق پر تھا اور اس نے منافق کو حضورِ اکرم ﷺ کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے کہا کیونکہ اسے علم تھا کہ حضورِ اکرم ﷺ رشوت قبول نہیں کرتے اور انصاف کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں لیکن منافق کے دل میں چور تھا اس لئے اس نے کہا کہ تمہارے عالم کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں اس وقت یہودی اس بات پر رضامند نہ ہوا اور چاروناچار حضورِ اکرم

Marfat.com

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾

۶۱۔ اور جب انہیں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام اور رسول ﷺ کی طرف آؤ تو آپ ﷺ دیکھیں گے کہ منافقین آپ سے روگردانی کرتے ہوئے پھر جاتے ہیں۔

فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾

۶۲۔ پس کیا حال ہوتا ہے کہ جب ان پر ان کے ہاتھوں کے کرتوتوں کے باعث کوئی مصیبت آپڑتی ہے پھر یہ آپ کے پاس اللہ کی قسمیں اُٹھاتے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا تو صرف بھلائی اور باہمی مصالحت کا ارادہ تھا۔ [۷۳]

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فیصلہ یہودی کے حق میں ہوا۔ منافق کو پسند نہ آیا تو وہ یہودی کو لے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا وہاں سے بھی وہی حکم ملا لیکن منافق نے اسے بھی تسلیم نہ کیا۔ آخر دل میں سوچا کہ میں بظاہر تو مسلمان ہوں اور یہ یہودی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلیں وہ میرے اسلام کا پاس کرتے ہوئے میرے حق میں فیصلہ دیں گے چنانچہ جب وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے تو یہودی نے عرض کی کہ پہلے حضور اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقدمہ کا فیصلہ میرے حق میں کر چکے ہیں اب یہ مجھے آپ کے پاس لایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منافق سے پوچھا کیا یہ درست کہہ رہا ہے؟ منافق نے کہا۔ ہاں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میرے واپس آنے تک ٹھہرو۔ چنانچہ آپ گھر تشریف لے گئے تلوار لے کر واپس آئے اور اس منافق کا سر قلم کر دیا اور فرمایا "جو اللہ اور رسول کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا میں اس کا فیصلہ یوں کیا کرتا ہوں۔" (کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے فیصلے کا اعلانیہ انکار کرنے کے بعد اب وہ منافق نہیں رہا بلکہ کھلا کافر، مرتد اور باغی ہو گیا تھا جس کا قتل کرنا واجب تھا) اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور اکرم ﷺ نے اس دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "الفاروق" (حق و باطل میں فرق کرنے والا) کے لقب سے سرفراز فرمایا اور جبرائیل امین نے بھی نازل ہو کر یہی عرض کیا "بے شک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حق و باطل میں فرق واضح فرما دیا" (تفسیر قرطبی اور روح المعانی)

نوٹ: طاغوت سے مراد ہر وہ شخص، نظریہ، کام، اجتماع، سفر یا فیصلہ ہے جو قرآن و سنت کے مخالف ہو۔ اسی لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ طاغوت کے قریب نہ جائیں اور تمام معاملات کے لئے قرآن و حدیث کی طرف رجوع کریں۔

[۷۳] یعنی جب ان کی منافقت کا راز فاش ہوتا ہے تو شرمندگی کی بجائے جھوٹی قسمیں اُٹھا کر اپنے خلوص اور اسلام کا یقین دلاتے ہیں اور کہتے ہیں ہم فلاں شخص کے پاس اس لئے نہیں گئے تھے کہ ہمیں حضور اکرم کا فیصلہ قبول نہیں ہے بلکہ اس لئے گئے تھے کہ وہ ہمارے درمیان مصالحت کروا دیں۔

Marfat.com

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾

۶۳۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے۔ (اے حبیب!) آپ ﷺ ان سے چشم پوشی فرمایئے اور انہیں نصیحت کرتے رہیے اور انہیں تنہائی میں ایسی بات کہیے جو مؤثر ہو۔ [۷۴]

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

۶۴۔ اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے [۷۵] اور اگر یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے، آپ کے پاس آجاتے [۷۶] اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا پاتے۔

---

[۷۴] اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگرچہ ہم ان کے دلوں کی منافقت سے خوب آگاہ ہیں لیکن پیارے حبیب! آپ ان کے ظاہر کو سامنے رکھتے ہوئے درگزر فرمائیں اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ ان کی اصلاح کی کوشش جاری رکھیں۔

[۷۵] اللہ تعالیٰ نے ہر رسول کو اس لئے بھیجا کہ اس کی اطاعت کی جائے اور جو رسول کی اطاعت نہ کرے اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مشن اور حکم کی نافرمانی کر رہا ہے۔ لہٰذا رسول کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ (قرآن: ۸۰:۴)

[۷۶] پیارے رسول ﷺ! اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں کا انبار لگا بیٹھیں اس کے بعد نادم و تائب ہو کر آپ ﷺ کے پاس آئیں اور آپ ﷺ بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں یعنی ان کی شفاعت فرما دیں تو اللہ تعالیٰ ان پر نظر کرم فرمائے گا اور ان کی توبہ قبول کرلے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ اور آپ کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ نیز حضور اکرم ﷺ کی یہ برکت آپ کی ظاہری زندگی تک محدود نہ تھی بلکہ ہمیشہ جاری ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ "کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی ہمارے پاس آیا اور مزار پر انوار پر گر پڑا اور خاک پاک کو اپنے سر پر ڈالا اور عرض کرنے لگا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا، جو آپ نے اپنے رب سے سیکھا وہ ہم نے آپ سے سیکھا اور اسی میں یہ آیت (ولو انهم اذ ظلموا .....الخ) بھی ہے۔ میں اپنی جان پر ظلم کر بیٹھا ہوں۔ اب تیری بارگاہ میں آیا ہوں۔ میری مغفرت کے لیے دعا فرمائیں۔ تو قبر پاک سے آواز آئی تجھے بخش دیا گیا۔" (تفسیر قرطبی: سورۃ نساء: آیت نمبر ۶۴)

Marfat.com

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

۶۵۔ تو (اے رسولِ مکرم ﷺ!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ ﷺ کو حاکم نہ مان لیں۔ [۷۷] پھر جو فیصلہ آپ کر دیں اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کو خوشی سے تسلیم کر لیں۔

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾

۶۶۔ اور اگر ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو [۷۸] یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو اس پر ان میں سے بہت کم لوگ ہی عمل کرتے۔ اور اگر یہ لوگ وہی کرتے جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی تو یہ ان کے لئے زیادہ بہتر اور زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوتا۔

---

[۷۷] حضورِ اکرم ﷺ کی غیر مشروط اطاعت کو پھر نہایت واضح اور زوردار انداز میں بیان کیا جا رہا ہے کہ کوئی شخص ہرگز مؤمن نہیں ہو سکتا یعنی کسی کا اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان درست نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ حضورِ اکرم ﷺ کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور صرف ظاہری اطاعت کافی نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں میں بھی فرمانِ رسول ﷺ کے خلاف کوئی گرانی یا تنگی محسوس نہ کرے۔

اس آیت کا حکم حضورِ اکرم ﷺ کی زندگی تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ قیامت تک کے لئے ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضورِ اکرم ﷺ لائے ہیں اور جو طریقہ ہمارے لئے بطور سنت چھوڑا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کن سند ہے اور اس سند کو ماننے یا نہ ماننے پر آدمی کے ایمان اور کفر کا دارومدار ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص مؤمن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشِ نفس بھی اس طریقہ کی تابع نہ ہو جائے جسے میں لے کر آیا ہوں۔'' (مشکوٰۃ: الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

[۷۸] اے میرے پیارے نبی! ہم نے منافقین کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کو غیر مشروط حاکم مان لیں اور آپ کے پاس حاضر ہو کر خلوصِ نیت سے استغفار کریں تو ان کی توبہ قبول کر لی جائے گی لیکن یہ آسان سی بات بھی منافقین کے لئے بھاری تھی اور اگر توبہ کے لئے انہیں جان دینے یا گھروں سے نکلنے کا حکم دیا جاتا تو صرف وہی چند منافق اس پر عمل کرتے جو اپنے نفاق میں پکے تھے اور کسی صورت پر اپنے نفاق کا ظاہر ہونا برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہنے لگے اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا تو ہم عمل کریں گے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے جب یہ جواب سنا تو فرمایا: ''میری امت میں ایسے خوش نصیب لوگ بھی ہیں جن کا ایمان مستحکم پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔'' (تفسیر قرطبی اور روح المعانی: سورۃ نساء: آیت نمبر ۶۶)

Marfat.com

وَّ اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾

۶۷۔ اور اس وقت انہیں اپنے پاس سے اجرِ عظیم عطا فرماتے۔

وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾

۶۸۔ اور ہم یقیناً انہیں سیدھے راستہ کی ہدایت کرتے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾

۶۹۔ اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ [۷۹]

[۷۹] نبی: وہ مقدس انسان ہے جس پر وحی نازل ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اس کی مخلوق تک پہنچائے۔

صدیق: وہ صادق انسان ہے جس کی فطرت اتنی پاک اور صاف ہوتی ہے کہ اس کو حق اور باطل کے درمیان امتیاز کرنے میں کوئی التباس نہیں ہوتا اور وہ ہمیشہ حق کا ساتھ دیتا ہے۔ نبوت کے بعد یہ سب سے بلند رتبہ ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کے کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس مرتبہ پر فائز تھے لیکن ان میں سب سے بلند رتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ اسی لئے آپ کو صدیق اکبر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور حضورِ اکرم ﷺ کے بعد غیر انبیاء میں آپ سب سے افضل ہیں۔

شہید: وہ انسان ہے جو دلائل اور اپنے اعمال سے دین کی صداقت پر شہادت دے اور اگر ضرورت پڑے تو دین کی سربلندی کے لئے اپنی جان بھی قربان کردے۔

صالح: وہ انسان ہے جس کے عقائد اور اعمال صالح ہوں اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف موجزن ہو۔

اس آیت کے نازل ہونے کی وجہ میں کئی واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ انصار میں سے ایک صحابی حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس پر غم واندوہ کے آثار نمایاں تھے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے غم زدہ ہونے کی وجہ دریافت کی تو وہ صحابی کہنے لگا۔ اے اللہ کے نبی! میں اس چیز پر غور کر رہا ہوں کہ ہم صبح وشام آپ کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل کرتے ہیں اور آپ کے چہرے کی زیارت کرتے ہیں۔ کل جب آپ انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ جنت کے بلند درجہ میں ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جنت بھی دی تو ہم آپ کے درجہ تک نہ پہنچ سکیں گے تو ہمارا کیا حال ہوگا؟ حضورِ اکرم ﷺ نے ابھی اس کو کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ حضرت جبریل امین یہ آیت (وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ و الرسول .....) لے کر نازل ہوئے یعنی جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ جنت میں انبیائے کرام کے ساتھ ہوں گے۔ (تفسیر جامع البیان)

نیز حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ''آخرت میں آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی'' (بخاری: کتاب الادب: باب ۹۶)

Marfat.com

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝۷۰

۷۰۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کافی ہے جاننے والا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝۷۱

۷۱۔ اے ایمان والو! اپنے ہتھیار لے لو پھر (وقت آنے پر) الگ الگ دستوں کی شکل میں نکلو یا سب اکٹھے ہو کر نکلو۔ [۸۰]

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ۝۷۲

۷۲۔ اور بے شک تم میں سے ایک (گروہ) وہ بھی ہے جو تاخیری حربے استعمال کرے گا۔ [۸۱] پھر اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا ہے کہ میں (جنگ میں) ان کے ساتھ حاضر نہیں تھا۔

حضرت ربیعہ بن کعب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گزارتے اور آپ کے لئے وضو کا پانی اور دیگر ضروریات لے آتے تھے۔ ایک رات تہجد کے وقت جب حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے وضو کے لئے پانی لائے تو حضورِ اکرم ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا "مانگو کیا مانگتے ہو" تو حضرت ربیعہ نے عرض کیا "میں جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت مانگتا ہوں" آپ ﷺ نے فرمایا "اس کے علاوہ اور کچھ" تو حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا "بس صرف یہی" اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا "سجدوں کی کثرت سے میری مدد کر" یعنی نوافل کثرت سے پڑھا کر تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۲۶) اگرچہ جنت میں درجے مختلف ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اہل محبت کو ان کے محبوب سے ملاقات اور مجلس کے مواقع ملتے رہیں گے دراصل وہ بڑے خوش نصیب ہیں جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین سے محبت کرتے ہیں اور ان کے نقش قدم پر چل کر ان سے محبت کا عملی ثبوت مہیا کرتے ہیں لیکن اس حقیقت کا ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ جو لوگ برائی اور ظلم سے محبت کرتے ہیں وہ بھی جہنم میں ظالموں کے ساتھ عذاب سے دوچار ہوں گے۔

[۸۰] جنگ اُحد کے بعد کئی قبائل نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس کے جواب میں مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنی حفاظت کے لئے ہر قسم کا جنگی سامان تیار کریں اور کفار کے حملوں کو روکنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں تاکہ وقت آنے پر فوری قدم اُٹھایا جا سکے یعنی پہلے ہر ممکن اسلحہ تیار کرو اور پھر مقابلہ کے لئے نکلو کیونکہ اسلحہ سے لیس دشمن کے مقابلہ میں بغیر اسلحہ کے نکلنا موت کو دعوت دینے والی بات ہے۔ اسی طرح جدید ترین اسلحہ کے مقابلہ میں روایتی اور قدیم ترین اسلحہ کا استعمال بھی ناکامی کا باعث ہے لہٰذا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں آگے بڑھیں اور دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق اسلحہ تیار کریں تاکہ مسلمان امن سے زندگی گزار سکیں اور دشمن بھی حملے کی جرأت نہ کر سکے۔

[۸۱] ان دو آیات میں اندرونی دشمن کی نشاندہی کی جا رہی ہے یعنی خارجی دشمن کے علاوہ تمہارے اندر منافق بھی موجود ہیں جو

Marfat.com

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾

۷۳۔ اور اگر تمہیں اللہ کا فضل (مالِ غنیمت) مل جائے تو وہ ضرور کہے گا جیسے تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہی نہ تھی۔ کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کرتا۔

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾

۷۴۔ پس اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان لوگوں کو لڑنا چاہیے جو دُنیا کی زندگی آخرت کے بدلے بیچ دیتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑتا ہے پھر وہ مارا جائے یا غالب آئے تو (دونوں حالتوں میں) ہم اسے اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔ [۸۲]

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾

۷۵۔ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے حالانکہ کئی بے بس مرد، عورتیں اور بچے ایسے بھی ہیں جو فریاد کرتے ہیں۔ [۸۳] اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی دوست بنادے اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنادے۔

مختلف حیلے بہانوں سے پیچھے رہ جاتے ہیں پھر اگر جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوتو اسے اپنے لئے اللہ کا فضل شمار کرکے خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اچھا ہوا ہم شریک نہیں ہوئے وگرنہ ہمیں بھی نقصان سے دوچار ہونا پڑتا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے تو یہ مالِ غنیمت سے محرومی کے باعث حسرت وپشیمانی کی تصویر بن جاتے ہیں۔

[۸۲] جو شخص آخرت پر کامل ایمان رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دُنیاوی مفادات قربان کردیتا ہے، ایسا خوش نصیب انسان جب میدانِ جنگ میں نکلتا ہے۔ وہ مارا جائے تو شہید اور غالب آجائے تو غازی کہلاتا ہے اور دونوں صورتوں میں اجر عظیم کا مستحق قرار پاتا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے اس کی کیا خوب ترجمانی کی ہے:

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

[۸۳] مکہ کے کئی مرد، عورتیں اور بچے اسلام قبول کر چکے تھے لیکن کفارِ مکہ نے ان کی زندگی عذاب بنا رکھی تھی۔ نہ تو وہ ہجرت کر سکتے تھے اور نہ اپنے آپ کو ان کے ظلم سے بچا سکتے تھے اور دعائیں مانگتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ظلم سے بچانے کے اسباب پیدا فرمائے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو اپنے بھائی بہنوں کی امداد کی ترغیب دی جارہی ہے۔ چنانچہ وہ دن بھی آیا جب حضورِ

Marfat.com

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿٧٦﴾ ع۷

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ

۷۶۔ جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں [۸۴] اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ پس تم شیطان کے حامیوں سے جنگ کرو۔ بے شک شیطان کا فریب کمزور ہے۔

۷۷۔ کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگا جس طرح اللہ کا ڈر ہوتا ہے یا اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا۔[۸۵] تو نے ہمیں کچھ

اکرم ﷺ اپنے ہمراہ دس ہزار مسلمانوں کو لے کر مکہ پر حملہ آور ہوئے اور مظلوم مسلمانوں کو آزادی کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ آج بھی تمام مسلمانوں کا یہ فریضہ ہے کہ جہاں کہیں مسلمان ظلم کا شکار ہوں ان کی نجات کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔

[۸۴] اہل اسلام اور کفار، دونوں کو جنگوں کی ضرورت پیش آتی ہے لیکن اسلام کی جنگ اور دوسری جنگوں میں بڑا فرق ہے۔ مؤمن اللہ کے لئے لڑتا ہے اس کا مقصد امن کا قیام، نیکی کا رواج اور ظلم کا خاتمہ ہوتا ہے جبکہ غیر مؤمن کی جنگ کے پسِ پردہ دُنیا اور اس کے مادی فوائد کارفرما ہوتے ہیں۔ اس لئے اہل اسلام کو چاہیے کہ حق وانصاف کے قیام کے لئے میدانِ عمل میں اُتریں اور ظلم کے استیصال کے لئے طاغوتی طاقتوں سے ٹکرا جائیں۔

اگر مسلمان متحد ہو کر اپنی ساری صلاحیتیں بروئے کار لائیں تو طاغوتی طاقتوں کی اصلاح مشکل نہیں ہے کیونکہ شیطان کا مکر و فریب بہت کمزور ہے۔ اس کا مفاد صرف دنیا تک محدود ہے لہٰذا ظاہری شکست کے آثار نظر آتے ہی وہ جان بچا کر بھاگ جاتا ہے جبکہ مؤمن استقامت کا پہاڑ ہے۔ ظاہری شکست کی صورت میں بھی اُخروی کامیابی اس کے حوصلوں کو بلند رکھتی ہے۔

[۸۵] یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔ کفار کے مظالم سے تنگ آ کر جب مسلمان جوابی کاروائی کا مطالبہ کرتے تو منافقین بھی ناچار اس مطالبہ کا ساتھ دیتے ورنہ ان کے نفاق کے ظاہر ہونے کا خطرہ تھا مگر حضورِ اکرم ﷺ نے تلوار اُٹھانے کی بجائے صبر کی تلقین فرمائی کیونکہ ابھی جہاد کی اجازت نہیں ملی تھی لیکن بعد میں جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو منافقین کفار کے حملوں سے ڈر گئے اور جہاد پر اعتراض کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کیوں فرض کیا ہے اور اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا منافقین کا شیوہ ہے کسی مخلص صحابی کی زبان سے ایسا جملہ صادر نہیں ہوسکتا۔ (تفسیر قرطبی و تفسیر کبیر)

Marfat.com

اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۟ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾

اور مہلت کیوں نہ دی۔ آپ فرمایئے! دنیا کا سامان بہت قلیل ہے۔ [۸۶] اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت زیادہ بہتر ہے اور تم پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِىْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾

۷۸۔ تم جہاں کہیں بھی ہو موت تم کو پالے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔ [۸۷] اگر انہیں کوئی اچھائی پہنچے تو کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہتے ہیں یہ آپ ﷺ کی طرف سے ہے۔ آپ ﷺ فرمایئے! سب اللہ کی طرف سے ہے۔ تو ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں جاتے۔

---

[۸۶] اس جملہ میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مال و متاع کی حقیقت اور آخرت کے اجر و ثواب کی عظمت بیان فرمائی ہے یعنی:

۱۔ دنیا کی نعمتیں قلیل ہیں جبکہ آخرت کی نعمتیں کثیر بھی ہیں اور خاصیت میں بہتر بھی جیسے حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں اور نہ کسی کان نے ان کے متعلق سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی خیال آیا۔" (بخاری: بدء الخلق: باب ۸)
نیز آپ ﷺ نے فرمایا: "آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں پانی کا وہ ایک قطرہ جو انگلی کے ساتھ لٹک جائے۔" (ابن ماجة: کتاب الزهد: حدیث نمبر ۴۱۰۸)

۲۔ دنیا کی نعمتیں فتنہ اور آزمائش ہیں لہٰذا ان کے استعمال میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے جبکہ آخرت کی نعمتیں ذریعہ امن وسکون ہیں کسی فکر کی ضرورت نہیں۔

۳۔ دنیا کی نعمتوں کا حساب ہوگا جبکہ آخرت کی نعمتیں اللہ تعالیٰ کی میزبانی ہے کوئی حساب نہیں ہوگا۔

۴۔ دنیا کی نعمتیں فانی اور ان کا فائدہ عارضی ہے جب کہ آخرت کی نعمتیں باقی اور ان کا فائدہ دائمی ہے۔ لہٰذا ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو چھوڑ کر صرف فانی چیزوں پر اکتفا کر لینا کوئی دانشمندی نہیں کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔ "اس دنیا کی قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کے ہاں اگر مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کفار کو پانی کا ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوتا۔" (ابن ماجة: حدیث نمبر ۴۱۱۰: کتاب الزهد) نیز آپ نے فرمایا۔ "میری اور اس دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سوار راستے میں تھوڑی دیر کے لئے کسی درخت کا سایہ حاصل کرتا ہے اور پھر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔" (ابن ماجة: حدیث نمبر ۴۱۰۹: کتاب الزهد)

[۸۷] موت سے ڈر کر بزدلی دکھانا اور ضرورت پڑنے پر ملک و ملت کے لئے جہاد سے جی چرانا کوئی عقل مندی نہیں کیونکہ جہاد

Marfat.com

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾

۷۹۔ (اے انسان!) تم کو جو اچھائی پہنچتی ہے سو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی تم کو پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے۔ [۸۸] اور ہم نے آپ ﷺ کو سب لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ [۸۹] اور اللہ تعالیٰ (آپ کی رسالت کا) گواہ کافی ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾

۸۰۔ جس نے رسول کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ [۹۰] اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے آپ کو ان کا پاسبان بنا کر نہیں بھیجا۔

میں جانے سے موت قریب نہیں آجاتی اور احتیاطی تدابیر کرنے سے موت کو روکا نہیں جاسکتا۔ مثال کے طور پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ متعدد جنگوں میں شریک ہوئے، تلواروں کے جھرمٹ میں بے خطر کود پڑتے، ہزاروں کافروں کو تہہ تیغ کیا، اس کے باوجود وہ کسی جنگ میں شہید نہیں ہوئے اور ان کی موت اپنے گھر میں بستر پر آئی۔ بہر حال موت کا وقت اور جگہ مقرر ہے جو آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔

[۸۸] گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو اچھائی ونعمت اور برائی ومصیبت انسان کو پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے مگر وہ حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور اس آیت میں فرمایا کہ اچھائی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور برائی انسان کی اپنی طرف سے آتی ہے۔ اس میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ پہلی آیت میں خیر اور شر کی تخلیق کا بیان ہے اور دوسری آیت میں ان کے سبب کا بیان ہے۔ نیز علامۃ بیضاوی ؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہر کام کا خالقِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن اچھائی کا باعث اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے جیسے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتے نازل ہوئے اور برائی کا باعث انسان کی اپنی کوتاہیاں ہیں جیسے غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو نقصان اُٹھانا پڑا۔ اگرچہ اس کا بھی فاعلِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی تھا لیکن درّہ پر متعین تیر اندازوں کی جلد بازی اس کا سبب بنی تھی۔ لہٰذا انسان کو ہر کام کرنے سے پہلے اس کے انجام پر سنجیدگی سے غور وفکر کرنا چاہیے تاکہ کل کو پچھتانے کی نوبت نہ آئے۔

[۸۹] یعنی حضورِ اکرم ﷺ کو تمام انسانوں کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ کوئی رنگ، نسل اور علاقہ اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ آپ ﷺ سب کے لئے رسول ہیں کوئی مانے یا نہ مانے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت کا گواہ کافی ہے۔

[۹۰] اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی نافرمانی دراصل اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ اور اگر کوئی انسان حضورِ اکرم ﷺ کی اطاعت اور سنت کو چھوڑ کر

Marfat.com

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ
بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ۭ
وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ
وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾

۸۱۔ اور کہتے ہیں ہم نے حکم مان لیا اور جب وہ آپ کے پاس سے اُٹھ کر باہر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات بھر تمہاری باتوں کے خلاف مشورے کرتا ہے۔ [۹۱] اور اللہ تعالیٰ لکھ رہا ہے جو کچھ وہ راتوں کو کہتے ہیں آپ ان سے منہ پھیر لیں اور اللہ پر توکل رکھیں اور اللہ تعالیٰ (آپ کا) کارساز کافی ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ
عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا
كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾

۸۲۔ کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت اختلاف پاتے۔ [۹۲]

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ
الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى
الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ
الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ
اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾

۸۳۔ اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو اس کا چرچا کرتے ہیں [۹۳] اور اگر یہ لوگ اس خبر کو رسول یا اپنے صاحبانِ امر تک پہنچا دیتے تو ان میں سے استنباط کرنے والے اس خبر (کی حقیقت) کو جان لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی [۹۴] تو سوائے چند لوگوں کے تم شیطان کے پیروکار بن جاتے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا چاہے تو یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید اور احکامِ الٰہی پر عمل کرنے کا طریقہ حضورِ اکرم ﷺ کی سنت سے ہی مل سکتا ہے۔ نیز یہ آیت واضح کرتی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ معصوم اور خطاؤں سے پاک ہیں کیونکہ اگر آپ سے غلطی کا امکان ہوتا تو آپ کی اطاعت کو اطاعتِ الٰہی قرار نہ دیا جاتا۔

[۹۱] یعنی میرے پیارے حبیب! جب یہ منافقین آپ ﷺ کے پاس آتے ہیں تو آپ ﷺ کی اطاعت کا اقرار کرتے ہیں اور راتوں کو آپ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے ہیں لیکن آپ ﷺ ان کی پرواہ نہ کریں، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور وہی آپ کا کارساز کافی ہے۔

[۹۲] اس آیت میں قرآن مجید کی صداقت جانچنے کے لئے ایک معیار بیان کیا گیا ہے یعنی تئیس (۲۳) سال کے طویل عرصہ میں نازل ہونے والی ضخیم کتاب میں کہیں اختلاف نہیں ہے۔ نہ الفاظ و معانی میں اور نہ احکام و مضامین میں۔ اگر قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اتنے طویل عرصہ میں مختلف احوال کے باعث اس میں اختلاف ضرور ہوتا لیکن اس میں اختلاف کا نہ ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ کاش غیر مسلم قرآن مجید کے الفاظ و مضامین میں غور و فکر کریں اور اپنی دُنیا و آخرت سنوارنے کے لئے اس سراپا صداقت کتاب پر ایمان لے آئیں۔

Marfat.com

فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِیْلًا ﴿۸۴﴾

۸۴۔ پس اے نبی! تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ [۹۵] آپ کو صرف آپ کی ذات کا مکلّف کیا جائے گا۔ اور اہل ایمان کو جہاد کی ترغیب دو۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے زور کو روک دے اور اللہ کی طاقت سب سے زیادہ اور اس کی سزا بہت سخت ہے۔

[۹۳] ہجرت کے بعد کفار کے ساتھ جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مسلمان مسلسل ایسے حالات میں زندگی بسر کر رہے تھے جنہیں بجا طور پر زمانۂ جنگ کہا جا سکتا ہے۔ ایسے ہنگامی حالات میں غلط افواہیں اور بے بنیاد خبریں پھیلانے سے طرح طرح کے نقصانات کا اندیشہ تھا۔ مثلاً امن و فتح کی خبر سے غفلت اور خوف و شکست کی خبر سے مسلمانوں میں افسردگی پھیل جاتی۔ اس لئے منافقین کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ سنی سنائی خبریں عام لوگوں میں پھیلانے کی بجائے صرف حضورِ اکرم ﷺ یا ذمہ دار لوگوں تک پہنچا دیں تاکہ وہ اس خبر کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد اس کے متعلق مناسب اقدام کریں اور زمانۂ جنگ میں تو بعض دفعہ صحیح خبر کا چرچا بھی نقصان دہ ہوتا ہے اور اگر کوئی غلط خبر پھیل جائے تو اس کے نقصان کو قابو کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے آگے پھیلانا درست نہیں ہے کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بغیر تحقیق کے بیان کر دے'' (رواہ مسلم از ریاض الصالحین)

اس آیت کے ضمن میں علامة فخر الدین رازی رحمة الله تعالیٰ علیه لکھتے ہیں کہ اجتہاد اور قیاس کرنا بھی شریعت میں حجت اور دلیل ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ صرف ان مسائل ہی میں ہو جن کے متعلق قرآن و حدیث میں واضح حکم موجود نہ ہو اور صرف وہی اہل علم کریں جو استنباط کی اہلیت رکھتے ہوں اور اس کے بعد عام لوگوں پر واجب ہے کہ وہ ان علماء کی تقلید کریں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ بھی مسائلِ شریعہ میں استنباط کرتے تھے (تفسیر کبیر) نیز اس آیت سے تقلید کا حجت ہونا بھی ثابت ہوتا ہے یعنی اہل علم قرآن و سنت کی روشنی میں جن مسائل کا استنباط کریں ان مسائل میں اہل علم کی تقلید کی جائے۔

[۹۴] اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مراد قرآنِ کریم کا یہ حکم ہے کہ تم افواہوں کو پھیلانے کی بجائے حضورِ اکرم ﷺ اور اہل علم تک پہنچا دو اور اگر اللہ تعالیٰ اس حکم کے ذریعہ تم پر اپنا فضل نہ فرماتا تو تم لوگ جھوٹی افواہوں کا شکار ہو کر شیطان کے پیروکار بن جاتے اور صرف چند لوگ ہی ثابت قدم رہتے جو اپنے علم و عقل کے ذریعہ جھوٹی اور سچی خبروں میں امتیاز کرتے اور حالات کے مطابق اقدام کرتے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ہدایات کا شکر ادا کرو اور ان پر پوری طرح عمل کرو۔

[۹۵] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو جہاد کرنے کا حکم دیا کہ جب باطل حق کے مقابلہ میں آئے تو جہاد کے لئے قدم آگے بڑھاؤ خواہ آپ تنہا ہی کیوں نہ ہوں اور غالباً اسی لئے حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ''بخدا میں کفار سے ضرور لڑوں گا خواہ میری گردن ہی جدا ہو جائے۔'' (بخاری: کتاب الشروط: باب ۱۵) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو

Marfat.com

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

۸۵۔ جو اچھی (چیز کی) شفاعت کرے گا اس کے لئے بھی اس میں سے حصہ ہوگا۔ [۹۶] اور جو بُری (چیز کی) شفاعت کرے گا اس کے لئے بھی اس میں سے حصہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾

۸۶۔ اور جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ سلام کرو۔ [۹۷] یا (کم از کم) وہی الفاظ لوٹا دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

النصف

بھی جہاد کی ترغیب دو۔ عنقریب اللہ تعالیٰ کفار کے زور کو توڑ دے گا چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا اور سارے عرب کے علاقہ پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور جب تک مسلمان پورے اسلام پر عمل پیرا رہے تو دنیا میں سپر پاور کے روپ میں جلوہ گر رہے۔

[۹۶] نیک کام میں کسی کی مدد یا سفارش کرنا اچھی شفاعت ہے اور شفاعت کرنے والے کو بھی اس نیکی سے ثواب کا حصہ ملے گا اور بُرے کام میں کسی کی مدد یا سفارش کرنے سے اسے بھی اس برائی کے بدلے میں عذاب کا حصہ ملے گا۔ قرآن مجید میں ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم میں باہم تعاون نہ کرو۔" (المائدۃ:۵:۲) نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "نیکی کی رہنمائی کرنے والا بھی نیکی کرنے والے کی مثل ہے۔" (ترمذی: حدیث نمبر ۲۶۶۹)

[۹۷] یعنی جب تمہیں کوئی سلام کہے تو تم اس میں محبت بھرے الفاظ کا اضافہ کر کے بہتر انداز میں جواب دو یا کم از کم وہی الفاظ دوہرا دو جن سے تمہیں سلام کیا گیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "اگر غیر مسلم تمہیں سلام کہے تو اس کے وہی الفاظ دوہرا دو جن سے اس نے تمہیں سلام کہا۔" (تفسیر تنویر المقباس) نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "جب اہل کتاب تمہیں سلام کہیں تو تم انہیں کہو "وعلیکم" یعنی تم پر بھی ایسا ہی ہو۔" (بخاری: کتاب الاستئذان: باب ۲۲) ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرک اور یہود سب اکٹھے بیٹھے تھے آپ ﷺ نے انہیں سلام کہا (یعنی السلام علیکم)۔ (ریاض الصالحین: کتاب السلام)

سلام کے الفاظ و معانی: دنیا کی ہر قوم میں ایسے الفاظ کا رواج پایا جاتا ہے جن سے وہ آپس میں ملاقات کے وقت اپنی خوش اخلاقی، ہمدردی اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اسلام میں ملاقات کے الفاظ ہیں۔ السلام علیکم (تم پر ہر قسم کی سلامتی ہو) غیر مسلم قوموں کے مقابلہ میں اسلامی سلام زیادہ جامع اور بامعنیٰ ہے۔ جیسے الحمد للہ (سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں) میں حمد سے پہلے ال استغراق کے لئے ہے یعنی ہر زمانے کی، ہر علاقہ کی، ہر قوم کی اور دنیا کی ہر چیز کی ہر قسم کی تعریف کا اصل مستحق اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی طرح السلام علیکم میں سلام سے پہلے ال بھی استغراق کے لئے ہے۔ یعنی صحت و عمر کی، مال و اولاد کی، خاندان و ایمان کی، حال و مستقبل کی، دنیا و آخرت کی الغرض دین و دنیا کی ہر قسم کی سلامتی تجھے نصیب ہو اور ہر قسم کی مصیبت

Marfat.com

سے تو محفوظ رہے۔ صرف دو لفظوں میں اتنی کامل دُعا دُنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ اسی لئے مسلمان چاہے کسی زبان سے تعلق رکھتا ہو ملاقات کے وقت یہی عربی زبان کے الفاظ استعمال کرتا ہے جبکہ دوسری قوموں کی ملاقات کے الفاظ زبان کے ساتھ بدل جاتے ہیں۔

نیز لفظ ''سلام'' اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی بھی ہے اس اعتبار سے السلام علیکم کا معنیٰ ہے۔ ''اللہ تعالیٰ تمہارا محافظ ہو'' لہٰذا سلام کرتے وقت مسلمان اللہ تعالیٰ کے نام کا خود بھی ذکر کرتا ہے اور اپنے مسلمان بھائی کو یاد دلانے کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ اسلامی سلام نہ صرف ایک کامل دعا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی رحمتوں کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔

سلام کی تاریخ: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد فرمایا۔ جاؤ فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کرو اور ان کا جواب غور سے سنو یہ تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے ملاقات کا تحفہ ہوگا چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو کہا۔ السلام علیکم اور فرشتوں نے جواب دیا۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ (ریاض الصالحین: کتاب السلام) اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اسلامی سلام کوئی جدید طریقہ نہیں ہے بلکہ انسانِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے ادوار میں بھی جاری رہا حتیٰ کہ موجودہ بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سلام بھی یہی لکھا ہوا ہے یعنی:

''Peace be on you''(The Holy Bible: Luke: Chapter 24 Verse 36)

اس انگریزی کا عربی ترجمہ السلام علیکم ہی بنتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت یعنی السلام علیکم کو چھوڑ کر good morning کب شروع کیا ہے۔ اور اب تو اس میں بھی تخفیف کر دی ہے یعنی good کو چھوڑ کر صرف morning پر اکتفا کرتے ہیں اور پتہ نہیں اس کا کیا معنیٰ مراد لیتے ہیں؟

سلام کے آداب: سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کے نزدیک بہتر وہ انسان ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (احمد: جلد ۵: صفحہ ۲۵۴) سوار پیدل کو، پیدل بیٹھے ہوئے کو، تھوڑے زیادہ کو اور چھوٹے بڑے کو سلام کریں (ترمذی: کتاب الاستیئذان: باب ۱۴) سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے۔ (ترمذی: کتاب الاستئذان: باب ۳۱) جب بھی دو مسلمان ملاقات کے بعد مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے الگ ہونے سے پہلے ان کو بخش دیا جاتا ہے۔ (ترمذی: کتاب الاستئذان: باب ۳۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قصہ بیان کرتے ہوئے کہا ہم حضور ﷺ کے قریب ہوئے اور ان کے ہاتھ چوم لئے۔ (ریاض الصالحین: کتاب السلام) پیارے بیٹے! جب تم گھر میں جاؤ تو اپنے اہل خانہ کو سلام کہو اس طرح تمہیں اور تمہارے اہل خانہ کو برکت حاصل ہوگی۔ (ترمذی: کتاب الاستئذان: باب ۱۰)

نوٹ: حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے فرشتوں کو سلام کیا لہٰذا ہم جب کسی کو سلام کریں تو ہمیں اس کے ساتھ اس کی نیکی اور بدی لکھنے والے فرشتوں کی نیت بھی کرنی چاہیے تاکہ فرشتے بھی ہمارے سلام کا جواب دیں اور اس طرح ہم ان

Marfat.com

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿٨٧﴾ ع ٨	٨٧۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے وہ ضرور تم کو قیامت کے دن جمع کرے گا [٩٨] جس دن (کے آنے) میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ سے زیادہ سچی بات والا اور کون ہوگا۔

کے معصوم سلام سے بھی فیض یاب ہو جائیں گے۔ اختتامِ نماز پر سلام کہتے ہوئے بھی ہمیں اطراف کے نمازیوں کے علاوہ اپنے دائیں بائیں متعین فرشتوں کو بھی سلام کہنا چاہیے اور اگر ہم نے اپنے ساتھ رہنے والے فرشتوں کو کبھی سلام نہ کیا تو وہ کیا سوچیں گے کہ ہم ایک مسلمان کے ساتھ پچاس ساٹھ سال کا عرصہ رہے لیکن اس نے ہمیں کبھی سلام تک نہیں کیا۔ نیز خط میں لکھے ہوئے سلام کا جواب بھی پڑھتے وقت ہی دے دینا چاہیے ممکن ہے جواب لکھنے سے پہلے موت آجائے اور یہ فرض بطورِ قرض باقی رہ جائے۔ جو لوگ نماز، خطبہ، اذان، اقامہ، تلاوتِ قرآن، علم شرعی کے مذاکرہ، وعظ کرنے، وعظ سننے یا رفع حاجت میں مشغول ہوں اُن کو سلام کرنا جائز نہیں اور اگر کوئی اُن لوگوں کو سلام کر دے تو اُس سلام کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔

سلام کی فضیلت: حضورِ اکرام ﷺ نے فرمایا:

١۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ تم جنت میں داخل نہ ہو گے حتیٰ کہ تم ایمان لے آؤ اور تمہارا ایمان مکمل نہیں ہے یہاں تک کہ تم آپس میں محبت کرو۔ کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جس کے کرنے کے بعد تم آپس میں محبت کرنے لگو (پھر خود ہی فرمایا) اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔ (ترمذی: کتاب الاستئذان: باب ١)

٢۔ السلام علیکم کہنے سے دس نیکیاں، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے سے بیس نیکیاں اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔ (ترمذی: کتاب الاستئذان: باب ٢)

[٩٨] قیامت کا دن اور اس کا حساب و کتاب صرف ایک عقیدہ ہی نہیں بلکہ ایک ایسا نگران ہے جو انسان کے ذہن و ضمیر اور اس کے ظاہر و باطن میں ہر وقت حاضر رہتا ہے اور کسی بھی غلط خیال یا بُرے اقدام پر اسے متنبہ کرتا ہے کہ تیری یہ کوتاہی لوگوں کی نگاہوں سے تو اوجھل ہو سکتی ہے مگر آخرت کی سزا سے نہیں بچ سکتی۔ دنیا کے نوے فیصد جرائم اس اُمید پر کیے جاتے ہیں کہ وہ قانون کی نگاہ سے بچ جائیں گے یا رشوت و سفارش سے کام بن جائے گا لیکن جب کسی مجرم کی گرفت یقینی ہو تو نوے فیصد جرائم از خود ختم ہو جاتے ہیں۔ سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ جرائم کی دنیا بھی اتنی آگے جا چکی ہے کہ جدید ٹیکنالوجی بھی جرائم کا راستہ روکنے میں ناکام ہو چکی ہے لہٰذا آج دنیا کو عقیدۂ آخرت کی ضرورت ہے جو صرف ظاہر نہیں بلکہ انسان کے ذہن و ضمیر پر بھی چوکیدار بٹھا دیتا ہے اور آخرت کی سخت سزا اسے جرائم کے ارتکاب سے باز رکھتی ہے۔

Marfat.com

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾

۸۸۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کہ منافقوں کے بارے میں تم دو گروہ بن گئے ہو۔ [۹۹] حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے اوندھا کر دیا ہے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اسے ہدایت دو جسے اللہ نے گمراہ کر دیا ہے۔ اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو تُو اس کے لئے (ہدایت کا) کوئی راستہ نہ پا سکے گا۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾

۸۹۔ وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں اسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ تا کہ تم سب برابر ہو جاؤ۔ لہٰذا تم ان سے اپنے دوست نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کریں۔ پھر اگر وہ (ہجرت سے) روگردانی کریں تو اُنہیں پکڑو اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور ان میں سے کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ۔

---

[۹۹] اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر ایک قول نقل کرتے ہیں کہ کچھ لوگ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا پھر وہ مرتد ہو گئے اور حضورِ اکرم ﷺ سے اجازت مانگی تا کہ وہ مکہ سے اپنا مال مدینہ لے آئیں اور یہاں اس مال سے تجارت کریں۔ تو ان کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا۔ بعض نے کہا وہ منافق ہیں (کیونکہ وہ کفارِ مکہ سے مل گئے ہیں) اور بعض کہنے لگے وہ مسلمان ہیں (کیونکہ وہ اپنے مال لے کر مدینہ واپس آ جائیں گے) لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کو ظاہر کر دیا اور ان سے جنگ کرنے کا حکم دے دیا۔ (تفسیر جامع البیان)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے کافرانہ عقائد و اعمال کی وجہ سے ان کی گمراہی کا اعلان کر دیا ہے۔ اب ان کی اصلاح کی کوئی صورت نہیں ہے بلکہ وہ اپنے کفر میں اتنے پختہ ہیں کہ وہ آپ کو بھی کافر بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ان سے دوستی نہ رکھو اور اگر وہ خلوص سے ایمان نہ لائیں اور نہ ہی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت پر آمادہ ہوں (کیونکہ فتح مکہ سے پہلے اس پر ہجرت فرض تھی جو اسکی استطاعت رکھتا ہو) اور تمہارے ان دشمنوں کے پاس جانے لگیں جن کے ساتھ تمہاری جنگ شروع ہے۔ تو اُنہیں مت جانے دو۔ جہاں ملیں پکڑ کر قتل کر دو ورنہ یہ دشمنوں کے ساتھ مل کر تمہیں قتل کر دیں گے۔ لیکن اگر وہ کسی ایسے قبیلہ کی پناہ اختیار کر لیں جن کے ساتھ تمہارا صلح کا معاہدہ ہے تو پھر اُنہیں کچھ نہ کہو اور اگر وہ تمہارے پاس آ کر جنگ نہ کرنے کا یقین دلا دیں تو بھی ان سے تعرض نہ کرو۔ یعنی اگر وہ جنگ کریں تو تم بھی ان سے قتال کرو اور اگر وہ جنگ سے باز آ جائیں تو تم بھی ان کے قتل سے ہاتھ روک لو۔

Marfat.com

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾

۹۰۔ مگر اُن کو (قتل نہ کرو) جو کسی ایسی قوم سے جاملیں جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تمہارے ساتھ لڑنے سے اور اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے ان کے دل تنگ آچکے ہوں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا تو وہ ضرور تم سے لڑتے۔ پھر اگر وہ تم سے کنارہ کش ہو جائیں اور تم سے لڑائی نہ کریں [۱۰۰] اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان کے خلاف لڑنے کا کوئی راستہ نہیں رکھا۔

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾ ع ۱۲

۹۱۔ عنقریب تم ایک اور قسم کے منافقوں کو پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں لیکن جب کبھی فساد کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تو اس میں کود پڑتے ہیں۔ [۱۰۱] پس اگر وہ تم سے کنارہ کش نہ ہوں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھی نہ بھیجیں اور (لڑائی سے) اپنے ہاتھ بھی نہ روکیں تو ان کو پکڑ لو اور انہیں جہاں پاؤ قتل کر دو اور یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہم نے تمہیں کھلا اختیار دیا ہے۔

---

[۱۰۰] اللہ تعالیٰ نے دوبارہ وضاحت فرمادی کہ اگر وہ جنگ نہ کریں اور صلح کے لئے ہاتھ بڑھائیں تو پھر مسلمانوں کو ان سے لڑنے اور انہیں قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

[۱۰۱] بعض منافقین ایسے بھی تھے جو بظاہر پرامن رہنے کا دعویٰ کرتے تھے لیکن جب بھی قوم انہیں مسلمانوں پر حملہ کرنے کی دعوت دیتی تو وہ کفار کے لشکر میں شریک ہو جاتے لہٰذا اگر یہ منافقین امن پسندی کا عملی ثبوت فراہم نہ کریں اور جب بھی موقع ملے تم پر شب خون مارنے سے باز نہ آئیں تو پھر تم بھی ان کا لحاظ نہ کرو اور جہاں ملیں انہیں موت کے گھاٹ اُتار دو۔

Marfat.com

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِــيْمًا حَكِـيْمًا ﴿۹۲﴾

۹۲۔ کسی مؤمن کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مؤمن کو قتل کرے [۱۰۲] مگر غلطی سے۔ اور جس نے کسی مؤمن کو غلطی سے قتل کیا تو (اس کی سزا یہ ہے کہ) ایک مسلمان گردن آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کرے مگر یہ کہ وہ خود ہی (دیت) معاف کر دیں۔ پھر اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جو تمہارا دشمن ہے اور وہ مقتول مسلمان ہو تو (قاتل) ایک مسلمان گردن آزاد کرے اور اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو تو مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے اور ایک مسلمان گردن کو آزاد کیا جائے۔ پھر جو غلام نہ پائے تو وہ لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے۔ اللہ کی طرف سے اس کی توبہ یہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے

---

[۱۰۲] کسی مؤمن کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی دوسرے مؤمن کو قتل کرے لیکن اگر غلطی سے قتل ہو جائے یعنی نشانہ لگایا تھا کسی جانور کو اور جا لگا کسی انسان کو۔ تو چونکہ اس میں قتل کا ارادہ نہیں تھا اس لئے اس کو قتل خطا کہا جاتا ہے۔ اس آیت میں قتل خطا کی تین صورتیں اور ان کے احکام بتائے گئے ہیں۔

۱۔ اگر مقتول مسلمان ہو تو قاتل بطور کفارہ ایک مسلمان غلام یا لونڈی آزاد کرے اور بطور حق العباد مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کرے جو کہ ایک سو اونٹ یا ان کی قیمت ہے۔ دیت کی ایک وجہ یہ ہے کہ مقتول کے وارثوں کی دلجوئی ہوگی اور ان کے انتقامی جذبات ٹھنڈے ہو جائیں گے لیکن اگر مقتول کے وارث دیت کو معاف کرنا چاہیں تو وہ کر سکتے ہیں لیکن کفارہ کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہو سکتا۔

نوٹ: دیت کا مال مقتول کے شرعی وارثوں میں میراث کی طرح تقسیم کیا جائے گا اور اگر کوئی وارث نہ ہو تو ان کا قائم مقام بیت المال قرار پائے گا۔

۲۔ اگر مقتول ہو تو مسلمان لیکن ایسی کافر قوم کا فرد ہو جو مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہے۔ تو قاتل صرف ایک مسلمان غلام یا لونڈی آزاد کر دے اس پر دیت لازم نہیں کیونکہ مقتول کے وارث حربی کافر ہیں اگر انہیں دیت ادا کی گئی تو وہ مسلمانوں کے خلاف استعمال ہوگی جو کسی طرح قرین قیاس نہیں۔

Marfat.com

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

۹۳۔ اور جو شخص کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کرے [۱۰۳] تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے عذابِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

۳۔ اگر مقتول (خواہ مسلمان ہو یا کافر) اس قوم کا فرد ہو جس کے ساتھ تمہارا صلح کا معاہدہ ہو تو اس صورت میں قاتل ایک مسلمان غلام یا لونڈی آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو دیت بھی ادا کرے کیونکہ معاہد ذِمی کی طرح ہوتا ہے اور ذِمی کا مال و جان مسلمانوں کی حفاظت میں اتنا ہی درجہ رکھتا ہے جیسے مسلمانوں کا اپنا جان و مال ہے۔ ذِمی اسلامی حکومت کی غیر مسلم رعایا کا نام ہے اور ان کی دیت مسلمانوں کے برابر ہے یعنی سو اونٹ۔ لہٰذا کفارہ اور دیت کے لحاظ سے ذِمی اور معاہد کافر بھی ایک مسلمان کے برابر کا حق رکھتا ہے (تفسیر بیضاوی) اس صورت میں کافر مقتول کی دیت اس کے کافر وارثوں کو دی جائے گی کیونکہ اس دیت کا مال مسلمانوں کے خلاف استعمال نہیں ہوگا۔

نوٹ: اگر کوئی شخص غلام آزاد نہ کر سکے جیسا کہ آجکل غلامی کا دور ختم ہو گیا ہے تو پھر وہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے کیونکہ اس کی توبہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی طریقہ مقرر ہے۔

[۱۰۳] کسی مسلمان کو قصداً قتل کرنے کی جتنی سزائیں اس آیت میں بیان کی گئی ہیں (یعنی جہنم میں ہمیشہ رہنا، اللہ کا غضب، اس کی لعنت اور عذابِ عظیم کا مستحق ہونا) اتنی سخت سزائیں بیک وقت کسی بھی گناہ کی بیان نہیں کی گئیں لیکن یہ وعید اُن کے لئے ہے جو مسلمان کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں اور توبہ کئے بغیر مر جاتے ہیں۔ کیونکہ سچے دل سے توبہ کرنے والے کی توبہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قبول فرماتا ہے۔ اس جرم کی سنگینی کو بیان کرتے ہوئے حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک ایک مسلمان کا ناحق قتل کرنا اللہ کے نزدیک ساری دنیا کے زوال کی بہ نسبت زیادہ نقصان دہ ہے'' (نسائی : کتاب تحریم الدم : باب ۲) نیز فرمایا: ''بے شک ساری دنیا کا ہلاک ہونا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے ناحق قتل کے مقابلہ میں بہت معمولی اور حقیر ہے'' (ترمذی: حدیث نمبر ۱۳۹۵)

نوٹ: اسلام نے کسی ایک انسان (مسلمان ہو یا کافر) کے ناحق قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ (قرآن: ۵: ۳۲) لیکن مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا قتل اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔ یہ صرف ایک جان کا قتل نہیں بلکہ اسلامی اخوت کا بھی قتل ہے۔ اس کی آخروی سزا تو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے البتہ اس قتل کی دُنیاوی سزا قصاص ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۷۸)

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

۹۴۔ اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلو تو خوب تحقیق کر لیا کرو [۱۰۴] اور جو تم کو سلام کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔ تم دنیاوی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو اللہ کے پاس بہت مالِ غنیمت ہیں اس سے پہلے تم بھی تو ایسے ہی تھے۔ [۱۰۵] پھر اللہ نے تم پر احسان فرمایا لہٰذا تم خوب تحقیق کر لیا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾

۹۵۔ معذوروں کے سوا (گھر میں) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ [۱۰۶] اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے مجاہدوں کو اللہ نے بیٹھنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے۔ اور سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے لیکن اللہ نے مجاہدوں کو بیٹھنے والوں پر اجرِ عظیم کی فضیلت دی ہے۔

---

[۱۰۴] ایک دفعہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت جہاد پر جا رہی تھی حربی کفار کے علاقہ میں ایک آدمی اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ اس چرواہے نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سلام کیا جو عملاً اس کے مسلمان ہونے کا اظہار تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سمجھا یہ چرواہا محض اپنی جان اور مال بچانے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے اُسے قتل کر دیا اور اس کی بکریاں بطورِ مالِ غنیمت حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر) یعنی جب کوئی شخص اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرے تو غنیمت کے حصول میں اس کا اسلام رد نہ کرو اور اس کو قتل کرنے سے پہلے پوری طرح تحقیق کر لو کیونکہ مالِ غنیمت کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں بے شمار نعمتیں ہیں جو جائز طریقوں سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

[۱۰۵] یعنی ایک زمانہ تھا جب مکہ میں تم بھی اس چرواہے کی طرح ایمان چھپانے پر مجبور تھے اور تمہارے پاس زبانی اقرار کے سوا اپنے ایمان کا کوئی ثبوت موجود نہیں تھا اب تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ایک آزاد اسلامی ریاست میں تمہیں کسی کا خوف اور ڈر نہیں ہے۔ لہٰذا اپنے ابتدائی حالات کو یاد رکھو اور کسی کو بغیر تحقیق کے کافر خیال نہ کرو۔

Marfat.com

دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۹۶ ع

۹۶۔ اللہ کی طرف سے (ان کے لئے) درجات ہیں اور بخشش ہے اور رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىھُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُھَاجِرُوْا فِيْھَا ۭ فَاُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىھُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۹۷ۙ

۹۷۔ جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے جب فرشتوں نے ان کی روحیں قبض کیں۔ [۱۰۷] تو پوچھا تم کس حال میں تھے؟ انہوں نے کہا ہم زمین میں بے بس تھے۔ فرشتوں نے کہا۔ کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

---

[۱۰۶] جو مسلمان بیماری یا کسی مجبوری کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکیں ان کا درجہ مجاہدین کے برابر نہیں ہو سکتا لیکن چونکہ ان کی نیت میں فتور نہیں ہے اور صرف معذوری کی وجہ سے جہاد میں شریک نہیں ہو سکے اس لئے ان کو بھی ان کی حسن نیت کا اچھا اجر ضرور ملے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ لیکن جو مسلمان عملاً جہاد میں شریک ہوتے ہیں ان کے درجات بہت بلند ہیں کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے جنت میں سو درجے تیار کر رکھے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان۔'' (بخاری: کتاب الجهاد: باب ۴)

[۱۰۷] حضورِ اکرم ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو ابتدا میں مسلمانوں کے لئے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنا فرض ہو گیا تھا کیونکہ ایک تو مکہ میں کافروں کے مظالم کی وجہ سے اسلام پر عمل کرنا مشکل تھا دوسرا مدینہ میں مسلمانوں کی قوت کو ایک جگہ جمع کرنا ضروری تھا تا کہ کفار کے حملوں کا مقابلہ کیا جا سکے لیکن جن مسلمانوں نے اس مشکل گھڑی میں اپنے خویش و اقارب اور مال و جائیداد کو چھوڑنا گوارا نہ کیا اور ہجرت کے اس فرض سے دانستہ گریز کیا تو ان کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور مرتے وقت جب فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ تم نے اسلام کے فرائض پر عمل کیوں نہ کیا تو اپنی بے بسی کا بہانہ تراشیں گے یعنی ہم مغلوب تھے کفار کے خوف کی وجہ سے عمل کرنے سے قاصر تھے۔ اس پر فرشتے کہیں گے کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی تمہیں ترکِ وطن کر کے کسی اور جگہ چلے جانا چاہیے تھے جہاں تم آزادی سے اسلام پر عمل پیرا ہو سکتے تھے اس پر وہ لاجواب ہو جائیں گے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے علاقہ سے ہجرت کرنا فرض ہے جس میں اسلام کے فرائض پر عمل کرنا مشکل ہو۔

Marfat.com

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿۹۸﴾

۹۸۔ مگر جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں جو نہ تو (ہجرت کی) کوئی تدبیر کر سکتے تھے اور نہ ہی کوئی راستہ جانتے تھے [۱۰۸]

فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿۹۹﴾

۹۹۔ تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان سے درگزر فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے۔

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۱۰۰﴾ ع

۱۰۰۔ اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں پناہ کے لئے بہت جگہ اور کشادہ روزی پائے گا۔ [۱۰۹] اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے پھر اس کو موت آ جائے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ (کے ذمۂ کرم) پر ثابت ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

---

[۱۰۸] ان سے مراد بھی وہ مسلمان ہیں جو ظالم کفار کے ساتھ مقیم تھے۔ یہ لوگ ہجرت کرنا چاہتے تھے مگر اس قدر کمزور اور بے بس تھے کہ کسی طرح بھی ہجرت پر قادر نہ تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی معذوری کے باعث اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے گا۔

[۱۰۹] اپنا وطن اور جائیداد چھوڑنا کوئی آسان کام نہیں لیکن جو خوش نصیب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی رضا کے لئے ہجرت کرتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں اجر عظیم کے مستحق قرار پاتے ہیں اور جو ہجرت کرنے کے بعد منزلِ مقصود تک پہنچنے سے پہلے راستہ میں ہی فوت ہو جائیں انہیں بھی ہجرت کا اجر و ثواب ضرور ملے گا۔ ہجرت کا لفظی معنیٰ ہے ''کسی چیز کو چھوڑ دینا'' اسلام میں اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمان ایسے علاقہ کو چھوڑ دے جس میں اسے اسلامی احکام پر عمل کرنے کی آزادی نہیں ہے۔ اس کی اسلام میں بڑی فضیلت ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً ہجرت ان سب گناہوں کو ختم کر دیتی ہے جو ہجرت سے پہلے کئے ہوں۔'' (مسلم: حدیث نمبر ۱۹۲)

لمحہ فکریہ: ہجرت کرنے کا مقصد اسلامی احکام پر عمل کرنا ہے اور اگر ایک مسلمان اسلامی ملک میں رہتے ہوئے اسلامی احکام پر عمل نہ کرے تو اسے اپنے اسلام پر نظرِ ثانی کی ضرورت ہے کیونکہ اصل اور افضل مہاجر وہ ہے جو برائیوں اور گناہوں کو ترک کرتا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ سے پوچھا گیا۔ کون سی ہجرت سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ''افضل ہجرت یہ ہے کہ انسان ہر اس چیز کو ترک کر دے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔'' (مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الایمان)

Marfat.com

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾

۱۰۱۔ اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو۔ [۱۱۰] اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تمہیں تکلیف پہنچائیں گے۔ بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

[۱۱۰] یعنی سفر میں نمازِ قصر کی اجازت ہے۔ اگر چہ آیت میں قصر کے لئے خوف کی شرط مذکور ہے لیکن یہ غالب احوال کے اعتبار سے ہے کیونکہ اس وقت پورا عرب مسلمانوں سے برسرِ پیکار تھا اور کوئی سفر خطرات سے خالی نہیں تھا۔ اس شرط کا یہ مطلب نہیں کہ جس سفر میں خوف کا اندیشہ نہ ہو اس میں قصر نہ کی جائے کیونکہ بعد میں جب کچھ علاقے پُر امن ہو گئے تو بھی حضورِ اکرم ﷺ نے اپنے تمام سفروں میں قصر فرمایا۔ اس پر بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ذہن میں بھی اشکال پیدا ہوا کہ اب تو امن ہے پھر ہم قصر کیوں کرتے ہیں تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے صدقہ ہے تم اس کا صدقہ قبول کرو۔'' (مسلم: حدیث نمبر ۶۸۶: کتاب المسافرین) نیز عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ قرآن میں خوف اور غیر سفر کی نماز کا ذکر تو ہے لیکن نمازِ سفر کا ذکر نہیں ہے۔ اس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف حضرت محمد ﷺ کو بھیجا جب کہ ہمیں کچھ علم نہ تھا پس ہم تو وہی کرتے ہیں جیسا ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔'' (ابن ماجۃ: کتاب الصلوٰۃ: باب ۷۳) نمازِ قصر سے مراد یہ ہے کہ چار رکعتوں والی فرض نمازوں یعنی ظہر، عصر اور عشاء میں چار کی بجائے دو رکعتیں ادا کی جائیں۔ نمازِ قصر ہجرت کے چوتھے سال شروع ہوئی اور سفر میں ان نمازوں کو قصر کرنا واجب ہے اور قصر نہ کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: جس سفر میں قصر کیا جاتا ہے اس کی مسافت میں اختلاف ہے۔ قدیم فقہاء کے مطابق یہ 98 کلومیٹر ہے اور اس سے مراد ایک طرف کا سفر ہے واپسی اس میں شامل نہیں۔ (امداد الفقہ)

مسئلہ: جو شخص اتنے سفر کا ارادہ کرے۔ اسے حکم ہے کہ وہ جب اپنے قیام کے شہر کے آباد حصے سے باہر نکل جائے تو نماز قصر کرے خواہ ابھی چند میل ہی سفر کیا ہو اور اسی طرح سے واپسی پر جب تک شہر کے آباد حصے میں داخل نہ ہو جائے اس وقت تک قصر ہی کرتا رہے۔

مسئلہ: مسافر جب تک کسی جگہ پندرہ یا اس سے زیادہ دن قیام کی نیت نہ کرے اس وقت تک وہ مسافر کے حکم میں ہی رہتا ہے۔ جب پندرہ دن قیام کی نیت کر لے تو وہ مقیم کے حکم میں آجاتا ہے۔ لہٰذا اب پوری چار رکعتیں ادا کرے۔

مسئلہ: سنتوں میں قصر نہیں ہے۔ بعض فقہاء نے مسافر کے لئے سنتیں چھوڑ دینے کو جائز قرار دیا ہے لیکن مختار یہ ہے کہ مسافر جب کسی منزل میں ٹھہرا ہوا ہو اور اسے کسی قسم کا خوف نہ ہو تو اس حالت میں سنتیں ادا کرے اور جب چل رہا ہو یا کسی قسم کے خوف میں مبتلا ہو تو فجر اور مغرب کی سنتوں کے سوا باقی سنتوں کو چھوڑ دے۔ (فتاویٰ عالمگیریۃ۔ مراقی الفلاح)

Marfat.com

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۣ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾

۱۰۲۔ اور (اے حبیب ﷺ) جب آپ ان میں موجود ہوں اور آپ (حالتِ جنگ میں) ان کے لئے نماز قائم کریں تو چاہیے کہ ان میں ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا ہو [۱۱۱] اور یہ لوگ اپنے ہتھیاروں سے مسلح رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو وہ پیچھے چلیں جائیں اور دوسرا گروہ آجائے جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی پس وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں اور وہ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لئے رہیں۔ کافر یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے اسلحہ اور اپنے ساز و سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔ اور تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو مگر (پھر بھی دشمن سے) ہوشیار رہو۔ [۱۱۲] بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

---

[۱۱۱] نمازِ خوف کے پڑھنے کا مختصر طریقہ یہ ہے کہ امام فوج کو دو گروہوں میں تقسیم کر دے۔ ایک گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پوری کر کے دشمن کے مقابل چلا جائے اور دوسرا گروہ جو دشمن کے مقابل کھڑا تھا وہ آکر امام کے ساتھ دوسری رکعت پڑھے پھر فقط امام سلام پھیرے اور پہلا گروہ آکر دوسری رکعت بغیر قرأت کے پڑھے (کیونکہ یہ گروہ لاحق ہے یعنی پہلی رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا) اور سلام پھیر دے اور دشمن کے مقابل چلا جائے۔ پھر دوسرا گروہ اپنی جگہ آکر ایک رکعت جو باقی رہ گئی تھی اس کو قرأت کے ساتھ پورا کر کے سلام پھیرے (کیونکہ یہ گروہ مسبوق ہے یعنی پہلی رکعت میں امام کے ساتھ شریک نہیں تھا)۔ نمازِ خوف کے دوران دونوں گروہ ہتھیاروں سے مسلح رہیں ورنہ کفار موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اچانک حملہ کر دیں گے اور اگر بیماری یا کسی تکلیف کی وجہ سے ہتھیار اتار دیں تو بھی دشمنوں سے محتاط اور ہوشیار رہیں۔ یہ اہتمام اس وقت ضروری ہے جب ساری فوج ایک ہی امام کی اقتداء میں نماز ادا کرے اور جہاں ایسا نہ ہو اور لوگ الگ الگ اماموں کے پیچھے نماز ادا کرنے پر معترض نہ ہوں تو دونوں گروہ الگ الگ اماموں کے ساتھ پوری نماز پڑھیں۔ پہلا گروہ اپنی نماز مکمل کر کے دشمن کے مقابلے میں چلا جائے اور دوسرا گروہ آکر دوسرے امام کے ساتھ نماز پڑھے جیسا کہ حالتِ امن میں نماز پڑھی جاتی ہے۔ نیز یہ حکم اس وقت کا ہے جب مسلمان اور کافروں کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل جنگ کے

Marfat.com

لئے تیار کھڑی ہوں اور لڑائی شروع نہ ہوئی ہو لیکن اگر جنگ شروع ہو جائے تو پھر جماعت کا اہتمام ضروری نہیں بلکہ جس طرف بھی رُخ ہو۔ سواریوں پر اکیلے اکیلے اشاروں سے بھی نماز ادا کر سکتے ہیں (اس سلسلے میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۹ بھی ملاحظہ کریں) اور اگر اشاروں سے بھی نماز پڑھنے کی فرصت نہ ملے تو اس نماز کو ملتوی کر دیں اور بعد میں جب فراغت ہو تو ادا کر لیں جیسے غزوۂ خندق میں حضورِ اکرم ﷺ نے چار نمازیں بعد میں ادا فرمائیں تھیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

نوٹ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز باجماعت اس قدر اہم ہے کہ میدانِ جنگ میں بھی اس کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ ویسے بھی نماز اور دعا مؤمن کا ہتھیار ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی ہے: اے ایمان والو! نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو (قرآن: ۲: ۱۵۳)

[۱۱۲] دشمن سے خطرے کے وقت میدان میں یا نماز میں ہر جگہ ہتھیاروں سے مسلح رہنے کا حکم دیا گیا تا کہ دشمن غیر مسلح دیکھ کر اچانک حملہ نہ کر سکے اور اگر بیماری، بارش یا کسی تکلیف کی وجہ سے ہتھیار اتار دیں تو بھی دشمن کی نقل و حرکت سے انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ محمود آلوسیؒ لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ اپنی فوج کے ہمراہ غزوۂ ذات الرقاع سے واپس آرہے تھے۔ راستہ میں ایک جگہ پڑاؤ کیا اور ساری فوج مختلف درختوں کے سائے میں تھوڑی دیر ستانے کے لئے لیٹ گئی حضورِ اکرم ﷺ نے بھی اپنی تلوار ایک درخت کے ساتھ لٹکائی اور آرام فرما ہو گئے چنانچہ دشمنوں کا ایک فوجی کسی خفیہ طریقہ سے اچانک حضورِ اکرم ﷺ کے پاس پہنچا اور تلوار بے نیام کر کے کہنے لگا۔ اے محمد ﷺ! آپ کو میری تلوار سے کون بچا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بچائے گا۔ چنانچہ دشمن منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے اس کی تلوار اٹھا کر فرمایا۔ مجھے تو میرے رب نے بچالیا اب تو بتا تجھے میرے وار سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا۔ مجھے کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کیا تو اسلام قبول کرتا ہے؟ اس نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا مگر یہ وعدہ کرتا ہوں کہ آپ سے کبھی مقابلہ نہیں کروں گا اور نہ ہی آپ کے دشمن کی مدد کروں گا۔ اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے اسے معاف کر دیا اور اس کی تلوار بھی اسے واپس کر دی۔ اس بے مثل خُلقِ عظیم کو دیکھ کر وہ دشمن بولا۔ بے شک آپ مجھ سے بہتر ہیں۔ دشمن جب واپس اپنے کافر ساتھیوں کے پاس گیا تو انہوں نے کہا ہم نے تجھے حضرت محمد ﷺ کے سر پر تلوار ہاتھ میں لئے کھڑا دیکھا تو ان کے قتل سے تمہیں کس چیز نے روکا۔ اس نے جواب دیا۔ میں نے آپ کو مارنے کے لئے تلوار بڑھا دی تھی پھر مجھے پتہ نہیں کہ کسی چیز نے میرے دونوں کندھے جھنجھوڑے اور میں منہ کے بل گر گیا میری تلوار بھی میرے ہاتھ سے گر گئی جس کو حضرت محمد ﷺ نے اُٹھالیا۔ اس کے بعد سارا واقعہ سنایا۔ اس واقعہ کو سن کر اس کے بعض کافر ساتھیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ (تفسیر روح المعانی)

Marfat.com

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾

۱۰۳۔ جب تم نماز ادا کر چکو۔ [۱۱۳] تو کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور اپنے پہلوؤں پر (لیٹے ہوئے) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ پھر جب تم (دشمن کی طرف سے) مطمئن ہو جاؤ تو (حسب دستور) نماز ادا کرو۔ [۱۱۴] بے شک اہل ایمان پر نماز اپنے مقرر وقت میں فرض کی گئی ہے۔ [۱۱۵]

وَلَا تَهِنُوْا فِى ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع

۱۰۴۔ اور (دشمن) قوم کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ۔ [۱۱۶] اگر تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو انہیں بھی تکلیف پہنچتی ہے جیسے تمہیں تکلیف پہنچتی ہے اور تم اللہ تعالیٰ سے اس (ثواب) کی امید رکھتے ہو جس کی وہ امید نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

---

[۱۱۳] یعنی نمازِ خوف سے فارغ ہونے کے بعد بھی جس حالت میں ہو اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رکھو تا کہ اس کی یاد کی برکتیں بھی شامل حال رہیں۔

[۱۱۴] جب خوف اور جنگ کی حالت ختم ہو جائے تو پھر نماز کو اس طریقے سے پڑھو جیسے عام حالات میں پڑھی جاتی ہے۔

[۱۱۵] یعنی ہر نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا فرض ہے اور بغیر عذر شرعی کے دو نمازوں کو جمع کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس طرح کم از کم ایک نماز غیر وقت میں پڑھی جائے گی جو اس آیت کے خلاف ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ مزدلفہ اور عرفات کے علاوہ ہمیشہ نمازوں کو اپنے اپنے اوقات میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ (نسائی: کتاب مناسک حج: باب ۲۰۱) البتہ ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو اپنے اپنے اوقات میں جمع کرنا جائز ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ پہلی نماز کو آخری وقت میں پڑھا جائے اور دوسری نماز کو اول وقت میں ادا کیا جائے۔ (مبسوط للسرخسی: باب مواقیت الصلوٰۃ) اور نمازوں کو جمع کرنے کے بارے میں جو احادیث طیبہ مروی ہیں ان کی یہی تاویل ہے۔ (امداد الفقہ :الجمع بین الصلاتین)

[۱۱۶] جنگ اُحد سے فارغ ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حکم دیا کفارِ مکہ کا تعاقب کرو تا کہ وہ پلٹ کر دوبارہ حملہ کرنے کی جرأت نہ کرسکیں۔ تو بعض صحابہ کرام نے سخت زخمی ہونے کی شکایت کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ دشمن کے تعاقب میں سستی نہ کرو اگر اب تم زخمی ہو تو کافر بھی تو جنگ احد میں زخمی ہونے کے باوجود دوبارہ حملہ آور ہوئے تھے اگر وہ باطل کے لئے سختیاں برداشت کرسکتے ہیں تو تم حق کی سربلندی کے لئے ان سے پیچھے

Marfat.com

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ۝۱۰۵

۱۰۵۔ بے شک ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپ کی طرف نازل کی ہے تا کہ آپ ﷺ لوگوں کے درمیان اس چیز کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھائی ہے اور آپ، بددیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنیں۔ [۱۱۷]

کیوں رہتے ہو۔ نیز تمہیں تو اللہ تعالیٰ سے اس تکلیف کے اجر کی بھی امید ہے یعنی دنیا میں اللہ کی رضا اور آخرت میں جنت کی نعمتیں۔ جبکہ کفار اس امید سے محروم ہیں۔ ان کے سامنے صرف دنیا اور اس کے عارضی فوائد ہیں۔ لہٰذا اپنے رب کی رضا اور ابدی نعمتیں حاصل کرنے کے لئے پورے جوش وخروش سے آگے بڑھو اور سستی کا مظاہرہ نہ کرو۔

[۱۱۷] ان آیات کا تعلق ایک واقعہ سے ہے جس میں طعمہ نامی ایک منافق نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر نقب لگا کر کچھ سامان چوری کر لیا اور جب اسے اپنی چوری بے نقاب ہونے کا خطرہ پیدا ہوا تو اس نے چوری کا سامان زید نامی یہودی کے ہاں بطور امانت رکھا اور بعد میں اس پر چوری کا بہتان لگا دیا۔ یہودی نے کہا میں چور نہیں ہوں طعمہ نے یہ سامان بطور امانت میرے پاس رکھا ہے۔ جب طعمہ کے خاندان کو یقین ہو گیا کہ مجرم یہودی نہیں بلکہ ان کا اپنا بھائی ہے تو وہ حضورِ اکرم ﷺ کے پاس آئے اور طعمہ کی پاکدامنی کی جھوٹی گواہیاں دینے لگے کہ یہ تو بڑا دیانتدار اور نیک آدمی ہے۔ مسلمان بھی ہے۔ مال بھی اس کے پاس سے برآمد نہیں ہوا لہٰذا یہ سچا ہے اور یہودی جھوٹا ہے۔

اگرچہ حضورِ اکرم ﷺ بحیثیت نبی ہونے کے منافقین اور ان کی حرکات پر آگاہ تھے لیکن ظاہری شہادتوں کا قبول کرنا اور ان کے مطابق فیصلہ کرنا اسلامی نقطہ نگاہ سے ضروری تھا۔ اگر آپ ﷺ اپنے ذاتی علم کے باعث ظاہری شہادتوں کے خلاف فیصلہ کرتے تو آنے والے ہر حاکم کے لئے یہ گنجائش نکل آتی کہ وہ جیسے چاہتا گواہوں کو ٹھکرا کر اپنی مرضی کے فیصلے صادر کر دیتا۔ اس لئے ظاہری شہادتوں کی وجہ سے ایسے اسباب پیدا ہو گئے تھے کہ حضورِ اکرم ﷺ طعمہ کی حمایت کا فیصلہ فرما دیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ظاہری شہادتوں کے خلاف اصل حقیقت کو بے نقاب کر دیا۔ اور اس فیصلے کی نسبت اپنے حکم کی طرف کر دی تا کہ آنے والا کوئی حاکم حضورِ اکرم ﷺ کے فیصلے کو بنیاد بنا کر ظاہری شہادتوں کے خلاف اپنی مرضی کا فیصلہ صادر نہ کر سکے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ پیارے نبی ﷺ! یہ منافق جھوٹے اور بددیانت ہیں آپ ﷺ ان کی حمایت نہ کریں یعنی جیسے آپ ﷺ نے پہلے بھی خائنوں کی کبھی حمایت نہیں کی اسی طرح آئندہ بھی نہ کریں اور فیصلہ وہ کریں جو ہم نے بذریعہ وحی آپ کو دکھا دیا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے طعمہ کو چوری کا مجرم قرار دے دیا مگر وہ بھاگ کر مکہ چلا گیا۔ ایک رات وہاں بھی نقب لگا رہا تھا کہ دیوار گر پڑی اور وہ اس کے نیچے دب کر ہلاک ہو گیا۔ نیز ظاہری شہادتوں کے پیش نظر اگر حضورِ اکرم ﷺ طعمہ کے حق میں فیصلہ صادر فرما دیتے تو فیصلہ اسلامی اصولوں کے مطابق قرار

Marfat.com

وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۚ﴿۱۰۶﴾

۱۰۶۔ اور آپ اللہ سے مغفرت طلب کریں بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا ۙ﴿۱۰۷﴾

۱۰۷۔ اور آپ ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑیں جو اپنے نفسوں سے خیانت کرتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو بڑا بد دیانت اور بدکار ہے۔

یَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطًا ﴿۱۰۸﴾

۱۰۸۔ یہ لوگ انسانوں سے (اپنی حرکات) چھپا سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکتے۔ [۱۱۸] اور وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب وہ راتوں کو ایسی بات کا مشورہ کرتے ہیں جو اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام کاموں کو محیط ہے۔

پاتا۔ اس میں آپ کی کوئی خطا نہ ہوتی اور عدالت میں بعض دفعہ غلط شہادتوں کے باعث خلافِ حقیقت فیصلے ہو جاتے ہیں۔ لیکن اُس وقت جبکہ کفر و اسلام کے درمیان ایک زبردست معرکہ آرائی برپا تھی اگر حضورِ اکرم ﷺ ظاہری شہادتوں کے باعث یہودی کے خلاف فیصلہ کر دیتے تو کفار اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کا ایک نیا محاذ کھول دیتے کہ مسلمانوں کے فیصلوں کے پس پردہ بھی مذہبی تعصب کارفرما ہے۔ اس خطرہ سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس مقدمہ میں مداخلت فرمائی۔ نیز فرمایا ان سادہ لوح مسلمانوں کے لئے دُعائے مغفرت کریں جو منافقین کی چھوٹی قسموں کے باعث طعمہ کی حمایت کر بیٹھے تھے۔

ان آیات کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بظاہر خطاب اگرچہ حضورِ اکرم ﷺ کو ہے مگر مراد آپ کی اُمت کے لوگ ہیں کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ کی شان میں تو یہ گمان بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آپ بد دیانت لوگوں کی حمایت کریں گے۔ (تفسیر مظہری) یعنی اللہ تعالیٰ نے بظاہر آپ ﷺ کو خطاب کر کے آپ ﷺ کی اُمت کے ہر حاکم اور قاضی کو متنبہ کیا ہے کہ قرآن و حدیث کے مطابق جو فیصلہ کسی حاکم کے ذہن میں درجۂ یقین پر پہنچ جائے تو وہ اس پر ڈٹ جائے۔ ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے اور بد دیانت لوگوں کی حمایت نہ کرے۔ (پیرزادہ)

[۱۱۸] منافقین اپنے مجرم ساتھی کی چوری کو چھپانے کے لئے رات کو تدبیریں کرتے۔ اس پر انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ لوگوں سے تو اس کا جرم چھپا سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے کیسے چھپائیں گے۔ نیز دُنیاوی زندگی میں تم اس کی حمایت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہو مگر قیامت کے دن کس کی جرأت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی مجرم کی حمایت یا وکالت کر سکے۔ یہ آیت ہر مسلمان کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اگر ہم یہ خیال رکھیں کہ ہمارا کوئی خیال اور کام اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے اور روزِ قیامت ہماری ہر حرکت ظاہر کر دی جائے گی تو ہم میں سے کوئی بھی گناہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

Marfat.com

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۫ فَمَنْ یُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَمْ مَّنْ یَّكُوْنُ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۱۰۹﴾

۱۰۹۔ سنتے ہو! تم وہ لوگ ہو جو ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں جھگڑتے ہو تو قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کون جھگڑا کرے گا یا ان کا کون وکیل ہوگا؟

وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۱۰﴾

۱۱۰۔ اور جو شخص کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے [۱۱۹] تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا پائے گا۔

وَمَنْ یَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا یَكْسِبُهٗ عَلٰی نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۱۱﴾

۱۱۱۔ اور جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال اُسی شخص پر ہوگا اور اللہ تعالیٰ بہت جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

وَمَنْ یَّكْسِبْ خَطِیْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ یَرْمِ بِهٖ بَرِیْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۱۱۲﴾ ع ۱۶/۱۴

۱۱۲۔ اور جو شخص کوئی خطا یا گناہ کرے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دے تو بے شک اس نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اُٹھایا۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ یُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ﴿۱۱۳﴾ الثلثة

۱۱۳۔ اور اگر آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے آپ ﷺ کو بہکانے کا قصد کر لیا تھا مگر وہ صرف اپنے آپ کو بہکا رہے ہیں۔ اور آپ ﷺ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ [۱۲۰] اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور آپ ﷺ کو سکھا دیا جو کچھ آپ ﷺ نہیں جانتے تھے۔ [۱۲۱] اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔ [۱۲۲]

---

[۱۱۹] ان تین آیات میں تین قسم کے مجرموں کا ذکر ہے۔

۱۔ جو شخص برائی یا ظلم کرے اور پھر سچے دل سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ توبہ کے لئے تفصیلی بیان کے لئے اسی سورت میں آیت نمبر ۱۷ اور حاشیہ نمبر ۲۳ ملاحظہ ہو۔

۲۔ جو شخص گناہ کرے اور توبہ نہ کرے تو وہ اپنے گناہ کی سزا سے بچ نہیں سکے گا۔

۳۔ جو شخص گناہ کر کے اس کی تہمت کسی بے گناہ انسان پر لگا دے تو اس نے صرف گناہ ہی نہیں کیا بلکہ بہتان لگا کر ایک اور شخص کو بھی پریشان کر دیا ہے لہٰذا اسے دُگنی سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔

Marfat.com

[۱۲۰] یعنی منافقین نے غلط بیانی کر کے آپ سے غلط فیصلہ کرانے کا پختہ ارادہ کرلیا تھا۔ اگر وہ اپنی غلط بیانی سے خلافِ حقیقت فیصلہ حاصل کر بھی لیتے تو پھر بھی نقصان اُنہی کا تھا۔ کیونکہ قاضی تو شہادتوں کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ اگر گواہ غلط بیانی کریں تو اس میں قاضی قصور وار نہیں ہوگا۔ لہٰذا جو شخص قاضی کو دھوکہ دے کر غلط فیصلہ حاصل کر لیتا ہے وہ دراصل اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے کیونکہ قیامت کے دن جب اس غلط بیانی کا راز فاش ہوگا تو نقصان کس کا ہوگا؟ حضورِ اکرم ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ: اگر کوئی شخص اپنی ہوشیاری کے ذریعہ عدالت سے غلط فیصلہ حاصل کر لے اور اس طرح دوسرے مسلمان کا حق حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور بھائی کا حق نہیں لینا چاہیے اور اگر لے گا تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ وہ آگ کا ٹکڑا لے رہا ہے۔ (بخاری : کتاب الحیل: باب ۱۰)

[۱۲۱] مسلمانوں کا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی، قدیم اور غیر محدود ہے جبکہ حضورِ اکرم ﷺ کا علم عطائی، حادث اور محدود ہے یعنی پہلے نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اور کتنا عطا فرمایا؟ دراصل اللہ تعالیٰ کے علم محیط سے حضورِ اکرم ﷺ کے علم کی نسبت اتنی بھی نہیں جتنی پانی کے ایک قطرہ کو دنیا کے سمندروں سے ہے۔ بلاشبہ حضورِ اکرم ﷺ کا علم محدود ہے۔ اس کی ایک حد ہے۔ لیکن وہ حد اتنی وسیع ہے کہ ہمارے حساب و کتاب کے پیمانے ختم ہو سکتے ہیں مگر اس حد کو ناپا نہیں جا سکتا۔

ع یہ سب کہنے کی باتیں ہیں یہاں تک ہے وہاں تک ہے
خدا جانے کہاں سے جلوۂ جاناں کہاں تک ہے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان قیام فرما ہوئے تخلیقِ کائنات کی ابتدا سے لے کر اہل جنت کے اپنی منازل میں اور اہل دوزخ کے اپنے ٹھکانوں میں داخل ہونے تک کے تمام حالات سے ہمیں خبر دی۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا۔ بُھلا دیا اسے جس نے بُھلا دیا۔'' (بخاری : کتاب بدأ لخلق: باب ۱)

نوٹ: اس ضمن میں سورہ آلِ عمران آیت نمبر ۱۷۹ اور حاشیہ نمبر ۱۲۶ ملاحظہ کریں۔

[۱۲۲] فضل عظیم کی عظمت کا اندازہ کرنے کے لئے متکلم کے معیار کا علم ضروری ہے۔ مثلاً ایک غریب آدمی کسی دوست سے دس ہزار پونڈ اُدھار لے کر کاروبار شروع کرتا ہے اور ایک امیر آدمی دس ملین پونڈ سے اپنے کاروبار کا آغاز کرتا ہے۔ سال کے بعد دونوں خوش ہیں اور کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔ اس سال عظیم نفع حاصل ہوا ہے۔ اب دونوں نے عظیم کا لفظ بولا ہے مگر تحقیق کی جائے تو غریب کو زیادہ سے زیادہ دس ہزار پونڈ کا نفع ہو سکتا ہے جبکہ امیر آدمی کو کم از کم کئی ملین پونڈ نفع ہوا ہوگا۔ اب اندازہ کریں دونوں آدمی ایک ہی لفظ یعنی عظیم بول رہے ہیں مگر ان کے اپنے معیار کے اختلاف کی وجہ سے عظیم کی مقدار میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

Marfat.com

لَا خَيْرَ فِي كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾

۱۱۴۔ ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ سوائے اس شخص کے جو صدقہ دینے کا حکم دے۔ [۱۲۳] یا نیک کام کرنے کا حکم دے یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا مندیاں حاصل کرنے کے لئے یہ کام کرے تو عنقریب ہم اسے اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔

جب دو انسانوں کے معیار اور عظیم کی مقدار میں اتنا فرق ہے تو اندازہ کریں۔ مٹی کے انسان اور قادرِ متعلق رحمٰن کے معیار میں کتنا فرق ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یہ ساری دنیا اور اس کا سارا مال و متاع یعنی مشرق سے لے کر مغرب تک، شمال سے لے کر جنوب تک اور زمین سے لے کر آسمان تک بالکل قلیل ہے۔ (قرآن: ۴: ۷۷) اور لوگوں کو جو علم دیا گیا وہ بھی قلیل ہے۔ (قرآن: ۱۷: ۸۴) تو اس خالقِ کائنات کی نگاہ میں عظیم کا پیمانہ کتنا وسیع ہوگا جو اس نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا۔ (تفسیر کبیر) جو لوگ حضورِ اکرم ﷺ کے علم کو اپنی عقل سے ناپنے کی کوشش کرتے ہیں اُنہیں اس آیت میں بار بار غور کرنے کی ضرورت ہے۔

[۱۲۳] فتنہ و فساد پھیلانے کے لئے منافقین جو سرگوشیاں کرتے ہیں اس میں سوائے نقصان کے کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ البتہ جو آدمی صدقہ و خیرات یا نیک کاموں کی ترغیب دے یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرے تو جو بھی ان کاموں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے گا وہ اجرِ عظیم کا مستحق قرار پائے گا اور جن لوگوں کو ان کاموں سے فائدہ پہنچے گا ان کی ہمدردیاں اور دُعائیں بھی حاصل کرے گا۔ سارے نیک کام اچھے اور قابلِ تعریف ہیں لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں صلح کرانے کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے کیونکہ اس سے دو بے چین خاندانوں میں سکون کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔

کیا میں تم کو ایسا کام نہ بتاؤں جس کا درجہ روزے، نماز اور صدقہ سے افضل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی ضرور بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ دو ناراض لوگوں کی آپس میں صلح کرانا ہے۔ اور دو انسانوں کے باہمی تعلقات کو خراب کرنا تو نیکیوں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔ (احمد: جلد ۶: ص ۴۴۵)

نیز حضورِ اکرم ﷺ نے تین مواقع پر جھوٹ بولنے کی رُخصت عطا فرمائی۔ بیوی کو راضی کرنے کے لئے مرد کا جھوٹ بولنا، جنگ میں جھوٹ بولنا اور لوگوں میں صلح کرانے کے لئے جھوٹ بولنا۔ (احمد: جلد ۶: ص ۴۰۴)

Marfat.com

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ
لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ
نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ
مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع

۱۱۵۔ اور جوشخص رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت کی راہ روشن ہوگئی اور وہ مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلے۔ [۱۲۴] تو ہم اسے پھیر دیں گے جدھر وہ خود پھرا۔ اور اس کو جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا
دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ
بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾

۱۱۶۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ [۱۲۵] اور اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش دیتا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔

---

[۱۲۴] حضورِ اکرم ﷺ نے جب وحی کے ذریعہ طعمہ کی چوری کا راز فاش کر دیا تو اسے یقین ہوگیا کہ آپ ﷺ سچے نبی ہیں اور اہل ایمان کا دین سچا ہے لیکن اس شرح صدر کے باوجود جب وہ کفر کی طرف لوٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جہنمی ہونے کا اعلان کر دیا۔ یہ آیت اگرچہ طعمہ کے بارے میں نازل ہوئی مگر اس کا حکم عام ہے۔ یعنی جس شخص کے سامنے حق و باطل واضح اور ہدایت کا راستہ روشن ہو جائے اس کے باوجود اگر وہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور اہل ایمان یعنی اجماعِ اُمت کی پیروی نہ کرے تو اس کا مطلب واضح ہے کہ وہ کفر کی طرف واپس چلا گیا ہے جس کی وجہ سے اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

اجماعِ اُمت حجت ہے: اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور اہل ایمان کی راہ کی مخالفت کرنے والے کو جہنم کی سزا سنائی گئی ہے۔ ظاہر ہے اہل ایمان کی راہ سے مراد وہی راہ ہو سکتی ہے جس پر اُمت کا اجماع ہو کیونکہ اس راہ کی پیروی سب مسلمانوں پر واجب ہے اور جو اس راستہ کو چھوڑ دے اس کے متعلق حضورِ اکرم ﷺ کا درج ذیل ارشادِ گرامی قابل غور ہے۔ ''میری اُمت کو اللہ تعالیٰ گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔ جماعت کے سر پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور جو شخص جماعت مسلمین سے علیحدہ ہوگا وہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔'' (ترمذی: حدیث نمبر ۲۱۶۷: کتابُ الفتن) اس آیت سے اجماعِ اُمت کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ امام شافعیؒ سے پوچھا گیا کہ قرآن مجید کی کون سی آیت اجماع کے حجت ہونے پر دلالت کرتی ہے؟ تو انہوں نے کہا۔ میں نے قرآن مجید کو تین سو بار پڑھا تو میں نے اس آیت کو اجماع کے حجت ہونے پر دلیل پایا۔ (تفسیر کبیر)

[۱۲۵] توحید نیکیوں کا سرچشمہ ہے اور شرک بُرائیوں کی بنیاد ہے۔ توحید جنت کی شاہراہ ہے اور شرک دوزخ کا راستہ ہے اور انسان کو اس لئے پیدا کیا گیا کہ وہ توحید کی شاہراہ پر سفر کرتا ہوا اپنے آخری ٹھکانا یعنی جنت میں پہنچ جائے۔ اب مسافر کا رُخ اگر منزلِ مقصود کی طرف ہو تو وہ جلد یا بدیر کبھی نہ کبھی منزلِ مقصود تک پہنچ جائے گا لیکن اگر اس کا رُخ ہی غلط ہے تو اس کا ہر قدم اسے منزل سے دور تر کرتا رہے گا اور قیامت تک بھی اگر وہ تیز رفتاری سے چلتا رہے تو بھی منزل تک نہیں پہنچ سکے گا۔ غلط

Marfat.com

اِنۡ يَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰـثًـا ۚ وَاِنۡ يَّدۡعُوۡنَ اِلَّا شَيۡـطٰنًا مَّرِيۡدًا ۙ‏ ﴿۱۱۷﴾

۱۱۷۔ یہ مشرک اللہ کے سوا صرف عورتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ [۱۲۶] اور صرف سرکش شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔

لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَ تَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِكَ نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ۙ‏ ﴿۱۱۸﴾

۱۱۸۔ اللہ نے اس پر لعنت کی ہے اور اس نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے ضرور مقرر حصہ لوں گا۔ [۱۲۷]

وَّلَاُضِلَّنَّهُمۡ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمۡ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُبَـتِّكُنَّ اٰذَانَ الۡاَنۡعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنۡ يَّتَّخِذِ الشَّيۡـطٰنَ وَلِيًّا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانًا مُّبِيۡنًا ؕ‏ ﴿۱۱۹﴾

۱۱۹۔ اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور میں ضرور انہیں جھوٹی امیدوں میں رکھوں گا۔ [۱۲۸] اور میں ضرور انہیں حکم دوں گا تو وہ ضرور جانوروں کے کان چیر ڈالیں گے۔ [۱۲۹] اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو وہ ضرور اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کر دیں گے۔ [۱۳۰] اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنا لے تو اس نے کھلا نقصان اُٹھایا۔

راستہ کو ترک نہ کرنے کی وجہ سے مشرک حصول رحمت کی ساری صلاحیتیں ضائع کر دیتا ہے اس لئے وہ آخرت کی کسی نعمت کے قابل نہیں رہتا۔ اس آیت کی مزید تفصیل کے لئے اسی سورت میں پیچھے آیت نمبر ۴۸ کے حاشیہ نمبر ۶۴/۶۵ ملاحظہ کریں۔

[۱۲۶] مشرکین جن چیزوں کی عبادت کرتے تھے ان کے اکثر نام نسوانی (لات، منات، عزیٰ، نائلة وغیرہ) تھے وہ فرشتوں اور بتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اور بتوں کو عورتوں کی طرح زیور پہنا کر سجاتے تھے اس لئے ان کے بتوں کو عورتوں سے تعبیر کیا گیا ہے اور اگرچہ وہ شیطان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن چونکہ شیطان نے ہی انہیں اس شرک کے راستہ پر چلایا تو گویا بالواسطہ یہ شیطان کی ہی عبادت تھی۔

[۱۲۷] حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے باعث جب شیطان کو ملعون قرار دے دیا گیا تو اس نے کہا تھا میں اس کا بدلہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے لوں گا اور ان کو گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش کروں گا البتہ جو مخلص ہوں گے وہ میرے فریب میں نہیں آئیں گے ظاہر ہے جو مخلص نہیں ہوں گے وہی شیطان کے حصے میں آئیں گے۔ سورۃ حجر کی آیات نمبر ۲۸ تا ۴۴ میں اسی واقعہ کا ذکر ہے۔

[۱۲۸] شیطان کا مشن گمراہ کرنا ہے اور وہ اس میدان میں بڑا ہوشیار اور تجربہ کار ہے۔ گمراہ کرنے کے ہر حربے کو بروئے کار لاتا ہے اور لوگوں کو ان کے طبعی میلان کے مطابق گمراہی کا راستہ اور سبز باغ دکھاتا ہے۔ برائیوں کو خوبیوں کے رنگ میں اور مظالم کو

Marfat.com

يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ۚ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾

۱۲۰۔ وہ (شیطان) ان سے وعدے کرتا ہے اور اُنہیں امیدیں دلاتا ہے اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے وہ صرف دھوکہ ہیں۔

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾

۱۲۱۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ اس سے بچ نکلنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

۱۲۲۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ہم انہیں ان جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ [۱۳۱] اور اللہ سے زیادہ سچی بات والا اور کون ہوگا؟

محاسن کے روپ میں پیش کرتا ہے حالانکہ اس کے سارے وعدے جھوٹے اور ساری امیدیں دھوکہ ہوتی ہیں۔ ان واضح تنبیہات کے باوجود جو شیطان کی دوستی اختیار کرے وہ جہنم سے بچ نہیں سکے گا۔

[۱۲۹] مشرکین عرب جن جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے ان کی پہچان یہ تھی کہ ان کے کان چیر دیئے جاتے تھے پھر کوئی بھی ان جانوروں سے کسی قسم کا کام نہیں لیتا تھا۔ اگر وہ جانور مر جاتے تو عورتوں کے لئے ان کا گوشت کھانا ممنوع تھا صرف مرد کھا سکتے تھے اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو از خود حرام کر لیتے۔ (تفسیر مظہری)

[۱۳۰] اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے کی کئی صورتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ کسی چیز کی ظاہری صورت میں ایسی تبدیلی کرنا جو اس کے حسن اور تشخص کو بدل دے جیسے بتوں کے نام پر وقف جانوروں کے کان چیر کر ان کی تخلیق کو ناقص بنا دینا یا لاش کا مثلہ کرنا وغیرہ۔

۲۔ کسی چیز کو اس کے مقصدِ تخلیق کے خلاف استعمال کرنا جیسے سورج، چاند، پتھر، آگ وغیرہ جو انسان کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں مگر کفار نے ان کو خدا بنا لیا۔ نیز ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

۳۔ قرآن مجید میں شکوک و شبہات پیدا کرنا اور دین اسلام میں ردّ و بدل کر کے اس کا حلیہ بگاڑنا۔ الغرض ہر وہ عقیدہ یا عمل جو منشائے فطرت کے خلاف ہو وہ شیطانی وسوسہ ہے اور مقصدِ تخلیق میں خلل اندازی ہے اس سے بچنا لازم ہے۔

[۱۳۱] شیطان کے سارے وعدے جھوٹے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے سارے وعدے سچے ہیں۔

Marfat.com

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾

۱۲۳۔ (نجات کا انحصار) نہ تمہاری امیدوں پر موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر [۱۳۲] (بلکہ) جو برائی کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی۔ [۱۳۳] اور وہ اللہ کے بغیر کوئی دوست اور مددگار نہ پائے گا۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾

۱۲۴۔ اور جو نیک کام کرے خواہ مرد ہو یا عورت [۱۳۴] بشرطیکہ وہ مؤمن ہو۔ [۱۳۵] تو وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ [۱۳۶] اور ان پر تل بھر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

---

[۱۳۲] حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں اور اہل کتاب نے ایک دوسرے پر فخر کیا۔ اہل کتاب نے کہا۔ ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے تھے ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے نازل ہوئی لہٰذا ہم تم سے افضل ہیں مسلمانوں نے کہا ہمارے نبی آخری نبی ہیں اور ہماری کتاب پہلی کتابوں کی ناسخ ہے اس لئے ہم افضل ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر جامع البیان) یعنی فضیلت اور نجات کا دارومدار صرف تمہارے دعوؤں اور امیدوں پر نہیں بلکہ ایمان کے ساتھ اچھے اعمال پر ہے۔ سارے انبیائے کرام اور ساری آسمانی کتابوں کی فضیلت میں کوئی شبہ نہیں لیکن ان کے ماننے والے اگر برے کام کریں گے تو انہیں اپنی برائیوں کی سزا ملے گی اور اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

[۱۳۳] جب یہ آیت (جو شخص کچھ بھی برائی کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی) نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت بڑی شاق گزری اور ان کو بہت تشویش لاحق ہوئی (یعنی اگر ہر برائی کی سزا ملے گی تو کون بچے گا) اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم نیک عمل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ مسلمان کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہو جاتا ہے۔ نیز فرمایا مؤمن کے ہر غم، بیماری، تھکاوٹ یا تکلیف کے بدلے میں اس کے معیار کے مطابق اس کی برائیاں معاف کر دی جائیں گی۔ (مسلم: کتاب البر: باب ۱۴) یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ نیک اعمال کرنے کی کوشش کرتے رہو تمہارے نیک کاموں کی وجہ سے بھی تمہارے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور مسلمانوں پر دنیا میں جو مصیبتیں اور تکلیفیں آتی ہیں وہ بھی ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔

[۱۳۴] جنت میں داخل ہونے کے لئے مرد یا عورت کی تخصیص نہیں ہے بلکہ جو بھی نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ ایمان دار ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور اس کے ساتھ ذرہ بھر بھی زیادتی نہیں ہوگی۔ یہ آیت اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان اعمال اور جزائے اعمال کے اعتبار سے کوئی فرق اور امتیاز نہیں ہے

Marfat.com

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۗ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾

۱۲۵۔ اور دینی لحاظ سے اس شخص سے بہتر کون ہوگا جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا ہو اور وہ احسان کرنے والا ہو۔ [۱۳۷] اور اس نے ملتِ ابراہیم کی پیروی کی جو ہر باطل سے منہ موڑے ہوئے تھے اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا مخلص دوست بنالیا۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع ۱۸ ۱۵

۱۲۶۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو محیط ہے۔

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ۗ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾

۱۲۷۔ اور آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں۔ آپ فرمائیے! اللہ تمہیں عورتوں کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ [۱۳۸] اور وہ جو تم پر اس کتاب میں ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھا جاتا ہے۔ جنہیں تم وہ حق نہیں دیتے جو ان کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اور تم خود ان سے نکاح کرنے کی خواہش کرتے ہو اور کمزور بچوں کے متعلق (بھی اللہ کا حکم) یہ ہے کہ یتیموں کے معاملہ میں انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھی نیک کام کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے۔

---

[۱۳۵] نیک اعمال کی قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے اس لئے غیر مسلم اگر نیک عمل کریں تو بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ایمان دار نہیں ہیں اور ایمان ہی نیک اعمال کا اصل محرک ہے۔ لیکن برے اعمال کی سزا کے لئے کفر شرط نہیں ہے کیونکہ گناہ کرنے والا کافر ہو یا مسلمان دونوں سزا کے مستحق ہیں۔

[۱۳۶] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جنت میں وہ مومن داخل ہوں گے جن کے سارے اعمال نیک ہوں اور کوئی برائی نہ ہو حالانکہ ہر شخص اس پر قادر نہیں ہے۔ لہٰذا اس میں ہم عام مسلمانوں کے لئے بشارت بھی ہے کہ نیکیوں کے ساتھ اگر برائیاں بھی ہوں گی تو ایمان کی برکت اور اللہ کی رحمت سے جنت مل جائے گی کیونکہ نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

[۱۳۷] یعنی دین کے اعتبار سے اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کردے، نیک کام کرے اور اسلام (جس میں ملتِ ابراہیمی بھی شامل ہے) کی پیروی کرے

[۱۳۸] عرب میں مرنے والے کے جوان بیٹے یا بھائی ساری جائیداد کے مالک بن جاتے اور میت کے بچے، بچیاں اور بیوی

Marfat.com

وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾

۱۲۸۔ اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رخی کا اندیشہ ہو [۱۳۹] تو ان دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ وہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح ہی بہتر ہے۔ اور دلوں میں حرص رکھا گیا ہے۔ [۱۴۰] اور اگر تم نیک کام کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔

وراثت سے محروم رہ جاتے۔ نیز یتیم لڑکیوں کے مال ہضم کرنے کے لئے خود اُن سے شادی کر لیتے اور اس طرح یہ صنف نازک اور معصوم بچے ہمیشہ مشکلات کا شکار رہتے۔ اس روئے زمین پر اسلام پہلا مذہب ہے جس نے چودہ سو سال پہلے عورتوں اور بچوں کے حقوق کا انتظام کیا جس کی تفصیل اس سورت کی ابتدائی آیات میں مذکور ہے۔ چونکہ اہل عرب کے لئے یہ ایک نیا تجربہ تھا اس لئے مسلمانوں کو یہ بات بڑی انوکھی سی لگی اور دوبارہ پوچھنے کی جرأت کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی عورتوں، یتیم بچیوں اور کمزور بچوں کے حقوق وہی ہیں جو اس سورت کی ابتدا میں نازل ہو چکے ہیں لہٰذا ان کے حقوق ادا کرو۔ ان کی بے کسی اور کمزوری سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ اور ان کے معاملات میں انصاف کے تقاضے پورے کرو۔

[۱۳۹] اگر کوئی عورت بانجھ یا دائمی مریض ہو یا کسی حادثہ کی وجہ سے مستقل معذور ہو جائے یا کسی اور وجہ سے خاوند کو پسند نہ رہے اور خاوند اس کو طلاق دے کر دوسری شادی کرنا چاہتا ہے لیکن عورت طلاق لینا نہیں چاہتی تو اس صورت میں کوئی مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے بعض حقوق میں کمی کر کے شوہر کو طلاق نہ دینے پر راضی کر لے مثلاً مہر یا نان ونفقہ میں کمی کر دے یا دوسری بیوی کے لئے اپنی باری میں کمی کر دے اور اس طرح مطلقہ ہونے سے بچ جائے کیونکہ میاں بیوی کی بھلائی اور بہتری اسی میں ہے کہ وہ آپس میں صلح کر لیں۔

[۱۴۰] انسان اپنے مال، مفادات، خواہشات اور حقوق کے بارے میں فطری طور پر حریص واقع ہوا ہے۔ ہر شخص اپنا حق زیادہ سے زیادہ لینا چاہتا ہے اور دوسرے کا حق کم سے کم دینا چاہتا ہے لیکن صلح کے لئے کسی ایک فریق کو اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہونا پڑتا ہے۔ بہر حال جو بھی اس نیک کام میں پہل کرے دوسرے کو تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اس کی قدردانی چاہیے۔

Marfat.com

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٢٩﴾

۱۲۹۔ اور تم اپنی بیویوں کے درمیان پورا پورا انصاف کرنے کی ہرگز طاقت نہیں رکھتے اگر چہ تم اس پر حریص بھی ہو [۱۴۱] تو (ایک بیوی کی طرف) پوری طرح مائل نہ ہو جاؤ کہ دوسری کو اس طرح چھوڑ دو جیسے وہ (درمیان میں) لٹک رہی ہو۔ اور اگر تم اصلاح کر لو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿١٣٠﴾

۱۳۰۔ اور اگر میاں بیوی علیحدہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسیع بخشش سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا۔ [۱۴۲] اور اللہ تعالیٰ وسیع بخشش والا بڑی حکمت والا ہے

---

[۱۴۱] اگر کسی مسلمان کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو دلی تعلق اور محبت میں وہ سب سے برابر سلوک نہیں کر سکتا کیونکہ محبت ایک غیر اختیاری چیز ہے لہٰذا اس پر کوئی گرفت نہیں ہوگی لیکن ظاہری حقوق کا ادا کرنا تو اس کے اختیار میں ہے اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ بالکل ایک ہی عورت کی طرف جھک جائے اور دوسری کے حقوق میں اس حد تک کوتاہی کرے کہ اسے درمیان میں لٹکا دے یعنی نہ اس کے حقوق ادا کرے اور نہ ہی اسے طلاق دے۔ یہ انتہائی ظلم ہے اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور اپنے غلط رویہ کی اصلاح کرنی چاہیے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل نہ کرے تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ ساقط ہوگا۔'' (ترمذی: حدیث نمبر ۱۱۴۱: کتاب النکاح)

[۱۴۲] یعنی کوشش کے باوجود اگر میاں بیوی میں صلح کی کوئی صورت نہ نکل سکے تو پھر طلاق یا خلع کے ذریعہ دونوں علیحدہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کا کارساز ہے۔ عین ممکن ہے کہ مرد کو اپنی پسند کی دوسری بیوی اور عورت کو اپنی پسند کا دوسرا خاوند مل جائے۔ اسلام میں طلاق اگرچہ سخت ناپسندیدہ ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''طلاق حلال تو ہے لیکن یہ ایسا حلال ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔'' (ابو داؤد: کتاب الطلاق: باب ۳) لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے کیونکہ بعض دفعہ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ فریقین کی بہتری اسی میں ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں۔

Marfat.com

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَاِیَّاکُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا ﴿۱۳۱﴾

۱۳۱۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور بے شک ہم نے ان لوگوں کو حکم دیا جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تم کو بھی کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ [۱۴۳] اور اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے ہر تعریف کا مستحق ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا ﴿۱۳۲﴾

۱۳۲۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ کارساز کافی ہے۔

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْکُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِکَ قَدِیْرًا ﴿۱۳۳﴾

۱۳۳۔ اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور دوسرے لوگوں کو لے آئے اور اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے۔

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ ثَوَابَ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ع ﴿۱۳۴﴾ ع ۱۹/۸

۱۳۴۔ جو شخص دنیا کا ثواب چاہتا ہے تو اللہ کے پاس دنیا اور آخرت کا ثواب ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

---

[۱۴۳] زمین و آسمان کی ہر چیز کا خالق اور مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے اور اس کائنات میں قانون سازی اور حکمرانی کا حق بھی اسی کا ہے۔ اس نے گزشتہ آسمانی کتابوں میں اور قرآن مجید میں بھی سب امتوں کو تقویٰ کا حکم دیا ہے۔ اور جو اس کے حکم کو نہ مانے تو اللہ تعالیٰ اس پر مکمل قادر ہے کہ انہیں فنا کر کے ان کی جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے یا انہیں زوال میں مبتلا کر کے دوسرے لوگوں کو عروج سے ہمکنار کر دے اور ایسا پہلی امتوں میں ہو چکا ہے۔ لہٰذا گزشتہ قوموں سے عبرت حاصل کرو۔ یہ دنیا ہی سب کچھ نہیں ہے اس کی عارضی رنگینیوں میں کھو کر نہ رہ جاؤ بلکہ تقویٰ اختیار کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا و آخرت یعنی دونوں جہاں میں سرخرو فرمائے۔

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۟ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

۱۳۵۔ اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے بن جاؤ۔ [۱۴۴] اگرچہ (یہ گواہی) تمہارے اپنے خلاف ہو یا تمہارے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہو۔ (جس کے خلاف گواہی دی جارہی ہے) خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔ پس اللہ تعالیٰ ان دونوں کا زیادہ خیر خواہ ہے۔ لہٰذا انصاف کرنے میں خواہش نفس کی پیروی نہ کرو اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا روگردانی کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾

۱۳۶۔ اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر [۱۴۵] اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل فرمائی اور جو شخص اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور آخرت کے ساتھ کفر کرے تو وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔

---

[۱۴۴] اہل ایمان کو تاکید کی جارہی ہے کہ وہ انصاف پر ثابت قدم رہیں اور جب گواہی دینے کا موقعہ آئے تو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے گواہی دیں کیونکہ گواہی انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ لہٰذا تمہاری گواہی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہونی چاہیے۔ اپنے یا اپنوں کے مفادات اس میں حائل نہ ہوں اور نہ ہی کسی کی دولت یا غربت اس میں اثر انداز ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کا خیر خواہ ہے۔ اگر تم نے کسی ہیر پھیر یا غلط بیانی کی کوشش کی تو خبردار! اللہ تعالیٰ تمہارے سارے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے۔ لوگوں سے تو گواہی کو چھپایا جاسکتا ہے لیکن روزِ قیامت بارگاہ الٰہی میں کیا عذر پیش کرو گے؟

[۱۴۵] اہل ایمان کے ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ ایمان پر ثابت قدم رہو کیونکہ جو شخص شیطان کے فریب میں آکر کفر کر بیٹھتا ہے تو وہ اکثر گمراہی میں اتنا دور نکل جاتا ہے کہ اس کا واپس آنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا شیطان کے وسوسوں سے محتاط رہو اور اسلام کا دامن کبھی نہ چھوڑو۔ اس آیت کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والو! اپنے حسنِ عمل سے اپنے ایمان کی تصدیق کرو۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾

۱۳۷۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر وہ کفر میں بڑھتے گئے۔ اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا [۱۴۶] اور نہ کبھی انہیں راہ راست دکھائے گا۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳۸﴾

۱۳۸۔ منافقوں کو خوش خبری [۱۴۷] سنا دو کہ بلاشبہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾

۱۳۹۔ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا وہ کافروں کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں۔ بے شک عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لئے ہے۔ [۱۴۸]

---

[۱۴۶] بعض لوگ مسلمانوں کی کامیابی اور غلبے کے وقت مسلمان ہو جاتے لیکن آزمائش اور شدت کے وقت کافر ہو جاتے اور آخر کار وہ کفر میں اتنے بڑھتے چلے گئے کہ پھر واپس نہیں آئے۔ نیز بار بار کفر کرنے سے ان کی توفیق ہدایت ہی مر گئی۔ تو ایسے مرتدین کی نجات اور بخشش کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ وہ مرتے دم تک کافر رہے اور ان کی موت کفر پر واقع ہوئی ورنہ انسان جتنی دفعہ مرتد ہو جب بھی سچی توبہ کرے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

[۱۴۷] خوش خبری کا لفظ عام طور پر اچھی خبر کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر یہاں دردناک عذاب کے لئے خوش خبری کا لفظ بطور طنز بولا گیا ہے یعنی قیامت کے دن منافقوں کے لئے صرف عذاب ہی عذاب ہے کوئی اور خبر نہیں ہے لہٰذا وہ اسی کو خوش خبری خیال کریں۔

[۱۴۸] کفار کی دنیاوی دولت اور عددی کثرت کی وجہ سے منافقین ان کے پاس جاتے اور انہیں اپنی دوستی کا یقین دلاتے تاکہ مستقبل میں جب کافر غالب آ جائیں گے تو ان کے ساتھ منافقین کو بھی عزت و غلبہ مل جائے گا۔ اس آیت میں منافقین کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ عزت و غلبہ کفار کے پاس نہیں بلکہ اس کا اصل سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے غلبہ عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

Marfat.com

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ﴿١٤٠﴾

۱۴۰۔ اور بے شک اللہ نے تم پر کتاب میں یہ حکم نازل کیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔[۱۴۹] یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں ورنہ تم بھی یقیناً اُنہی کی طرح ہو گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمام منافقوں اور سب کافروں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ڮ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ

۱۴۱۔ یہ منافق تمہارا انتظار کر رہے ہیں اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہو جائے تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ [۱۵۰] اور اگر کافروں کو

[۱۴۹] ایسی مجالس میں شرکت سے منع کیا جا رہا ہے جس میں کلام الٰہی کا انکار کیا جائے یا احکام خداوندی کا مذاق اڑایا جائے کیونکہ جو شخص ایسی مجالس میں شرکت کرتا ہے وہ بھی گناہ میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔لہٰذا مسلمانوں کو گمراہ فرقوں کی مجالس اور جلسوں میں شرکت کرنے، ان کے لٹریچر پڑھنے، ریڈیو اور ٹی وی کے خلاف اسلام پروگرام سننے سے اجتناب لازمی ہے۔
نیز بدکاری، بے حیائی، جوا اور شراب نوشی کی محافل سے بھی باز رہے کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے اور ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ''مسلمان برائی کو طاقت سے روکے۔ اگر اس کی طاقت نہیں تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو دل سے برائی کو برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔(مسلم : کتاب الایمان :باب ۲۰) یعنی دل سے برا جاننے والا ان محافل میں نہیں بیٹھ سکتا اور اگر بیٹھے گا تو ظاہر ہے وہ انہیں دل سے برا نہیں سمجھتا تو ایسے مسلمان کو اپنے ایمان پر نظرثانی کی ضرورت ہے۔ہاں کسی حکمت، مجبوری یا دینی فائدے کی خاطر اگر ایسی مجالس میں بیٹھنا پڑے تو پھر کوئی حرج نہیں جیسا کہ مکہ میں کفار کے غلبہ کی وجہ سے مسلمان ان کی مجالس میں بیٹھنے پر مجبور تھے اگرچہ دل سے پسند نہیں کرتے تھے۔

نوٹ: دُنیاوی معاملات میں کفار سے اچھے تعلقات رکھنے اور اجتماعی کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کی اجازت ہے۔

[۱۵۰] منافقین صرف دنیاوی مال و متاع کے حریص اور مطلب پرست تھے جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوتی تو ان کے گیت گاتے اور مالِ غنیمت لینے کے لئے آگے بڑھتے اور جب کفار غالب آجاتے تو ان کے پاس جا کر کہتے اگر ہم مسلمانوں کے ساتھ نہ ہوتے تو وہ تم پر غالب آجاتے کیونکہ ہم نے در پردہ ان کے حوصلے پست کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، ان کے جنگی رازوں سے تمہیں باخبر رکھا اور انہیں کمزور کرنے کے لئے ہی ہم نے ظاہری طور پر ان کا مذہب قبول کیا اور اس طرح ان کے ساتھ رہتے ہوئے ہم نے تمہیں ان کے غلبہ سے بچایا تو اصل میں ہم تمہارے ساتھ تھے اس لئے تمہارے جنگی فوائد میں بھی ہمارا برابر کا حصہ ہے۔

Marfat.com

قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۟ ع

(کامیابی سے) کچھ حصہ مل جائے تو کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے۔ کیا ہم نے تمہیں مسلمانوں سے نہ بچایا تھا؟ پس (اے منافقو!) اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ [۱۵۱] اور اللہ تعالیٰ کافروں کے لئے اہل ایمان پر (غلبہ کا) ہرگز کوئی راستہ نہیں بنائے گا۔ [۱۵۲]

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۟

۱۴۲۔ بے شک منافق (اپنے گمان میں) اللہ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور وہ انہیں دھوکہ کی سزا دینے والا ہے۔ اور جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں [۱۵۳] لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اللہ کا ذکر بہت ہی کم کرتے ہیں۔

---

[۱۵۱] منافقین دنیا میں تو دھوکہ بازی کے ذریعے مسلمانوں اور کافروں دونوں سے دنیاوی فوائد حاصل کرتے رہے لیکن قیامت کے دن تو فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا جب وہ ان کے دلوں کے راز فاش کردے گا تو پھر ان کا کیا حشر ہوگا؟

[۱۵۲] یعنی مسلمان اگر ایمان کے سارے تقاضے پورے کریں تو کوئی بھی ان پر غالب نہیں آسکتا۔ لیکن اگر دنیاوی معاملات میں کچھ کمزوریوں کی وجہ سے کبھی کفار غالب آجائیں تو بہر حال آخرت میں تو ایمان کی برکت سے مسلمان جنت میں جائیں گے اور کفار ذلیل وخوار ہوکر جہنم رسید ہوں گے۔

[۱۵۳] منافقین بادلِ نخواستہ مسلمانوں کو دکھانے کے لئے نماز باجماعت میں شریک ہوتے تاکہ ان کے نفاق کا راز فاش نہ ہو اور انہیں مسلمان سمجھا جائے لیکن نماز ختم ہوتے ہی بہت جلد مسجد سے بھاگ جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد بھی اللہ کا ذکر کرنا، کلمہ شریف و درود شریف پڑھنا، تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول رہنا یہ وہ چیزیں تھیں جو مسلمانوں کو منافقوں سے ممتاز کرتی تھیں مگر آج کل تو ایسے کلمہ گو بھی ہیں جو نماز کے بعد کلمہ یا درود شریف پڑھنے والوں پر بدعتی ہونے کا فتویٰ لگانے میں ذرہ دیر نہیں کرتے۔ اور بعض ایسے مسلمان بھی ہیں جو فرض ختم ہوتے ہیں مسجد سے باہر آجاتے ہیں۔ دعا، سنت اور نوافل کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

Marfat.com

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾

۱۴۳۔ وہ اس (کفر وایمان) کے درمیان ڈگمگا رہے ہیں۔ نہ پورے ان (کافروں) کی طرف ہیں اور نہ پورے ان (مسلمانوں) کی طرف ہیں۔ [۱۵۴] اور جس کو اللہ گمراہ کردے تو آپ اس کے لئے ہدایت کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾

۱۴۴۔ اے ایمان والو! اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ کے لئے ایک واضح دلیل قائم کردو۔ [۱۵۵]

۱۴۵۔ بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے اور تو ان کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہیں پائے گا۔

۱۴۶۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کرلی اور انہوں نے اللہ کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیا اور اللہ کے لئے اپنے دین کو خالص کرلیا تو یہ لوگ ایمان والوں کے ساتھ ہیں۔ [۱۵۶] اور عنقریب اللہ مومنوں کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

---

[۱۵۴] یہ منافقین کیسے عجیب لوگ ہیں نہ پورے کافروں کے ساتھ ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے ساتھ بس درمیان میں لٹکے ہوئے ہیں۔ ظاہر مسلمانوں کے ساتھ اور باطن کافروں کے ساتھ اور اسی دانستہ نفاق کی وجہ سے اپنی عقل سلیم کو ضائع کرچکے ہیں لہٰذا ان کی ہدایت کی کوئی صورت نہیں ہے۔

[۱۵۵] اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کسی شخص کو بغیر دلیل کے عذاب نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ کیونکہ یہ منافقین کا شیوہ ہے لیکن اس کے باوجود جو کفار کے ساتھ گہری دوستی کا دم بھرتے ہیں تو گویا وہ خود اپنے نفاق کی دلیل قائم کررہے ہیں جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ اور منافقین کو قیامت کے دن جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں پھینکا جائے گا اور وہاں کوئی ان کی مدد نہ کرسکے گا۔

[۱۵۶] منافقین نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت انہیں دعوت دے رہی ہے کہ اب بھی وقت ہے مرنے سے پہلے سچی توبہ کرکے اللہ کا دامنِ رحمت تھام لو تو اللہ کو کیا پڑی ہے کہ وہ خواہ مخواہ تمہیں عذاب دیتا رہے۔ تمہیں عذاب دینے کی وجہ تو تمہارا کفر ونفاق تھا اب اگر تم اس سے توبہ کرلو تو اللہ تعالیٰ بڑا قدردان ہے وہ تمہاری سچی توبہ کے صلے میں تمہیں اجر عظیم سے نوازے گا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مقدس جماعت میں شامل فرمادے گا۔

Marfat.com

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿١٤٧﴾

۱۴۷۔ اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا؟ اگر تم شکر ادا کرو اور ایمان لے آؤ۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان ہے سب کچھ جاننے والا ہے۔

الجزء ٦

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿١٤٨﴾

۱۴۸۔ اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ بُری بات برملا کہی جائے سوائے مظلوم کی بات کے [۱۵۷] اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

---

[۱۵۷] کسی کو گالی دینا، کسی کی ہتک کرنا یا کسی کے عیوب ونقائص کا پرچار کرنا اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ اس طرح معاشرہ میں نفرت اور انتشار کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ البتہ مظلوم کو اجازت ہے کہ وہ ظالم کے خلاف آواز بلند کرے تاکہ اس کی حق تلفی کی تلافی ہو سکے، دوسرے لوگ اس ظالم سے محتاط رہیں بلکہ سارے لوگ مل کر اس ظالم کے خلاف اس قدر بھرپور احتجاج کریں کہ آئندہ کسی کو ظلم کرنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ آخر میں مظلوم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ تیری فریاد کوئی سنے یا نہ سنے اللہ تعالیٰ تو ضرور سننے والا ہے ظالم کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تو اپنے مظالم لوگوں کی نگاہوں سے چھپا سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ تیرے کرتوتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ دنیاوی عدالت اگر تجھے سزا نہ دے سکی تو خدائی عدالت سے کیسے بچے گا؟

غیبت اور کسی کو گالی دینے کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم اپنے بھائی کے اس وصف کا ذکر کرو جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا۔ یہ بتایئے اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جس کو میں بیان کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر تمہارے بھائی میں وہ عیب ہو جس کو تم بیان کرتے ہو تب ہی تو تم اس کی غیبت کرو گے اور اگر اس میں وہ عیب نہ ہو تو پھر تم اس پر بہتان باندھو گے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۵۸۹: کتاب البر)

۲۔ جب دو شخص ایک دوسرے کو بُرا کہیں یا آپس میں گالی گلوچ کریں تو اس کا گناہ پہل کرنے والے پر ہوتا ہے۔ جب تک کہ مظلوم حدِ مساوات سے آگے نہ بڑھ جائے۔ (مسلم: حدیث ۲۵۸۷: کتاب البر) یعنی جس کو پہلے گالی دی گئی ہے اگر وہ اسی کی مثل واپس گالی دے تو صرف پہل کرنے والا مجرم ہو گا دوسرا تو انصاف کرنے والا ہے اور اگر دوسرے نے پہلے سے زیادہ گالیاں دیں تو پھر دوسرا بھی مجرم ہے لیکن اگر دوسرا صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ بہتر اور زیادہ اجر کا موجب ہے۔

Marfat.com

اِنۡ تُبۡدُوۡا خَيۡرًا اَوۡ تُخۡفُوۡهُ اَوۡ تَعۡفُوۡا عَنۡ سُوۡٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيۡرًا ﴿۱۴۹﴾

۱۴۹۔ اگر تم کسی نیکی کو اعلانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی بُرائی کو معاف کر دو۔ [۱۵۸] بے شک اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا بہت قدرت والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّفَرِّقُوۡا بَيۡنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّنَكۡفُرُ بِبَعۡضٍ ۙ وَّيُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَّخِذُوۡا بَيۡنَ ذٰلِكَ سَبِيۡلًا ۙ ﴿۱۵۰﴾

۱۵۰۔ بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کرنا چاہتے ہیں۔ [۱۵۹] اور کہتے ہیں کہ ہم بعض رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی اور راستہ بنالیں۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ حَقًّا ۚ وَاَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا مُّهِيۡنًا ﴿۱۵۱﴾

۱۵۱۔ یہی لوگ حقیقت میں کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے رُسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمۡ يُفَرِّقُوۡا بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ اُولٰٓئِكَ سَوۡفَ يُؤۡتِيۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۧ ﴿۱۵۲﴾ ع ۲۱/۱۱

۱۵۲۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور انہوں نے ان رسولوں میں سے کسی ایک میں فرق نہیں کیا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ عنقریب انہیں ان کے اجر عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

---

[۱۵۸] گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے بُرائی کے اظہار سے منع فرمایا اور اس آیت میں نیکی کے متعلق اجازت دیدی، چاہے اسے ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو کیونکہ حالات کے مطابق کبھی نیکی ظاہر کرنے میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے اور کبھی اسے پوشیدہ رکھنا بہتر ہوتا ہے۔ آخر میں مظلوم کو فرمایا کہ تیرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے تجھے اس کا بدلہ لینے کا حق حاصل ہے لیکن اگر تو اسے معاف کردے تو یہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ معاف کرنا خدائی صفت ہے اور وہ طاقت کے باوجود غلط کاروں کو معاف کر دیا کرتا ہے۔

[۱۵۹] جو لوگ اللہ کو مانیں اور اس کے رسولوں کا انکار کر دیں یا اس کے رسولوں سے بعض کو مانیں اور بعض کا انکار کر دیں اور اس طرح کفر و اسلام کے درمیان کوئی تیسرا مذہب پیدا کرنے کی کوشش کریں تو یہ لوگ پکے کافر ہیں کیونکہ اسلام کے علاوہ دوسرے سارے راستے کفر کی طرف لے جاتے ہیں۔

Marfat.com

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٥٣﴾

۱۵۳۔ اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کردیں۔ [۱۶۰] سو وہ موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا ہمیں اللہ کو ظاہر دکھا دو۔ تو ان کے اس ظلم کی وجہ سے انہیں بجلی کی کڑک نے پکڑ لیا۔ پھر انہوں نے واضح دلائل آنے کے باوجود بچھڑے کو (معبود) بنالیا۔ [۱۶۱] پھر بھی ہم نے اس (جرم) کو معاف کردیا اور ہم نے موسیٰ کو واضح غلبہ عطا فرمایا۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿١٥٤﴾

۱۵۴۔ اور ہم نے ان سے وعدہ لینے کے لئے طور کو ان کے اوپر بلند کیا اور ہم نے انہیں کہا کہ سجدہ کرتے ہوئے اس دروازہ سے داخل ہو جاؤ اور ہم نے انہیں کہا کہ ہفتہ کے دن میں حد سے آگے نہ بڑھنا اور ہم نے ان سے پختہ وعدہ لیا۔

---

[۱۶۰] بعض یہودی حضورِ اکرم ﷺ کے پاس آکر کہنے لگے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لکھی ہوئی کتاب آسمان سے اُتری تھی اگر آپ بھی ایسی ہی کوئی لکھی ہوئی کتاب آسمان سے نازل کروادیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ یہ سوال اگرچہ حضورِ اکرم ﷺ سے تھا مگر آپ ﷺ کی طرف سے خود اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا۔ یعنی پیارے نبی! آپ ان کے احمقانہ سوال پر متعجب ہوں گے۔ دراصل ان کا مقصد اطمینانِ قلب نہیں بلکہ صرف حجت بازی ہے اگر آسمان سے کوئی تحریر نازل کردی جائے تو پھر بھی یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب لکھی ہوئی کتاب لائے تو ان کے بزرگوں نے اس کا انکار کر کے مزید مطالبہ کردیا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے ظاہر دکھاؤ تو ہم ایمان لائیں گے۔ اس گستاخی اور سرکشی کی انہیں یہ سزا دی گئی کہ بجلی کی کڑک نے انہیں پکڑ لیا۔ اس واقعہ کو سورہ بقرہ آیت نمبر ۵۵ اور حاشیہ نمبر ۴۶ میں ملاحظہ کریں۔

[۱۶۱] یہود کی حجت بازی کا ایک اور واقعہ بیان کیا جارہا ہے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واضح معجزات (ید بیضا، عصا، بنی اسرائیل کی نجات اور فرعونیوں کا غرق وغیرہ) دیکھنے کے بعد بھی انہوں نے بچھڑے کو خدا بنالیا اور اس کی عبادت شروع کردی۔ تو جو لوگ عقل سے اتنے دور ہوں اُن سے ایسے نامعقول مطالبات میں کوئی حیرت کی بات نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کا کون اندازہ کرسکتا ہے جس نے ان کے اس عظیم گناہ کو بھی معاف کردیا اور ان کے اوپر طور کو بلند کر کے پختہ وعدہ لیا کہ اَحکام تورات میں کمی بیشی نہ کریں۔ اس پختہ وعدہ اور احکام سبت کے لئے سورہ بقرہ کی آیات نمبر ۶۳ تا ۶۶ اور حاشیہ نمبر ۵۲ تا ۵۳ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۵۵﴾

۱۵۵۔ پھر ان کی عہد شکنی کی وجہ سے اور اللہ کی آیتوں کا انکار کرنے کی وجہ سے اور نبیوں کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں۔ [۱۶۲] (اللہ نے ان پر لعنت کی) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی تو وہ بہت ہی کم ایمان لائیں گے۔

وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا ۙ﴿۱۵۶﴾

۱۵۶۔ اور ان کے کفر کی وجہ سے اور مریم پر بہتانِ عظیم باندھنے کی وجہ سے۔ [۱۶۳]

---

[۱۶۲] اس آیت میں یہود کے کفر کی چار وجوہات بیان کی گئی ہیں یعنی: (۱) عہد شکنی کرتے۔ (۲) معجزات کا انکار کرتے۔ (۳) انبیاء کو ناحق قتل کرتے۔ (۴) اور یہ دعویٰ کرتے کہ ان کے عقائد درست ہیں جو ان کے دلوں کی گہرائی میں اس قدر محفوظ ہیں کہ کوئی معجزہ یا استدلال ان کے ایمان کو متزلزل نہیں کر سکتا اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہر زمانے کا ہٹ دھرم یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ درست ہے اور باقی ساری دنیا غلط ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور یہ بلاوجہ نہیں بلکہ سزا ہے ان کے مسلسل کفر کی، جس نے ان کے دل و دماغ کو اس حد تک ناکارہ بنا دیا ہے کہ ان میں ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت ہی دم توڑ چکی ہے لہٰذا ان میں سے بہت کم لوگ ہی ایمان لائیں گے۔

[۱۶۳] جب حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی گئی تو آپ کنواری تھیں۔ وضع کا وقت قریب آیا تو آپ باہر ویرانے میں چلی گئیں۔ بچہ پیدا ہوا تو وہ لوگوں کے طعنوں کا خیال کر کے گھبرائیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ جب کوئی تم پر زبانِ طعن دراز کرے تو خود چپ رہنا اور اس بچے کی طرف اشارہ کر دینا۔ چنانچہ جب آپ واپس یروشلم (بیت المقدس) پہنچیں تو لوگوں نے ان کی گود میں بچہ دیکھ کر انہیں مطعون کرنا شروع کر دیا۔ ایک کنواری لڑکی کی گود میں بچہ دیکھنے سے اس کے اخلاق کے متعلق شکوک کا پیدا ہو جانا ایک طبعی امر تھا حضرت مریم نے حسبِ ارشادِ الٰہی بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس سے دریافت کرو۔ وہ کہنے لگے ہم کیونکر اس بچے سے بات کر سکتے ہیں جو ابھی پنگھوڑے میں ہے۔ اس وقت وہ معصوم بچہ فصیح زبان میں گویا ہوا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اس روشن معجزہ اور ناقابل تردید دلیل کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لینے کے بعد انہیں حضرت مریم کی طہارت کا یقین آ جانا چاہیے تھا۔ آخر وہ اہل کتاب تھے۔ نبوت، وحی اور معجزات پر ان کا ایمان تھا لیکن یوں جان لینے کے بعد پھر ان کا اس تقدس مآب خاتون پر یہ تہمت لگانا بہتانِ عظیم نہیں تو اور کیا ہے؟ (تفسیر ضیاء القران)

Marfat.com

وَّقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ﴿١٥٧﴾

۱۵۷۔ اوران کے اس قول کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کردیا ہے۔ [۱۶۴] جو اللہ کا رسول ہے۔حالانکہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ اسے سولی پر چڑھایا بلکہ ان کے لئے (کسی اور شخص کو عیسیٰ کا) مشابہ بنا دیا گیا تھا اور بے شک جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کیا وہ حضرت عیسیٰ کے متعلق شک میں ہیں۔انہیں اس امر کا کوئی یقینی علم نہیں ہے صرف گمان ہی کی پیروی ہے۔اور انہوں نے حضرت عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا۔

بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾

۱۵۸۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ [۱۶۵] اور اللہ تعالیٰ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

حضرت مریم پر زنا کا بہتان لگانے کا مطلب یہ تھا کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور یہ انکار دراصل اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کفر ہے۔(تفسیر کبیر)

[۱۶۴] یہود کا دعویٰ یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کردیا اور اس پر مستزاد یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے رسول اللہ کا لفظ بھی استعمال کیا جو بطور طنز ومزاح تھا کیونکہ وہ آپ کو رسول اللہ مانتے نہیں تھے مگر قرآن مجید نے بالکل واضح اور صاف الفاظ میں اس کی تردید کردی یعنی یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا بلکہ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شبہ میں سولی پر چڑھا دیا اور اس کا ایک ثبوت ان کا آپس میں اختلاف ہے کیونکہ سولی چڑھانے کے بعد جب انہوں نے مقتول کو غور سے دیکھا تو حیران ہوگئے بعض نے کہا یہ حضرت عیسیٰ ہیں اور بعض نے کہا یہ کوئی اور شخص ہے۔اس کا چہرہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہے اور اس کا بدن ہمارے جاسوس ساتھی کے مشابہ ہے۔ اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو پھر حضرت عیسیٰ کہاں گئے اور اگر یہ عیسیٰ ہیں تو پھر ہمارا ساتھی کہاں گیا۔دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انجام کے متعلق ان کے پاس کوئی یقینی علم نہیں ہے صرف شکوک وشبہات کا شکار ہیں۔اس واقعہ کی تفصیل کے لئے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۵۴ اور حاشیہ نمبر ۲۹ ملاحظہ کریں۔نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل یا موت کا قائل ہو وہ یہود کی طرح جہالت کا شکار ہے چاہے وہ قادیانی ہو یا کوئی اور۔

[۱۶۵] یہود کی طرح عیسائیوں کا بھی یہی خیال تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے دی گئی تھی چنانچہ اس عالمی غلط فہمی کے ازالہ کے لئے قرآن مجید نے بار بار تاکید کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے انہیں زندہ آسمان پر اٹھالیا۔یہ کوئی عام معجزہ نہیں تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس دعویٰ کے ساتھ اپنی قوتِ غالبہ اور حکمت بالغہ کا ذکر بھی کردیا یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کام کوئی مشکل نہیں کیونکہ وہ بہت غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔

Marfat.com

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ ﴿۱۵۹﴾

۱۵۹۔ اور اہل کتاب سے کوئی بھی ایسا نہ ہوگا مگر وہ مسیح پر ان کی موت سے پہلے ضرور ایمان لائے گا۔ [۱۶۶] اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہ ہوں گے۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۙ ﴿۱۶۰﴾

۱۶۰۔ تو یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاک چیزیں حرام کر دیں۔ [۱۶۷] جو پہلے ان پر حلال تھیں۔ اور اس وجہ سے کہ وہ اکثر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے تھے۔

وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾

۱۶۱۔ اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ وہ اس سے منع کئے گئے تھے۔ [۱۶۸] اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کا ناحق مال کھاتے تھے اور ان میں سے کافروں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

---

[۱۶۶] اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے امام ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) نے جس قول کو ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں اور جب وہ اپنی وفات سے پہلے زمین پر نازل ہوں گے تو اس زمانہ کے اہل کتاب آپ پر ایمان لا کر اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اہل کتاب کے بارے میں گواہی دیں گے یعنی کون ان پر ایمان لایا اور کس نے ان کا انکار کیا۔ (تفسیر جامع البیان)

[۱۶۷] یہود کے مظالم اور جرائم کا ذکر جاری ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کئی حلال چیزیں بطور سزا ان پر حرام کر دیں جن کی تفصیل سورہ الانعام کی آیت نمبر ۱۴۶ میں آئے گی۔ اور ان کا ایک جرم یہ بھی تھا کہ وہ نہ صرف یہ کہ خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے قول و فعل سے دوسرے لوگوں کو بھی راہ راست سے روکتے تھے۔

[۱۶۸] یہود کو سود لینے سے منع کیا گیا تھا مگر اس کے باوجود وہ سود بھی لیتے اور کئی اور ناجائز طریقوں (رشوت، دھوکہ، چوری، ڈاکہ وغیرہ) سے بھی لوگوں کے مال ہضم کر جاتے۔ تورات میں سود کے متعلق آج بھی یہ حکم موجود ہے۔

"If your brother becomes poor, you are responsible to help him; invite him to live with you as a guest in your home. Fear your God and let your brother live with you; and don't charge him interest on the money you lend him. Remember - no interest; and give him what he needs, at your cost: don't try to make profit." (The Living Bible: British Edition 1975: Leviticus:26:35 to 37)

Marfat.com

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٦٢﴾ ع ۲۲

۱۶۲۔ لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ ہیں [۱۶۹] اور مؤمن ہیں وہ اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ ادا کرنے والے اور اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لانے والے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو ہم عنقریب اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰي نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿١٦٣﴾

۱۶۳۔ بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی [۱۷۰] جیسے ہم نے نوح [۱۷۱] اور اس کے بعد والے نبیوں کی طرف وحی بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی بھیجی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔

''اگر تیرا بھائی محتاج ہو جائے تو اس کی مدد کرنا تیری ذمہ داری ہے اسے اپنے گھر میں بطور مہمان رہنے کی دعوت دو۔ خدا سے ڈرو اور اسے اپنے ساتھ رہنے دو۔ جو رقم اس کو ادھار دو اس پر سود نہ لو۔ یاد رکھو۔ کوئی سود نہیں لینا۔ جو بھی اس کو ضرورت ہو اپنی قیمت خرید پر اسے دو اور اس سے نفع لینے کی کوشش نہ کرو۔'' (احبار: ۲۶: ۳۵ تا ۳۷)

سود کے متعلق اسلامی تفصیلات کیلئے سورہ بقرہ آیات نمبر ۲۷۵ تا ۲۸۱ اور حاشیہ نمبر ۲۳۵ تا ۲۴۰ ملاحظہ کریں۔

[۱۶۹] ابھی آپ نے یہود کے مظالم اور جرائم کا ذکر پڑھا جن میں اکثر یہودی مبتلا تھے لیکن ان میں کچھ ایسے علماء بھی تھے جو علم میں پختہ، عمل میں مضبوط اور تعصب سے بہت دور تھے جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ میں ان صفات کا مشاہدہ کیا جو تورات میں موجود تھیں تو فوراً آپ ﷺ پر ایمان لے آئے (جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ) اور اسلامی عقائد و اعمال کو دل سے تسلیم کرتے ہوئے اجر عظیم کے مستحق قرار پائے۔

[۱۷۰] یہودیوں کا دعویٰ یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں۔ حضرات عیسیٰ و محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام کو وہ نبی نہیں مانتے تھے اور اسی لئے حضور اکرم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ لکھی ہوئی کتاب آسمان سے نازل کروائیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل کی گئی تھی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی اے گروہ یہود! جیسے ہم نے گزشتہ انبیائے کرام پر وحی بھیجی اسی طرح ہم نے حضرت محمد ﷺ پر بھی وحی بھیجی ہے۔ اب دیگر انبیائے کرام کو تم وحی کی وجہ سے نبی مانتے ہو حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی نبی کے پاس لکھی ہوئی کتاب نازل نہیں ہوئی تو جس طرح

Marfat.com

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾

۱۶۴۔ اور ہم نے ایسے رسول (بھیجے) جن کا قصہ ہم نے اس سے پہلے آپ کو بیان کر دیا ہے۔ [۱۷۲] اور ایسے رسول بھی جن کا قصہ ہم نے آپ سے ابھی تک بیان نہیں کیا۔ [۱۷۳] اور اللہ نے موسیٰ سے خاص کلام فرمایا۔ [۱۷۴]

دیگر انبیائے کرام (حضرات ابراھیم، نوح، داؤد وغیر ھم علیھم السلام) بغیر لکھی ہوئی کتاب کے اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور تم انہیں نبی تسلیم کرتے ہو اسی طرح حضرت محمد ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ (تفسیر خازن) نیز نبوت کے ثبوت کے لئے معجزے کا اظہار ہی کافی ہوتا ہے اور حضورِ اکرم ﷺ نے دیگر انبیائے کرام کی طرح متعدد معجزات پیش کئے اور سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے جس کی نظیر پیش کرنا آج بھی پوری دنیا کے لئے چیلنج ہے اور قیامت تک رہے گا جبکہ باقی انبیائے کرام کے معجزات ان کے جانے کے بعد باقی نہیں رہے تو یہ کتنی بڑی ناانصافی ہے کہ جن نبیوں کے معجزات فانی تھے ان کو تو نبی مان لیا جائے اور جس عظیم الشان نبی کا معجزہ قرآن زندہ جاوید ہے اس کی نبوت کا انکار کر دیا جائے۔

[۱۷۱] حضرت آدم علیہ السلام کی طرح حضرت نوح علیہ السلام بھی آئندہ تمام انسانوں کے باپ ہیں (کیونکہ طوفانِ نوح کی وجہ سے سب لوگ ہلاک ہو گئے تھے اور جو کشتی میں سوار ہو کر بچ گئے تھے ان میں حضرت نوح کے علاوہ کسی کی نسل باقی نہیں رہی۔ اس لئے آپ کو آدمِ ثانی کہا جاتا ہے) آپ کی ذات خود ایک معجزہ تھی۔ تمام پیغمبروں سے آپ کی عمر زیادہ تھی یعنی ساڑھے نو سو سال عمر پائی۔ اس دوران نہ آپ کے بال سفید ہوئے اور نہ ہی آپ کا کوئی دانت گرا اور نہ ہی جسمانی طاقت میں کمی آئی۔ (تفسیر مظھری) جنوری ۲۰۰۱ء میں مسجد اقصیٰ کی زیارت اور مسلم چیرٹی کی رقم تقسیم کرنے کے لئے فلسطین جانے کا موقع ملا اور اس دوران متعدد انبیائے کرام یعنی حضرات نوح، ابراھیم، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ وغیر ھم علیھم السلام کے مزارات پر بھی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

[۱۷۲] جن انبیاء اور رسولوں کے اسمائے گرامی اور ان کے واقعات قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں ان کی تعداد ۲۵ ہے۔ یعنی حضرات آدم، ادریس، نوح، ھود، صالح، ابراھیم، لوط، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، ایوب، شعیب، موسیٰ، ھارون، یونس، داؤد، سلیمان، الیاس، الیسع، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، ذوالکفل اور سب نبیوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیھم اجمعین وسلم۔ (تفسیر ابن کثیر)

[۱۷۳] جن انبیاء اور رسولوں کے اسمائے گرامی اور ان کے واقعات قرآن مجید میں بیان نہیں کئے گئے۔ ان کی حقیقی تعداد تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے مگر اس سلسلہ میں مشہور حدیث یہ ہے کہ انبیائے کرام کی تعداد ایک لاکھ ۲۴ ہزار ہے ان میں سے رسولوں کی تعداد ۳۱۳ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

Marfat.com

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾

۱۶۵۔ (اور ہم نے) خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے تا کہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر کوئی حجت نہ رہے۔ [۱۷۵] اور اللہ تعالیٰ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ۭ

۱۶۶۔ لیکن اللہ گواہی دیتا ہے [۱۷۶] کہ اس نے جو کچھ آپ کی طرف نازل فرمایا وہ اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بطور گواہ کافی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾

۱۶۷۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا تو وہ گمراہی میں بہت دور نکل گئے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ۙ

۱۶۸۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ ان کو نہیں بخشے گا اور نہ انہیں (سیدھی) راہ دکھائے گا۔

---

[۱۷۴] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خصوصی کرم فرمایا اور وادی ایمن میں آپ سے براہِ راست بغیر فرشتہ کے گفتگو فرمائی لیکن حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات نہ صرف یہ کہ براہِ راست کلام فرمایا بلکہ شرفِ زیارت سے بھی مشرف فرمایا۔(تفسیر روح المعانی:سورة النجم)

[۱۷۵] اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور ہر علاقہ کی طرف نبی اور رسول بھیجے جنہوں نے لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھایا تا کہ قیامت کے دن کوئی مجرم یہ عذر پیش نہ کر سکے کہ وہ ناواقف تھا اس کے پاس ہدایت کا پیغام کسی نے نہیں پہنچایا۔

آپ ﷺ سے پہلے ہر علاقے اور ہر قوم کی طرف نبی آتے رہے کیونکہ وہ ہدایت کے چراغ تھے اور چراغ کا نور ایک مخصوص علاقہ تک محدود ہوتا ہے۔لیکن حضرت محمد ﷺ ساری کائنات کے لئے نبی ہیں کیونکہ آپ ﷺ ہدایت کے سورج ہیں اور سورج کا نور ساری کائنات کے لئے کافی ہوتا ہے۔

[۱۷۶] یعنی یہ لوگ اگر آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں تو اپنا انجام خراب کر رہے ہیں آپ ﷺ کی نبوت پر تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے گواہی دیتے ہیں۔ نیز قرآن کریم (جو اپنے الفاظ و معانی کے لحاظ سے سراپا معجزہ ہے) بھی آپ ﷺ کی نبوت کو ثابت کرتا ہے تو پھر ان کے انکار سے کیا فرق پڑتا ہے؟

Marfat.com

اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ وَ
كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۱۶۹﴾

۱۶۹۔ سوائے جہنم کی راہ کے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بات اللہ کیلئے بالکل آسان ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ
مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا
فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ
اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۷۰﴾

۱۷۰۔ اے لوگو! بے شک تمہارے پاس یہ رسول تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آ گیا۔ پس تم ایمان لاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اگر تم انکار کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ [۱۷۷] اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا
تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ
عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ
اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ
وَ رُسُلِهٖ ۚ۫ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا
خَیْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ
اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ
مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۱۷۱﴾ ع وقف لازم ۲۳ ع ۳

۱۷۱۔ اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو [۱۷۸] اور اللہ تعالیٰ کے متعلق حق کے سوا اور کچھ نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ بن مریم تو صرف اللہ کے رسول اور اس کے کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اللہ کی طرف سے روح تھی پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ تین (خدا) ہیں [۱۷۹] (ایسا کہنے سے) باز آ جاؤ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ صرف اللہ ہی واحد لائقِ عبادت ہے۔ وہ اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی لڑکا ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ کارساز کافی ہے۔

---

[۱۷۷] حضرت محمد ﷺ عالمگیر نبی ہیں اس لئے دنیا کے تمام انسانوں کو دعوت دی جا رہی ہے کہ سچائی کے پیکر رسول یعنی حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچائی کا پیغام لے کر تمہارے اندر جلوہ گر ہو چکے ہیں لہٰذا تم اس پر ایمان لے آؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم نے انکار کیا تو یاد رکھو زمین و آسمان کے ہر ذرہ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ تمہارے ایمان نہ لانے سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑے گا البتہ تمہیں نافرمانی کی سزا کے طور پر ہمیشہ جہنم میں رہنا پڑے گا۔

حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس کا مختصر مفہوم یہ ہے۔ ''اے میرے بندو! اگر تم سارے متقی اور نیک بن جاؤ تو اس سے میری بادشاہی میں اضافہ نہیں ہو گا اور اگر تم سارے سرکش اور نافرمان بن جاؤ تو میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔ اے میرے بندو! اگر تم سب ایک میدان میں جمع ہو کر مجھ سے سوال کرو اور میں ہر انسان کو اس کے سوال کے مطابق عطا کر دوں تو میرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔'' (مسلم: حدیث نمبر ۲۵۷۷: کتاب البر)

Marfat.com

[١٧٨] گزشتہ آیات میں یہود کا رد کیا گیا جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مجرمانہ حد تک کمی کی اور ان کی معجزانہ پیدائش کو تسلیم کرنے کی بجائے حضرت مریم پر بہتان لگایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اسی طرح عیسائیوں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ کے معجزانہ پیدائش کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی حالانکہ ان کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کی بغیر ماں باپ کے پیدائش کی مثال موجود تھی لیکن اسکے باوجود انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کو ایک عجیب چیستان بنا دیا۔ ایک فرقہ کہنے لگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طبیعت انسانی ہے دوسرے نے کہا آپ کی طبیعت خدائی ہے۔ تیسرے نے کہا خدا کی طرح قدیم یعنی ہمیشہ سے ہیں چوتھے نے کہا آپ حادث یعنی بعد میں پیدا ہوئے ہیں پانچویں نے کہا آپ حادث بھی ہیں اور قدیم بھی وغیرہ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک ذات کو یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ وہ خدا بھی ہے اور بندہ بھی۔ قدیم بھی ہے اور حادث بھی۔ تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو تنبیہ فرمائی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں حد سے تجاوز نہ کرو وہ خدا نہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی عظمتوں سے نوازا ہے وہ اللہ کے کلمہ ہیں یعنی مادی اسباب کے بغیر صرف حکم الٰہی سے پیدا ہوئے ہیں وہ اللہ کی روح ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے روح کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پاک پیدا فرمایا کیونکہ آپ کی پیدائش میں کسی انسانی نطفہ کی آمیزش نہیں ہے۔

[١٧٩] تثلیث ایک ایسا عقیدہ ہے جس پر تقریباً سارے عیسائی متحد ہیں لیکن اس کی تعبیر اور تفصیل میں اختلاف کا شکار ہیں۔ ایک فرقے کا دعویٰ ہے کہ اللہ، عیسیٰ اور مریم تین خدا ہیں دوسرا فرقہ کہتا ہے اللہ عیسیٰ اور جبرائیل تین خدا ہیں یعنی اللہ کو باپ، عیسیٰ کو بیٹا اور جبرائیل کو مقدس روح کہتے ہیں۔ پھر ان تینوں میں سے ہر ایک الگ الگ کامل خدا ہے اور یہ تین مل کر صرف ایک خدا ہے یعنی تین میں ایک خدا اور ایک میں تین خدا۔ یہ ایک ایسا معمہ ہے جس کو سلجھانے کے لئے عیسائی علماء گزشتہ ١٩٠٠ برس سے سرکھپا رہے ہیں مگر آج تک اس کی کوئی معقول اور قابل فہم تعبیر پیش نہیں کر سکے اور نہ ہی آئندہ پیش کر سکیں گے کیونکہ یہ نظریہ حقیقت کے خلاف ہے اور عیسائی دنیا کی اپنی غلط فہمیوں کی پیداوار ہے اور اس کا اصل اور آسان حل وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے یعنی تین خداؤں سے باز آ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ صرف ایک ہے۔ وہی تنہا عبادت کے لائق ہے اور اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ سب سے اہم حکم کون سا ہے؟ آپ نے جواب دیا (سب سے اہم حکم یہ ہے) کہ ہمارا خدا ایک اور صرف ایک ہے۔ تو اپنی پوری طاقت، روح اور دل و دماغ کے ساتھ اس سے محبت کر۔ (مرقس: ١٢:٢٨ تا ٣٠) مقدس صحیفے یہی کہتے ہیں کہ صرف پروردگار خدا کی عبادت کر اور صرف اسی کی اطاعت کر۔ (متی: ١٠:٤)

Marfat.com

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَ مَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾

۱۷۲۔ مسیح اللہ کا بندہ ہونے میں ہرگز عار نہیں سمجھیں گے [۱۸۰] اور نہ ہی مقرب فرشتے اور جو اللہ کی عبادت کو عار سمجھے اور تکبر کرے تو اللہ ان سب کو جلد ہی اپنے ہاں جمع کرے گا۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾

۱۷۳۔ پھر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے تو اللہ تعالیٰ ان کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا اور اپنے فضل سے انہیں مزید اجر بھی عطا فرمائے گا۔ [۱۸۱] اور جن لوگوں نے (عبادت کو) عار سمجھا اور تکبر کیا تو اللہ ان کو دردناک عذاب دے گا اور وہ لوگ اللہ کے سوا اپنے لئے کوئی حمایتی اور مددگار نہیں پائیں گے۔

---

[۱۸۰] نجران کے عیسائی علماء سے گفتگو کے دوران جب حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اللہ کا رسول اور اللہ کا بندہ ہونے کے الفاظ استعمال کئے تو عیسائی کہنے لگے آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کر رہے ہیں وہ اللہ کے بندے نہیں بلکہ خود اللہ اور اللہ کے بیٹے ہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر روح المعانی) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہلانے میں کوئی عار نہیں بلکہ فخر ہے کیونکہ انسانیت کی معراج اور سب سے بڑی عظمت یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو بندہ ثابت کردے اور اللہ تعالیٰ اس کی بندگی قبول فرمالے۔

حضورِ اکرم ﷺ معراج کی رات جب مقامِ قرب میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔ اے محمد ﷺ! آج میں تجھے کس لقب سے سرفراز کروں؟ تو حضورِ اکرم ﷺ نے عرض کیا۔ مجھے اپنا بندہ کہنے کی نسبت سے مشرف فرما۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ بنی اسرائیل: آیت نمبر ۱) غالباً اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ذکرِ معراج کے وقت اسی لقب (عبدہ) کو ذکر فرمایا جو اس کے حبیب ﷺ نے اپنے لئے خود پسند فرمایا۔

[۱۸۱] جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کو عار سمجھیں اور تکبر کریں ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا لیکن جو خوش نصیب ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کرتے ہیں انہیں اپنے اعمال کا پورا پورا اجر دیا جائے گا اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ ان کے خلوص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر مزید فضل فرمائے گا اور اس مزید فضل کی تشریح کرتے ہوئے حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''جس شخص نے دنیا میں اہلِ ایمان کے ساتھ نیکی کی تھی اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں اس شخص کی شفاعت کرنے کی اجازت دے گا چاہے اس شخص پر جہنم واجب ہو چکی ہو۔'' (تفسیر روح المعانی)

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾

۱۷۴۔ اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آ گئی [۱۸۲] اور ہم نے تمہاری طرف ایک واضح نور نازل کیا ہے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ
فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّ
يَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾

۱۷۵۔ پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس (کے دامنِ رحمت) کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو اللہ ان کو عنقریب اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا۔ اور انہیں اپنی طرف لے جانے والا سیدھا راستہ دکھائے گا۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ
اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ
اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ
اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ
فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا
اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ
الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَ
اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ ع ۲۴

۱۷۶۔ (اے پیارے رسول!) لوگ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔ آپ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ [۱۸۳] (کی میراث) کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور اس کی ایک بہن ہو تو میت کے ترکہ سے بہن کا نصف حصہ ہے۔ [۱۸۴] اور وہ (بھائی) اپنی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس بہن کی کوئی اولاد نہ ہو۔ پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ان دونوں بہنوں کا حصہ اس (بھائی) کے ترکہ سے دو تہائی ہے۔ [۱۸۵] اور اگر بہن بھائی وارث ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی [۱۸۶] تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (اپنے احکام) صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ [۱۸۷] اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

---

[۱۸۲] حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی حق و صداقت کی واضح دلیل ہے اور قرآن مجید ہدایت کا ایسا نور ہے۔ کہ جو اس کی روشنی میں ثابت قدمی سے اپنا سفر جاری رکھتا ہے وہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے دونوں جہان میں سرفراز ہوتا ہے۔

[۱۸۳] کلالہ اس مرد یا عورت کو کہا جاتا ہے جس کے نہ ماں باپ زندہ ہوں اور نہ ہی اولاد (یعنی لڑکی یا لڑکا بھی زندہ نہ ہو۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری بیمار پرسی کے

Marfat.com

لئے تشریف لائے میں بے ہوش تھا۔ آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور اپنے وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر ڈالا تو مجھے ہوش آ گیا۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں اپنے مال کو کس طرح تقسیم کروں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (مسلم: حدیث نمبر ۱۶۱۶: کتاب الفرائض) نیز فرمایا۔ اے جابر! تو اس بیماری سے مرنے والا نہیں ہے۔ (ابو داؤد: حدیث نمبر ۲۸۸۷: کتاب الفرائض) چونکہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت کلالہ تھے یعنی ان کے والدین اور اولاد زندہ نہیں تھے صرف بہنیں تھیں اسلئے انہوں نے اپنی وراثت کی تقسیم کے بارے میں سوال کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ کے بابرکت پانی سے حضرت جابر کی بیماری اور بے ہوشی ختم ہوگئی نیز حضورِ اکرم ﷺ کی غیبی اطلاع کے مطابق حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بیماری سے فوت نہیں ہوئے بلکہ بعد میں بھی زندہ رہے اور فرمایا کرتے تھے ''سورہ النساء کی یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی تھی۔'' (ابو داؤد: حدیث نمبر ۲۸۸۷)

[۱۸۴] کلالہ مرد اگر فوت ہو جائے اور اس کا ترکہ تین لاکھ پونڈ ہو تو اس کی وہ بہن جو صرف ماں کی طرف سے ہو لیکن اس کا باپ الگ ہو تو اس بہن کا حکم اسی سورت کی آیت نمبر ۱۲ میں بیان ہو چکا ہے۔ یہاں اس بہن کا ذکر ہے جو سگی اور باپ کی طرف سے ہو (خواہ ان کی ماں ایک ہو یا الگ الگ) تو اس بہن کو کلالہ کی وراثت سے آدھا حصہ یعنی ڈیڑھ لاکھ پونڈ ملیں گے اور اگر اس کا کوئی اور شرعی وارث نہ ہو تو بقیہ نصف بھی بہن کی طرف لوٹ آئے گا۔

اور اگر کلالہ مرد یا عورت ہو اور اس کا وارث صرف ایک بھائی ہو تو یہ بھائی کلالہ کے سارے ترکہ کا وراث ہوگا یعنی پورے تین لاکھ پونڈ بھائی کو مل جائیں گے۔

[۱۸۵] اگر کلالہ کی دو یا دو سے زائد بہنیں ہوں تو کلالہ کے ترکہ سے دو حصے یعنی دو لاکھ پونڈ ان بہنوں میں برابر تقسیم ہوں گے اور ایک لاکھ پونڈ دوسرے شرعی وارثوں میں اور اگر اس کے دیگر شرعی وارث نہ ہوں تو یہ تیسرا لاکھ بھی اس کی بہنوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔

[۱۸۶] اگر کلالہ کے وارثوں میں بہن بھائی دونوں ہوں تو مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ کے لحاظ سے دیا جائے گا۔

[۱۸۷] اس سورت کی آیت نمبر ۱۲ اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے میراث کے احکام تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں تاکہ لوگ اپنی مصلحتوں کے پیش نظر گمراہی کا شکار نہ ہو سکیں نیز یہ حصص اُس قادر مطلق اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں جو ہر ایک کی ضروریات اور ذمہ داریوں کو خوب جانتا ہے اور کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

Marfat.com

☆☆☆

نوٹ: ۱۹ جولائی ۲۰۰۲ء جمعہ کا دن تھا جامعہ الکرم میں گرمیوں کی چھٹیاں ہو رہی تھیں اساتذہ اور طلبہ چھ ہفتوں کے لئے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو رہے تھے۔ قرآن مجید کے پانچویں پارہ کی پہلی آیت (یعنی سورہ النساء کی آیت نمبر ۲۴) کی تفسیر شروع تھی اس فقیر نے فیصلہ کیا کہ ان چھٹیوں میں آرام کرنے یا کوئی اور کام کرنے کی بجائے سورہ النساء کی تفسیر مکمل کرنی چاہیے اور آج اکیس اگست ۲۰۰۲ء بروز بدھ بعد از نماز فجر سورہ النساء کی تفسیر پایہ تکمیل کو پہنچ گئی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین

یا رب العالمین! اس فقیر کی یہ عاجزانہ کوشش قبول فرما۔ اس کو لوگوں کے لئے ہدایت اور اس فقیر کے لئے نجات کا ذریعہ بنا۔ آمین بجاہ حبیبک الکریم علیه التحیة والتسلیم

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ

جامعہ الکرم: ایٹن ہال: انگلستان

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورة المائدة

یہ سورت مدنی ہے کیونکہ یہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ اس سورت کا نام المائدہ (دستر خوان) ہے کیونکہ اس میں ایک معجزانہ دستر خوان کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کے بدلے میں آسمان سے نازل فرمایا۔ اس دستر خوان کو دیکھ کر عیسائی اتنے خوش ہوئے کہ اس دن کو عید کی طرح خوشی کا دن تصور کرتے تھے۔

اس سورت میں کھانے پینے، وضو و تیمم، حلال وحرام اور حج وعمرہ کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرنے اور بُرے کاموں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے نیز کسی ایک انسان کو ناجائز قتل کرنے کو اتنا بڑا جرم قرار دیا گیا جیسے دنیا کے تمام انسانوں کو قتل کر دیا جائے۔ اس سورت میں گزشتہ آسمانی کتابوں کی عظمت بیان کی گئی ہے یعنی تورات وانجیل بھی اللہ تعالیٰ کا کلام اور ہدایت ونور کا سر چشمہ تھیں۔

قرآن مجید کا وہ خاص کلام جس میں دین کے مکمل ہونے کا اعلان کیا گیا وہ اسی سورت المائدہ کی آیت نمبر تین میں ہے یعنی (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند کر لیا ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کو پڑھا اور ان کے پاس ایک یہودی تھا اس نے کہا اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا "یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے۔ جمعہ کے دن اور عرفات کے دن" (یعنی یہ دونوں دن ہمارے لئے پہلے ہی عید کا درجہ رکھتے ہیں) (ترمذی: کتاب تفسیر القرآن : سورہ المائدہ)

Marfat.com

ایاتہا ۱۲۰　۵ سورۃ المآئدۃ مدنیۃ ۱۱۲　رکوعاتہا ۱۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ۬ؕ اُحِلَّتۡ لَکُمۡ بَہِیۡمَۃُ الۡاَنۡعَامِ اِلَّا مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ غَیۡرَ مُحِلِّی الصَّیۡدِ وَ اَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ ①

۱۔　اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو۔[۱] تمہارے لئے بے زبان جانور حلال کئے گئے ہیں۔ [۲] سوائے ان کے جو تمہیں آئندہ پڑھ کر سنائے جائیں گے لیکن احرام کی حالت میں شکار کو حلال نہ سمجھنا۔ [۳] بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔[۴]

---

[۱]　اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر قسم کے عہد و پیمان پورے کریں خواہ وہ انسان اور اس کے خالق کے درمیان ہوں یا ایک انسان کے دوسرے انسان کے ساتھ ہوں۔ ان کا تعلق دینی احکام سے ہو یا دنیاوی معاملات سے، وہ عہد اہل ایمان کے ساتھ ہوں یا غیر مسلم کے ساتھ، سب کی پابندی لازمی ہے۔ البتہ وہ عہد جس کے پورا کرنے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول ﷺ کی نافرمانی ہوتی ہو اس کا پورا نہ کرنا ضروری ہے نیز حضور اکرم ﷺ نے عہد شکنی کو منافق کی نشانی قرار دیا ہے۔
"منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔" (بخاری : کتاب الشهادات : باب ۲۸)

[۲]　مشرکین عرب نے اپنے باطل عقائد کی وجہ سے کئی مویشی اپنے اوپر حرام کر رکھے تھے۔ اور کئی مویشی بنی اسرائیل پر بطورِ سزا حرام کر دیئے گئے تھے۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ یہ جانور تمہارے لئے حلال ہیں۔ سوائے ان جانوروں کے جن کا ذکر آگے آیت نمبر تین میں آرہا ہے۔ ان کو کھانا حلال نہیں ہے ان کے علاوہ حدیثِ پاک میں جن جانوروں کو حرام قرار دیا گیا ہے ان کا کھانا بھی حلال نہیں ہے۔ مثلاً درندوں میں ذُو نــاب (جو اپنے کچلی کے دانت سے شکار پکڑتے ہیں۔ جیسے شیر، چیتا، کتا، بھیڑیا وغیرہ) اور پرندوں میں ذُو مِـخـلَـب (جو اپنے پنجے سے اپنا شکار پکڑتے ہیں۔ جیسے شکرا، باز، شاہین، عقاب وغیرہ) (مسلم : کتاب الصيد: باب ۳)

[۳]　اِحرام اُس مخصوص لباس کو کہتے ہیں جو کعبہ کی زیارت کرنے والا زیب تن کرتا ہے۔ احرام کے بعد آدمی کے لئے بہت سے کام ممنوع ہو جاتے ہیں جو عام حالات میں جائز ہوتے ہیں۔ مثلاً بال کاٹنا، ناخن تراشنا، خوشبو لگانا، ہم بستری کرنا وغیرہ۔ انہی ممنوعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نہ وہ خود خشکی کا شکار کرے اور نہ ہی کسی اور کو شکار کی نشاندہی کرے۔ البتہ احرام کی حالت میں سمندری شکار کی اجازت ہے۔ (سوره المائده : آيت نمبر ۹۶)

[۴]　اللہ تعالیٰ اس کائنات کا خالق، مالک اور حاکم مطلق ہے۔ اس کو پورا اختیار ہے کہ جو چاہے حکم دے اور اہل ایمان کا فرض ہے کہ اس کے ہر حکم کے سامنے گردن جھکا دیں چاہے انہیں اس حکم کی حکمت سمجھ آئے یا نہ آئے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا لیکن اہل ایمان احکامِ الٰہی کی اطاعت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ان کے مالک حقیقی کا حکم ہے۔

Marfat.com

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىٕرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْیَ وَ لَا الْقَلَآىٕدَ وَ لَاۤ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًاؕ وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْاؕ وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ

۲۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو۔ [۵] اور نہ عزت والے مہینے کی اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیوں کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں (قربانی کی علامت کے) پٹے پڑے ہوئے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرنے کے لئے مسجد حرام کا قصد کرنے والے ہوں۔ اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔ [۶] جن لوگوں نے تمہیں مسجد حرام

---

[۵] اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے مراد دین اسلام ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے اور اس کی ناراضگی سے اجتناب کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو عظمت دی ہے ان کی تعظیم کی جائے جیسے کعبہ اور قرآن مجید وغیرہ نیز جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے نسبت ہو جائے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جیسے غار حرا، روضہ رسول ﷺ، صفا و مروہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تبرکات کا تابوت وغیرہ۔ اس کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۸ اور حاشیہ نمبر ۲۰۹ ملاحظہ کریں۔

اس آیت میں حج کے متعلق چند ایسی ہی قابل عزت چیزوں کا تذکرہ ہے جن کی توہین سے منع کیا جا رہا ہے۔ یعنی عزت والے مہینے (رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم) قربانی کے جانور (جن کو حاجی حرم شریف میں ذبح کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے جاتے تھے یا وہ جانور جن کو حاجی حرم شریف میں ذبح کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے جاتے اور ان کے گلے میں قربانی کی نشانیاں آویزاں کر دیتے تھے) اور حج وعمرہ کی نیت سے یا تجارت وکاروبار کی غرض سے حرم شریف کی طرف جانے والے لوگ۔

اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت سے یا تجارت کی غرض سے قربانی کے جانور لے کر حرم شریف کی طرف جا رہے ہوں ان کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے چاہے وہ زائر مسلمان ہوں یا غیر مسلم کیونکہ پہلے تو صرف کافر ہی کعبہ جاتے تھے اور مسلمانوں کو جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے لیکن سات ہجری میں مسلمانوں کو بھی کعبہ کے طواف کی اجازت دی گئی اس طرح مسلمان اور کافر دونوں کعبے کا طواف کرتے۔ اس وقت کعبہ میں بت بھی موجود تھے۔ آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد کعبہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا اور نو ہجری میں سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۸ کے نزول کے بعد مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کر دیا گیا۔

[۶] احرام کی حالت میں خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا تھا لیکن احرام کھولنے کے بعد یہ پابندی ختم ہو جاتی ہے اب کوئی حاجی شکار کرنا چاہے تو اسے اجازت ہے۔

Marfat.com

وقف لازم

عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲

سے روکا تھا ان کی دشمنی تمہیں اس بات پر ہرگز نہ اُکسائے کہ تم بھی ان کے ساتھ زیادتی کرو۔[۷] نیکی اور تقویٰ (کے کاموں) میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔[۸] گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ

۳۔ تم پر حرام کئے گئے ہیں[۹] مردار، خون، خنزیر کا گوشت، جس جانور پر (ذبح کے وقت) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو، گلا گھونٹنے سے مرنے والا، چوٹ کھا کر مرا ہوا، بلندی سے گر کر مرا ہوا،

[۷] چھ ہجری میں حضور اکرم ﷺ چودہ سو صحابہ کرام ؓ کو ساتھ لے کر عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ آئے تو کفار مکہ نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ کفار کے اس ظالمانہ رویہ سے مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچی وہ محتاجِ بیان نہیں۔ عین ممکن تھا کہ مسلمان انتقامی کاروائی کرتے اور ان مشرک قبائل کو مکہ آنے سے روک دیتے جن کے راستے مسلمانوں کے مقبوضہ علاقوں سے گزرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اگرچہ کفار نے تم پر زیادتی کی ہے لیکن ان کی یہ دشمنی تمہیں کسی زیادتی پر آمادہ نہ کرے۔ اسلام نے مسلمانوں کو انتقامی کاروائی کی بجائے بردباری اور رواداری کا درس دیا ہے۔

[۸] اہل ایمان کو زندگی کا ایک نہایت اہم اصول سکھایا جا رہا ہے یعنی نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ہر ایک سے تعاون کرو لیکن برائی اور گناہ کے معاملات میں کسی کا ساتھ نہ دو۔ اگر آج دنیا کی ساری اقوام اس اصول پر عمل کریں کہ ہر برے آدمی کو تنہا چھوڑ دیا جائے اور ہر اچھے انسان کی مدد کی جائے تو برائی از خود ختم ہو جائے گی، نیکی کا دور دورہ ہو گا اور بالآخر ساری دنیا امن وسکون کا گہوارہ بن جائے گی۔

[۹] یہاں سے حرام جانوروں کا ذکر شروع ہو رہا ہے۔ جن کی طرف اس سورت کی آیت نمبر ایک میں اشارہ کیا گیا تھا۔

۱۔ مردار: وہ مرا ہوا جانور جس کو شرعی طریقہ پر ذبح نہ کیا گیا ہو۔

۲۔ بہا ہوا خون: وہ خون جو ذبح کے وقت بہتا ہے۔

۳۔ خنزیر (اس کے متعلق تفصیلات اس حاشیہ کے آخر میں ملاحظہ کریں)

۴۔ وہ جانور جس کو ذبح کرتے وقت اللہ کے نام کی بجائے غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو (جملہ تفاسیر) یا اس کے ذبح کرنے سے غیر اللہ کی عبادت مقصود ہو تو ایسے جانور کا گوشت کھانا حرام ہے کیونکہ مشرکین لات وعزیٰ کے نام سے ذبح کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

وَالنَّطِيحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۗ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

سینگ لگنے سے مرا ہوا، جس کو درندے نے کھایا ہو سوائے اس کے جس کو تم نے (زندہ پا کر) ذبح کر لیا ہو، جو (بتوں کے) تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو اور جوئے کے تیروں سے تمہارا تقسیم کرنا۔ یہ سب گناہ ہے۔ آج کافر تمہارے دین (پر غالب آنے) سے

اور اگر اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کیا جائے اور غیر اللہ کی عبادت مقصود نہ ہو تو ایسے جانور کا گوشت کھانا حلال ہے اگرچہ صدقہ، عقیقہ، ولیمہ، قربانی، ایصال ثواب کے لئے اسے کسی بھی نام سے پکارا جائے حتیٰ کہ بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور (بحیرہ اور سائبہ وغیرہ) بھی اگر اہل ایمان کو مال غنیمت کی صورت میں مل جائیں اور وہ اُنہیں اللہ کے نام کے ساتھ ذبح کر دیں تو ان کا کھانا بھی حلال ہے۔

۵۔ وہ جانور جو گلا گھونٹنے یا گھٹنے سے مر جائے۔

۶۔ پتھر یا لاٹھی وغیرہ لگنے سے مرا ہوا جانور۔

۷۔ بلندی سے گر کر مرا ہوا جانور۔

۸۔ جو جانور کسی اور جانور یا چیز کی ٹکر سے مر جائے۔

۹۔ جس جانور کو کسی درندہ نے چیر پھاڑ کر مار ڈالا ہو۔

نوٹ: آخری پانچ قسم کے جانور یعنی نمبر پانچ سے نمبر نو تک کے جانور اگر زندہ حالت میں مل جائیں اور اُنہیں شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا جائے تو پھر ان کا کھانا حلال ہے۔

۱۰۔ وہ جانور بھی حرام ہیں جو نُصُب پر ذبح کئے گئے ہوں۔ نصب سے مراد وہ پتھر ہیں جن کی زمانہ جاہلیت میں عبادت کی جاتی تھی اور ان نُصُب (پتھروں) کے لئے جانور بھی ذبح کئے جاتے تھے۔ (تفسیر ابن جریر اور صفوة التفاسیر) اور اس سے مراد ہر ایسی جگہ بھی ہو سکتی ہے جو مشرکانہ رسوم کی ادائیگی کیلئے مخصوص ہو۔

۱۱۔ مشرکین جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتے تو کسی برتن یا کپڑے میں تین تیر ڈالتے۔ ایک پر لکھا ہوتا ''میرے رب نے مجھے حکم دیا'' دوسرے پر لکھا ہوتا ''میرے رب نے مجھے منع فرمایا'' اور تیسرا خالی ہوتا۔ پھر آنکھیں بند کر کے ہاتھ ڈالتے اور ایک تیر نکالتے اگر حکم والا تیر نکلتا تو کام کرتے اور اگر نہیں والا تیر نکلتا تو اس کام سے اجتناب کرتے اور اگر خالی تیر نکلتا تو دوبارہ یہی کاروائی کی جاتی۔ (تفسیر بیضاوی)

اہلِ اسلام کو اس توہم پرستی سے روکا جا رہا ہے کیونکہ مسلمان کو کوئی کام کرنے سے پہلے قرآن سے مشورہ لینا چاہیے اور پھر قرآن کی رہنمائی میں اپنی عقل خداداد کو استعمال کرنا چاہیے۔ یہ عقل و دانش کی کتنی بڑی توہین ہے کہ کسی کام کے اچھا یا برا

Marfat.com

ہونے میں عقل سے کام نہ لیں اور محض اتفاقات پر اپنے اعمال کی بنیاد رکھیں۔حرام جانوروں کے سلسلہ میں اس کا ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب کی یہ بھی عادت تھی کہ چند آدمی شریک ہو کر کوئی اونٹ یا بھیڑ بکری ذبح کرتے اور گوشت کی تقسیم جوئے کے تیروں سے کرتے تھے۔جس میں کوئی تو بالکل محروم رہتا،کسی کو بہت زیادہ اور کسی کو اپنے حق سے کم ملتا تھا۔اس لئے جانوروں کی حرمت کے ساتھ اس طریقہ کار کی حرمت کا بیان بھی کر دیا گیا تا کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

قرآن مجید میں خنزیر کا بیان

قرآن مجید نے خنزیر کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے اور چار مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے: قرآن۔۲:۱۷۳۔۵:۳۔۶:۱۴۵۔۱۶: ۱۱۵ مثال کے طور پر: ''حرام ہے...خنزیر کا گوشت کیونکہ وہ ناپاک ہے۔'' (قرآن:۶:۱۴۵)

خنزیر اور بائبل

قرآن سے بہت پہلے بائبل بھی خنزیر کے گوشت کو حرام اور ناپاک قرار دے چکی ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

1- You may not eat their meat or even touch their dead bodies; they are forbidden foods for you. (The Living Bible 1975 : Leviticus : 11 : 8)

خنزیر کا گوشت نہ کھاؤ حتیٰ کہ اس کے مردہ جسم کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ۔یہ تمہارے لئے ممنوعہ خوراک ہے۔

2- And the swine ... it is unclean unto you : Ye shall not eat of their flesh, nor touch their dead carcase. (The Holy Bible 1954 : Deuteronomy: 14 : 8)

خنزیر...یہ تمہارے لئے ناپاک ہے۔نہ ان کا گوشت کھاؤ اور نہ ان کے مردہ جسم کو ہاتھ لگاؤ۔

نوٹ: بائبل کے عہد نامہ قدیم کی اسی صراحت کی وجہ سے یہودی بھی خنزیر کا گوشت نہیں کھاتے۔

خنزیر انسانی صحت کے لئے خطرہ ہے

ویسے تو مسلمانوں کے لئے صرف یہی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ نے خنزیر کا گوشت کھانا حرام کر دیا ہے۔لیکن انہیں یہ بھی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی خاصیات اور اس کے اثرات سے خوب آگاہ ہے۔اس نے انسانی خوراک کے لئے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان میں انسانی زندگی کے کسی نہ کسی پہلو کے اعتبار سے نقصان ضرور ہوتا ہے چاہے لوگوں کو اس نقصان کا علم ہو یا نہ ہو۔جس طرح ڈاکٹر جب ایک مریض کو کسی مخصوص خوراک سے منع کرے تو اس مریض کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ اس خوراک سے باز آ جائے چاہے اس خوراک کے نقصان کا اسے ذاتی طور پر علم ہو یا نہ ہو۔آج تک تو یہ یقین ایمان بالغیب کی حیثیت رکھتا تھا لیکن اب یہ ایمان بالشہادہ کا درجہ اختیار کر گیا ہے کیونکہ جدید میڈیکل سائنس اور خنزیر کھانے والوں کی اپنی تحقیق بتا رہی ہے کہ اس کے گوشت میں مضر صحت اجزاء موجود ہیں اور وہ کئی قسم کی بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔ان میں سے ایک اہم بیماری کا نام ٹرکی نوسز ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1- Trichinosis / Trichiniasis : A disorder resulting from infestation with the small roundworm *Trichinella spiralis*, commonly acquired by humans

Marfat.com

by the eating of undercooked pork containing encapsulated larvae of the parasite. Trichinosis is more common in Europe and the United States than in other parts of the world. In the United States the incidence of infection may be as high as 15 to 20 percent. (The New Encyclopedia Britannica : 15th Edition 1995)

ٹریکی نوسز ایک بیماری ہے جو انسانوں میں عام طور پر اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ خنزیر کا ایسا گوشت کھاتے ہیں جس میں ٹریکینہ کیڑے ہوں اور وہ گوشت اچھی طرح پکا ہوا نہ ہو۔ سب سے زیادہ یہ بیماری یورپ اور امریکہ میں پائی جاتی ہے۔ صرف امریکہ میں اس بیماری کے واقعات پندرہ سے بیس فیصد تک پائے جاتے ہیں۔

2- Trichina: Genus of Nematoda or threadworms ... they give rise to the disease known as Trichiniasis. The eggs are hatched out in the intestines of the host, and the trichinae then migrate to the muscles, where they become encysted and develop no further unless the flesh of the host is eaten by some other animal. They are then set free in the alimentary canal, where they become sexually mature. The natural host of this parasite is the rat, but it is often found in pigs. (The New Universal Encyclopedia : The Caxton Publishing Co. Ltd. London)

ٹریکینہ دھاگے کی طرح باریک کیڑے ہیں جن سے ٹریکی نوسز بیماری جنم لیتی ہے۔ ان کیڑوں کا اصل مقام تو چوہوں کا جسم ہے مگر خنزیر کے گوشت میں بھی اکثر پائے جاتے ہیں۔ جب کوئی انسان اس (چوہے یا خنزیر) کا گوشت کھاتا ہے تو یہ کیڑے اس کے جسم میں منتقل ہو کر اس بیماری کو تقویت پہنچاتے ہیں۔

یہاں پر ایک بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ کیڑے جب تک اپنے اصلی مقام یعنی چوہے اور خنزیر کے گوشت میں رہتے ہیں تو ان (چوہے اور خنزیر) کے جسموں میں بیماری کا باعث نہیں بنتے کیونکہ یہ ان کے گوشت کا ایک حصہ بن جاتے ہیں لیکن جب کوئی انسان ان کے گوشت کو کھاتا ہے تو یہ اپنی فطرت سے مختلف جسم میں جا کر بیماری کا باعث بنتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان دو جانوروں (خنزیر اور چوہے) کا گوشت انسانوں کے کھانے کے قابل نہیں ہے۔

خنزیر اور اخلاقی بگاڑ

خنزیر کو پالنے اور اس کا گوشت کھانے سے نہ صرف یہ کہ انسانی جسم مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے بلکہ روح انسانی بھی اس کے اثرات بد سے متاثر ہوتی ہے اور اخلاق میں زبردست بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ بری صحبت اور ناپاک غذا کا انسانی مزاج اور طبیعت پر اثر ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اس حوالے سے The English Pig کے مصنف کے خیالات ملاحظہ فرمائیں:

Domestication alters the nature and behaviour of the controlled animal. (Similarly) Domestication also generates a familiarity with the animal that affects human consciousness. (The English Pig: Published by The Hambledon Press London 1998 : Page No. 129)

Marfat.com

جس طرح کسی جانور کو پالتو بنانے سے اس جانور کی فطرت اور چال ڈھال میں تبدیلی آجاتی ہے اسی طرح یہ عمل جانور کے ساتھ ایسی بے تکلفی بھی پیدا کرتا ہے جو انسان کے شعور پر اثر انداز ہوتی ہے۔

اس حقیقت کو اگر آپ مشاہدہ کرنا چاہیں تو یورپ (جہاں خنزیر کو بڑے اہتمام سے پالا جاتا ہے اور اس کا گوشت بڑے شوق سے کھایا جاتا ہے) کی تہذیب پر ایک نظر ڈالیں۔ جہاں بے حیائی اور فحاشی عام ہے۔ عورت چوراہے کا گڑھا بن چکی ہے اور جنسی پیاسے قطار میں کھڑے اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور یورپی مرد بے غیرتی کا اشتہار سینے پر آویزاں کئے یہ سارا تماشا دیکھ رہا ہے۔ اگر کہا جائے کہ یہ سب کچھ خنزیر کی صحبت اور اس کے حرام اور ناپاک گوشت کا اثر ہے تو یہ بے جا نہ ہوگا کیونکہ مشہور ہے کہ مادہ خنزیر کے ساتھ جب ایک خنزیر جفتی کر رہا ہوتا ہے تو دوسرے خنزیر قریب کھڑے دیکھ رہے ہوتے ہیں اور اپنی باری کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ جبکہ دیگر سارے جانور اپنی مادہ کے بارے میں بڑے غیرت مند ہوتے ہیں اور دوسرے نر کو اس کے قریب نہیں آنے دیتے۔

خنزیر کیسا جانور ہے

خنزیر نہایت غلیظ، کاہل، قابل نفرت اور بے غیرت جانور ہے۔ ہم یہاں چند حوالے پیش کر رہے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ رائے ان لوگوں کی ہے جو خنزیر کو پالتے اور اس کا گوشت کھاتے ہیں۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔

1. The pig is a fat, sleepy, stupid, dirty animal, wallowing constantly in the mire. (The English Pig : Published by The Hambledon Press London 1998 : Page No. 1)

خنزیر ایک موٹا، سست، بیوقوف اور گندا جانور ہے جو ہمیشہ کیچڑ اور غلاظت میں رہتا ہے۔

2. They will eat small quantities of many materials from a very early age, including feed, earth and the faeces of the dam. (Fream's Agriculture: Printed by Butler & Tanner Ltd. London : 16th Edition 1983: Page No. 684)

خنزیر بچپن ہی سے بہت سی چیزیں کھانا شروع کر دیتے ہیں جن میں مٹی اور ان کی ماں کی غلاظت بھی شامل ہے۔

3- A man from St. Helens, Lancashire, born in 1893, recalled of the houses there: 'Not only was there the open lavatory in the back yard, many of the people when I was young, kept a pig in the yard.' (The English Pig : Published by The Hambledon Press London 1998: Page No. 42)

برطانیہ میں لنکا شائر کا ایک آدمی جو ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوا۔ وہ اپنے بچپن کو یاد کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ لوگ گھروں کے پچھلے احاطہ میں قضائے حاجت کرتے تھے (یعنی بیت الخلاء نہیں تھے) تو بہت سے لوگ گھروں کے پچھلے احاطہ میں ایک خنزیر رکھتے تھے (جو ان کی غلاظت کھا جاتا تھا)۔

4- The pig is the Husbandman's best Scavenger, and the Huswives most wholsome sink; for his food and living is by that which will else rot in

Marfat.com

yard ...; for from the Husbandman he taketh pulse, chaff, barn dust, man's ordure, garbage, and the weeds of his yard: and from the huswife her draff, swillings, whey, washing of tubs, and such like, with which he will live and keep a good state of body, very sufficiently. (Page No. 34 ibid)

خنزیر کسان کا بہترین خاکروب اور اس کی بیوی کے لئے سب سے بڑھ کر صحت بخش سنک ہے کیونکہ اس کی خوراک وہ چیزیں ہیں جو صحن میں گل سڑ جاتی ہیں۔ نیز یہ کسان سے بیج، چھلکے، اصطبل کی گرد و غبار، انسان کی غلاظت، کوڑا کرکٹ اور اس کے احاطہ کی گھاس پھونس لیتا ہے اور کسان کی بیوی سے شراب بنانے کا فضلہ، دودھ کی تلچھٹ اور ٹب کا گندا پانی لے کر خوب صحت مند رہتا ہے۔

5- The hog during life does not render the least service to mankind, except in removing that filth which other animals reject. (Page No. 30 ibid)

خنزیر اپنی زندگی میں انسانیت کی کوئی خدمت نہیں کرتا سوائے اس گندگی ہٹانے کے جو دوسرے جانور رد کر دیتے ہیں۔

6- It would be more accurate to say that the pig was generally acknowledged to have a character, but that this character was not considered in any way attractive or admirable. (Page No. 1 ibid)

خنزیر کے متعلق زیادہ درست بات یہی ہے کہ اس میں کوئی قابل تعریف یا دلکش خاصیت نہیں ہے۔

خنزیر کا نام ہر تہذیب میں گالی ہے

مسلمان اور یہودی تو خنزیر کی ذات سے نفرت کرتے اور اس کے نام کو گالی سمجھتے ہی ہیں لیکن جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ خود انگریزی زبان میں خنزیر کا لفظ گالی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

Indeed, the pig was usually thought to be brutish, insensitive and filthy- so much so, in fact, that it became a commonplace metaphor for human greed, grossness and intemperance. (Page No. 1 ibid)

درحقیقت خنزیر ایک ایسا احمق، بے غیرت اور گندا جانور ہے کہ جب کسی انسان کو اس کے نام سے پکارا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان لالچی، شرابی، بد پرہیز اور غیر مہذب ہے۔

انگریزی زبان میں خنزیر کے لئے Pig ، Swine اور Hog کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ان الفاظ کو جب کسی انسان کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ انسان لالچی، گندا، بداخلاق، خودغرض، مکروہ، ناخوشگوار، بدبودار اور نفرت انگیز ہے۔ (Oxford Advanced Learner's Dictionary: 4th Edition 1989)

خنزیر کا گوشت کیوں حرام ہے؟

آپ پڑھ چکے ہیں کہ خنزیر کے لفظ اور اس کے معنیٰ میں کوئی خیر کا پہلو ہے اور نہ ہی اس کی عادات اور خوراک میں کوئی اچھائی ہے۔ اس کا گوشت کھانے میں بیماری کے خطرات ہیں۔ وہ غلاظت کھانے کا اس قدر دلدادہ ہے کہ اگر اس کو صاف جگہ پر بند کر دیا جائے تو وہاں بھی اپنی غلاظت کھا کر اپنا ذوقِ بد پورا کر لیتا ہے۔ ایسے گندے جانور کو تو دیکھنا بھی طبیعت پر گراں گزرتا ہے چہ جائیکہ اس کا گوشت کھایا جائے۔

Marfat.com

دِيۡنِكُمۡ فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَاخۡشَوۡنِ‌ؕ اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا‌ؕ فَمَنِ اضۡطُرَّ فِىۡ

مایوس ہو گئے ہیں۔[۱۰] لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔[۱۱] اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند کر لیا ہے۔ پس جو شخص بھوک میں مجبور ہو جائے (اور

---

[۱۰] کفار روزِ اول سے ہی دین اسلام کو مٹانے میں سرگرم تھے۔ انہیں امید تھی کہ اسلام ایک دن ختم ہو جائے گا اور مسلمان پھر کفر کی طرف لوٹ آئیں گے۔ لیکن حجۃ الوداع کے موقع پر اسلام کی شان وشوکت دیکھ کر ان کے سارے اندازے غلط ثابت ہو گئے اور وہ اسلام کو مٹانے سے مایوس ہو گئے بلکہ انہیں یقین ہو گیا کہ اسلام کی بنیادیں اتنی مضبوط ہیں کہ وہ کبھی مٹ نہ سکے گا۔ نیز قرآن نے بھی اعلان کر دیا کہ اہل اسلام کو اب کفار سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہیں صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور اسلام پر عمل کرنے میں سرگرم رہنا چاہیے اب کفار میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اسلامی معاملات میں مداخلت کر سکیں۔ اس آیت سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ قرونِ اُولیٰ کے مسلمان صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے اور اس پر استقامت کے باعث وہ کفار پر غالب آ گئے۔ اسی طرح اگر آج بھی مسلمان صرف اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اس پر ثابت قدم رہیں تو کوئی کافر طاقت ان پر غالب نہیں آ سکتی۔

[۱۱] یہ آیت ہجرت کے دسویں سال حجۃ الوداع کے موقع پر میدانِ عرفات میں نویں ذوالحجہ بروز جمعۃ المبارک عصر کے وقت نازل ہوئی۔ اس وقت میدانِ عرفات میں ایک لاکھ سے زائد مسلمان موجود تھے اور عرب کے اکثر علاقوں پر اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا۔ یہ آیت اُمتِ مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم نعمت ہے۔ اس آیت میں بتایا گیا کہ جس دین کو لے کر حضورِ اکرم ﷺ تشریف لائے آج اس کے سارے احکام وفرائض، عقائد وآداب اور حلال وحرام کا بیان پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے دین ناقص تھا در اصل دین ہر زمانہ میں کامل تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے دین ایک مخصوص زمانے اور علاقے کے لئے کامل تھا اور اب پوری دنیا میں قیامت تک کے لئے کامل ہے۔ (تفسیر کبیر) نیز تکمیل دین کی صورت میں نعمتِ خداوندی بھی پوری ہو گئی اور دین اسلام جو تمام سابقہ انبیاء ورُسل کا دین تھا اور اپنے اپنے زمانے کی ضروریات کے مطابق کامل دین تھا وہی دین اپنی آخری اور عالمگیر کامل صورت میں تمہارے لئے پسند کیا گیا ہے۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو خبر دی ہے کہ اسلام کامل دین ہے اس میں کسی اضافہ کی ضرورت نہیں۔ یہ دین پورا ہے اس میں کوئی نقص نہیں۔ یہ پسندیدہ دین ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی اندیشہ نہیں (تفسیر ابن کثیر) اور جو بھی اس دین کو چھوڑ کر کوئی اور دین اپنائے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں ہوگا۔ (قرآن: ۳:۸۵)

Marfat.com

مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③

کوئی حرام چیز کھالے) بشرطیکہ وہ گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو [۱۲] تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا

۴۔ (اے رسول مکرم! ﷺ) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے؟ آپ فرمائیے کہ تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں [۱۳] اور

یہ آیت حضورِ اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ جب دین مکمل ہو چکا۔ اس کے احکام میں رد و بدل کی گنجائش نہ رہی تو پھر کسی دوسرے نبی کے آنے کی بھی ضرورت نہ رہی۔ اس آیت کو سن کر صحابہ کرام ؓ نے خوشی و مسرت کا اظہار کیا لیکن حضرت ابوبکر ؓ پر گریہ طاری ہو گیا اور رونے کی وجہ دریافت کرنے پر فرمایا یہ آیت بتاتی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی وفات کا وقت قریب آ گیا ہے کیونکہ تکمیل دین کے بعد بعثتِ نبوت کی ضرورت بھی پوری ہو جاتی ہے (تفسیر کبیر) چنانچہ فی الواقع ایسا ہی ہوا اور آنے والے چند ماہ میں حضورِ اکرم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کو پڑھا اور ان کے پاس ایک یہودی تھا اس نے کہا اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے۔ جمعہ کے دن اور عرفات کے دن (یعنی دونوں دن ہمارے لئے پہلے ہی عید کا درجہ رکھتے ہیں) (ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: سورہ المائدہ) اس روایت سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ جس دن کوئی نعمت یا خوشی حاصل ہو اس دن کو خوشی کا دن منانا جائز ہے ورنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما صاف فرما دیتے کہ اسلام میں کسی نعمت یا خوشی والے دن کو بطورِ خوشی اور عید کے منانا بدعت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عید میلاد النبی ﷺ منانا بھی جائز ہے کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان) اور آپ ﷺ اپنی پیدائش کی خوشی میں ہر سوموار کو روزہ رکھتے تھے۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۹۹)

[۱۲] اگر کوئی شخص مجبور ہو جائے اور بھوک کی وجہ سے اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے تو وہ مذکورہ بالا حرام چیزوں سے بقدرِ ضرورت کھا سکتا ہے تا کہ وہ اپنی زندگی بحال رکھ سکے اور اس کی مجبوری کے باعث اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے گا۔ اس آیت سے اس بیمار کے حرام کھانے کی بھی گنجائش نکل سکتی ہے جس کی بیماری کے لئے حرام کے سوا کوئی اور دوا نہ ہو۔

[۱۳] حرام چیزوں کے بیان کے بعد صحابہ کرام ؓ نے حلال چیزوں کے بارے میں سوال کیا۔ قرآن مجید نے اس کا جواب یہ دیا کہ سب پاک چیزیں حلال ہیں اور پاک چیزیں وہ ہیں جن کو ذوقِ سلیم پسند کرے اور شریعت نے انہیں حرام نہ قرار دیا ہو۔

Marfat.com

عَلَّمَکُمُ اللّٰہُ ۫ فَکُلُوۡا مِمَّاۤ اَمۡسَکۡنَ عَلَیۡکُمۡ وَ اذۡکُرُوا اسۡمَ اللّٰہِ عَلَیۡہِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ④

جن شکاری جانوروں کو تم نے شکار پکڑنے کی تعلیم دیتے ہوئے سدھایا ہو یعنی تم انہیں وہ طریقہ سکھاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا ہے۔ پس جس شکار کو وہ تمہارے لئے پکڑ رکھیں تم اس میں سے کھا سکتے ہو۔ [۱۴] اور اس جانور پر (جس کو شکار پکڑنے کیلئے چھوڑا جا رہا ہے) اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

اَلۡیَوۡمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمۡ ۪ وَ طَعَامُکُمۡ حِلٌّ

۵۔ آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کردی گئیں۔ اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے [۱۵] اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔ پاک

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ''وہ (رسولِ مکرم ﷺ) ان کے لئے طیب چیزوں کو حلال کرتا ہے اور خبیث چیزوں کو ان پر حرام فرماتا ہے'' (قرآن: ۷:۱۵۷) انسانوں میں سب سے زیادہ ذوقِ سلیم رکھنے والے انبیائے کرام علیہم السلام ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کے مطابق کسی چیز کے فائدہ اور نقصان کو بھی زیادہ جاننے والے ہیں لہٰذا جن چیزوں کو حضورِ اکرم ﷺ نے طیب فرمایا وہی حقیقت میں پاکیزہ ہیں اور جن چیزوں کو حضورِ اکرم ﷺ نے خبیث قرار دیا وہی حقیقت میں ناپاک ہیں۔

[۱۴] سدھائے ہوئے شکاری جانوروں سے مراد وہ پرندے اور درندے (باز، شکرے، کتے اور چیتے وغیرہ) ہیں جو شکار کو خود نہیں کھاتے بلکہ پکڑ کر اپنے مالک کے پاس لے آتے ہیں۔ ایسے سدھائے ہوئے جانور کو اگر تکبیر پڑھ کر یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چھوڑا جائے تو اس کا شکار کیا ہوا جانور اگر زندہ ملے تو اسے تکبیر پڑھ کر ذبح کیا جائے اور اگر زخمی ہو کر مر جائے تو بھی وہ حلال ہوگا کیونکہ شکاری جانور کو اس پر چھوڑتے وقت تکبیر پڑھی گئی تھی۔ اسی طرح تیر اور بندوق چلاتے وقت تکبیر پڑھ لی جائے تو ان کا شکار اگر زخمی ہو کر ذبح کرنے سے پہلے مر جائے تو بھی حلال ہوگا کیونکہ شکار کے جسم سے خون کا نکلنا ضروری ہے جو کہ زخمی ہونے کی صورت میں نکل جاتا ہے۔

[۱۵] اہل کتاب یعنی یہودی اور عیسائی حضرات کے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت کھانا حلال ہے۔ بشرطیکہ انہوں نے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو۔ اور اگر اہل کتاب ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیں تو اس ذبیحہ کے متعلق حضرت حسن بصری تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی خود سنے کہ اہل کتاب نے غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہے تو وہ اُسے نہ کھائے اور اگر خود نہ سنے تو اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اہل کتاب ذبح کے وقت کیا کہتے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی) جواز کی حد تک یہ قول بہترین ہے تاکہ ضرورت کے وقت

Marfat.com

لَّهُمْ ۚ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيٓ

دامن مسلمان عورتیں اور پاک دامن عورتیں ان لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی۔ (بھی تمہارے لئے حلال ہیں) [۱۶] جب کہ تم ان کے مہر انہیں ادا کر دو پاکباز بنتے ہوئے نہ اعلانیہ بدکاری کرتے ہوئے اور نہ چوری چھپے آشنا بناتے ہوئے

اہل کتاب کا ذبیحہ کھالیا جائے لیکن تقویٰ اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ بلاضرورت ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے۔ (رد المحتار: کتاب الذبائح) تا کہ ذہن کے کسی گوشے میں حرام کا کوئی شبہ پیدا نہ ہو۔

بہر حال جو اہل کتاب جانور کو باقاعدہ ذبح نہ کریں اور اس کا خون نہ بہائیں بلکہ کسی اور طریقہ سے جانور کی زندگی ختم کر دیں تو اس کا کھانا حلال نہیں ہوگا۔ نیز غیر اہل کتاب (بت پرست، مجوسی، مرتد، مشرک وغیرہ) کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال نہیں ہوگا کیونکہ وہ کسی آسمانی کتاب یا نبی پر ایمان نہیں رکھتے۔ (ردالمحتار: کتاب الذبائح)

اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام اور اہل کتاب کے درمیان متعدد امور مشترک ہیں مثلاً دونوں مذاہب کی کتابیں آسمانی ہیں اور وہ دونوں اللہ تعالیٰ، انبیائے کرام علیہم السلام، فرشتوں، قیامت، جنت اور دوزخ کے قائل ہیں۔ اسی طرح بائیبل کے مطابق درج ذیل جانوروں کے حرام ہونے میں بھی مسلمان اور اہل کتاب مشترک ہیں، مثلاً مردار، گلا گھونٹنے سے مرا ہوا جانور، درندے کے پھاڑنے سے مرا ہوا جانور، بتوں کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور اور خنزیر وغیرہ (احبار: ۷:۲۴۔ احبار: ۱۱:۸۔ اعمال: ۲۱:۲۵)

[۱۶] **اہل کتاب عورت سے نکاح کا مسئلہ:**

۱۔ مسلمان کے لئے حلال ہے کہ وہ مسلمان عورت سے نکاح کرے یا اہل کتاب عورت سے لیکن دونوں صورتوں میں اس بات کا خیال رکھے کہ وہ عورت پاکدامن ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بدکار عورت سے نکاح حرام ہے۔ بلکہ مرد کو ترغیب دی جارہی ہے کہ وہ پاک دامن عورت کا انتخاب کرے تاکہ اس کے گھر کے معاملات اور اولاد کی تربیت میں کوئی خلل پیدا نہ ہو اور عورت کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ وہ بدکاری سے اجتناب کرے ورنہ کوئی شریف آدمی اس سے نکاح نہیں کرے گا۔

۲۔ اہل کتاب عورتوں سے مسلمان مردوں کے نکاح حلال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب اور مسلمانوں کے عقائد اور جانوروں کے حلال و حرام ہونے میں متعدد امور مشترک ہیں جیسا کہ گذشتہ حاشیہ میں بیان کیا گیا ہے۔ نیز جن رشتوں سے اسلام میں نکاح حرام ہے اہل کتاب کے نزدیک بھی ان سے نکاح حرام ہے۔ تفصیل کے لئے بائیبل: احبار: باب ۱۸: آیات ۷ تا ۱۹ ملاحظہ ہوں۔ تاہم اہل کتاب مردوں سے مسلمان عورتوں کا نکاح جائز نہیں ہے کیونکہ:

(الف) خاوند اپنی بیوی پر حاکم ہوتا ہے اور مسلمان عورت پر کافر مرد کا غلبہ شرعاً ممنوع ہے۔

Marfat.com

(ب) اولاد اکثر باپ کا مذہب اختیار کرتی ہے لہٰذا اگر باپ کافر ہوگا تو مسلمان عورت کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کے کافر ہونے کا خطرہ ہے جس کو کوئی بھی مسلمان عورت برداشت نہیں کر سکے گی۔

(ج) کوئی بھی اہل کتاب حضور اکرم ﷺ کو نبی نہیں مانتا۔ اگر اس کی بیوی مسلمان ہو تو وہ کسی بھی وقت حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کر سکتا ہے جو کہ مسلمان عورت کے لئے قابل قبول نہیں ہوگا اور گھر میں فساد شروع ہو جائے گا۔ جبکہ اس کے برعکس اگر مرد مسلمان ہو اور اس کی بیوی اہل کتاب ہو تو مسلمان ہر نبی پر مکمل ایمان رکھتا ہے اور کسی بھی نبی کی توہین اس کے ایمان کے خلاف ہے۔ لہٰذا مسلمان کے گھر میں اہل کتاب عورت کو ایسی تکلیف دہ صورت حال سے دوچار ہونے کا خطرہ نہیں بلکہ مسلمان کی زبان سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی تعریف سن کر اہل کتاب عورت کے دل کو مزید سکون ملے گا۔

۳۔ اہل کتاب کی تخصیص سے معلوم ہوا کہ وہ غیر مسلم عورت جو اہل کتاب نہیں اس سے نکاح حلال نہیں ہے۔ اس کی مزید تائید کے لئے قرآن مجید کی وہ آیت تلاوت کریں جس میں اللہ تعالیٰ نے مشرک عورتوں سے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (قرآن: ۲: ۲۲۱)

۴۔ اہل کتاب عورتوں سے نکاح حلال ہے تاکہ مسلمان عورت نہ ملنے کی صورت میں اہل کتاب عورت سے نکاح کر لیا جائے لیکن تقویٰ اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ بلاضرورت اہل کتاب عورت سے نکاح نہ کیا جائے۔ (ردالمحتار: کتاب الذبائح) کیونکہ ایک گھر میں دو مذاہب کا وجود گھر کے سکون اور اولاد کے مستقبل کے لئے خطرناک ہے۔ ایسی شادی خانہ آبادی کی بجائے بالآخر خانہ بربادی کا سبب بن سکتی ہے۔ آپ خود اندازہ کریں۔ باپ بچوں کو اپنے ساتھ مسجد لے جائے اور ماں اپنے ساتھ چرچ میں لے جائے تو اولاد کس کا مذہب اختیار کرے گی بالخصوص غیر مسلم ممالک میں جہاں میاں بیوی کے حقوق میں برابری کا تصور کچھ ایسا ہے کہ بعض حالات میں خاوند کو گھر سے نکال دیا جاتا ہے اور وہ ہفتہ میں صرف ایک دو گھنٹوں کے لئے اپنے بچوں سے ملاقات کر سکتا ہے۔ نیز برطانیہ میں ایسے واقعات رونما ہو چکے ہیں کہ جس اہل کتاب عورت نے اسلام قبول کئے بغیر کسی مسلمان سے نکاح کیا ہے۔ بعد میں کسی وجہ سے جب نکاح ٹوٹا تو اولاد قانونی طور پر عورت کے سپرد کر دی گئی اور بالآخر وہ اولاد اسلام سے رشتہ توڑ بیٹھی۔ اپنا اور اپنی اولاد کا ایمان بچانا ہر مسلمان کا فرض ہے اور کسی مسلمان کو ایک جائز کام کے لئے اپنے فرض کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہیے۔

۵۔ حضرت حذیفہ ﷺ نے (مدائن میں) ایک یہودی عورت سے نکاح کر لیا۔ امیر المؤمنین حضرتِ عمر فاروق ﷺ نے انہیں خط لکھا کہ وہ یہودی عورت کو طلاق دیدے۔ حضرت حذیفہ ﷺ نے جواب میں لکھا ''کیا وہ عورت میرے لئے حرام ہے؟'' اس پر حضرتِ عمر ﷺ نے لکھا کہ یہودی عورت سے نکاح حرام نہیں ہے۔ لیکن مجھے خطرہ ہے کہ تم لوگ اہل کتاب کی بدکار عورتوں سے بھی نکاح کر بیٹھو گے۔ (احکام القرآن للجصاص: باب تزوج الکتابیات) اس طرح

Marfat.com

اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝٥ ع

[۱۷] اور جو ایمان (کے تقاضوں) کا انکار کرتا ہے تو بس اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔[۱۸]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى

۶۔ اے ایمان والو! جب تم نماز ادا کرنے کے لئے اُٹھو تو اپنے چہرے اور اپنے ہاتھ کہنیوں سمیت دھولو۔[۱۹] اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں سمیت دھو لو۔ اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو

مسلمان گھروں میں بدکاری پھیلنے کا خطرہ ہے اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مسلمان اہل کتاب عورتوں کے حسن و جمال یا مال و دولت کی وجہ سے مسلمان عورتوں پر اہل کتاب عورتوں کو ترجیح دینے لگیں جس سے مسلمان عورتوں کے لئے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ بہر حال اس کے متعلق میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ جس کو کوئی مسلمان عورت مل جائے وہ غیر مسلم عورت سے شادی نہ کرے اور جس کو کوئی مسلمان عورت نہ مل سکے وہ پاکدامن اہل کتاب عورت سے شادی کر لے مگر اپنے اور اپنی اولاد کے ایمان کو بچانے کے لئے ٹھوس منصوبہ بندی کرے۔

[۱۷] مرد اور عورت کا جنسی تعلق ایک فطری امر ہے۔ اسلام اس تعلق کی قدر کرتا ہے اور باعزت طریق کار کی رہنمائی کرتا ہے۔ یعنی مرد باقاعدہ لوگوں کے سامنے نکاح کرے، عورتوں کے حقوق کی پاسبانی کرے اور کسی بھی عورت (چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم) سے اعلانیہ یا خفیہ بدکاری کا ارتکاب نہ کرے کیونکہ بدکاری اسلام میں حرام ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح عورت کے لئے پاکدامنی کی حفاظت ضروری ہے اسی طرح مرد کے لئے بھی پاکدامن ہونا ضروری ہے۔

[۱۸] کافر عورت سے نکاح کرنے میں ایمان کے ضائع ہونے کا احتمال تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو وارننگ دی ہے کہ جو مسلمان کسی عورت کی محبت میں مبتلا ہو کر ایمان کے کسی رکن کا انکار کر بیٹھے تو اس کی ساری نیکیاں ضائع ہو جائیں گی اور آخرت میں نقصان ہی نقصان ہوگا۔ لہٰذا کسی اہل کتاب عورت کو نکاح میں لینے سے پہلے اس کے نتائج پر اچھی طرح غور و خوض کرنا بہت ضروری ہے۔

[۱۹] جب کوئی انسان نماز پڑھنے کا ارادہ کرے اگر وہ بے وضو ہے تو وضو کرے اور اگر باوضو ہے تو دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں لیکن اگر تازہ وضو کر لے تو ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ عام طور پر ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے تھے لیکن کبھی کبھی ایک وضو کے ساتھ چند نمازیں بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔

وضو کے چار فرض ہیں یعنی منہ کا دھونا، ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا، سر کا مسح کرنا اور ٹخنوں سمیت پاؤں کا دھونا۔ اس کے علاوہ نیت کرنا، بسم اللہ پڑھنا، کلی کرنا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، کانوں کا مسح کرنا، قبلہ رخ ہو کر وضو کرنا اور گردن کا

Marfat.com

الْكَعْبَيْنِ ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

(سارا بدن) پاک کرلو۔[۲۰] اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو پھر تم پانی کو نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو۔[۲۱] یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اس پاک مٹی سے مسح کرلو۔ اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک کردے اور تم پر اپنی نعمت پوری کردے [۲۲] تا کہ تم شکر ادا کرتے رہو۔

مسح کرنا وغیرہ وضو کی سنتیں اور مستحبات ہیں۔ جن کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ وضو کی فضیلت کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۳۴۰)

۲۔ جب کوئی مسلمان وضو کرتے وقت اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ ڈھل جاتا ہے جو اس نے آنکھوں سے کیا تھا اور جب وہ ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ ڈھل جاتا ہے جو اس نے ہاتھوں سے کیا تھا۔ اور جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ ڈھل جاتا ہے جو اس نے پاؤں سے چل کر کیا تھا حتی کہ وہ گناہوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔ (مسلم: جلد اول: حدیث نمبر ۲۴۴)

[۲۰] بیوی سے صحبت کرنے یا منی نکلنے سے انسان جنبی ہو جاتا ہے یعنی اس کا سارا جسم ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس کی طہارت صرف وضو سے نہیں ہوتی بلکہ غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

[۲۱] وضو یا غسل کے لئے اگر پانی نہ مل سکے یا پانی موجود ہو لیکن اس کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو صرف تیمّم کرنے سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ تیمّم کا طریقہ اور اس کی حکمت کے لئے سورہ النساء کی آیت نمبر ۴۳ اور حاشیہ نمبر ۶۰ ملاحظہ ہو۔

[۲۲] پانی نہ ملنے کی صورت میں بھی اگر وضو اور غسل پر اصرار کیا جاتا تو مشکلات پیدا ہو جاتیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس فرض میں رعایت اور آسانی کے پیشِ نظر تیمّم کی اجازت عطا فرمائی۔ تاہم وضو، غسل اور تیمّم کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ تم پر تنگی نہیں ڈالنا چاہتا بلکہ تمہیں نجاستوں سے پاک کر کے تم پر اپنی نعمت پوری کرنا چاہتا ہے۔ یعنی ایک طرف وضو کے ساتھ تمہارے ظاہر کو پاک کیا اور دوسری طرف وضو کی برکت سے تمہاری آنکھ، ہاتھ اور پاؤں کے گناہ معاف فرما کر تمہارے باطن کو پاک کیا تا کہ تم پاک صاف ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

Marfat.com

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

۷۔ اور تم پر اللہ تعالیٰ کی جو نعمت ہے اس کو یاد رکھو اور اس کے پختہ عہد کو بھی (یاد رکھو) جو اس نے تم سے لیا ہے۔[۲۳] جب تم نے کہا تھا ہم نے سنا اور اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کی باتیں جاننے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

۸۔ اے ایمان والو! تم اللہ کے لئے (حق پر) مضبوطی سے قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ[۲۴] اور کسی قوم کی عداوت تمہیں اس پر ہرگز نہ اُکسائے کہ تم عدل نہ کرو۔ [۲۵] عدل کیا کرو۔ وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

نوٹ: ان رعایتوں کے باوجود اگر کوئی انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کو سختی یا تنگی تصور کرتا ہے تو اس کی مثال اس بچے کی سی ہے جو اپنے شفیق باپ کی نصیحتوں کو ظلم سمجھتا ہے یا اس کی مثال اس مریض کی سی ہے جو اپنے ڈاکٹر کی ہدایت کو سختی تصور کرتا ہے۔

[۲۳] اہل ایمان کو تلقین کی جا رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد رکھیں کہ اس نے انہیں اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور تسلیم و رضا کے اس عہد و پیمان کو بھی یاد رکھیں جس کا اعلان اسلام قبول کرتے وقت ہمارے انسان کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام سنتے ہی سر تسلیم خم کر دیں گے۔ اب دوبارہ اہل ایمان کو اس وعدہ کی یاددہانی کرائی جا رہی ہے۔ کہ وہ احسان فراموشی اور عہد شکنی سے پرہیز کریں اور ہر حال میں پورے خلوص کے ساتھ احکام خداوندی کی پیروی کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے دلوں کے اسرار سے خوب واقف ہے اور ہر ایک کو ان کی نیتوں کے مطابق ثواب و عذاب دے گا۔

[۲۴] اہل ایمان کو تاکید کی جا رہی ہے کہ وہ حق پر ثابت قدم رہیں اور انصاف کے ساتھ گواہی دیں کیونکہ گواہی انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور جس کسی نے جھوٹی گواہی دی تو وہ اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے۔

[۲۵] اگرچہ کفار نے تم پر مظالم کے پہاڑ توڑے ہیں لیکن ان کی یہ دشمنی تمہیں کسی زیادتی اور بے انصافی پر آمادہ نہ کرے بلکہ ہر حال میں عدل و انصاف کا دامن تھامے رکھو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ جب کفار کے ساتھ عدل کرنے کا یہ تاکیدی حکم ہے تو اہل ایمان کے ساتھ عدل کرنے کی اہمیت محتاج بیان نہیں۔

Marfat.com

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿٩﴾

٩۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿١٠﴾

١٠۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ دوزخی ہیں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ ھَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَھُمْ فَکَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۭ وَ عَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١١﴾ ع

١١۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہوئی ہے جب ایک قوم نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائے تو اللہ تعالیٰ نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روک لیا۔[٢٦] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔

[٢٦] کفار نے حضورِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کو مٹانے کی بار ہا سازشیں کیں مگر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے حضورِ اکرم ﷺ کو کفار کے ہاتھوں سے محفوظ رکھا۔ اس آیت کے ضمن میں مفسرین نے کئی واقعات بیان کئے ہیں ان میں سے ایک درج ذیل ہے۔

حضور اکرم ﷺ بعض صحابہ کرام ؓ کے ہمراہ قبیلہ بنی نضیر کے یہودیوں کے پاس ایک دیت کے معاملہ میں گئے تاکہ حسبِ معاہدہ یہودی اس دیت میں اپنا حصہ ادا کریں۔ یہودیوں نے کہا آپ ﷺ تشریف رکھیں ہم آپ کے لئے کھانا اور دیت کا حصہ لے کر آتے ہیں۔ چنانچہ وہ حضورِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کو ایک دیوار کے ساتھ بٹھا کر خود کھانا لانے کے بہانے گئے اور سازش یہ کی کہ دیوار کے اوپر سے ایک بھاری پتھر حضورِ اکرم ﷺ کے اوپر گرا کر آپ ﷺ کو شہید کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم ﷺ کو یہودیوں کی اس سازش سے آگاہ فرما دیا اور آپ کھانے اور دیت کا انتظار کئے بغیر فوراً اٹھ کر تشریف لے گئے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (روح المعانی اور دیگر عربی تفاسیر) یعنی اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے حضورِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کو یہودی سازش سے بچا لیا۔ نیز اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جو قوم آج بھی تقویٰ اور توکل کے تقاضے پورے کرے وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نصرت کی مستحق قرار پائے گی۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

Marfat.com

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝١٢

۱۲۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا تھا اور ہم نے ان میں سے بارہ نقیب مقرر کیے۔ [۲۷] اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی۔ [۲۸] اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کی مدد کی اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن دیا تو میں ضرور تم سے تمہارے گناہ دور کردوں گا اور میں تم کو ضرور ان باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ پس اس کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا تو وہ یقیناً سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ

۱۳۔ پھر ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی۔ [۲۹] اور ان کے دل سخت کر دیئے۔ وہ (اللہ تعالیٰ

[۲۷] نقیب اس سردار کو کہتے ہیں جو اپنی قوم کے احوال پر آگاہ ہو اور ان کی صلاح وفلاح میں سرگرم رہے۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر قبیلے سے ایک ایک آدمی کو نقیب مقرر فرمایا تا کہ وہ اپنی اپنی قوم کی نگرانی و رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے۔ لیلۃ العقبۃ میں جب مدینہ کے ستر مردوں اور دو عورتوں نے حضورِ اکرم ﷺ کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کی تو حضورِ اکرم ﷺ نے بھی ان میں سے بارہ نقیب مقرر فرمائے۔ (تفسیر قرطبی) تا کہ وہ دیگر مسلمانوں کی رہنمائی میں سرگرم رہیں۔ اس آیت سے ایک نقطہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آج جب کوئی پیر طریقت لوگوں کی رہنمائی کے لئے اپنے کسی مرید کو خلیفہ مقرر کرتا ہے تو وہ دراصل انبیاء کرام علیہم السلام کی نقیب مقرر کرنے والی سنت ادا کرتا ہے۔

[۲۸] اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن دیں یعنی دین کے کاموں اور غریبوں کی خبر گیری پر دولت خرچ کریں۔ اور اس کے ساتھ یہ خوش خبری بھی سنائی کہ اگر انہوں نے اس عہد کی پابندی کی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کے شاملِ حال رہے گی۔ ان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔

[۲۹] بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیئے گئے وعدہ کی خلاف ورزی کی جس کی سزا کے طور پر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیئے گئے اور ان کے دل اس حد تک سخت ہو گئے کہ انہوں نے تورات میں تحریف شروع کر دی اور بہت سے احکامِ

Marfat.com

اَلْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

کے) کلام کو اپنی اصلی جگہوں سے بدل دیتے ہیں اور جس کے ساتھ انہیں نصیحت کی گئی تھی اس کا بڑا حصہ انہوں نے بھلا دیا۔ آپ ان کی خیانت پر ہمیشہ آگاہ ہوتے رہیں گے سوائے چند لوگوں کے (جو اس خیانت سے محفوظ رہے) پس آپ انہیں معاف کر دیں اور درگزر فرمائیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ وعدہ لیا تھا جنہوں نے کہا کہ ہم نصرانی ہیں۔[۳۰] پس انہوں نے بھی اس کا بڑا حصہ بھلا دیا جس کے ساتھ انہیں نصیحت کی گئی تھی۔ تو ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لئے عداوت اور بغض کو ڈال دیا اور عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔

خداوندی کو فراموش کر دیا۔ اے رسولِ مکرم ﷺ! آپ دیکھیں گے کہ ان کی اکثریت ہمیشہ خیانت میں مبتلا رہے گی یعنی وہ احکامِ تورات کے ساتھ خیانت کرتے ہوئے آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ مگر ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو خیانت کی بجائے حقیقت پسندی سے کام لے کر مسلمان ہو جائیں گے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ پیارے رسول مکرم ﷺ! ان لوگوں نے آپ کو تکلیف پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا لیکن آپ انہیں معاف فرما دیں یعنی ملک و ملت اور شریعت کے مجرموں کو سزا تو ملنی چاہیے لیکن اگر شرعی ضرورت نہ ہو تو ان کی خیانتوں اور خطاؤں سے درگزر کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔

[۳۰] یہود کی طرح اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں سے بھی عہد لیا مگر انہوں نے بھی بہت سے احکامِ خداوندی کو فراموش کر دیا جس کی سزا کے طور پر وہ کئی فرقوں میں بٹ گئے۔ ایک دوسرے کو کافر کہنا شروع کر دیا اور ان کے درمیان آپس میں ہمیشہ کے لیے بغض وعناد پیدا ہو گیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ سیاسی مفادات کی خاطر اگر کبھی عیسائی فرقے اکٹھے ہوئے ہیں تو بھی ان کے دلوں سے بغض وعناد ختم نہیں ہوا۔

نوٹ: یہ آیت مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے کیونکہ عیسائیوں کی یہ بیماری مسلمانوں میں بھی داخل ہو چکی ہے۔ مسلمان بھی کئی فرقوں میں تقسیم ہو کر آپس میں بغض وعناد کا شکار ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آمین!

Marfat.com

يَاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَـكُمۡ كَثِيۡرًا مِّمَّا كُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡكِتٰبِ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ ؕ قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ ۙ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے جو تمہارے لئے بہت سی ایسی چیزیں بیان کرتا ہے جن کو تم کتاب میں چھپایا کرتے تھے۔ [۳۱] اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کرتا ہے۔ بے شک تمہارے پاس آ گیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور [۳۲] اور ایک ظاہر کرنے والی کتاب۔

يَّهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ بِاِذۡنِهٖ وَيَهۡدِيۡهِمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں اور اپنی توفیق سے انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ [۳۳] اور انہیں سیدھے راستے کی رہنمائی کرتا ہے۔

---

[۳۱] تورات اور انجیل کے وہ احکام جو اہل کتاب کو پسند نہیں تھے وہ انہیں چھپایا کرتے تھے مثلاً آیت رجم یعنی زانی مرد اور عورت کو سنگسار کرنا اور حضورِ اکرم ﷺ کے اوصاف و بشارات والی آیات وغیر ہا۔ مگر حضورِ اکرم ﷺ نے تورات و انجیل کے ایسے بہت سے احکام کو ظاہر فرما دیا جن کا اظہار ضروری تھا اور بہت سے امور سے چشم پوشی بھی فرمائی جن میں اہل کتاب کی رسوائی کے علاوہ کوئی دینی فائدہ نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو اسلام لانے کا ایک اور سنہری موقع عطا فرمایا یعنی میرا رسول اُمّی ہے۔ کسی مدرسہ میں علم حاصل کرنے کے لئے نہیں گیا۔ اس کے باوجود اس نے تمہارے چھپائے ہوئے احکام ظاہر کر دیئے ہیں جو کہ اس رسولِ مکرم ﷺ کے علم کامل اور سچائی ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ لہٰذا اس حقیقت کو سمجھو اور اسلام لانے میں دیر نہ کرو۔

[۳۲] جمہور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے اور کتابِ مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں۔ ''نور سے مراد ذاتِ پاک محمد مصطفےٰ ﷺ ہے۔ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کیا۔ اسلام کو ظاہر فرمایا اور شرک کو مٹایا۔ حضورِ اکرم ﷺ نور ہیں مگر اس کے لئے جو اس نور سے روشنی حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔'' (تفسیر ابن جریر طبری)

[۳۳] قرآن مجید اور اس کی عملی تفسیر یعنی حضورِ اکرم ﷺ کے ذریعے صرف وہی لوگ سلامتی اور راستی کی راہیں دیکھ پاتے ہیں اور تاریکیوں سے نکل کر روشنی سے ہمکنار ہوتے ہیں جو خلوصِ نیت اور پوری جدوجہد کے ساتھ رضائے خداوندی کے طالب ہوتے ہیں اور جن لوگوں کی نیتوں میں فتور اور اعمال میں نفاق ہو وہ تاریکیوں میں ہی سرگرداں رہتے ہیں۔

Marfat.com

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑰

١٧۔ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا بے شک اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے۔[٣٤] (اے رسولِ مکرم ﷺ!) آپ فرمائیے کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم، اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمائے تو کس کی مجال ہے کہ اس کو اس ارادہ سے باز رکھ سکے۔ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔[٣٥] اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

١٨۔ یہود و نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ (پیارے نبی!) آپ فرمائیے۔ پھر وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں سزا کیوں دیتا ہے؟ [٣٦] بلکہ تم بھی اس کی مخلوق میں سے ایک انسان ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا سزا دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور

---

[٣٤] جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کہتے ہیں وہ کافر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو وہ ہے کہ اگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ان کی والدہ اور ساری دنیا کو ہلاک کرنا چاہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا وہ ساری کائنات کا مالک اور مختار ہے۔ تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی پیدائش، زندگی اور موت کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں تو پھر وہ خود اللہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

[٣٥] اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ نر اور مادہ کے اجتماع سے پیدائش کا سلسلہ رواں دواں ہے۔ لیکن اس کی قدرت یہ ہے کہ وہ جو چاہے جب چاہے اور جس طرح چاہے پیدا فرماتا ہے۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر نر اور مادہ کے مٹی سے پیدا فرمایا۔ حضرت حوا کو بغیر مادہ کے حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر نر کے حضرت مریم سلام اللہ علیہا سے پیدا کیا۔

[٣٦] یہود و نصاریٰ کو جب اسلام کی دعوت دی جاتی اور انہیں آخرت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو وہ کہتے کہ ہمیں اسلام قبول کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور پیارے ہیں۔ نیز اس کے نبیوں کی اولاد ہیں اس لئے ہمارے ساتھ امتیازی سلوک ہوگا اور ہم جنت میں جائیں گے۔ اس غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے ان سے

Marfat.com

بَيْنَهُمَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾

زمین کی بادشاہی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اسی کی طرف (سب نے) لوٹ کر جانا ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَن تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ ۖ فَقَدْ جَاءَكُم بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٩﴾ ع ٤

۱۹۔ اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے [۳۷] جو تمہارے لئے (احکامِ خداوندی) بیان کرتا ہے جبکہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ ایک مدت تک بند تھا تا کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔ بس اب تو تمہارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنبِيَاءَ وَجَعَلَكُم مُّلُوكًا وَآتَاكُم

۲۰۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تمہیں عطا کی تھی۔ [۳۸] جب اس نے تم میں سے انبیاء

پوچھا۔ اگر تم واقعی اس دعویٰ میں سچے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے اسلاف کو اس دنیا میں سزا کیوں دی حتیٰ کہ بعض کو بندر بنا دیا اور آخرت میں بھی تم خود تسلیم کرتے ہو کہ چند روز کے لئے تم کو دوزخ میں عذاب دیا جائیگا۔ (قرآن: ۲: ۸۰) حالانکہ اپنے پیاروں کو کوئی بھی آگ میں جلانا گوارا نہیں کرتا اور اگر تم کو بھی عذاب سے واسطہ پڑنا ہے تو اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ تم بھی دوسرے لوگوں کی طرح انسان ہو اور تمہارے گناہوں پر تمہیں بھی عذاب دیا جائیگا اور اللہ تعالیٰ کے حقیقی پیارے وہ خوش نصیب ہوں گے جو ایمان اور تقویٰ میں اعلیٰ ہوں گے۔

[۳۷] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تقریباً چھ سو سالوں تک نبوت کا سلسلہ منقطع رہا۔ اس وقفہ کے بعد آخری رسول حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے تو اہل کتاب کو بتایا جا رہا ہے کہ وہ نبی مکرم آ گیا ہے جس کی بشارت تمہارے انبیائے کرام علیہم السلام نے دی تھی اور اس نے احکام خداوندی کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ اب تم اس پر ایمان لے آؤ ورنہ بروز قیامت تم اپنی گمراہیوں کا یہ عذر پیش نہیں کر سکو گے کہ ہمارے پاس کوئی بشیر ونذیر رسول ہی نہیں آیا تو ہم ہدایت کہاں سے حاصل کرتے۔

[۳۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے احسان یاد دلائے کہ اس نے تمہاری ہدایت کے لئے تم میں سے کثرت کے ساتھ انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے۔ اتنے نبی کسی اور قوم میں نہیں آئے۔ (تفسیر بیضاوی) نیز تمہیں فرعون کی غلامی سے نکال کر آزادی اور حکومت عطا فرمائی اور یہ ساری نعمتیں ایسی تھیں جو اس دور میں بنی اسرائیل کے سوا کسی اور قوم کو نصیب نہیں تھیں۔

Marfat.com

مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٠﴾

بنائے اور تمہیں حکمران بنایا اور تم کو وہ کچھ دیا جو سارے جہانوں میں کسی کو نہیں دیا تھا۔

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢١﴾

٢١۔ اے میری قوم! اس پاک زمین [٣٩] میں داخل ہو جاؤ جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ [٤٠] اور پیٹھ پھیرتے ہوئے پیچھے نہ ہٹو ورنہ تم نقصان اُٹھاتے ہوئے لوٹو گے۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾

٢٢۔ انہوں نے کہا۔ اے موسیٰ! اس زمین میں تو بڑی جابر قوم (آباد) ہے اور ہم اس زمین میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ اس زمین سے نکل نہ جائیں۔ ہاں اگر وہ اس زمین سے نکل جائیں تو پھر ہم ضرور داخل ہوں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ:

١۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی تشریف آوری نعمت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس کے ذکر کرنے کا حکم دیا۔ اگر بنی اسرائیل کے انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اور یقیناً ہیں اور ان کے ذکر سے برکتوں کا نزول بھی ہوتا ہے۔ تو حضورِ اکرم ﷺ جو تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے سردار ہیں آپ ﷺ کی تشریف آوری تو بدرجہ اولیٰ نعمت ہے۔

٢۔ محافل میلاد بھی نزولِ برکات کا سبب ہیں کیونکہ ان میں آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری کا ذکر ہوتا ہے۔

٣۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے خاندان سے ہونا بھی ایک نعمت اور شرافت کا سبب ہے جب کہ ایمان کے ساتھ ہو اور اس پر فخر کی بجائے شکر کی ضرورت ہے لہٰذا اہل اسلام کو چاہیے کہ وہ سادات کا خصوصی احترام کریں اور سادات کو چاہیے کہ وہ اپنے خاندان کی لاج رکھتے ہوئے نیک اعمال کا التزام کریں اور اعلیٰ درجے کا تقویٰ اختیار کریں۔

[٣٩] اس آیت کی تفسیر میں علامہ بیضاوی لکھتے ہیں کہ پاک زمین سے مراد بیت المقدس ہے اور اس کو پاک زمین اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ انبیائے کرام علیہم السلام اور مومنین کا مسکن رہی ہے۔ (تفسیر بیضاوی) اس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام اور مومنین کی سکونت سے زمین کو بھی شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا مکہ شریف، مدینہ شریف، بغداد شریف، اجمیر شریف اور بھیرہ شریف وغیرہ کہنا درست اور برکت کا باعث ہے۔

[٤٠] آنے والی چند آیات میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ بنی اسرائیل کے جدامجد حضرت یعقوب علیہ السلام کا مسکن بیت المقدس تھا جو اس وقت ملک شام کا حصہ تھا۔ لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت یوسف

Marfat.com

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمَا ادْخُلُوْا عَلَیْہِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْہُ فَاِنَّکُمْ غٰلِبُوْنَ ۬ۚ وَعَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوْۤا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ (اللہ تعالیٰ سے) ڈرنے والوں میں سے دو آدمیوں نے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا تھا کہا۔ تم دروازہ سے ان پر داخل ہو جاؤ اور جب تم دروازہ سے داخل ہو گے تو یقیناً تم ہی غالب آجاؤ گے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو اگر تم مومن ہو۔

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَہَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْہَا فَاذْہَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا ہٰہُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ انہوں نے کہا۔ اے موسیٰ! بے شک ہم ہرگز کبھی بھی اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ اس زمین میں ہیں۔ پس تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور ان سے لڑو۔ بے شک ہم تو یہاں ہی بیٹھے ہیں۔ [۴۱]

علیہ السلام کو جب مصر کی حکومت ملی تو یہ سارا خاندان مصر جا کر آباد ہو گیا۔ لیکن فرعون کے دورِ حکومت میں جب بنی اسرائیل پر مظالم کی انتہا ہو گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر رات کی تاریکی میں مصر سے ہجرت کر گئے۔ فرعون نے تعاقب کیا مگر وہ لشکر سمیت سمندر میں غرق ہو گیا۔ اس وقت بیت المقدس پر عمالقہ قابض تھے جو کہ کافر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ اپنے آبائی وطن بیت المقدس میں جا کر آباد ہوں اور اس پاک سرزمین کو کفار کے غلبہ سے آزاد کرائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس کے حالات معلوم کرنے کے لئے بارہ نقیب روانہ کئے۔ جن میں سے دس نے واپس آ کر وہاں کے لوگوں کی قوت و جبروت اور قد و قامت کا ایسا نقشہ کھینچا کہ بنی اسرائیل گھبرا کر کہنے لگے۔ اے موسیٰ علیہ السلام! ہم تو ایسی جابر قوم کے ساتھ ٹکر لینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ آپ اور آپ کا خدا پہلے جا کر ان سے لڑیں اور ارضِ مقدس کو ان سے پاک کریں پھر ہم وہاں جا کر آباد ہوں گے۔ بارہ نقیبوں میں سے دو نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قوم کو سمجھایا کہ نامرد نہ بنو۔ ذرا ہمت کر کے دشمن پر حملہ تو کرو پھر دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ تمہیں غلبہ عطا فرماتا ہے۔ لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔

[۴۱] بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جس بزدلی اور بے وفائی کا مظاہرہ کیا وہ تو آپ نے پڑھ لیا اب ذرا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی بہادری اور وفا کا اندازہ بھی کریں کہ غزوہ بدر میں ایک طرف ایک ہزار کفار کا لشکر تھا جس کے پاس جنگ کے ہتھیار وافر مقدار میں تھے اور دوسری طرف گنتی کے چند نیزوں اور تلواروں کے ساتھ صرف 313 مسلمان تھے مگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ طلب کرنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس جذبہ ایمانی کا مظاہرہ کیا اس کا خلاصہ ملاحظہ کریں۔

''یارسول اللہ! آپ تشریف لے جائیں جدھر آپ کا ارادہ ہے۔ چاہے آپ دشمن سے ٹکرائیں یا سمندر میں چھلانگ لگائیں ہم سب آپ کے ساتھ ہیں اور ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم آپ کو وہ جواب نہیں دیں گے جو جواب بنی

Marfat.com

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِکُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَ اَخِیۡ فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ موسیٰ نے کہا۔ اے میرے رب ! بے شک میں صرف اپنے اور اپنے بھائی کا مالک ہوں۔ پس تو ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے۔[۴۲]

قَالَ فَاِنَّہَا مُحَرَّمَۃٌ عَلَیۡہِمۡ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَۃً ۚ یَتِیۡہُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ فَلَا تَاۡسَ عَلَی الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۲۶﴾ ع

۲۶۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو یہ زمین ان پر چالیس سال تک حرام کردی گئی ہے۔ یہ زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے۔ سو آپ اس نافرمان قوم پر افسوس نہ کریں۔

ع ۷ وقف لازم

وَ اتۡلُ عَلَیۡہِمۡ نَبَاَ ابۡنَیۡ اٰدَمَ بِالۡحَقِّ ۘ اِذۡ قَرَّبَا قُرۡبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنۡ اَحَدِہِمَا وَ لَمۡ

۲۷۔ آپ ﷺ ان کو حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی خبر حق کے ساتھ سنا دو۔ [۴۳] جب دونوں نے قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کی

اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا کہ 'آپ اور آپ کا خدا جا کر ان سے لڑیں ہم تو یہاں ہی بیٹھے ہیں'۔ بلکہ ہم تو یہ کہیں گے کہ تشریف لے چلیں آپ اور آپ کا خدا۔ ہم بھی آپ کے ساتھ جنگ میں دادِ شجاعت دیں گے۔''

حضور اکرم ﷺ ان کے ایمان افروز جذبات سن کر خوش ہوئے اور انہیں خوشخبری دی کہ میں کفار کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں جہاں وہ کل مرے پڑے ہوں گے۔ (ابن ہشام اور دیگر کتب سیرت)

[۴۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی نافرمانی سے دلبرداشتہ ہو کر عرض کرتے ہیں۔ یا اللہ! میں اور میرا بھائی تو تعمیل حکم کے لئے تیار ہیں مگر قوم نے انکار کر دیا ہے۔ لہٰذا ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے۔ چنانچہ اس نافرمانی کی سزا کے طور پر بیت المقدس میں بنی اسرائیل کا داخلہ بند کر دیا گیا اور وہ چالیس سال تک صحرا میں سرگرداں پھرتے رہے۔

حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام بھی اگرچہ اسی صحرا میں بظاہر اپنی قوم کے ساتھ تھے مگر وہ پورے اطمینان کے ساتھ پیغام نبوت پہنچانے میں مصروف تھے۔ من و سلویٰ اور پانی کے چشموں سے قوم کی خدمت میں سرگرم تھے۔ جیسے ہسپتال میں مریض تو تکلیف کا شکار ہوتے ہیں لیکن ڈاکٹر ان کا علاج کرنے سے سکون حاصل کرتے ہیں۔ قوم کو عذاب میں دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اکثر ترس آ جاتا مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ غمگین نہ ہوں کیونکہ نافرمانی کی وجہ سے یہ لوگ اسی سزا کے مستحق ہیں۔

[۴۳] حضور اکرم ﷺ سے بنی اسرائیل کی عداوت کی ایک بڑی وجہ ان کا یہ حسد تھا کہ بنی اسرائیل سے کسی کو آخری نبی کیوں نہیں بنایا گیا ہے۔ آنے والی چند آیات میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ سنا کر حسد کی برائی اور تقویٰ کی اچھائی بیان کی جا رہی ہے تا کہ بنی اسرائیل حسد سے توبہ کریں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور حضور اکرم ﷺ پر ایمان لے آئیں۔

Marfat.com

يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾

گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ [۴۴] اس (دوسرے) نے کہا۔ میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا۔ اس (پہلے) نے کہا۔ اللہ تعالیٰ صرف متقی لوگوں سے قبول فرماتا ہے۔

النصف

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِیَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف بڑھانے والا نہیں ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

اِنِّیْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ۚ

۲۹۔ میں چاہتا یہی ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو اُٹھا لے تا کہ تو دوزخیوں سے ہو جائے اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔

---

[۴۴] حضرت آدم علیہ السلام کا ایک بیٹا ہابیل جو کہ نیک سیرت اور متقی تھا اور دوسرا بیٹا قابیل جو کہ حسد اور بغض میں مبتلا تھا۔ ان دونوں بھائیوں میں اختلاف پیدا ہوا اور قابیل نے صحیح دلائل کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے حق کو واضح کرنے کے لئے دونوں بھائیوں کو قربانی پیش کرنے کا مشورہ دیا۔ اس دور میں رواج یہ تھا کہ جب دلائل کی روشنی میں کوئی مسئلہ حل نہ ہوتا تو فریقین اپنی استعداد کے مطابق کوئی چیز بطورِ نذرانہ پہاڑ پر رکھ دیتے اور آسمانی آگ جس کے نذرانہ کو جلا دیتی اسے حق پر سمجھا جاتا۔ چنانچہ آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی قبول کرتے ہوئے اس کے حق میں حق کا فیصلہ صادر کر دیا۔ اب دانائی کا تقاضا تو یہ تھا کہ قابیل اپنے حسد سے توبہ کر کے تقویٰ اختیار کر لیتا اور اپنے بھائی کے سچے دلائل کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا۔ لیکن اس کے برعکس قابیل کے حسد میں اور اضافہ ہو گیا اور اس نے ہابیل کو قتل کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس پر ہابیل نے کہا۔ میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور تجھے قتل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا نیز اگر تیری قربانی قبول نہیں ہوئی تو اس میں میرا کیا قصور ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور چونکہ وہ متقی لوگوں کی قربانیاں قبول کرتا ہے لہٰذا تجھے بھی تقویٰ اختیار کرنا چاہیے لیکن اس کے باوجود اگر تو مجھے قتل کرنے پر مصر ہے تو میرے قتل کا گناہ اور اپنے حسد کا گناہ دونوں کا بوجھ تیرے کندھوں پر ہوگا اور اس ظلم و تعدی کی وجہ سے تجھے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا لیکن قابیل حسد و بغض کے نشہ میں اس قدر مدہوش ہو چکا تھا کہ اس پر ہابیل کی نصیحتوں کا ذرہ بھر بھی اثر نہ ہوا اور وہ اپنے بھائی کو قتل کر کے نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔

Marfat.com

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٣٠﴾

۳۰۔ اس کے نفس نے اپنے بھائی کا قتل اس کے لئے آسان بنا دیا پس اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوگیا۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۭ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿٣١﴾

۳۱۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش چھپائے۔[۴۵] کہنے لگا ہائے افسوس! کیا میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا پس وہ پچھتانے والوں میں سے ہوگیا۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَ

۳۲۔ اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر (یہ حکم) لکھ دیا کہ جس نے قصاص یا زمین میں فساد پھیلانے کی (سزا) کے بغیر کسی کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔[۴۶] اور جس نے کسی ایک جان کو بچا لیا تو گویا

معانقہ ۵ وقف النبی

[۴۵] قابیل نے جب ہابیل کو قتل کر دیا تو حیران ہوگیا کہ اس کی لاش کے ساتھ کیا کرے کیونکہ انسانوں میں ہابیل سب سے پہلا شخص تھا جس نے موت کا جام پیا لہٰذا اس سے پہلے کسی کو دفن کرنے سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔ آخرکار اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کے ذریعہ اس کو دفن کرنے کا طریقہ سکھایا یعنی ایک کوّے نے دوسرے کوّے کو قابیل کے سامنے قتل کیا پھر اپنی چونچ اور پنجوں کے ساتھ زمین میں گڑھا بنایا اور اس میں مرے ہوئے کوّے کو دفن کر دیا۔(تفسیر بیضاوی) قابیل یہ دیکھ کر اپنی نادانی پر شرمندہ ہوا اور کہنے لگا میری سمجھ تو اس کوّے سے بھی کمتر ہے۔ اگر کوّا میری رہنمائی نہ کرتا تو ہابیل کی لاش میرے لئے مشکل بنی ہوئی تھی۔

[۴۶] بعض خطرناک مجرم ایسے ہیں جن کی سزا قتل ہے جیسے ڈاکو، باغی اور قاتل وغیرہ۔ یہ ایسے مجرم ہیں جن کو قتل کرنا ہی ضروری ہے تاکہ دوسرے بے گناہ لوگوں کی جان و عزت محفوظ رہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی ایک انسان کو بلا وجہ جان بوجھ کر قتل کر دے تو یہ اتنا سنگین جرم ہے جو تمام انسانوں کو قتل کرنے کے برابر ہے کیونکہ اس نے انسانی خون کی بے حرمتی کی ہے اور سب جانوں کی حرمت یکساں ہے۔ اس نے حکم خداوندی کی خلاف ورزی کی ہے جس کی پابندی اس پر لازم تھی اور اس نے قتل کرنے کی از سرِ نو ابتدا کی ہے جس سے دوسروں کو قتل کرنے کا حوصلہ ملتا ہے اور اگر یہ سلسلہ آگے چل نکلے تو ایٹم بموں کی صورت میں سارے انسانوں کو قتل کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے اس جرم کی سنگینی کے باعث ایک انسان کے قتل کو سب انسانوں کے قتل کے برابر قرار دیا ہے۔ نیز جو شخص انسانی زندگی کا احترام نہیں کرتا وہ پوری انسانیت کا دشمن

Marfat.com

مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾

اس نے تمام انسانوں کو بچالیا۔ اور بے شک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلائل لے کر آئے پھر اس کے بعد بھی ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔[۴۷]

ہے۔ کیونکہ اس کی برائی اگر دوسرے انسانوں میں پھیل جائے تو سب انسان ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔ اس کے برعکس جو شخص انسانی زندگی کا احترام کرتا ہے اور اس کو بچانے میں سرگرم رہتا ہے تو وہ درحقیقت پوری انسانیت کا ہمدرد ہے کیونکہ دوسرے لوگ اگر اس کی پیروی کریں تو سب انسان ایک دوسرے کے محافظ بن جائیں گے۔

اس مضمون کو حضورِ اکرم ﷺ نے ایک عام ضابطہ اور قاعدہ کی صورت میں کچھ اس طرح بیان فرمایا ہے:

”جس کسی نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کے ثواب کے برابر اس کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔ (کیونکہ اس کی بنیاد اس نے رکھی تھی) اور نیک کام کرنے والوں کی نیکیوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس کسی نے اسلام میں کسی بُرے طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کے گناہ کے برابر اس کو بھی گناہ ملتا رہے گا (کیونکہ اس کی بنیاد اس نے رکھی تھی) اور گناہ کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔“ (مسلم : کتاب العلم : ٦)

ایک دفعہ کعبہ شریف کا طواف کرتے ہوئے حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

”(اے کعبہ!) تو کیسا پاکیزہ ہے، تیری خوشبو کیسی اچھی ہے، تیری عظمت کس قدر بڑی ہے، تیری عزت کتنی عظیم ہے۔ لیکن قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ مؤمن کے مال و خون کی عزت و حرمت تیری حرمت سے بڑھ کر ہے۔“ (ابن ماجة : حدیث نمبر ۳۹۳۲) ایک مؤمن کی عظمت کا اندازہ کریں کہ اس کے مال و خون کی حرمت کعبہ شریف سے بھی زیادہ ہے۔

ایک اور موقع پر حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

”دنیا کا خاتمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مؤمن کے ناحق خون کے مقابلہ میں کمتر ہے۔“ (ابن ماجہ : حدیث نمبر ۲۶۱۹)

یعنی مؤمن کی جان اتنی قیمتی ہے کہ ساری دنیا کا مال و متاع اس کے برابر نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی انسان ساری دنیا کو تباہ کر دے تو بھی اس کا جرم اتنا سنگین نہیں ہے جتنا کسی مؤمن کو ناحق قتل کرنا سنگین ہے۔

[۴۷] اس میں ایک طرف تو یہود کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تمہارے اکثر اسلاف نے انبیائے کرام علیھم السلام کے واضح دلائل کے باوجود ظلم و زیادتی کی راہ اختیار کی اور عذابِ الٰہی کے مستحق ٹھہرے۔ لہٰذا تم حضورِ اکرم ﷺ کی نبوت کے روشن

Marfat.com

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِکَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۙ﴿۳۳﴾

۳۳۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے [۴۸] کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی پر چڑھا دیا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں (اپنی) زمین سے نکال دیا جائے یہ تو ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے اس سے بھی بڑا عذاب ہے۔

دلائل کا انکار کر کے گمراہی کا راستہ اختیار نہ کرو۔ اور دوسری طرف حضورِ اکرم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ یہود آپ کو قتل کرنے اور نقصان پہنچانے کی جو سازشیں کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ اپنے انبیائے کرام علیھم السلام کے ساتھ بھی ان کا سلوک ایسا ہی رہا ہے۔

[۴۸] جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اعلانیہ قتل و غارت کرتے ہیں اس آیت میں ان کے جرم کی نوعیت کے مطابق چار سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ جن کا خلاصہ میں تفسیر روح المعانی سے عرض کرتا ہوں۔

۱۔ اگر انہوں نے کسی کو صرف قتل کیا تو اس کے بدلے میں انہیں بھی قتل کیا جائے گا اور مقتول کے وارث اگر معاف کر دیں تو بھی یہ قتل معاف نہیں ہو گا کیونکہ یہ مقتول کے وارثوں کا نجی معاملہ نہیں بلکہ ملک و ملت کے اجتماعی امن و سکون کا مسئلہ ہے۔

۲۔ اگر انہوں نے قتل کے ساتھ مال بھی لوٹا تو انہیں شارعِ عام پر سولی پر چڑھایا جائے گا تاکہ لوگوں کو اس جرم سے نفرت پیدا ہو۔

۳۔ اگر انہوں نے قتل نہیں کیا صرف مال لوٹا تو دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹ دیئے جائیں گے۔

۴۔ اگر انہوں نے نہ قتل کیا نہ مال لوٹا صرف لوگوں کو دہشت زدہ اور ہراساں کیا تو پھر انہیں اپنی زمین سے نکال دیا جائے یعنی اپنے گھر اور اہلِ خانہ سے جدا کر کے کسی دوسرے شہر میں قید کر دیا جائے گا۔ (تفسیر روح المعانی) بعض اہلِ علم لکھتے ہیں کہ ایسا شخص جلاوطن کر دیا جائے لیکن اس میں نقصان یہ ہو گا کہ وہ جہاں بھی جائے گا فتنہ و فساد کا باعث بنے گا لہٰذا اس کے لئے اور معاشرہ دونوں کے لئے بہتر یہی ہے کہ اسے قید کر دیا جائے تاوقتیکہ وہ سچی توبہ کر کے پرہیزگار بن جائے۔ اصل مقصد تو دوسرے لوگوں کو اس کے شر سے بچانا ہے اور یہ مقصد ملک بدری سے نہیں بلکہ قید یا سچی توبہ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اس آیت کے ضمن میں مکحول روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے اس قسم کے مجرموں کو قید خانہ میں بند کیا اور فرمایا۔ ''میں ایسے مجرم کو قید میں رکھوں گا حتیٰ کہ مجھے اس کی توبہ کا یقین ہو جائے اور کسی دوسرے شہر میں اسے آزاد نہیں چھوڑوں گا کہ وہاں کے لوگوں کو ستائے۔'' (تفسیر قرطبی)

Marfat.com

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۴﴾ ع ۹

۳۴۔ مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ [۴۹] تو خوب جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ [۵۰] اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔ [۵۱] اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

[۴۹] اگر یہ ڈاکو اور فسادی لوگ گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کرلیں اور پُرامن شہری ہونے کا اعلان کردیں تو ڈاکہ کی شرعی حدود یعنی سولی پر چڑھانا، ہاتھ پاؤں کاٹنا اور قید کرنے کی سزائیں معاف ہو جائیں گی البتہ حقوق العباد اگر صاحبِ حق معاف نہ کرے تو ان کی ادائیگی لازم ہے یعنی قتل کے بدلے قتل اور لوٹے ہوئے مال کی واپسی وغیرہ۔ تاہم گرفتاری کے بعد توبہ کرنے سے شرعی حدود ساقط نہیں ہوں گی بلکہ ان کو پوری پوری سزا دی جائے گی کیونکہ ایسی توبہ صداقت اور خلوص پر مبنی نہیں ہوتی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی انسان جان کنی کے وقت (یعنی موت کے ڈر سے زندگی کے آخری سانس میں) توبہ کرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی) جو کہ قابلِ قبول نہیں ہے۔ (ترمذی : کتاب الدعوات)

[۵۰] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو تین چیزوں کا حکم دیا ہے جن کی پیروی میں انسان کی فلاح کا راز مضمر ہے۔

۱۔ تقویٰ اختیار کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرو اور اس کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرو۔ (تفسیر صاوی)

۲۔ ایسا وسیلہ تلاش کرو جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب لے جائے۔ ان وسائل میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور اولیاء کی محبت، اللہ والوں کی زیارت، صدقات، دعا اور ذکر وغیرہ شامل ہیں۔ (تفسیر صاوی)

۳۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو یعنی کفار حملہ کردیں تو ان کے مقابلہ میں نکلو اور میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دو۔ یہ چھوٹا جہاد ہے اور اگر شیطان تمہارے نفس کو برائیوں پر اُکسائے تو اس کے خلاف سینہ سپر ہو جاؤ اور اپنے آپ کو برائیوں سے پاک کرو۔ یہ سب سے بڑا جہاد ہے۔

[۵۱] اس آیت میں وسیلہ سے مراد وہ ذریعہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا باعث ہو۔ بلاشبہ ایمان اور نیک اعمال ہی اس وسیلہ کی اصل بنیاد ہیں اور پیرِ کامل کی بیعت بھی ایک نیک عمل ہے جس کی بدولت گمراہ انسان شیطان کی غلامی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے بن جاتے ہیں اور ان کے ظاہر و باطن میں ایسا انقلاب آجاتا ہے جو کئی اور دیکھنے والوں کے لئے بھی ہدایت کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمة الله تعالیٰ علیه نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد مرشد کی بیعت ہے۔ (قول جمیل) اور اسی آیت کی تشریح میں مولوی اسماعیل صاحب دہلوی لکھتے ہیں۔ ''اہلِ سلوک کے نزدیک وسیلہ سے مراد مرشد ہے۔ جس کی رہنمائی کے بغیر راہِ حقیقت کا ملنا شاذونادر ہے۔'' (صراطِ مستقیم)

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۳۶﴾

٣٦۔ بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اگر ان کے قبضہ میں وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہوتا کہ وہ قیامت کے دن عذاب سے نجات کے لئے اس کو فدیہ میں دے دیں تو وہ فدیہ ان سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ [٥٢] اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

اسلام میں دو قسم کی بیعت کا تصور پایا جاتا ہے ایک سربراہِ حکومت کی بیعت تا کہ اس کی اطاعت کا باضابطہ اعلان کیا جائے اور دوسرا پیر کامل کی بیعت تا کہ اس کی رہنمائی میں قربِ خداوندی کی منازل طے کی جائیں اور پیر کامل میں درج ذیل چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ جس میں یہ چار شرائط نہ ہوں اس کی بیعت کرنا جائز نہیں ہے۔ ان شرائط کی بنیاد بہارِ شریعت اور امام احمد رضا خاں رحمة الله تعالیٰ علیه کے فتاویٰ افریقیة میں دیکھی جاسکتی ہے یعنی پیر کامل وہ ہے:

١۔ جو مسلمان ہو اور اس کا عقیدہ صحیح ہو یعنی اہل سنت و جماعت ہو کیونکہ کسی کافر و بدعقیدہ کی بیعت جائز نہیں۔

٢۔ جو عالم دین ہو یعنی قرآن و حدیث اور فقہ کا عالم ہو تا کہ مریدین کے مسائل کا اسلامی حل بیان کر سکے۔

٣۔ جو قرآن و سنت پر عمل پیرا ہو اور کوئی ایسا کام نہ کرتا ہو جو اسلام میں ناپسندیدہ ہو تا کہ مریدین پورے اطمینان کے ساتھ اس کی اطاعت کریں۔ کیونکہ بزرگ کہتے ہیں اگر کوئی شخص ہوا میں اُڑتا ہوا آرہا ہو اور سنت نبوی کا تارک ہو تو وہ جادوگر تو ہوسکتا ہے مگر پیر کامل نہیں ہوسکتا۔

٤۔ جس کے مشائخ کا سلسلۂ بیعت حضورِ اکرم ﷺ تک متصل ہو اور فیضانِ نبوت کی یہ کڑیاں کہیں سے منقطع نہ ہوں یعنی اس کے پیر نے اپنے پیر کی پھر اس کے پیر نے اپنے پیر کی بیعت کی ہوحتیٰ کہ یہ سلسلہ حضورِ اکرم ﷺ تک پہنچتا ہو تا کہ نسبت کی برکتیں شامل حال رہیں اور قربِ خداوندی کی منازل آسانی سے طے ہوں۔

جن خوش نصیب حضرات میں مذکورہ بالا چار شرائط پائی جائیں ان کی تلاش میں سفر کرنا اور ان کی صحبت میں کچھ وقت گزارنا۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے اس سلسلہ میں حضورِ اکرم ﷺ کے چند ارشادات کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

١۔ جو شخص نیک لوگوں کی صحبت میں پہنچ جاتا ہے وہ خوش قسمت ہے اور اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری: كتاب الدعوات : باب ٦٦)

٢۔ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے نیک لوگوں کے پاس جانے کی نیت سے اپنا سفر شروع کیا اگرچہ ان تک نہ پہنچ سکا اور راستہ میں ہی فوت ہوگیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے سو قتل جیسے جرائم کو معاف کر کے اُسے جنت کا مستحق بنا دیا۔ (مسلم : كتاب التوبة: باب ٨)

[٥٢] جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر کی حالت میں ہی فوت ہوگئے وہ دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے اور اگر وہ زمین کی ساری دولت سے بھی زیادہ فدیہ دے کر عذابِ جہنم سے بچنا چاہیں گے تو یہ ممکن نہیں ہوگا۔ اوّل تو میدانِ حشر میں کسی کے پاس اس زمین کی دولت نہیں ہوگی اور اگر بالفرض کسی کے پاس دنیا بھر کے خزانے ہوں تو بھی رد کر دیئے جائیں گے۔

Marfat.com

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٣٧﴾

۳۷۔ وہ چاہیں گے کہ (دوزخ کی) آگ سے نکل جائیں لیکن وہ اس سے نہیں نکل سکیں گے۔ [۵۳] اور ان کے لئے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہوگا۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ

۳۸۔ چوری کرنے والے مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ [۵۴] یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت ناک سزا ہے۔ [۵۵] اور اللہ تعالیٰ بہت غالب

---

[۵۳] کفار بہت چاہیں گے کہ جہنم کی آگ سے نکل جائیں لیکن وہ اس سے نہیں نکل سکیں گے اور اپنے کفر کی سزا کے طور پر ہمیشہ عذابِ جہنم میں مبتلا رہیں گے جبکہ گناہگار مسلمان اپنے ایمان کی برکت سے سزا پوری ہونے کے بعد جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہوں گے اس کی تائید میں احادیث بکثرت موجود ہیں۔ جیسا کہ حضرت جابر رضي الله عنه نے روایت کیا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ''ایک قوم جہنم کی آگ سے نکل کر جنت میں داخل ہوگی۔'' یزید بن الفقیر نے یہی آیت پڑھتے ہوئے جابر بن عبداللہ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ وہ جہنم سے نہیں نکل سکیں گے تو جابر بن عبداللہ نے جواب دیا کہ اس کا تعلق گزشتہ آیت سے ہے یعنی صرف کفار جہنم سے نہیں نکل سکیں گے۔ (تفسیر الدر المنثور)

[۵۴] چور سے مراد وہ مرد یا عورت ہے جو کسی دوسرے انسان کی ملکیت سے کم از کم ایک ڈھال کی مالیت کے برابر کوئی چیز دانستہ چوری کرلے۔ اسلام میں اس چوری کی سزا یہ ہے کہ چور کا دایاں ہاتھ اس کی کلائی کے جوڑ سے کاٹ دیا جائے۔ لیکن ڈھال کی مالیت سے کم چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ حاکم وقت جو مناسب سمجھے اس سے کم درجہ کی کوئی اور سزا دیدے جس سے چوری کی حوصلہ شکنی ہو۔ حضرت ایمن رضي الله عنه بیان کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے صرف ڈھال کی قیمت میں ہاتھ کاٹا ہے۔ اور اس زمانہ میں ڈھال کی قیمت ایک دینار (جو کہ تقریباً 4.36 گرام سونے کے برابر ہے) یا دس درہم (جو کہ تقریباً 30.50 گرام چاندی کے برابر ہے) تھی۔ (سنن نسائی : کتاب قطع السارق : باب 9) مزید تفصیلات کے لئے فقہ کی کتابیں ملاحظہ کریں۔

[۵۵] قرآن مجید نے چور کی سزا یہ مقرر کی ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے اور اس کی دو وجوہات بھی بیان کی ہیں۔

۱۔ یہ سزا اس مال کا بدلہ نہیں جو اس نے چوری کیا کیونکہ ہوسکتا ہے وہ مال بالکل معمولی ہو بلکہ دراصل یہ قانون شکنی کی جرأت اور چوری کرنے کے اس فعل کی سزا ہے جس نے لوگوں کے امن وسکون کو غارت کیا ہے۔

۲۔ یہ سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس لئے ہے تاکہ دوسروں کے لئے باعثِ عبرت ہو اور کوئی بھی چوری کرنے کی جرأت نہ کرے۔

Marfat.com

سزا کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مظلوم کی دادرسی کی جائے یعنی اس کا حق اسے واپس دلایا جائے اور مجرم کو اس کی بُری عادت سے بچانے کے لئے اس پر ایسی سختی کی جائے کہ وہ بھی اس جرم سے باز آجائے اور دوسروں کو بھی عبرت حاصل ہو اور وہ اس جرم کے قریب نہ جائیں۔ اور یہ حکم صرف قرآن ہی کا نہیں بلکہ بائیبل کا بھی یہی حکم ہے: ''اور اگر تمہارا دایاں ہاتھ گناہ کرنے کا سبب بنے تو اس کو کاٹ کر دور پھینک دو۔ تمہارے لئے یہ بہتر ہے کہ تم اپنے جسم کے ایک حصہ سے محروم ہو جاؤ بجائے اس کے کہ تمہارے پورے جسم کو جہنم میں جانا پڑے۔'' (Matthew:5:30: New Testament & Psalms, Edition 2001 by The Gideons)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ انسان کا ہاتھ کاٹ دینا بڑی وحشیانہ اور غیر مہذب سزا ہے۔ اس سلسلہ میں میری گزارش یہ ہے کہ ایک میاں بیوی ساٹھ سال کی عمر تک پردیس میں کرائے کے مکان میں رہتے ہوئے مزدوری کر کے زیورات، کپڑوں اور نقدی کی صورت میں اتنی دولت اکٹھی کر لیں کہ وہ اپنے رہنے کے لئے مکان، اپنی بیٹیوں کی شادی اور بڑھاپے کے انتظامات کر سکیں اور اچانک رات کو ایک چور آئے اور ان بوڑھے میاں بیوی کی زندگی بھر کی کمائی چوری کر کے لے جائے تو اب اس بوڑھے میاں بیوی پر کیا گزرے گی جن کی زندگی کی کمائی بھی گئی اور ہاتھوں میں مزید کمانے کی طاقت بھی نہیں رہی۔ ہوسکتا ہے وہ بوڑھے والدین اس حادثہ کو برداشت نہ کر سکیں اور حرکتِ قلب بند ہونے کی صورت میں اُن کی بچیاں یتیم ہو جائیں اور اگر وہ زندہ بچ بھی جائیں تو بڑھاپے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں میں اتنی طاقت ہی نہیں رہی کہ وہ اپنا اور اپنی بچیوں کا پیٹ پال سکیں اور بالآخر بھیک مانگنے یا خودکشی کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ اگر آپ اس بوڑھے والدین کی جگہ پر ہوں تو اس چور کے متعلق کیا سزا تجویز کریں گے؟ کیا اس چور نے مہذب کام کیا ہے یا واضح بربریت کا مظاہرہ کر کے ایک خوشحال گھرانے پر قیامت صغریٰ برپا کر دی ہے؟ ظاہر ہے وہ انسانی شکل میں ایک درندہ ہے اور درندوں والی سزا کا مستحق ہے تا کہ اسے اپنی درندگی کا احساس ہو اور دوسروں کے لئے بھی باعثِ عبرت ہو اور بائیبل نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ چور کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔ ''اگر چور کسی گھر میں چوری کرتے ہوئے پکڑا جائے اور اُسے قتل کر دیا جائے تو اس چور کا قاتل مجرم نہیں ہوگا۔'' (خروج : ۲۲ : ۲)

چور کا ایک ہاتھ جو سینکڑوں دیگر ہاتھوں کی کمائی چھین کر انہیں شل کر دیتا ہے۔ عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ اسی ایک ہاتھ کو کاٹ دیا جائے تا کہ دیگر بے شمار ہاتھ سلامت رہیں اور انسانی خدمت میں سرگرم عمل رہیں۔ تاریخ شاہد ہے جہاں کہیں بھی چور کے ہاتھ کاٹے گئے وہاں چوری کا دروازہ بند ہو گیا۔ اسلام کے ابتدائی سو سال میں گنتی کے چند افراد کے ہاتھ کاٹے گئے اور پورا معاشرہ امن کی نیند سویا۔ (فی ظلال القرآن)

کوئی انسان اپنا ہاتھ کٹانا پسند نہیں کرتا لیکن اگر کسی انسان کی انگلی میں کینسر ہو جائے تو اس کا ہاتھ کاٹنا ضروری ہو جاتا ہے ورنہ یہ بیماری پورے جسم میں پھیل جاتی ہے جو بالآخر انسان کی زندگی ختم کر دیتی ہے۔ اسی طرح چوری بھی عوام کے امن

Marfat.com

اور سکون کے لئے کینسر کی حیثیت رکھتی ہے اور جو ہاتھ کئی خوش حال گھرانوں کی زندگیاں برباد کردے اگر اسے نہ کاٹا گیا تو کئی دوسرے لوگوں کو بھی راتوں رات امیر بننے کی یہ بیماری لگ جائے گی جو بالآخر پورے معاشرہ کا امن وسکون تباہ کردے گی۔لہٰذا ایسے مجرم ہاتھ پر ترس کھانا دراصل بے گناہ معاشرہ پر ظلم کرنے کے برابر ہے۔

آجکل عام طور پر چور کو کچھ عرصہ جیل میں بند کردیا جاتا ہے لیکن قید کی سزا نہ تو نفسیاتی طور پر چور کی حوصلہ شکنی کرتی ہے اور نہ ہی جسمانی طور پر۔اسی لئے جن ممالک میں چوری کی سزا قید ہے وہاں پر پولیس گشت،سیکورٹی سٹاف،الارم،کیمرہ اور کتوں وغیرہ کے باوجود چوری کی واردات یا تو بہت زیادہ ہیں یا ترقی پذیر ہیں۔کیونکہ قید کی سزا پوری ہونے کے بعد اس کے ساتھ کوئی ایسا مانع نہیں ہے جو اسے چوری سے باز رکھے۔ہاتھ سلامت ہیں نیز لوگوں کو علم نہیں کہ یہ چور ہے لہٰذا لوگ اس پر اعتماد کریں گے اور اس کے لئے چوری کرنا آسان ہوگا جبکہ ہاتھ کٹنے کی سزا چور کو نفسیاتی طور پر شرمندہ کردیتی ہے اور دیکھنے والے بھی محتاط ہو جاتے ہیں کہ یہ چور ہے نیز ہاتھ کٹنے سے اس کی چوری کی صلاحیت بھی ناقص ہو جاتی ہے۔لہٰذا اگر تو سزا دینے کا مقصد یہ ہے کہ چور چوری سے باز آجائے تو سب سے زیادہ مؤثر سزا ہاتھ کاٹنا ہے اور اگر مقصد یہ ہے کہ چور کو معمولی سی سزا بھی مل جائے اور چوری کا سلسلہ بھی جاری رہے تو پھر قید خانہ میں چور کو چند دنوں کے لئے حکومت کا مہمان بنانا اچھی سزا ہے۔

آج اکیسویں صدی میں سعودی عرب نے یہ سزا نافذ کر رکھی ہے۔ہر سال لاکھوں کی تعداد میں مسلمان حج یا عمرہ کی غرض سے سعودی عرب جاتے ہیں کیا کسی نے کبھی کسی ایسے عربی کو دیکھا ہے جس کا چوری کی وجہ سے ہاتھ کٹا ہوا ہو۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہاں چوری بالکل نہیں ہوتی لیکن پورے ملک میں صرف گنتی کے چند افراد کے ہاتھ کٹتے ہیں اور سارے لوگ آرام کی نیند سوتے ہیں۔مجھے کئی بار حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی ہے مجھے کہیں بھی کوئی ہاتھ کٹا دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔البتہ اتنا مشاہدہ ضرور کیا ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو سونے،چاندی اور قیمتی سامان سے بھری ہوئی دکانوں کے دروازے کھلے چھوڑ کر دکاندار نماز پڑھنے چلے جاتے ہیں اور اس یقین کے ساتھ پرسکون نماز پڑھتے ہیں کہ ان کی دکان سے کوئی چوری نہیں ہوگی یہ سب اسلام کی حکیمانہ سزا کی برکتیں ہیں کہ انسان چوری کرنے کے تصور سے بھی گھبراتا ہے۔

نیز جس چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے وہ انسدادِ چوری کا ایسا عملی اور مؤثر اشتہار ہوگا جس کا مقابلہ ہزاروں پونڈ کی انسدادِ چوری کی اشتہاری مہم نہیں کرسکے گی اور اس کا کٹا ہوا ہاتھ دیکھ کر ہر ایک کو ہر وقت ایسی عبرت حاصل ہوتی رہے گی کہ کوئی دوسرا چوری کا تصور بھی نہیں کرسکے گا۔

نوٹ: اگر کوئی انسان قحط سالی یا بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں مثال کے طور پر حاطب کے غلاموں نے قبیلہ مُزَینہ کے ایک آدمی کی اونٹنی چوری کرلی۔حضرت عمر بن خطاب رضي الله عنه نے ان کے ہاتھ کاٹنے کی سزا ساقط کردی اور غلاموں کے مالک پر اونٹنی کی قیمت سے دوگنی قیمت بطورِ تاوان عائد کردی کیونکہ وہ اپنے غلاموں کو بھوکا رکھتا تھا اور غلاموں نے بھوک سے تنگ آکر چوری کا ارتکاب کیا تھا۔

Marfat.com

اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۳۸

حکمت والا ہے۔[۵٦]

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۹

۳۹۔ پھر جس نے اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لی[۵۷] اور اپنی اصلاح کر لی تو بے شک اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرمائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۰

۴۰۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ بلا شبہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے؟ وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

---

[۵٦] چوری کی یہ سزا اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے۔ جس جرم کی سزا جو چاہے مقرر فرما دے اس پر کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں اور ساتھ یہ وضاحت بھی کر دی کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے یعنی اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور اس نے چوری کی جو سزا مقرر کی ہے وہ فرد اور جماعت دونوں کی مصلحتوں کے عین مطابق ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس سزا پر عمل کرنے میں کسی امتیاز اور رعایت کی اجازت نہیں دی۔ مثال کے طور پر بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کہنے پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس کی سفارش کی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ بے شک تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ ان میں جب کوئی امیر چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) یعنی میری بیٹی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔" (بخاری : کتاب الانبیاء : باب ۵۴)

[۵۷] اگر چور سچی توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لے اور معاملہ عدالت تک جانے سے پہلے مالک کا مال واپس کر کے اس سے معافی مانگ لے اور مالک بھی اس چور کو معاف کر دے اور مقدمہ عدالت میں نہ لے جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہاتھ کٹنے کی شرعی حد معاف فرما دے گا۔ (تفسیر نعیمی) لیکن اگر چوری عدالت میں ثابت ہو جائے تو پھر چور کا ہاتھ ضرور کاٹا جائے گا چاہے وہ توبہ کرے یا نہ کرے کیونکہ اب یہ چور اور مالک کا نجی اور انفرادی معاملہ نہیں رہا بلکہ حکومت کا اجتماعی اور انتظامی مسئلہ بن گیا ہے جس کی سزا ضروری ہے۔ البتہ اب توبہ کرنے سے آخرت کا عذاب معاف ہو جائے گا اور اگر کسی شخص نے ہاتھ کٹوانے کے بعد بھی اس جرم سے توبہ نہیں کی تو پھر وہ قیامت کے دن خدا کے غضب کا اسی طرح مستحق رہے گا جس طرح ہاتھ کٹنے سے پہلے تھا۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ

۴۱۔ اے رسول! آپ کو وہ لوگ غمگین نہ کریں جو کفر میں تیزی سے سرگرم ہیں۔ [۵۸] ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنے منہ سے کہا کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے۔ اور بعض یہودی ایسے ہیں جو جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں اور ان لوگوں کی باتیں بھی بہت زیادہ سنتے ہیں جو ابھی تک آپ کے پاس نہیں آئے۔ اللہ کی باتوں کو اپنی اصلی جگہوں سے بدل دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو اسے مان لو اور اگر تمہیں یہ حکم نہ دیا جائے تو بچو۔ [۵۹] اور جس کو اللہ تعالیٰ فتنہ میں

---

[۵۸] حضورِ اکرم ﷺ نے یہود کو اسلام کی دعوت دی اور اسلام کی حقانیت پر روشن دلائل فراہم کئے مگر وہ کفر میں ہی سرگرم رہے اور بعض نے منافقت کا راستہ اختیار کیا یعنی بظاہر ایمان کا اعلان کر دیا لیکن دل سے کافر ہی رہے۔ حضورِ اکرم ﷺ انہیں اللہ تعالیٰ کا سچا کلام سناتے مگر وہ اپنے خودغرض علماء کی جھوٹی باتیں سننے میں دلچسپی لیتے اور وہ دشمنانِ اسلام جو تکبر کی وجہ سے آپ ﷺ کے پاس حاضر نہیں ہوئے یہ ان کا پروپیگنڈا سننے میں سرگرم رہتے اور ان کے لئے جاسوسی بھی کرتے نیز وہ اپنی مقدس کتاب تورات کے الفاظ و معانی میں تحریف بھی کرتے تھے۔ حضورِ اکرم ﷺ کی خلوص بھری دعوت و تبلیغ کے جواب میں یہود کی ہٹ دھرمی سے آپ ﷺ کا دکھی اور غمزدہ ہونا ایک فطری امر تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو تسلی دی کہ آپ ان کے منفی رویہ سے غمگین نہ ہوں دراصل مسلسل ہٹ دھرمی نے ان کے دلوں میں فتنہ و فساد پیدا کر دیا ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں کو ناپاک ہی چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان کے دلوں میں کفر جڑ پکڑ چکا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ ان کے بارے میں غمگین نہ ہوں آپ ﷺ نے اپنی رسالت کا حق ادا کر دیا ہے اب اگر یہ اسلام نہیں لاتے تو آپ سے ان کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کفر کی سزا دے گا وہ دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب سے ہمکنار ہوں گے۔

[۵۹] حدیث اور تفسیر کی معتبر کتابوں میں یہاں ایک خاص واقعہ ذکر کیا گیا ہے جس کا مختصر مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ خیبر کے ایک شادی شدہ یہودی مرد اور عورت نے زنا کیا دونوں اعلیٰ خاندان کے افراد تھے اس لئے علمائے یہود نے ان کو رجم کرنا مناسب نہ سمجھا۔ انہوں نے ان دونوں کو ایک وفد کے ہمراہ مدینہ منورہ بھیجا تاکہ رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ دریافت کریں اور ساتھ یہ ہدایت بھی کی کہ اگر دُرّے لگانے اور منہ کالا کرنے کا حکم دیں تو مان لینا اور اگر رجم کا حکم کریں تو انکار کر دینا۔

Marfat.com

شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۚۖ وَّ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾

ڈالنا چاہے تو تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی طاقت نہیں رکھتا یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاک کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں فرمایا۔[۶۰] ان کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ نے رجم کا حکم دیا لیکن انہوں نے اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کیا تم نوجوان یہودی عالم ابن صوریا کو جانتے ہو؟ کہنے لگے جی ہاں۔ اس وقت روئے زمین پر وہ سب سے بڑا یہودی عالم ہے ہم اس کا فیصلہ ماننے کے لئے تیار ہیں۔ جب وہ آیا تو رسولِ خدا ﷺ نے اس سے فرمایا۔ ''میں تمہیں اس خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا کو شق کیا اور تمہیں نجات دی۔ کیا تورات میں شادی شدہ زانی کے لئے رجم کا حکم ہے یا نہیں؟'' وہ انکار نہ کر سکا اور صاف کہہ دیا بے شک ایسا ہی ہے۔ یہود اس پر کود پڑے اور تنقید کا نشانہ بنایا لیکن اس نے کہا کہ میں اگر اس نبی برحق کے سامنے جھوٹ بولتا تو مجھے عذابِ الٰہی کے نازل ہونے کا اندیشہ تھا۔ (تفسیر کشاف) اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم تورات کے حکم کی خلاف ورزی کیوں کرتے ہو؟ ابن صوریا نے کہا دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے ایک بڑے امیر شہزادے نے زنا کیا جس کی رعایت کرتے ہوئے ہم نے اُسے سنگسار نہ کیا پھر جب یہی جرم ایک غریب آدمی سے سرزد ہوا اور اسے رجم کرنے کا فیصلہ ہوا تو اس غریب کے رشتہ داروں نے احتجاج کیا کہ اگر شرعی سزا اس کو دینی ہے تو اس سے پہلے شہزادے کو بھی دو جب اس اختلاف نے طول پکڑا تو ہم نے مجبوراً تورات کا حکم چھوڑ کر سب کے لئے درّے اور منہ کالا کرنے کی سزا پر اتفاق کر لیا۔ یہ سن کر حضورِ اکرم ﷺ نے کہا۔ اے اللہ تعالیٰ! ان لوگوں نے تیرے حکم کو مردہ کر دیا تھا مگر میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے تیرے اس حکم کو پھر سے زندہ کیا۔ پھر آپ ﷺ کے حکم سے انہیں رجم کر دیا گیا۔ (تفسیر مظہری) آج بھی بائبل میں یہ الفاظ موجود ہیں ''زانی مرد اور عورت دونوں کو شہر کے دروازے سے باہر پتھر مار کر ہلاک کر دیا جائے۔'' (استثناء : ۲۲ : ۲۳)

[۶۰] یہاں پر بعض ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو فتنہ و فساد اور کفر و ناپاکی میں رکھنے کا ارادہ فرمالیا ہے تو پھر وہ کیسے ہدایت پا سکتے ہیں اور ان کو عذاب کیوں دیا جائے گا؟ دراصل یہود نے اپنی ہٹ دھرمی اور نافرمانی کے باعث اپنے آپ کو اس سزا کا مستحق ثابت کر دیا جس کا اعلان اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اس کی مثال اس مریض کی طرح ہے جو اپنے ڈاکٹر کی تشخیص کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ عام لوگوں کے اندازوں پر ایمان رکھتا ہے اور ڈاکٹر کی تجویز کردہ دوا کو یا تو سرے سے استعمال ہی نہیں کرتا یا اپنی پسند کے مطابق اس کے اجزائے ترکیبی میں تبدیلی کر دیتا ہے۔ اور ڈاکٹر کی ہدایات کی مسلسل خلاف ورزی سے اس کی بیماری آخری مرحلہ پر پہنچ جاتی ہے۔ اب اگر ڈاکٹر اس مریض کے علاج سے دست

Marfat.com

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ

۴۲۔ یہ بہت زیادہ جھوٹی باتیں سننے والے اور بڑے حرام خور ہیں۔ [٦١] سو اگر وہ آپ کے پاس آئیں (تو آپ کو اختیار ہے) چاہیں تو ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں یا ان سے منہ پھیر لیں۔ [٦٢] اور اگر آپ ان

بردار ہو کر اعلان کر دے کہ اب اس مریض کو موت سے کوئی نہیں بچا سکتا تو اس میں ڈاکٹر کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ مریض خود اپنی خودکشی کا ذمہ دار ہے۔ اسی طرح یہود بھی اپنی ہٹ دھرمی کے باعث حضور اکرم ﷺ پر ایمان نہ لائے اور مفاد پرست یہودی علماء کے ساتھ ہی منسلک رہے اور تورات کے احکام پر بھی یا تو سرے سے عمل ہی نہ کرتے یا ان میں اپنی مرضی سے تبدیلی کر لیتے۔ خدائی احکام کی مسلسل نافرمانی سے ان کے غور و فکر کی صلاحیتیں اس قدر ناکارہ ہو چکی ہیں کہ اب ان کے دلوں سے فساد و کفر کا نکلنا ممکن نہیں رہا۔ اسی حقیقت کا اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے جو کہ یہود کی ہٹ دھرمی کا لازمی نتیجہ ہے۔

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے سورت بقرہ کی آیت نمبر سات اور حاشیہ نمبر دس ملاحظہ کریں۔

[٦١] اس آیت میں علمائے یہود کی ایک خاص حرام خوری یعنی رشوت کا تذکرہ ہے کیونکہ وہ امیر لوگوں سے رشوت لے کر ان کے حق میں ناحق فیصلے کرتے تھے۔ حالانکہ انکی شریعت میں رشوت کو ممنوع قرار دیا گیا تھا جیسا کہ بائیبل میں آج بھی موجود ہے۔ ''امیر آدمی کی طرفداری کرتے ہوئے انصاف میں لچک پیدا نہ کرو اور کبھی بھی رشوت قبول نہ کرو کیونکہ رشوت اہل عقل و دانش کی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے اور ان کے فیصلے کو بگاڑ دیتی ہے۔'' (استثناء: ١٦:١٩)

اسلام میں بھی رشوت حرام ہے کیونکہ ''رشوت لینے والے، رشوت دینے والے اور ان دونوں کے درمیان رشوت کے معاملات طے کرانے والے تینوں پر حضورِ اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔'' (احمد: جلد ۵: ص ۲۷۹) نیز حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''جس انسان کا گوشت رشوت کے مال سے پروان چڑھا ہو وہ جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا کیونکہ وہ جہنم کی آگ کا زیادہ مستحق ہے۔'' (احمد: جلد ۵: ص ۳۹۹)

کسی کا حق ضائع کرنے یا غصب کرنے کے لئے کسی جھوٹے گواہ یا حاکم کو جو مال دیا جاتا ہے اسے رشوت کہتے ہیں۔ اس صورت میں رشوت لینے والا، رشوت دینے والا اور درمیان میں سودا طے کرانے والا سب مجرم ہیں لیکن اگر کوئی آدمی اپنے حق کے حصول یعنی اپنے خون یا مال کی حفاظت کے لئے مجبوراً رشوت دیتا ہے تو یہ اس کے لئے حرام نہیں ہوگا۔'' (سنن کبریٰ: جلد ١٠: ص ١٣٩) لیکن اس صورت میں بھی رشوت لینے والا ضرور گناہگار ہوگا کیونکہ وہ اس کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے۔

[٦٢] یعنی غیر مسلم اگر اپنے مقدمات کا فیصلہ کرانے کے لئے حضورِ اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوں تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو اختیار دیا ہے کہ آپ چاہیں تو ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں اور چاہیں تو انکار کر دیں تا کہ وہ اپنے مذہبی

Marfat.com

فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾

سے منہ پھیر لیں تو یہ آپ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلے کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ ع ۶

۴۳۔ اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے۔[۶۳] حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے پھر اس کے بعد بھی وہ روگردانی کرتے ہیں اور وہ مؤمن نہیں ہیں۔

رہنماؤں سے فیصلہ کرائیں۔ جبکہ اسی سورت کی آیت نمبر ۴۹ میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو ہدایت فرمائی کہ اگر غیر مسلم اپنا معاملہ آپ ﷺ کے پاس لائیں تو آپ ﷺ اس کا فیصلہ اپنی شریعت کے مطابق فرمائیں۔

ان دو آیات کے درمیان تطبیق کرتے ہوئے امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں۔ کہ غیر مسلم سائل اگر تو اسلامی ملک کا باشندہ یا ذمی ہو تو اس کا فیصلہ اسلامی حکمران کا فرض ہے کیونکہ ان کے حقوق کی نگرانی اور حفاظت اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے اور اگر غیر مسلم سائل نہ تو اسلامی ملک کا باشندہ ہو اور نہ ہی ذمی بلکہ اس کے ساتھ صرف امن کا معاہدہ ہے جیسا کہ آیت نمبر ۴۲ کے سائل تھے تو اس کا فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اسلامی حکمران کو اختیار ہے کیونکہ ان کے حقوق کی نگرانی اسلامی حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے۔ (احکام القرآن : جلد اول :ص ۸۸) بہرحال اسلامی حکمران جب بھی فیصلہ کرے تو اسلامی اصولوں اور انصاف کو پیش نظر رکھے یعنی امن عامہ اور اجتماعی نظم وضبط کے معاملات میں اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ کرے لیکن غیر مسلموں کے ذاتی اور خالص مذہبی مسائل میں مداخلت نہ کی جائے بلکہ ان کے اپنے مذہبی رہنماؤں سے فیصلہ کرایا جائے۔

[۶۳] یہ بڑی عجیب بات ہے کہ یہودی آپ ﷺ پر ایمان بھی نہیں رکھتے اور اس کے باوجود فیصلہ کرانے کا مطالبہ بھی کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے اور اس میں زنا کی سزا رجم لکھی ہوئی ہے۔ دراصل ان کا مقصد شرعی مسئلہ پوچھنا نہیں ہے بلکہ وہ سزا میں کمی اور سہولت کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے تورات کے مطابق انہیں اسلامی حکم سنایا تو انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اپنی مفاد پرستی میں اتنے اندھے ہو چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی کتاب پر ان کا ایمان ہی نہیں رہا تھا۔ نہ تورات پر نہ ہی قرآن مجید پر۔

Marfat.com

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ

۴۴۔ بے شک ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور نور ہے۔[۶۴] اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار نبی تورات کے مطابق یہود کے فیصلے کرتے تھے اور اللہ والے اور علماء (بھی اسی کے مطابق حکم دیتے تھے) کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے محافظ ٹھہرائے گئے تھے۔ [۶۵] اور وہ اس پر گواہ تھے۔ سوتم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔[۶۶] اور تھوڑی قیمت کے بدلے میں میری آیتوں کو فروخت نہ کرو۔ اور جو لوگ اللہ

---

[۶۴] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تورات میں نور اور ہدایت ہے۔ (قرآن: ۵:۴۴) انجیل میں نور اور ہدایت ہے۔ (قرآن: ۵:۴۶) قرآن نور ہے۔ (قرآن: ۷:۱۵۷) قرآن ہدایت ہے۔ (قرآن: ۲:۱۸۵) ان مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ساری کتابیں ہدایت اور نور کا سرچشمہ ہیں یعنی ان کی تعلیمات انسان کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاکھڑا کرتی ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی پہچان اور اس کی رضا حاصل کرنے کے راستے بالکل عیاں ہو جاتے ہیں اور جو بھی خلوصِ نیت کے ساتھ ان راستوں پر چل نکلتا ہے وہ مقصدِ حیات کو پالیتا ہے۔

[۶۵] بنی اسرائیل کے انبیاء، اولیاء اور علماء تورات پر عمل پیرا تھے اور اسی کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد تورات کی حفاظت کی ذمہ داری اولیاء و علماء کے سپرد تھی۔ جب تک وہ اس ذمہ داری کو ادا کرتے رہے تو تورات ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ رہی لیکن بعد میں جب یہ ہدایت و نور کا صحیفہ دنیا پرست علماء اور خودنما عبادت گزاروں کے قبضہ میں آگیا تو انہوں نے اپنے مفادات کی خاطر اس میں تحریف شروع کردی جس کی وجہ سے تورات کی اصلی حالت گم ہو گئی۔ مگر قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی ہے۔ (قرآن: ۱۵:۹) اس لئے قرآن مجید آج تک اسی طرح محفوظ ہے جس طرح یہ اُترا تھا۔

[۶۶] یہودی علماء اس بات کے گواہ تھے کہ تورات اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ان کے سر پر ہے نیز اس کتاب میں حضور اکرم ﷺ کا تعارف اور رجم کی سزا موجود ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ حکام کے ڈر اور دولت کے لالچ میں احکام خداوندی کو چھپاتے تھے۔ قرآن مجید ان کو متنبہ کر رہا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو دنیاوی مفادات پر قربان نہ کرو اور یہ حکم صرف یہود کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر اس بندے کیلئے وارننگ ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا اہل کتاب۔

Marfat.com

اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

تعالیٰ کے نازل کردہ (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ کافر ہیں۔[٦٧]

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ اور ہم نے یہود کے لئے تورات میں (یہ حکم) لکھ دیا تھا۔ کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے لئے قصاص ہے۔[٦٨] پھر جو شخص اس قصاص کو معاف کردے تو وہ اس (کے گناہوں) کا کفارہ ہے۔[٦٩] اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

---

[٦٧] اس آیت میں لکھا ہے۔ ''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں۔'' اگلی آیت نمبر ۴۵ میں ہے۔ ''ایسے لوگ ظالم ہیں۔'' اور پھر آیت نمبر ۴۷ میں ہے۔ ''ایسے لوگ فاسق ہیں۔'' ایک ہی جرم کی تین مختلف سزائیں کیوں؟ اس کے جواب میں مفسرین لکھتے ہیں۔ کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرتے ہوئے ان کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔ (تفسیر بیضاوی) کیونکہ انکار کا تعلق دل اور عقیدہ سے ہے اور جو دل سے تصدیق نہ کرے اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ (تفسیر روح المعانی) البتہ جو احکام خداوندی سے انکار تو نہیں کرتے مگر عملاً نافرمانی کرتے ہیں تو وہ ظالم اور فاسق ہیں۔ (تفسیر بیضاوی) اور اپنی نافرمانی کے معیار کے مطابق سزا کے مستحق ہوں گے مگر وہ کافر نہیں ہیں کیونکہ وہ دل سے احکام خداوندی کی تصدیق کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

[٦٨] سینکڑوں سال گزر گئے اور تورات میں بہت زیادہ حذف واضافہ بھی کیا گیا۔ اس کے باوجود قرآن مجید نے تورات کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ آج بھی تورات میں کئی مقامات پر موجود ہے۔ اور یہ قرآن مجید کے سچا اور برحق ہونے کی بہت مضبوط دلیل ہے۔ چنانچہ بائیبل میں لکھا ہے۔ ''ہر قاتل کو ضرور قتل کیا جائے۔۔۔ کسی کو زخمی کرنے کی سزا یہ ہے کہ اسے بھی اسی طرح زخمی کیا جائے یعنی عضو توڑنے کے بدلے عضو توڑنا، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، جیسا کوئی کسی کا نقصان کرے ویسا ہی اسے نقصان پہنچایا جائے۔'' (بائیبل: احبار: ۲۴: ۱۹۔۲۰)

[٦٩] جو آدمی قصاص یعنی بدلہ لینے کے اپنے حق کو معاف کردے تو یہ اجر وثواب کا موجب ہے اور معاف کرنے والے کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے بھی فرمایا۔ ''جس شخص کے جسم میں کوئی زخم لگایا گیا اور وہ اس کو صدقہ کردے (یعنی زخمی کرنے والے کو معاف کردے) تو اللہ تعالیٰ اس صدقہ کے برابر اس کے گناہ مٹادے گا۔''

(احمد: جلد ۵: ص ۳۱۶)

Marfat.com

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۠ وَ
اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ
وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝٤٦

۴۶۔ اور ہم نے ان (نبیوں) کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا۔ [۷۰] جو اپنے سے پہلے کی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے ان کو انجیل عطا فرمائی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ بھی اپنے سے پہلے کی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والی تھی اور (یہ انجیل) پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی۔ [۷۱]

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝٤٧

۴۷۔ اور انجیل والوں کو چاہیے کہ وہ اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے انجیل میں نازل کیا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ
وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ

۴۸۔ اور (اے رسولِ مکرم ﷺ) ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے۔ [۷۲] اور اس کی محافظ ہے۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ

---

[۷۰] بنی اسرائیل میں انبیائے کرام علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ پہلے ایک وقت میں ایک سے زائد انبیاء بھی آتے رہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی اور نبی نہیں تھا۔ آپ انبیائے بنی اسرائیل کے آخر میں تشریف لائے اور اپنے سے پہلی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کی کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے۔

[۷۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا فرمائی اور وہ بھی تورات کی طرح سراپا نور وہدایت تھی۔ جس طرح تورات اپنے وقت میں لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ تھی اسی طرح انجیل کے نزول کے بعد اب یہی حیثیت انجیل کو حاصل ہوگئی ہے۔ لہٰذا اب سب لوگ انجیل پر ایمان لے آئیں اور اس کے احکام کے مطابق اپنے فیصلے کریں اور انجیل کی تعلیمات میں سے ایک یہ بھی تھی کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں جب وہ تشریف فرما ہوں تو ان پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور جو انجیل والا حضورِ اکرم ﷺ پر ایمان نہ لائے وہ دراصل اپنی انجیل کی تعلیمات سے انحراف کر رہا ہے۔

[۷۲] گزشتہ آیات میں تورات اور انجیل کا ذکر تھا جو ہدایت اور نور کا سرچشمہ تھیں لیکن انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد ان کتابوں میں اس حد تک تحریف کی گئی کہ ان کا الہامی کتاب ہونا مشکوک ہوگیا لہٰذا کسی ایسی مضبوط دلیل کی ضرورت تھی جو

Marfat.com

اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّ مِنْھَاجًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّ لٰکِنْ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا

(احکام) کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ [۷۳] جو حق آپ کے پاس آیا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شریعت اور راہِ عمل بنائی ہے۔ [۷۴] اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔ [۷۵] لیکن وہ تمہیں اس چیز میں آزمانا چاہتا ہے جو اس نے تمہیں دی ہے۔ لہٰذا تم

خود بھی محفوظ ہو اور پہلی کتب کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت بھی فراہم کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کیا جو اپنے نزول اور بیان کے اعتبار سے سراپا حق ہے اور اپنے وجود کے اعتبار سے روزِ اول کی طرح محفوظ ہے۔ یہ پہلی کتابوں کی صداقت کی گواہی بھی دیتا ہے اور ان کی اصل تعلیمات کی وضاحت اور حفاظت بھی کرتا ہے۔

[۷۳] گزشتہ آیات میں اہل تورات اور اہل انجیل کو حکم دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے کیا کریں اور اس آیت میں وہی حکم حضورِ اکرم ﷺ کو دیا جا رہا ہے کہ آپ اپنے فیصلے قرآنی تعلیمات کے مطابق کریں۔ یہ دراصل امتِ مسلمہ کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ احکام خداوندی کے برعکس کسی انسان کی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنا سراسر گمراہی ہے جس کی اجازت جب کسی پیغمبر کو نہیں ہے تو کسی اور کو کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔

[۷۴] سب آسمانی کتابیں ہدایت و نور کا سرچشمہ ہیں ان کا مصنف بھی ایک ہے اور ان کا مقصد و مدعا بھی ایک ہے۔ اسی لئے وہ عقائد و کلیات جن پر انسان کی نجات کا دارومدار ہے وہ تمام آسمانی کتابوں میں یکساں ہیں لیکن شریعت کے احکام و اعمال میں اختلاف کی وجہ مختلف ادوار کے مخصوص حالات تھے یا اس کی ایک مثال یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ڈاکٹر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کا مریض صحت مند ہو جائے لیکن ایک ہی مرض میں مبتلا دو مریضوں کے لئے ان کے طبعی اور جسمانی احوال کے پیش نظر دو مختلف علاج تجویز کرتا ہے یعنی ایک مریض کو اپریشن کا مشورہ دیتا ہے جبکہ دوسرے کے لئے دوائی تجویز کرتا ہے کیونکہ اس کی صحت اپریشن کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں مختلف احکام نازل فرمائے اور مقصد ایک ہی تھا کہ انسان اپنے خالق حقیقی کا فرمانبردار بندہ بن جائے جو کہ اس کی پیدائش کا اصل مقصد ہے۔

[۷۵] اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس کے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ وہ سب انسانوں کو ایک ضابطہ کا پابند کر کے ایک امت بنا دیتا جیسا کہ علامہ بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو جبراً سب کو اسلام کا پابند کر دیتا اور کسی کے لئے مجال انکار ہی نہ رہتی لیکن اللہ تعالیٰ نے جبر کو اس لئے پسند نہیں کیا تاکہ لوگوں کی آزمائش ہو جائے کہ کون اپنے اختیار سے حق کو قبول کرتا ہے اور کون جان بوجھ کر اس سے روگردانی کرتا ہے۔

Marfat.com

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۴۸﴾

نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ [۷۶] تم سب نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ پھر وہ تمہیں آگاہ کرے گا اس کے بارے میں جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔

وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ

۴۹۔ اور (پیارے نبی ﷺ) آپ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکام) کے مطابق ان کے درمیان فیصلے کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں۔ کہیں یہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کسی حکم سے برگشتہ نہ کردیں۔ [۷۷] اور اگر یہ لوگ منہ پھیرلیں تو جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دینے کا ارداہ کرلیا ہے۔

---

[۷۶] بعض لوگ اپنے ظاہری وقار اور دنیاوی فساد کی خاطر حقائق کو مسخ کرتے ہیں اور اپنا مدّعا حاصل کرنے کے لئے جعلی دلائل سے اختلافات کا بازار گرم کردیتے ہیں۔ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم اللہ تعالیٰ سب کو متنبہ فرمارہا ہے۔ کہ جھوٹی باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے سچائیوں کے حصول میں آگے بڑھو۔ کسی کو ناحق تنگ کرنے کی بجائے نیکیوں میں سبقت حاصل کرو اور دنیا کی اس عارضی زندگی کے مال ومتاع میں گم ہونے کی بجائے آخرت کی دائمی زندگی کے آرام وسکون کے لئے سرگرمی کا مظاہرہ کرو کیونکہ آخر کار ہم سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے جہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے گا اور ہر چیز بالکل عیاں ہوجائے گا۔

[۷۷] حضورِ اکرم ﷺ معصوم اور خطاؤں سے پاک ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اُن ﷺ کی غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا ہے۔ (قرآن: ۳:۱۳۲) اور آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ (قرآن: ۴:۵۰) لہٰذا آپ ﷺ خدائی احکام کے برعکس کسی اور کی خواہشات کی پیروی نہیں کرسکتے۔ لیکن اس آیت میں آپ ﷺ کو مخاطب کرکے دراصل اُمتِ مسلمہ کو تعلیم دی جارہی ہے کہ احکام خداوندی کے برعکس کسی انسان کی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنا سراسر گمراہی ہے جس کی اجازت جب کسی پیغمبر کو نہیں ہے تو کسی اور کو کس طرح حاصل ہوسکتی ہے۔

جمہور مفسرین نے حضرت ابن عباس ؓ سے اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ یہود کے اکابر علماء ایک دفعہ اکٹھے ہوئے اور فیصلہ کیا کہ محمد ﷺ کے پاس چلیں اور انہیں ان کے دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریں آخر وہ بشر ہی تو ہیں (اُنہیں دھوکا دینا کیا مشکل ہے) چنانچہ وہ حضورِ اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا۔ ''اے محمد! (ﷺ)''

Marfat.com

وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُکْمَ الْجَاهِلِیَّةِ یَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

[۷۸] اور بے شک بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔
۵۰۔ تو کیا یہ لوگ پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔[۷۹] اور یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر اور کس کا حکم ہوسکتا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ ہم یہود کے مذہبی رہنما ہیں اگر ہم نے آپ کا دین قبول کرلیا تو وہ ہماری مخالفت نہیں کریں گے بلکہ ہمیں دیکھ کر سارے یہودی مسلمان ہو جائیں گے۔ ہم آپ کے پاس آج اس لئے آئے ہیں کہ ہمارا اپنی قوم کے بعض لوگوں کے ساتھ کچھ جھگڑا ہے ہم ان کو فیصلہ کے لئے آپ کے پاس لے آئیں گے اگر آپ فیصلہ ہمارے حق میں کردیں تو ہم سب مسلمان ہو جائیں گے۔'' حضورِ اکرم ﷺ نے ان کی یہ پیشکش ٹھکرادی تو یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر قرطبی)
اگر کوئی آدمی اس آیت سے یہ نتیجہ اخذ کرے کہ نعوذ باللہ حضورِ اکرم ﷺ ان کی خواہشات کے مطابق فیصلہ کرنے والے تھے تب ہی تو اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو تنبیہ فرمائی ہے تو یہ اس کی کج فہمی ہوگی۔ کیونکہ مستند حوالوں سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ یہود کی پیشکش پہلے ٹھکرا چکے تھے اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ تو یہ آیت حضورِ اکرم ﷺ کی شانِ عصمت کے خلاف نہیں بلکہ آپ ﷺ کی خدا خوفی، استقامت اور اتباعِ حق کی ایک مضبوط دلیل اور آپ ﷺ کی حوصلہ افزائی کا ایک واضح ثبوت ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو فرمارہے ہیں کہ آپ نے ہمیشہ کی طرح آج بھی بہت اچھا فیصلہ سنایا ہے اور آئندہ بھی ایسے ہی فیصلوں پر قائم رہیں۔
یہ آیت تو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور اس وقت ہزاروں لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے مگر حضورِ اکرم ﷺ اس استقامت کا مظاہرہ ہجرت سے پہلے اس وقت بھی کر چکے تھے جب آپ کے ساتھ گنتی کے چند مسلمان تھے اور مکہ کے سرداروں نے آپ کو دولت، سرداری اور مکہ کی حکومت کی اس شرط پر پیشکش کی کہ آپ ﷺ اس نئی دعوت سے باز آجائیں۔ مگر آپ نے فرمایا۔ ''اگر آپ سورج لاکر میرے دائیں ہاتھ میں رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں اور یہ توقع کریں کہ میں توحید کی دعوت کو چھوڑ دوں تو یہ ناممکن ہے۔'' (سیرت ابن کثیر: جلد اول: ص ۴۷۴)
[۷۸] اگر وہ قرآن اور آپ ﷺ کے فیصلے کو ماننے سے انکار کریں تو ان کے سارے گناہوں کی سزا تو انہیں آخرت میں ملے گی لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اس دنیا میں بھی ان کے بعض گناہوں کی سزا دینے کا ارادہ کرلیا ہے۔ چنانچہ بہت جلد ان میں سے بعض کو قتل کر دیا گیا اور بعض کو مدینہ کی پاک سرزمین سے جلاوطن کر دیا گیا۔
[۷۹] یہ کیسے عجیب لوگ ہیں جو تورات اور قرآن کے واضح احکامات کے باوجود جاہلیت کے احکام کو اپنانا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے احکام سب سے بہتر ہیں لیکن اس حقیقت کو اہل یقین وایمان ہی تسلیم کرتے ہیں اہل کفر وشرک تو اپنی عقل نارسا کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اور نتیجتاً ساری عمر بے یقینی کے اندھیروں میں سرگرداں رہتے ہیں۔

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٥١

۵۱۔ اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ [۸۰] وہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا تو وہ ان ہی میں (شمار) ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِىْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ؕ ۝٥٢

۵۲۔ سو آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے وہ یہود و نصاریٰ کی طرف دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں خطرہ ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آجائے۔ [۸۱] پس قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ (تمہیں) فتح دے یا اپنی طرف سے (کامیابی کی) کوئی اور بات (ظاہر کردے) تو پھر وہ اس پر نادم ہو جائیں گے جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا تھا۔

---

[۸۰] اہل کتاب یا دیگر غیر مسلم جو اسلام سے بغض رکھتے ہیں اور اہل ایمان کو نقصان پہنچانے میں سرگرم رہتے ہیں۔ ان کے ساتھ گہری دوستی قائم کرنا اور انہیں راز دار بنانا سخت منع ہے کیونکہ ان میں باہم کتنے ہی اختلاف کیوں نہ ہوں اسلام دشمنی میں وہ سب متحد ہو جاتے ہیں۔ ان کی اسلام دشمنی پر آگاہی کے باوجود جو ان کے ساتھ دوستی رکھے یا رازداری کے مراسم قائم کرے وہ بھی ان ہی میں شمار ہوگا لیکن جو غیر مسلم معتدل مزاج ہوں اور اہل اسلام کو بالواسطہ یا بلاواسطہ تنگ نہ کرتے ہوں ان کے ساتھ حسن سلوک اور عدل و انصاف کا برتاؤ کیا جائے۔ (قرآن: ۶۰:۸) ویسے انسانیت کے ناطے تمام بنی نوع انسان کے ساتھ اچھے مراسم کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ بدگمانیوں کا خاتمہ ہو اور امن و سکون کی فضا پیدا ہو۔

[۸۱] اہل کتاب میں سے بعض لوگ بظاہر مسلمان ہو گئے تھے مگر ان کی دلی ہمدردیاں یہود و نصاریٰ کے ساتھ تھیں۔ ان کی خصوصی محافل میں کثرت سے شریک ہوتے اور انہیں اپنی ہمدردی کا یقین دلاتے۔ جب مسلمانوں نے منافقین کو روکا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود یہود و نصاریٰ کو راز دار کیوں بناتے ہیں تو وہ منافق بظاہر تو یہ جواب دیتے کہ اہل کتاب کے ساتھ ہمارا میل جول صرف ظاہری ہے تاکہ کل اگر کوئی قحط یا تنگی کی مصیبت آجائے تو ہمیں ان سے قرض اور تعاون مل سکے گا لیکن دراصل انہیں خطرہ تھا کہ کل اگر مسلمانوں کو شکست ہو گئی تو پھر ان کے لئے مشکلات پیدا ہو جائیں گی لہٰذا انہیں کفار کے ساتھ بھی رابطہ رکھنا چاہیے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ

Marfat.com

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ اور (اس وقت) ایمان والے کہیں گے کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی سخت سے سخت قسمیں اٹھا کر کہا تھا۔ [۸۲] کہ وہ یقیناً تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کے سب اعمال ضائع ہو گئے اور وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ

۵۴۔ اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوں گے۔ [۸۳] وہ مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا

مسلمانوں کو کامل فتح عطا فرمائے گا، اسلامی ریاست قائم ہوگی جس میں امن وسکون اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگا اور منافقین کے نفاق کا پول بھی کھول دیا جائے گا تو اس وقت یہ منافقین اپنے دلوں میں کفار سے دوستی رکھنے پر نادم ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہود جو کبھی مدینہ کی سیاست پر غالب تھے بالآخر انہیں ذلیل وخوار ہو کر مدینہ سے نکلنا پڑا اور وہ کفار جو مکہ مکرمہ پر قابض تھے انہیں بھی اپنی شکست کو تسلیم کرنا پڑا۔

[۸۲] اللہ تعالیٰ نے جب اسلام کو فتح اور غلبہ عطا فرمایا اور منافقین کا نفاق بھی ظاہر ہو گیا تو مسلمان از راہِ حیرت وتعجب کہنے لگے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو قسمیں اٹھا اٹھا کر کہا کرتے تھے کہ وہ مسلمان ہیں حالانکہ ان کے دل کافر تھے۔ ان کی یہ تمام سرگرمیاں بے کار ثابت ہوئیں یعنی کفار کی شکست کے بعد ان کی دوستی سے بھی منافقین کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا اور نفاق کے ظہور کے بعد مسلمانوں کا اعتماد بھی کھو بیٹھے نیز مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے جو نیک اعمال وہ کرتے تھے وہ بھی نفاق کی وجہ سے بے کار تھے لہٰذا نہ دنیا میں عزت رہی اور نہ آخرت میں بلکہ ہر جگہ حسرت اور نقصان ہی مقدر بنا۔ اہل نفاق کے لئے یہ آیت لمحہ فکریہ ہے کیونکہ ہر منافق کا بالآخر یہی انجام ہوتا ہے۔

[۸۳] اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کی فلاح اور بقا اسی میں ہے کہ وہ ایمان پر ثابت قدم رہیں اور جو لوگ اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہوں گے تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے اس اقدام سے اسلام تو ختم نہیں ہوگا ہاں وہ خود خسارے میں رہیں گے۔

Marfat.com

لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٤﴾

ہے عطا فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿٥٥﴾

۵۵۔ تمہارا دوست تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کا رسول ﷺ ہے اور ایمان والے ہیں۔ [۸۴] جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) جھکنے والے ہیں۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٥٦﴾ ع ٨ ١٢

۵۶۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمان والوں کو دوست بنائے تو بے شک اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب آنے والی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾

۵۷۔ اے ایمان والو! تم ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے (خواہ وہ) ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں یا دوسرے کافر ہوں۔ [۸۵] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اگر تم مومن ہو۔

ان کی سرکوبی کے لئے اللہ تعالیٰ ایسے مخلص لوگوں کو اقتدار میں لے آئے گا جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوں گے۔ وہ اہل ایمان کے لئے نرم اور اہل کفر کے لئے سخت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور اسلام کی سربلندی کے لئے کوشش کرتے ہوئے کسی کے طعنہ اور ملامت سے نہیں ڈریں گے اور یہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوگا۔ ان خوش نصیب لوگوں سے مراد صحابہ کرام ؓ ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی زیر قیادت مرتدین کی سرکوبی کے لئے اپنا فرض پوری کامیابی سے سرانجام دیا۔

[۸۴] گزشتہ آیات میں دشمنانِ اسلام کے ساتھ گہری دوستی رکھنے سے منع فرمایا گیا تھا حالانکہ کسی کے ساتھ گہری دوستی کے مراسم پیدا کرنا انسانی فطرت کا تقاضا ہے تاکہ انسان اپنے نجی مسائل اور مشکلات میں اس سے تعاون اور رہنمائی حاصل کر سکے اس لئے اس آیت میں مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ گہری دوستی کے مستحق اللہ تعالیٰ، رسول اکرم ﷺ اور مخلص ایمان والے ہیں اور ان کی دوستی ہی انسان کو دنیا و آخرت میں کامیابی کی راہ پر گامزن کرتی ہے۔

[۸۵] مذہب ایک مقدس امانت ہے جس کو انسان کا دل منتخب کرتا ہے۔ اسی لئے انسان کو اپنے مذہب اور مذہبی شخصیات سے قلبی لگاؤ ہوتا ہے اور اگر کوئی اس کے مذہب کی توہین کرے تو وہ دراصل اس کے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ

Marfat.com

وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ۝٥٨

٥٨۔ اور جب تم نماز کی طرف بلاتے ہو (یعنی اذان دیتے ہو) تو وہ اسے مذاق اور کھیل بناتے ہیں۔[٨٦] اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے۔

اسلامی احکام کا مذاق اڑاتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرتے ہیں بلکہ دراصل وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کا مذاق اُڑاتے ہیں کیونکہ یہ احکام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ نے مقرر فرمائے ہیں۔ نیز جو اسلام کا مذاق اُڑاتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ اپنی دشمنی اور حقارت کا اظہار کرتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے عقائد کو چیلنج کرتے ہیں اور فتنہ وفساد کا بازار گرم کرتے ہیں تو ایسے فتنہ پرور لوگوں سے نفرت اور دشمنی کرنی چاہیے تاکہ ان کی حوصلہ شکنی ہو۔ وہ کسی دوستی اور رازداری کے لائق نہیں ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے دہشت گرد غیر مسلموں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرمایا ہے۔

[٨٦] گزشتہ شریعتوں میں اذان کا رواج نہیں تھا مختلف اشاروں اور آوازوں کے ذریعہ اوقاتِ عبادت کا اعلان کیا جاتا تھا۔ اسلام نے اذان کی ابتدا کی جو نہ صرف ایک آواز تھی بلکہ ترغیب کی ایک مکمل دعوت تھی تو بجائے اس کے کہ وہ اس سے سبق حاصل کرتے اور اپنے نظام منادی میں بامعنیٰ تبدیلی کا انتظام کرتے۔ اُلٹا وہ اس اذان کا بھی مذاق اڑانے لگے جو کہ ان کی کج فہمی اور نادانی کی دلیل ہے۔

اذان کا مقصد: اذان صرف نماز کے لئے ایک وقتی دعوت ہی نہیں بلکہ اسلام کے پورے نظامِ حیات کا اعلان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی کبریائی، توحید ورسالت کی گواہی اور نماز وفلاح کی یاددہانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں اور نافرمانوں کے درمیان پہنچان کی کسوٹی ہے۔ اہل اطاعت اذان سنتے ہی دنیاوی کام چھوڑ کر رازقِ حقیقی کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور مال وزر کے پجاری اپنے فانی اور عارضی محبوب کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ نیز جو مسلمان کسی دنیاوی افسر یا وزیر کی دعوت پر خوش ہوتے ہیں اور سارے کام چھوڑ کر اس کے ہاں جانے کی پوری کوشش کرتے ہیں لیکن ساری کائنات کے خالق اور مالک یعنی اللہ تعالیٰ کی دعوت پر کان نہیں دھرتے اور مسجد میں حاضری کی کوشش نہیں کرتے انہیں اپنے طرزِ عمل پر نظرثانی کی ضرورت ہے۔

اذان کی فضیلت میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف اور مؤذّن پر درود بھیجتے ہیں اور مؤذّن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اسی مقدار میں اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور کائنات کی خشک یا تر جو چیز بھی اس کی آواز سنتی ہے وہ اسکی تصدیق کرتی ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اسے ان کے ثواب جتنا ثواب ملتا ہے۔" (نسائی: کتاب الاذان: باب ١٤)

Marfat.com

قُلۡ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ ہَلۡ تَنۡقِمُوۡنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡنَا وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلُ ۙ وَ اَنَّ اَکۡثَرَکُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ آپ فرمایئے۔ اے اہل کتاب! تم ہم سے صرف اس لئے دشمنی کرتے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے [۸۷] اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو اس سے پہلے نازل کیا گیا اور بے شک تم میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔

قُلۡ ہَلۡ اُنَبِّئُکُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰلِکَ مَثُوۡبَۃً عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ مَنۡ لَّعَنَہُ اللّٰہُ وَ غَضِبَ عَلَیۡہِ وَ جَعَلَ مِنۡہُمُ الۡقِرَدَۃَ وَ الۡخَنَازِیۡرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوۡتَ ؕ اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّ اَضَلُّ عَنۡ سَوَآءِ السَّبِیۡلِ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ آپ فرمایئے! کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کن لوگوں کی سزا اس سے بھی بدتر ہے؟ [۸۸] وہ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنایا اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی ان کا درجہ اور بھی زیادہ بُرا ہے اور سیدھے راستے سے بہت زیادہ بھٹکنے والے ہیں۔

---

[۸۷] اہل کتاب سے پوچھا جا رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کی مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ کیا صرف اس لئے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ پر، قرآنِ کریم پر اور پہلی آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اگر یہی وجہ ہے تو پھر مسلمانوں کی مخالفت کی بجائے ان کی اطاعت ضروری ہے ورنہ تورات و انجیل کی بھی مخالفت لازم آئے گی کیونکہ تورات و انجیل میں حضور اکرم ﷺ اور قرآن پر ایمان لانے کی ہدایت موجود تھی۔ لہٰذا حضور اکرم ﷺ پر ایمان نہ لانے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تورات و انجیل کے بھی نافرمان ہیں لیکن بعض اہل کتاب، تورات و انجیل کی نشاندہی کے مطابق حضور اکرم ﷺ پر ایمان لا کر مسلمان ہو گئے لہٰذا وہ نافرمان نہیں ہیں۔

[۸۸] مسلمان تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں جبکہ یہودی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کے منکر تھے۔ یہود و نصاریٰ دونوں، حضور اکرم ﷺ اور قرآن مجید کے منکر تھے اور عقیدۂ اسلام کو شر اور بُرائی سے تعبیر کرتے تھے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ بُرے وہ نہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان لائیں دراصل بدترین اور شریر تو وہ لوگ تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت اور غضب کو نازل کیا۔ ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دیا۔ یہی وہ لوگ تھے جو راہِ راست سے بھٹک گئے، شیطان کی عبادت کرنے لگے اور بدترین درجہ و ٹھکانہ کے مستحق قرار پائے۔

مذکورہ صفات کے آئینے میں غور کیا جائے تو بدترین لوگ وہ تھے جنہوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کو قتل کیا۔ احکام خداوندی کی خلاف ورزی کی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے نتیجہ میں بندر اور خنزیر بنائے گئے اور آج بھی وہی لوگ بدترین ہوں گے جو ان غضب زدہ لوگوں کے نقش قدم پر چلیں گے۔ ان کے برعکس اہل اسلام تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب انبیائے کرام

Marfat.com

وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ قَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ هُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿٦١﴾

٦١۔ اور جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ وہ کفر کے ساتھ آئے اور کفر ہی کے ساتھ چلے گئے۔ [٨٩] اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں۔

وَ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾

٦٢۔ اور آپ دیکھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ گناہ، زیادتی اور حرام خوری میں بڑے سرگرم ہیں۔ بہت ہی برے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں۔

لَوْ لَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾

٦٣۔ ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے۔ [٩٠] بہت ہی برے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں۔

علیہم السلام کا احترام کرتے ہیں اور احکام خداوندی پر ایمان رکھتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پر امید ہیں۔

نوٹ: یہود میں سے جن لوگوں نے یوم سبت کے احکام کی خلاف ورزی کی تو ان کو بندر بنا دیا گیا اور عیسائیوں میں سے جن لوگوں نے نزولِ مائدہ (دسترخوان) کے باوجود ناشکری اور نافرمانی کی تو ان کو خنزیر بنا دیا گیا۔ (تفسیر روح المعانی) موجودہ بندر اور خنزیر ان کی نسل سے نہیں ہیں کیونکہ انہیں مسخ کے چند روز بعد ہلاک کر دیا گیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ سے بھی موجودہ بندروں اور خنازیر کے بارے میں سوال کیا گیا۔ کیا یہ انہی کی نسل میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کر دیا تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو مسخ کر کے پھر اس کی نسل نہیں چلائی۔ بندر اور خنزیر اس سے پہلے بھی ہوتے تھے۔" (مسلم: حدیث نمبر ٢٦٦٣)

[٨٩] بعض یہودی، حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے پاس آ کر کہتے کہ وہ مومن ہیں اور اسلام کے تمام احکام کی تصدیق کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل کفر پر ڈٹے ہوئے تھے اور صرف زبان سے مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتے تھے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے نفاق سے آگاہ فرمایا ہے کہ وہ کفر کے جس حال میں آپ کے پاس آتے ہیں اسی کفر کی حالت میں لوٹ جاتے ہیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی انہوں نے دل سے اسلام کو قبول نہیں کیا اسی لئے حضور اکرم ﷺ کی صحبت اور نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے اپنے دلوں کے دروازوں پر کفر کے تالے لگا رکھے ہیں جو صرف کفر کی چابی سے کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔

[٩٠] گزشتہ آیت میں عام یہود کو گناہ، ظلم اور حرام خوری پر تنبیہ کی گئی تھی کہ یہ برے کام ہیں اور ان کا انجام بھی برا ہوگا لہٰذا ان سے اجتناب کرو۔ لیکن اس آیت میں بالخصوص مذہبی رہنماؤں یعنی ان یہودی علماء اور مشائخ کو تنبیہ کی جا رہی ہے جو عوام کو گناہ اور حرام خوری سے منع نہیں کرتے۔ اگرچہ اس آیت کا تعلق یہود سے ہے مگر اس کا حکم عام ہے اور ہر مذہبی رہنما کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

Marfat.com

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۚ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ

۶۴۔ اور یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ [۹۱] ان ہی کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں اور اس

وقف لازم

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مشائخ وعلماء کے لئے پورے قرآن میں اس آیت سے زیادہ سخت تنبیہ کہیں نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

☆ علامہ قرطبی نے ایک روایت نقل کی ہے۔ ''کہ ایک فرشتہ کو حکم دیا گیا کہ فلاں بستی کو تباہ کردو اس نے عرض کی اس میں تو فلاں عبادت گزار بندہ رہتا ہے۔ حکم ہوا کہ تباہی کی ابتدا اسی سے کرو کیونکہ ہماری نافرمانیوں کو دیکھ کر اس کا چہرہ کبھی غضب سے متغیر نہیں ہوا۔'' (تفسیر قرطبی و تفسیر بحر محیط)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کو ظلم سے باز رکھنے کے لئے اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو عذاب میں مبتلا کردے گا۔'' (ترمذی : حدیث نمبر ۲۱۶۸)

☆ اس قسم کی صورتِ حال کی عملی مثال بیان کرتے ہوئے ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس کی حدود کو توڑنے والے کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے۔ جنہوں نے کشتی میں بیٹھنے کے لئے قرعہ اندازی کی تو ان میں سے بعض کو اوپر والی منزل میں اور بعض کو نیچے والی منزل میں جگہ ملی تو جو لوگ کشتی کی نچلی منزل میں تھے وہ جب پانی پینا چاہتے تو ان کو بالائی منزل والے لوگوں میں سے گزرنا پڑتا۔ انہوں نے کہا اگر ہم اپنی نچلی منزل میں ہی کشتی میں سوراخ کرلیں تو (آسانی سے پانی بھی آجائے گا اور) ہم اوپر والوں کو اپنے گزرنے کی تکلیف بھی نہیں دیں گے۔ اب اگر اوپر والوں نے ان کو اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے چھوڑ دیا تو (پوری کشتی پانی سے بھر جائے گی اور) سب ڈوب کر ہلاک ہوجائیں گے اور اگر اوپر والوں نے ان کے ہاتھوں کو سوراخ کرنے سے روک لیا تو بالائی منزل اور زیریں منزل والے سب لوگ نجات پاجائیں گے۔'' (بخاری: کتاب الشرکۃ: باب ۶) مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قوم کا ایک گروہ غلط راہ پر چل نکلے اور ایسے کام کرنے لگے جو ملک وملت کے لئے تباہی کا سبب بنتے ہیں تو قوم کے ذمہ دار لوگوں (علماء، مشائخ اور سیاسی وسماجی رہنماؤں) کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ان کے ہاتھ روکیں ورنہ پوری قوم تباہ وبرباد ہوجائے گی۔

نوٹ: اس آیت میں ان علماء ومشائخ کا ذکر ہے جو برائیوں کو روکنے کے لئے نہ تو ہاتھ اور زبان استعمال کرتے ہیں اور نہ ہی برے لوگوں کو دل سے برا جانتے ہیں لیکن جو مخلص علماء ومشائخ اپنی استطاعت کے مطابق برائیوں کو روکنے کے لئے ہاتھ اور زبان کو استعمال کرتے ہیں اور بے بسی کی صورت میں اپنی دلی بے زاری کسی نہ کسی طرح ظاہر کردیتے ہیں تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم ہے چاہے لوگ ان کی تلقین وتدبیر پر عمل کریں یا نہ کریں۔

[۹۱] اسلام کے ابتدائی دور میں مدینہ کے یہود نے جب مسلمانوں کی غربت اور تنگدستی دیکھی اور ساتھ یہ بھی سنا کہ اللہ تعالیٰ قرضِ حسن بھی مانگتا ہے تو کہنے لگے محمد ﷺ کا خدا فقیر یعنی محتاج اور غریب ہے۔ (تفسیر قرطبی) اور اس آیت میں ان کا دعویٰ یہ

Marfat.com

مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَآءُ ؕ وَلَیَزِیْدَنَّ کَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَ اَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ

(گستاخانہ) قول کی وجہ سے ان پر لعنت ہو۔[۹۲] بلکہ اللہ تعالیٰ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔[۹۳] اور آپ پر جو کلام آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے اکثر لوگوں کے کفر اور سرکشی کو زیادہ کر

ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے یعنی وہ بخیل ہے اور اپنے بندوں پر خرچ نہیں کرتا۔ اسی لئے تو مسلمان افلاس و غربت کا شکار ہیں۔ علامہ طبری لکھتے ہیں: ''اس میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو تسلی بھی دی ہے کہ آپ ﷺ ان کی گستاخیوں سے رنجیدہ نہ ہوا کریں یہ تو ایسے سرکش ہیں جو مجھے بھی فقیر اور بخیل کہنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے'' (تفسیر ابن جریر طبری)

[۹۲] یا تو یہ خبر دی گئی ہے کہ دراصل یہودی خود فقیر اور بخیل ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس گستاخی کی وجہ سے مردود ہو گئے ہیں۔ یا بطورِ بددعا انہیں کہا جا رہا ہے کہ انہی کے ہاتھ تنگ ہو جائیں یعنی وہ خود فقیر و بخیل ہو جائیں اور ان پر اس بدزبانی کی وجہ سے لعنت پڑے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کی ایسی پھٹکار پڑی کہ انہیں تنگدست ہو کر مدینہ چھوڑنا پڑا اور مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے ایسا کرم فرمایا کہ قیصر و کسریٰ کی حکومتوں اور خزانوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرے تو اس کی تردید بندۂ مؤمن کی ذمہ داری ہے اور ایسے گستاخ کے لئے بددعا کرنا قرآنی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ اور وہ شخص بھی ایسے ہی سلوک کا مستحق ہے جو حضورِ اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے جیسے قرآن مجید کی ایک پوری سورت ابولہب کے خلاف نازل ہوئی۔

[۹۳] اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے پاک ہے۔ ہاتھوں کا بندھا ہوا ہونا بخل سے کنایہ ہے اور دونوں ہاتھوں کا کھلا ہوا ہونا جود و عطا کی کثرت سے کنایہ ہے۔ تو ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ یہود کے لغو اعتراض کا رد فرما رہا ہے۔ اور بتا رہا ہے کہ وہ فقیر اور بخیل نہیں بلکہ غنی اور بہت زیادہ سخی ہے۔ جب چاہتا ہے، جو چاہتا ہے، جتنا چاہتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اس کے باوجود اس کے غیر محدود خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہوتی جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ رات دن خرچ کرتا ہے لیکن کوئی کمی نہیں آتی۔ ذرا دیکھو تو جب سے آسمان و زمین اس نے پیدا کیے ہیں وہ خرچ کر رہا ہے لیکن اس کے ہاتھ کے خزانے میں کمی نہیں آئی.....'' (بخاری: کتاب التوحید: باب ۲۲)

ابوسعود نے کہا: کسی کے رزق میں کمی کی وجہ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فیضان میں نقص ہے بلکہ اس انسان کے اپنے گناہوں کی نحوست یا اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہی تھا۔ (صفوۃ التفاسیر) اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کا احاطہ ہمارے بس سے باہر ہے۔ ضروری نہیں کہ کسی انسان کی غربت کی وجہ اس کی شامتِ اعمال ہو۔ کبھی یہ غربت اس کے بہتر مستقبل کا پیش خیمہ یا کسی

Marfat.com

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا

دے گا۔ [۹۴] اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لئے عداوت اور بغض کو ڈال دیا ہے۔ [۹۵] جب کبھی وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتا ہے۔ [۹٦] اور وہ زمین میں فساد

بڑی مصیبت سے نجات کا ذریعہ بھی ہو سکتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کیونکہ بعض دفعہ ایک ہی قسم کی تکلیف کے دو مختلف اور متضاد اسباب اور مقاصد ہو سکتے ہیں جیسے چور کا ہاتھ اس لئے کاٹا جاتا ہے کہ اس کی بداعمالی کی اسے سزا دی جائے اور بیمار کا ہاتھ اس لئے کاٹا جاتا ہے تاکہ اس کا بقیہ جسم اس بیماری سے محفوظ ہو جائے۔ اب ہاتھ کٹنے کا نقص تو ایک ہے مگر مختلف اسباب کی وجہ سے مقاصد اور نتائج مختلف ہیں یعنی چور شرمندہ ہوتا ہے جبکہ مریض کو سکون حاصل ہوتا ہے۔

[۹۴] یہودی علماء نے دنیاوی لالچ اور امیر لوگوں کے تحفظ کے لئے ایسے احکام گھڑ لئے تھے جو تورات میں نہیں تھے۔ اس لئے ان کے رد میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں اور ہر آیت کے نازل ہونے کے بعد اکثر یہود اس کا انکار کر دیتے۔ لہٰذا جتنا قرآن مجید نازل ہوتا جائے گا اُتنا ہی وہ قرآن کا انکار کرنے کی وجہ سے کفر اور سرکشی میں آگے بڑھتے رہیں گے۔ کیونکہ قرآن مجید حق اور سچ بات کہتا ہے اور حق بات کو وہی تسلیم کر سکتا ہے جس کا ذہن وضمیر سلامت ہو لیکن جس کے ذہن میں فتور اور ضمیر پر تعصب کے پردے ہوں اسے حق بھی ناقص نظر آتا ہے جیسے بعض بیماروں کو مٹھائی کڑوی محسوس ہوتی ہے۔ اس میں مٹھائی کا قصور نہیں ہے بلکہ مریض کی بیماری نے اس کے ذوق کو ناقص کر دیا ہے اس لئے اسے ہر چیز ناقص محسوس ہوتی ہے۔

☆ نیز قرآن مجید نے حضور اکرم ﷺ کی نبوت کے دلائل کو بالکل واضح کر دیا اور بعض حق پرست یہود نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا تو اس سے بھی یہود کے حسد وعناد میں اضافہ ہوگا جس کے نتیجہ میں وہ کفر وسرکشی میں مزید آگے بڑھتے جائیں گے۔

☆ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: ''اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن نعمتوں سے نوازا ہے یہ حسد کے مارے یہود کے لئے کسی عذاب سے کم نہیں ہیں۔ ان نعمتوں کو دیکھ کر اہل ایمان کی تصدیق اور نیکیوں میں اضافہ ہوگا جبکہ یہود کے انکار اور سرکشی میں اضافہ ہوگا۔'' (تفسیر ابن کثیر)

[۹۵] یہود کے مسلسل کفر وسرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہودی فرقوں کے درمیان دینی معاملات میں ایسی دشمنی اور عناد پیدا فرما دیا جو کبھی ختم نہیں ہوگا (تفسیر ابن کثیر)

[۹٦] جب بھی یہود نے حضور اکرم ﷺ کو شہید کرنے کی سازش کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اپنے درمیان اختلاف پیدا کر دیا۔ (تفسیر ابن عباس) جس کی وجہ سے ان کی سازش کی آگ خود بخود بجھ گئی اور وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ تاہم وہ زمین میں فساد پھیلانے یعنی لوگوں کو راہِ راست سے بہکانے میں سرگرم ہیں اور اس فساد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ یہود کو پسند نہیں کرتا۔ (تفسیر ابن عباس)

Marfat.com

یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿٦٤﴾

پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾

٦٥۔ اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان سے ان کی برائیاں ضرور دور کر دیتے اور ان کو نعمت کے باغوں میں داخل کرتے۔ [٩٧]

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ ع

٦٦۔ اگر وہ تورات، انجیل اور اس (کلام اللہ) کو قائم رکھتے جو ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل کیا گیا تو وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔ [٩٨] ان میں سے ایک جماعت اعتدال پسند ہے اور ان میں سے اکثر برے کام کرتے ہیں۔

---

[٩٧] اہل کتاب نے تورات و انجیل میں تحریف کی، نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کو پہچان لینے کے بعد بھی آپ ﷺ کی تکذیب کی اور اہل ایمان کو تنگ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اس کے باوجود اگر اب بھی وہ حضور اکرم ﷺ پر ایمان لے آئیں اور ہر قسم کی برائیوں سے سچی توبہ کر لیں تو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کر کے انہیں سکونِ قلب عطا فرمائے گا اور آخرت میں جنت میں داخل کر کے اپنی نعمتوں سے مالا مال فرمائے گا۔

[٩٨] گزشتہ چند آیات سے خطاب ان اہل کتاب کو کیا جا رہا ہے جو حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں موجود تھے۔ جب اسلام پھیلنا شروع ہوا اور لوگوں کی ہمدردیاں مسلمانوں کے ساتھ بڑھ گئیں تو اہل کتاب کے دنیاوی کاروبار کو سخت دھچکا لگا اور وہ غربت و افلاس کا شکار ہونے لگے۔ اس آیت میں قرآن مجید نے ان کی غربت کی وجہ بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ اگر وہ تورات و انجیل کے احکام کے پابند رہتے اور ان میں بیان کردہ بشارات کی روشنی میں قرآن مجید پر ایمان لے آتے تو وہ غربت کا شکار نہ ہوتے اور زمین و آسمان کی نعمتوں سے مالا مال رہتے لیکن ان میں کچھ لوگ حقیقت پسند بھی تھے جو قرآن مجید پر ایمان لے آئے اور عزت و وقار سے زندگی بسر کی جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے بعض یہودی ساتھی اسی طرح شاہِ حبشہ یعنی نجاشی اور اس کے بعض عیسائی ساتھی۔ (تفسیر ابن عباس)

نوٹ: یہ دنیاوی خوشحالی کا وعدہ اہل کتاب کے صرف ان مخصوص لوگوں کے ساتھ ہے جو آپ ﷺ کے زمانے میں موجود اور آپ ﷺ کے مخاطب تھے۔ ویسے یہ کوئی کلیہ قاعدہ نہیں کہ جو بھی مخلص اور ایماندار ہوگا وہ ہمیشہ خوشحال رہے گا ہاں اتنا ضرور ہے کہ مخلص ایماندار کی دنیاوی زندگی اطمینان بخش، پاکیزہ اور قابل رشک ہوتی ہے چاہے دنیاوی حالات کے اعتبار

Marfat.com

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ

۶۷۔ اے رسول ﷺ! جو آپ ﷺ پر آپ ﷺ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا (اس کو) پہنچادو اور اگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام نہیں پہنچایا۔ [۹۹] اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو لوگوں (کے شر) سے بچائے گا۔ [۱۰۰] بے

سے وہ خوشحال ہو یا تنگدست۔ اس سلسلہ میں انبیائے کرام علیھم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالاتِ زندگی بڑا حسین نمونہ ہیں۔ ان میں سے بعض دولت مند اور بعض تنگدست تھے مگر ہر حال میں ان کے کردار پاکیزہ اور قابل تقلید ہیں۔

[۹۹] اس آیت میں حضورِ اکرم ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو اس کی مخلوق تک پہنچا دیں اور اگر بفرضِ محال کسی ایک حکم کی بھی تبلیغ رہ گئی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے تبلیغ کا حق ادا نہیں کیا۔ جس طرح نماز کا کوئی ایک رکن چھوڑنے سے پوری نماز باطل ہو جاتی ہے اور قرآن مجید کی کسی ایک آیت کے انکار سے پورے قرآن مجید پر ایمان ختم ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی نبی اللہ تعالیٰ کے کسی ایک حکم کی تبلیغ میں کمی کردے تو اس کی ساری تبلیغ کالعدم قرار پائے گی۔

خطاب کا یہ اسلوب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے پیغام کی اہمیت بتانے کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ ورنہ کسی نبی کے بارے میں یہ تصور کرنا ہی گناہ ہے کہ وہ احکامِ خداوندی کی تبلیغ میں کسی ادنیٰ خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ چہ جائیکہ امام الرسل اور مبلغ اعظم نبی آخرالزمان کے بارے میں یہ سوچا جائے۔ آپ نے اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کیا ہے اور حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں جب اللہ تعالیٰ نے تکمیل اسلام کا اعلان فرمایا تو اسی موقع پر حضورِ اکرم ﷺ نے تکمیل تبلیغ کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا "(اے میرے صحابہ!) تم میرے بارے میں کیا کہو گے؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "ہم گواہی دیں گے کہ بے شک آپ ﷺ نے تبلیغ اور نصیحت کا حق ادا کر دیا۔" اس پر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا "اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا (میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا)" (مسلم: حدیث نمبر ۱۲۱۸)

نوٹ: اس آیت میں اہل علم کے لئے بھی درسِ عبرت ہے کہ وہ شریعت کے احکام کو پوری دیانتداری کے ساتھ بیان کریں اور لالچ یا خوف میں آکر کسی شرعی حکم میں خیانت نہ کریں۔

[۱۰۰] کفارِ مکہ اور یہودِ مدینہ نے کئی بار آپ ﷺ کو شہید کرنے کی سازشیں کیں مگر ہر بار اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی حفاظت کی جاتی تھی حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی (یعنی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا) تب رسولِ اکرم ﷺ نے خیمہ سے اپنا سر باہر نکال کر فرمایا "اے لوگو! واپس چلے جاؤ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ کر دیا ہے۔" (ترمذی: حدیث نمبر ۳۰۴۶)

Marfat.com

الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٧﴾
قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾

شک اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔[۱۰۱]

۶۸۔ آپ فرمایئے۔اے اہل کتاب! تم کسی (صحیح) چیز پر نہیں ہو۔[۱۰۲] جب تک کہ تورات، انجیل اور اس (قرآن) کو قائم نہ کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور آپ پر جو کلام آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے اکثر لوگوں کے کفر اور سرکشی کو زیادہ کر دے گا۔[۱۰۳] پس آپ کافروں پر افسوس نہ کریں۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی حالانکہ اسلام کی تبلیغ میں آپ ﷺ کو بے شمار تکالیف سے واسطہ پڑا جو مبلغین اسلام کے لئے ایک حسین نمونہ ہیں۔ جیسے طائف میں قدم مبارک لہولہان ہوئے اور غزوۂ اُحد میں پیشانی زخمی ہوئی لیکن اس کے باوجود نہ تو آپ ﷺ کی تبلیغ اسلام میں کوئی کمی واقع ہوئی اور نہ ہی آپ ﷺ کی زندگی کو کوئی خطرہ لاحق ہوا کیونکہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا محافظ تھا۔

[۱۰۱] یعنی وہ کافر جنہوں نے مسلسل انکار کی وجہ سے اپنے ذہن وضمیر کی صلاحیتوں کو اس قدر ناکارہ بنا دیا ہے کہ ان کے اندر حق کو قبول کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو چکی ہے تو وہ کیسے ہدایت پا سکتے ہیں۔

[۱۰۲] اہل کتاب کا دعویٰ یہ تھا کہ ان کے پاس اپنی اپنی آسمانی کتابیں ہیں اس لئے وہ پہلے ہی حق پر ہیں۔ انہیں حضرت محمد ﷺ اور قرآن مجید پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ تورات یا انجیل پر ایمان رکھتے ہیں اور قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں وہ اصل میں کسی آسمانی دین پر نہیں ہیں کیونکہ تورات اور انجیل میں تو قرآن مجید اور حضورِ اکرم ﷺ پر ایمان لانے کے احکام موجود ہیں اور جو قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتا وہ دراصل اپنی آسمانی کتاب یعنی تورات یا انجیل کا بھی نافرمان ہے تو پھر وہ کیسے حق پر ہو سکتا ہے؟

[۱۰۳] جس طرح کلام الٰہی کے اقرار سے انسان کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح کلام الٰہی کے انکار سے انسان کی سرکشی میں اضافہ ہوتا ہے۔ چونکہ قرآن مجید کے احکام، اہل کتاب کے مفادات سے ٹکراتے تھے اس لئے وہ انکار کر دیتے اور اس انکار سے ان کی سرکشی میں اضافہ ہو جاتا۔ مگر ان کے انکار سے حضورِ اکرم ﷺ غمگین ہوتے کہ آخر وہ اپنے نفع ونقصان میں تمیز کیوں نہیں کرتے۔ تو اس آیت میں حضورِ اکرم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ غمگین نہ ہوں ان کے اسلام نہ لانے میں آپ ﷺ کی تبلیغ کا کوئی قصور نہیں دراصل یہ اپنی سرکشی کے عذاب میں مبتلا ہیں۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا
وَالصّٰبِئُوْنَ وَ النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٩﴾

٦٩۔ بے شک مسلمان (کہلاتے) ہوں یا یہودی، صابی ہوں یا عیسائی، جو بھی اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔[١٠٤]

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ
اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ
رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا
كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿٧٠﴾

٧٠۔ بے شک ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے۔ (مگر) جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول ایسا حکم لے کر آیا جو اُن کی نفسانی خواہشات کے خلاف تھا تو انہوں نے (انبیاء کے) ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کر دیا۔

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا
وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا

٧١۔ اور انہوں نے گمان کر لیا کہ (انہیں) کوئی عذاب نہیں ہوگا۔ پس وہ اندھے اور بہرے بن گئے۔

☆ قرآن کی مثال بارش کی طرح ہے جو زمین میں مدفون بیج کو اُگا کر زیادہ کرتی ہے لیکن اس کی حقیقت کو تبدیل نہیں کرتی یعنی گندم کے بیج سے گندم اور گھاس کے بیج سے گھاس کا پودا ہی نمودار ہوگا۔ اسی طرح جن کے دلوں میں سرکشی کا تخم دفن ہے۔ قرآن ان کی سرکشی کو نمایاں اور زیادہ کرتا ہے اور جن کے دلوں میں اطاعت کے جذبات موجزن ہیں قرآن ان کی اطاعت شعاری میں اضافہ کرتا ہے۔

نوٹ: اس مضمون کی مزید وضاحت کے لئے اسی سورت میں پیچھے حاشیہ نمبر ٩٤ ملاحظہ کریں۔

[١٠٤] یہود اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ صرف وہی جنتی ہیں باقی سارے لوگ دوزخی ہیں لیکن اس آیت نے وضاحت کر دی کہ جنت کسی گروہ کی وراثت نہیں بلکہ ہر وہ شخص اس کا مستحق ہے جس کا ایمان صحیح اور عمل صالح ہو چاہے اس سے پہلے اس کا تعلق کسی بھی گروہ سے ہو۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی دنیاوی مقصد کے لئے اسلام کا نام استعمال کرنا کافی نہیں بلکہ نجات کا اصل دارومدار ایمانِ صحیح اور عملِ صالح پر ہے۔

اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو اہل کتاب اپنی اپنی کتاب کے زمانے میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اپنی اپنی شریعت کے مطابق نیک اعمال کئے انہیں کوئی غم نہیں ہوگا اور وہ جنت میں جائیں گے مثلاً نزولِ انجیل سے پہلے تورات کے صحیح پیروکار اور نزولِ قرآن سے پہلے انجیل کے صحیح پیروکار بھی جنت کے مستحق ہوں گے لیکن اب صرف قرآن مجید کی اطاعت ہی نجات کا ذریعہ ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا آخری کلام ہے جو بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے۔

Marfat.com

وَ صَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝

[۱۰۵] پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی پھر بھی ان میں اکثر اندھے اور بہرے بن گئے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ

۷۲۔ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا بے شک مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے۔ [۱۰۶] حالانکہ مسیح نے کہا تھا۔ ''اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔'' بے شک

---

[۱۰۵] گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا کہ وہ احکام خداوندی کی اطاعت کریں گے لیکن جب کبھی اللہ تعالیٰ کے رسول ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے احکام لے کر آئے جو ان کی خواہشاتِ نفس کے خلاف تھے تو وہ انبیاء کرام علیھم السلام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے بعض انبیائے کرام علیھم السلام کی تکذیب کی اور بعض کو شہید کر دیا۔ اس قدر شدید جرائم کے باوجود وہ اس خوش فہمی میں بھی مبتلا تھے کہ اس سے کوئی فتنہ برپا نہیں ہوگا اور ان سے ایسے شدید مظالم کے بارے میں کوئی باز پرس نہیں ہوگی گویا وہ احکام خداوندی اور اپنے مظالم کے برے انجام سے بالکل بہرے اور اندھے بن گئے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انہیں پکڑا اور مصائب میں گھر گئے تو توبہ کرنے لگے۔ اس قدر شدید جرائم کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور انہیں معاف کر دیا۔ لیکن جونہی حالات سازگار ہوئے تو ان میں سے اکثریت نے دوبارہ سرکشی اختیار کر لی اور احکام خداوندی سے اندھے اور بہرے بن بیٹھے مگر اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے خوب آگاہ ہے اور وہ اپنے جرائم کے عذاب سے بچ نہیں سکیں گے۔

☆ اس کے ذریعہ حضورِ اکرم ﷺ کو بھی تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر آج کے اہل کتاب آپ کی مخالفت میں سرگرم ہیں تو غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ ان کے اسلاف تو ان سے بھی بڑھ کر تھے حتیٰ کہ انہوں نے بعض انبیاء کو شہید بھی کر دیا جن میں حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی شامل تھے۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بادشاہِ وقت ہیرودیس نے اس لئے شہید کروا دیا کہ بادشاہ اپنے بھائی کی منکوحہ بیوی سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اعلان کر دیا کہ مذہبی اعتبار سے یہ شادی جائز نہیں ہے۔ (بائبل : مرقس: باب ٦: آیات ۱۷ تا ۲۸)

[۱۰۶] جو عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا سمجھتے ہیں ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ خدا کا بیٹا ہے، بعض تثلیث کے قائل ہیں یعنی وہ تین میں سے ایک ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ''خدا نے ذاتِ عیسیٰ میں حلول کیا اور وہ ان کے ساتھ متحد ہو گیا تو عیسیٰ خدا ہو گیا۔'' (تفسیر خازن) یعنی جس طرح دودھ اور پانی متحد ہو جائیں تو پانی بھی دودھ بن جاتا ہے اسی طرح خدا کے اتحاد سے عیسیٰ بھی خدا ہو گیا۔

Marfat.com

إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ
الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ
أَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ
ثَلَاثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ وَإِنْ
لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ
كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

۷۳۔ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا بے شک اللہ تین خداؤں میں سے تیسرا ہے [illegible] ایک معبود اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اگر وہ باز نہ آئے ان باتوں سے جو وہ کہتے ہیں تو ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے دردناک عذاب ضرور پہنچے گا۔

اس آیت میں ان عیسائیوں کا ذکر ہے [illegible] یہ عقیدہ رکھتے ہیں [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے منکر ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا [illegible] خود کو خدا کے بندے کہتے ہیں اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرنا ہی صراطِ مستقیم یعنی سیدھا راستہ ہے۔ [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں" قرآن [illegible] "بے شک اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور آپ سب کا بھی رب ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو یہی صراطِ مستقیم ہے" [illegible] قیامت کے قریب دمشق شہر میں جب سفید منارے کے قریب نازل ہوں گے۔ (ترمذی، کتاب الفتن [illegible]) تو زمین پر آنے کے بعد ان کا سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کے ایک خادم امتی اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کی اقتدا میں (نماز فجر) ادا کریں گے۔ (بخاری، کتاب الانبیاء، باب [illegible]) اور ایک اللہ کی عبادت کا حکم [illegible] برکت میں [illegible] صراطِ مستقیم [illegible] اور صراطِ مستقیم یعنی [illegible] مدینہ منورہ میں اپنی بقیہ زندگی گزار کر روضہ رسول ﷺ میں دفن ہوں گے۔ (ترمذی [illegible]) اور یہ بھی حسنِ اتفاق ہے کہ آج (۹ مئی ۲۰۰۲ء بروز جمعۃ المبارک) میں (مصنف) یہ سطور دمشق (شام) میں اس سفید مشرقی منارے کے سامنے بیٹھ کر لکھ رہا ہوں جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔

حیرت کی انتہا ہے کہ مریم کا بیٹا بھی کہتے ہیں اور پھر ان کو خدا بھی سمجھتے ہیں۔ جو اپنی پیدائش میں ماں کا محتاج ہے وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے دراصل خدا وہ ہے جو مریم و عیسیٰ علیہما السلام اور ساری کائنات کا رب ہے۔ وہ ایک ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "ہمیں ہر صورت میں خدا کی عبادت کرنا ہے اور صرف اُسی کی۔" (لوقا ۴:۸)

[۱۰۷] تثلیث ایک ایسا عقیدہ ہے جس پر تقریباً سارے عیسائی متحد ہیں لیکن اسکی تعبیر اور تفصیل میں اختلاف کا شکار ہیں۔ ایک فرقے کا دعویٰ ہے کہ اللہ، عیسیٰ اور مریم تین خدا ہیں۔ (تفسیر کبیر) دوسرا فرقہ کہتا ہے۔ اللہ، عیسیٰ اور جبرائیل تین خدا ہیں

Marfat.com

اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۷۴﴾	۷۴۔ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے بخشش کیوں نہیں طلب کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔

(تفسیر کبیر) یعنی اللہ کو باپ، عیسیٰ کو بیٹا اور جبرائیل کو مقدس روح کہتے ہیں۔ پھر ان تینوں میں سے ہر ایک الگ الگ کامل خدا ہے اور یہ تین مل کر صرف ایک خدا ہے یعنی تین میں ایک خدا اور ایک میں تین خدا۔ حالانکہ عملی طور پر ایک کا تین اور تین کا ایک ہونا ممکن نہیں ہے جیسے ایک سیب ایک ہی ہے وہ تین نہیں ہو سکتا اور تین سیب تین ہی ہیں وہ ایک نہیں ہو سکتے۔

بہرحال تثلیث ایک ایسا معمہ ہے جس کو سلجھانے کے لئے عیسائی علماء گذشتہ ۱۹۰۰ برس سے سر کھپا رہے ہیں مگر آج تک اس کی کوئی معقول اور قابل فہم تعبیر پیش نہیں کر سکے۔ اور نہ ہی آئندہ پیش کر سکیں گے کیونکہ یہ نظریہ حقیقت کے خلاف ہے اور عیسائی دنیا کی اپنی غلط فہمیوں کی پیداوار ہے۔ اس کا اصل اور آسان حل وہی ہے جو قرآن مجید نے بیان کیا ہے یعنی تین خداؤں سے باز آجاؤ۔ اللہ تعالیٰ صرف ایک ہے وہی تنہا عبادت کے لائق ہے اور اس کا کوئی بیٹا نہیں اور وہی زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ سب سے اہم حکم کون سا ہے؟ آپ نے جواب دیا (سب سے اہم حکم یہ ہے) کہ ہمارا خدا ایک اور صرف ایک ہے۔ تو اپنی پوری طاقت، روح اور دل و دماغ کے ساتھ اس سے محبت کر۔ (مرقس: ۱۲: ۲۸ تا ۳۰) مقدس صحیفے یہی کہتے ہیں کہ صرف پروردگار خدا کی عبادت کر اور صرف اسی کی اطاعت کر۔ (متی: ۴: ۱۰)

تثلیث کی تعریف اور تاریخ کے متعلق انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے الفاظ بھی غور طلب ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تثلیث کے عقیدہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ آپ کے کئی سو سال بعد بعض غلط فہمیوں نے تثلیث کی صورت اختیار کر لی:

Trinity:in Christian doctrine, the unity of Father, Son and Holy Spirit as three persons in one god-head. Neither the word Trinity nor the explicit doctrine appears in the New Testament, nor did Jesus and his followers intend to contradict the Shema (the Jewish confession of faith in the one god of humankind) in the Old Testament. The doctrine developed gradually (after the ascension of Jesus Christ) over several centuries and through many controversies. (Encyclopaedia Britannia: 15th edition 1995)

عیسائی عقیدہ کے مطابق تثلیث کی تعریف یہ ہے کہ باپ، بیٹا اور مقدس روح تینوں متحد ہو کر ایک خدا ہیں۔ لیکن عہد نامہ جدید (انجیل) میں نہ تو تثلیث کا لفظ ہے اور نہ ہی اس عقیدہ کی صراحت ہے اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیرو کاروں نے عہد نامہ قدیم میں بیان کردہ یہودی عقیدہ توحید کی تردید کی ہے۔ بلکہ تثلیث کے عقیدہ نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عروج کے بعد) کئی صدیوں پر پھیلی ہوئی بہت سی بحثوں کے ذریعہ بتدریج نشو ونما پائی ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا: اشاعت ۱۵ ۱۹۹۵ء) ان تصریحات کے باوجود بھی جو تثلیث سے باز نہیں آئیں گے ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا اور جو صدق دل سے توبہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے گذشتہ گناہ معاف فرما دے گا۔

Marfat.com

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۖ وَ أُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٧٥﴾

۷۵۔ مسیح ابن مریم نہیں ہیں مگر ایک رسول۔[۱۰۸] ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور ان کی ماں بہت سچی تھیں وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔آپ دیکھئے ہم کیسی وضاحت سے ان کے لئے دلائل بیان کرتے ہیں پھر دیکھئے وہ کیسے اُلٹے پھر رہے ہیں۔

---

[۱۰۸] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا نہ ہونے کے چند دلائل جن کا اشارہ اس آیت میں ملتا ہے:

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں جب کہ خدا کی شان یہ ہے کہ نہ اس کے والدین ہیں اور نہ ہی اولاد لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہو سکتے۔

(۲) جو شخص اپنی پیدائش میں ماں کا محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کسی کا محتاج نہیں ساری خدائی اس کی محتاج ہے۔

(۳) جس کی ماں ہو وہ حادث ہے یعنی وہ پہلے موجود نہیں تھا بعد میں پیدا ہوا اور جس شخص کی یہ صفت ہو وہ مخلوق ہے خدا نہیں کیونکہ خدا تو ہمیشہ سے ہے اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی خدا مان لیا جائے تو ان کی پیدائش سے پہلے کون خدا تھا؟

(۴) اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس لئے خدا کہا جاتا ہے کہ ان کی پیدائش باپ کے بغیر ہوئی ہے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کو بدرجہ اولیٰ خدا ہونا چاہیے کیونکہ ان کی پیدائش ماں اور باپ دونوں کے بغیر ہوئی ہے اور تخلیق آدم علیہ السلام تخلیق عیسیٰ علیہ السلام سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام کو کوئی بھی خدا نہیں کہتا۔ دراصل ان دونوں کی پیدائش قدرت خداوندی کا مظاہرہ ہے اور ان کے بندہ ہونے اور خدا نہ ہونے کی دلیل ہے۔

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے رسولوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے ایک رسول ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے بندے تھے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

(۶) جس طرح پہلے رسول آئے اور اپنا مقررہ وقت گزار کر اس دنیا سے تشریف لے گئے اور ان کو دوام و بقا حاصل نہیں تھا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنا مقررہ وقت گزار کر ایک دن اس دنیا سے تشریف لے جائیں گے انہیں بھی دوام و بقا حاصل نہیں ہے لہٰذا کوئی رسول بشمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کی شان یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا جبکہ انبیائے کرام علیہم السلام پہلے موجود نہیں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا فرمایا اور مقررہ وقت کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

(۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے آنے والے رسولوں نے بھی معجزات دکھائے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خشک لکڑی کی لاٹھی میں جان ڈال کر اسے زندہ سانپ بنا دیا۔ (قرآن : ۲۶: ۳۲ تا ۴۵) اور حضرت صالح علیہ السلام نے پتھر سے اونٹنی برآمد کر دی۔ (قرآن : ۷: ۷۳) مردوں کو زندہ کرنے سے لاٹھی کا زندہ سانپ بنا دینا اور پتھر سے زندہ اونٹنی برآمد کرنا زیادہ

Marfat.com

عجیب چیزیں ہیں کیونکہ مردہ تو کبھی زندہ تھا جبکہ پتھر اور لاٹھی کبھی زندہ ہی نہیں تھے۔ مگر ان عظیم الشان معجزات کے باوجود وہ خدا نہیں بلکہ خدا کے رسول ہیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنے عظیم معجزات کے باوجود خدا نہیں بلکہ اس کے رسول ہیں۔

(۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھانا کھاتے تھے کیونکہ کھانا پینا انسانی ضرورت ہے اور جو شخص اپنی نشو و نما اور بقا میں کھانے کا محتاج ہو وہ خدا نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا ان ضروریات و حاجات سے پاک ہے۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ فرشتے کھانا نہیں کھاتے تو وہ خدا ہیں۔ کیونکہ فرشتے نورانی مخلوق ہیں اس لئے انہیں کھانے کی ضرورت نہیں ہے بہرحال اپنی تخلیق و بقا میں فرشتے بھی اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہیں اس لئے وہ بھی خدا نہیں ہوسکتے۔

ان عام فہم دلائل سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہیں بلکہ خدا کے بندے ہیں۔ لیکن عیسائی پھر بھی اگر انہیں خدا کہنے پر اصرار کرتے ہیں تو انہیں بائیبل کی درج ذیل آیات پر غور کرنے کی ضرورت ہے:

1- Jesus shouted, "Eli, Eli, Lama Sabachthani," which means, "My God, my God, why have you forsaken me?" (The Living Bible-1975 - Mathew:27:46)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بلند آواز سے چلا کر کہا "اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟"

2- Remember how he spoke unto you when he was yet in Galilee, saying, The Son of Man (the Messiah) must be delivered into the hands of sinful men, and be crucified, and the third da y rise again. (The Holy Bible - 1954 - Luke:24:6-7)

ترجمہ: یاد کرو جب وہ گلیل میں تھا تو اس نے تم سے کہا تھا۔ ضرور ہے کہ آدم کا بیٹا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) گناہگار لوگوں کے حوالہ کیا جائے اور مصلوب ہو اور تیسرے دن جی اُٹھے۔

3- And as they were telling about it, Jesus himself was suddenly standing there among them, and greeting them (peace be unto you:The Holy Bible-1954). But the whole group was terribly frightened, thinking they were seeing a ghost. "Why are you frightened?" he asked "why do you doubt that it is really I?" look at my hands ! look at my feet! you can see that it is I, myself. touch me and make sure that I am not a ghost, for ghosts do not have bodies, as you see that I do!" as he spoke, he held out his hands for them to see and showed them his feet. Still they stood there undecided , filled with joy and doubt. Then he asked them, "Do you have anything here to eat?" They gave him a peice of broiled fish and he ate it as they watched. (The Living Bible-1975-Luke:24:36-43)

Marfat.com

ترجمہ: وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ یسوع بذاتِ خود ان کے درمیان آکھڑا ہوا اور ان سے کہا تم پر سلامتی ہو۔ مگر انہوں نے گھبرا کر اور خوف کھا کر یہ سمجھا کہ کسی روح کو دیکھتے ہیں اس نے ان سے کہا تم کیوں گھبراتے ہو؟ اور میرے بارے میں کیوں شبہ کرتے ہو؟ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ میں بذاتِ خود موجود ہوں۔ مجھے چھو کر دیکھو اور یقین رکھو کہ میں روح نہیں ہوں کیونکہ میرا (گوشت اور ہڈیوں پر مشتمل) جسم ہے جبکہ روح کا کوئی جسم نہیں ہوتا اور یہ کہہ کر یسوع نے انہیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے۔ ابھی وہ خوشی اور شک کے عالم میں کسی نتیجہ پر نہیں پہنچے تھے کہ یسوع نے ان سے پوچھا۔ کیا یہاں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ تو انہوں نے یسوع کو بھنی ہوئی مچھلی کا ایک ٹکڑا دیا اور یسوع نے ان کے سامنے مچھلی کا ٹکڑا کھایا۔

بائیبل کی مذکورہ آیات سے درج ذیل نتائج نکلتے ہیں:

(۱) پہلے حوالہ سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام خدا ہوتے تو مشکل گھڑی میں کسی اور خدا کو کیوں پکارتے۔ دراصل حقیقی خدا وہی ہے جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پکار رہے تھے۔

(۲) اگر عیسیٰ علیہ السلام ایسے خدا ہیں کہ وہ اپنی مشکل کشائی کے لئے کسی اور خدا کے محتاج ہیں تو پھر ایک عام بندے اور عیسیٰ علیہ السلام میں کیا فرق ہوا؟

(۳) دوسرے حوالہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زبان سے اعتراف کیا ہے کہ وہ آدم کے بیٹے ہیں اور گناہگار لوگوں کے ہاتھوں سولی پر چڑھائے جائیں گے لہٰذا ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنا ان کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

(۴) جو شخص اپنا تحفظ نہ کر سکے اور دشمن اسے سولی پر چڑھا دیں وہ کیسے خدا ہو سکتا ہے؟

(۵) جو شخص تین دن قبر میں مردہ رہے اس کو اگر خدا مان لیا جائے تو خدا کے بغیر ان تین دنوں میں یہ کائنات کیسے چلتی رہی؟

(۶) تیسرے حوالہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو یقین دلا رہے ہیں کہ وہ ہڈیوں اور گوشت سے بنے ہوئے انسان ہیں۔ ان کے ہاتھ اور پاؤں ہیں۔ وہ روح نہیں ہیں کیونکہ روح کا کوئی جسم نہیں ہوتا اور ان کا جسم ہے۔ لہٰذا وہ انسان ہیں خدا نہیں ہیں۔

(۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں وہ تمام صفات پائی جاتی ہیں جو ایک انسان کے لئے ضروری ہیں۔ انہیں بھوک بھی لگتی ہے اور انہوں نے لوگوں کے سامنے مچھلی کھا کر اس کا عملی مظاہرہ بھی کر دیا۔ پھر بھی انہیں خدا یا خدا کا بیٹا کہنا عقل سے بہت دور کی بات ہے۔

نوٹ: حضرت مریم علیہا السلام بھی خدا نہیں ہیں۔ وہ پیدا ہوئیں لہٰذا حادث تھیں۔ انہوں نے خوراک سے نشو ونما پائی لہٰذا محتاج تھیں اور اس دنیا سے چلی گئیں لہٰذا فانی تھیں۔ یہ ساری صفات مخلوق کی ہیں اس لئے حضرت مریم علیہا السلام خدا نہیں بلکہ خدا کی مقبول اور راست باز بندی تھیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو صدیقہ (بہت ہی سچ بولنے والی خاتون) فرمایا ہے۔ اس سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ہیں۔ صدیق کا مرتبہ بہت بلند ہے لیکن

Marfat.com

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۗ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

۷٦۔ آپ فرمائیے! کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے کسی نقصان کا مالک ہے اور نہ ہی نفع کا؟ [۱۰۹] اور اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

نبی کا درجہ صدیق سے بھی برتر ہے جیسا کہ سورۃ النساء کی آیت نمبر ٦٩ میں ہے۔ "اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام یافتہ لوگ نبی، صدیق، شہید اور صالح ہیں۔" قرآن مجید کی اس ترتیب سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ سب سے بلند مرتبہ نبی کا ہے اس کے بعد صدیق کا پھر شہید کا اور شہید کے بعد صالح کا مرتبہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر نبی صدیق ہے لیکن ہر صدیق نبی نہیں جیسے ہر نبی ولی ہے لیکن ہر ولی نبی نہیں۔ نیز قرآن مجید نے یہ بھی وضاحت کر دی ہے کہ سارے انبیاء اور رسول مرد تھے ان میں سے کوئی بھی عورت نہیں ہے۔ مزید تشریح کے لئے سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۴۲ اور حاشیہ نمبر ۲۱ ملاحظہ کریں۔

[۱۰۹] موجودہ بائیبل کے مطابق عبادت کا مستحق صرف لارڈ خدا ہے۔ (متی: ۴: ۱۰) اور لارڈ خدا صرف ایک ہے۔ (مرقس: ۱۲: ۲۹) اور لارڈ کا معنیٰ ہے مالک اور حکمران یعنی لارڈ خدا وہ ہے جو اپنی ملکیت میں تصرف کا کامل اختیار رکھتا ہے۔ برے کو سزا دے اچھے کو انعام دے الغرض جو چاہے کر سکتا ہے اور وہی درحقیقت عبادت کے لائق ہے۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا نہ ہونے کی ایک اور دلیل بیان کی گئی ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ذاتی طور پر کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتے۔ (تفسیر بیضاوی) تو پھر وہ خدا اور عبادت کے لائق کیسے ہو سکتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ذاتی طور پر اگر کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکتے تو پھر ساری رات خدا سے دعا کیوں کرتے۔ (لوقا کی انجیل: ۶: ۱۲) اور اپنی مشکل گھڑی میں خدا کو کیوں پکارتے۔ (متی کی انجیل: ۲۷: ۴۶)

بلا شبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی سے پرندے بنا کر اڑائے، مردوں کو زندہ کیا، کوڑھیوں کو شفا دی اور مادر زاد اندھوں کو بینا کیا۔ (قرآن: ۳: ۴۹) حضرت داؤد علیہ السلام کا پہاڑوں پر اختیار تھا۔ (قرآن: ۲۱: ۷۹) حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا پر اختیار حاصل تھا۔ (قرآن: ۲۱: ۸۱) شیطان چھو کر انسان کو خبطی بنا سکتا ہے۔ (قرآن: ۲: ۲۷۵) کفار کو شیاطین روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔ (قرآن: ۲: ۲۵۷)

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ مخلوق بھی دوسروں کو نفع و نقصان پہنچا سکتی ہے لیکن مخلوق کے جملہ اختیارات اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ انہیں یہ اختیارات نہ دیتا تو وہ کسی کو نفع یا نقصان نہ پہنچا سکتے لہٰذا کوئی مخلوق ذاتی طور پر کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے پر قادر نہیں ہے۔

الغرض عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ذاتی طور پر مختار کل ہے اور اس کی ساری صفات ازلی اور ابدی ہیں وہ ہر ایک کی پکار سنتا ہے اور اس کی نیت بھی جانتا ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر مخلوق کی صفات نہ تو ذاتی ہیں اور نہ ہی ازلی و ابدی۔ لہٰذا کوئی مخلوق عبادت کی مستحق نہیں ہے۔

Marfat.com

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٧٧﴾

۷۷۔ آپ فرمائیے! اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق حد سے تجاوز نہ کرو۔ [۱۱۰] اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے گمراہ ہو چکے ہیں۔ اور بہت سے لوگوں کو گمراہ بھی کر چکے ہیں اور وہ خود راہِ راست سے بھٹک چکے ہیں۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا

۷۸۔ بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا۔ [۱۱۱] ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی زبان

---

[۱۱۰] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ دین میں حد سے تجاوز نہ کرو یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہو کیونکہ یہ حق کے خلاف ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت بعد بعض گمراہ لوگوں کی سازش سے یہ عقیدہ عیسائیت کے اندر داخل کیا گیا تھا۔ لہٰذا تم ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور ان کے مشرکانہ عقائد سے توبہ کر کے سیدھے راستے پر واپس آ جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے جس کو جو مرتبہ عطا فرمایا ہے اس کو اسی مرتبہ پر رکھنا ہی حق اور صراط مستقیم ہے۔ اس میں مجرمانہ حد تک کمی یا زیادتی دونوں گمراہی کا سبب ہیں۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کمی کرنے کی وجہ سے یہود گمراہ ہوئے اور ان کی شان میں زیادتی کرنے کی وجہ سے عیسائی گمراہ ہوئے اور ایسا ہر زمانے میں ہوتا رہا ہے۔ کسی عظیم ہستی کو ماننے والے اس کی محبت وعقیدت میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں اور حسد کرنے والے اس کی شان میں کمی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجھہ کو فرمایا:

"اے علی! تیری وجہ سے دو آدمی ہلاک ہوں گے۔ حد سے زیادہ محبت کرنے والا اور انتہائی بغض رکھنے والا۔" اور فرمایا: "اے علی! ترے ساتھ محبت نہیں کرے گا مگر مؤمن اور ترے ساتھ بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔" (تفسیر الشعراوی: رواہ الطبرانی فی الاوسط)

[۱۱۱] جو کسی بھی آسمانی کتاب یا سچے نبی کی نافرمانی کریں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیئے جاتے ہیں چاہے وہ دنیا کی کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں لیکن یہاں سیاق وسباق کی مناسبت سے صرف بنی اسرائیل کا ذکر کیا گیا ہے اور ہر نبی نے کفار کو ان کے برے انجام سے آگاہ فرمایا۔ لیکن یہاں خاص طور پر حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کیونکہ ان کی بددعا سے بنی اسرائیل کے کفار پر ایسی لعنت برسی کہ انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے جو لعنت بنی اسرائیل پر کی گئی اس کیلئے بائیبل کے درج ذیل حوالہ

Marfat.com

عَصَوا وَّ كَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٧٨﴾ سے لعنت کی گئی کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔[۱۱۲]

كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧٩﴾ ۷۹۔ وہ ایک دوسرے کو اس برے کام سے نہیں روکتے تھے۔ [۱۱۳]جو وہ کرتے تھے بہت ہی برا کام تھا جو وہ کرتے تھے۔

جات ملاحظہ فرمائیں:

حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: ”خداوند! تُو آ اور ان متکبر لوگوں کا انتظام کر جنہوں نے غریب لوگوں کو تنگ کر رکھا ہے......ان کے منہ میں بے ادبی، جھوٹ اور فراڈ کے سوا کچھ نہیں وہ اپنے غلط منصوبوں پر فخر کرتے ہیں اور رات کی تاریکی میں مسافروں کو قتل کرتے ہیں......خداوند! آ اور ان کو پامال کر دے......خداوند! تو ان کی برائیوں کو جانتا ہے اب ان کو سزا دے......ان برے لوگوں کے بازو توڑ دے اور ان کا تعاقب کر یہاں تک کہ ان کا آخری آدمی تک تباہ ہو جائے۔“ (زبور : باب ۱۰: ہولی بائیبل ۱۹۵۴: اور لیونگ بائیبل ۱۹۷۵)

تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے اجتماع اور اپنے حواریوں سے کہا: ”یہ یہودی مذہبی لیڈر اور فریسی جو موسیٰ علیہ السلام کی گدی پر بیٹھے ہیں جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ کرو ممکن ہے وہ صحیح کہہ رہے ہوں لیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ جو وہ لوگوں کو کہتے ہیں وہ خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ وہ سب کچھ دکھلاوے اور اپنے آپ کو مقدس ظاہر کرنے کے لئے کرتے ہیں......

اے ریاکار مذہبی لیڈرو اور فریسیو تم پر افسوس! کیونکہ نہ تو تم لوگوں کو آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونے دیتے ہو اور نہ ہی خود داخل ہوتے ہو......اس طرح تم اپنی نسبت گواہی دیتے ہو کہ تم نبیوں کے قاتلوں کے بیٹے ہو۔ غرض اپنے باپ دادا کا پیمانہ بھر دو۔ اے سانپو اور زہریلے سانپوں کے بچو! تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے؟“ (متی کی انجیل : باب ۲۳: ہولی بائیبل ۱۹۵۴۔ لیونگ بائیبل ۱۹۷۵)

[۱۱۲] بنی اسرائیل کی نافرمانی اور زیادتی کی داستانیں بائیبل کے اندر بکثرت موجود ہیں نمونہ کے طور پر صرف ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:
”بنی اسرائیل نے بہت سے برے کام کئے جن سے خداوند بہت غضب ناک تھا کیونکہ انہوں نے بتوں کی پوجا کی باوجودیکہ خداوند نے انہیں خصوصی طور پر بار بار وارننگ دی۔ خداوند نے بنی اسرائیل اور یہوداہ کی طرف بار بار نبی بھیجے تاکہ وہ برے کاموں سے باز آجائیں......لیکن بنی اسرائیل نے ایک نہ سنی......انہوں نے خداوند کے احکام، معاہدوں اور وارننگز کو پس پشت ڈال دیا......اور بچھڑے، سورج، چاند اور ستاروں کی پرستش شروع کر دی حتیٰ کہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو تھانوں پر آگ سے جلانا شروع کر دیا......جن سے خداوند غضب ناک ہو گیا۔“ (۲ سلاطین : ۱۷: ۱۷-۱۲: ہولی بائیبل ۱۹۵۴: لیونگ بائیبل ۱۹۷۵)

[۱۱۳] ایک آدمی خود تو نیک کام کرتا ہے مگر اس کے آس پاس برائی کا بازار گرم ہے اور وہ طاقت ہونے کے باوجود لوگوں کو برائی سے نہیں روکتا تو اس کا یہ فعل بذاتِ خود ایک ایسی برائی ہے جو اسے بھی بروں کی صف میں شامل کر دیتی ہے۔ جیسا کہ حضورِ

Marfat.com

تَرٰی کَثِیۡرًا مِّنۡهُمۡ یَتَوَلَّوۡنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ لَبِئۡسَ مَا قَدَّمَتۡ لَهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ اَنۡ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ وَ فِی الۡعَذَابِ هُمۡ خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۰﴾

۸۰۔ ان میں سے اکثر کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں۔ [۱۱۴] بہت ہی برا ہے جو انہوں نے اپنے لئے آگے بھیجا ہے۔ (وہ یہ) کہ اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوگیا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔

اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ خاص گناہگاروں کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ ہاں جب وہ اپنے درمیان برائی کو دیکھیں اور وہ اس کے خلاف احتجاج کر سکتے ہوں مگر نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ خاص مجرموں کے ساتھ عام لوگوں کو بھی مبتلائے عذاب کرتے ہیں۔'' (احمد ۴: ص ۱۹۲)

برے لوگ ہر دور میں ہوتے ہیں لیکن ہر قوم کی یہ اجتماعی ذمہ داری ہے کہ وہ ان پر پردہ نہ ڈالے بلکہ ان کی نشاندہی کرے۔ وہ مجرموں کو تحفظ فراہم نہ کرے بلکہ قانون کے حوالہ کرے اور ان کی حوصلہ شکنی کے لئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کرے۔ جب کوئی قوم مجرموں سے چشم پوشی کرتی ہے تو پھر رفتہ رفتہ پوری قوم جرائم کی لپیٹ میں آجاتی ہے اور ہر ایک کی زندگی عذاب بن جاتی ہے۔ مزید تفصیل کے لئے اسی سورت میں پیچھے آیت نمبر ۶۳ حاشیہ نمبر ۹۰ ملاحظہ کریں۔

[۱۱۴] اہل کتاب ہونے کی وجہ سے یہود اور مسلمانوں میں کئی مشترک اقدار ہیں جن میں سب سے اہم اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان ہے۔ مسلمان اور یہود دونوں اس عقیدہ میں مشترک ہیں۔ اب حق تو یہ بنتا تھا کہ یہود اور مسلمان اکٹھے ہو کر کفار اور مشرکین کے مقابلہ میں آتے۔ کیونکہ دونوں توحید پرست تھے مگر مدینہ کے یہود بڑے عجیب لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کرام علیہم السلام کو ماننے والے مسلمانوں کو چھوڑ کر مکہ کے ان کافروں اور مشرکوں کے ساتھ دوستی اور ہمدردی کے رشتے استوار کرتے ہیں جو نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی کسی نبی کو مانتے ہیں۔

یہود کے ان افعال سے معلوم ہوتا ہے جیسے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان ہی نہیں رکھتے کیونکہ اگر ان کا توحید پر محکم یقین ہوتا تو کفار (خدا کے منکروں) کا ساتھ دے کر اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت نہ دیتے کیونکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے دینوں میں کفار سے گہری دوستی کی ممانعت ہے حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے غیر اسرائیلی لوگوں کو کتوں سے تشبیہ دی اور ان کی ہمدردی سے انکار کر دیا تھا۔ (متی کی انجیل ؛ باب ۱۵ : آیت : ۲۶ :لیونگ بائیبل ۱۹۷۵)

قرآن مجید نے ہر ایسی قوم کے ساتھ دوستی کرنے سے منع کیا ہے جو اسلام یا مسلم دشمنی میں براہ راست یا بالواسطہ سرگرم ہو اور اگر کوئی غیر مسلم قوم ایسی سرگرمیوں میں ملوث نہ ہو تو قرآن مجید نے ان کے ساتھ حسن سلوک اور منصفانہ برتاؤ کی ترغیب دی ہے اور ان مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت کی خوش خبری سنائی ہے جو پرامن غیر مسلموں کے ساتھ منصفانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ (قرآن: ۶۰: ۹-۸)

Marfat.com

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨١﴾

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾

۸۱۔ اور اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے اور نبی پر اور اس پر جو اس نبی پر نازل کیا گیا تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔

۸۲۔ آپ اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پائیں گے اور اہل ایمان سے دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو پائیں گے جنہوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔[۱۱۵] یہ اس لئے کہ ان میں عالم اور راہب ہیں اور وہ غرور نہیں کرتے۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر دنیا کی ہر قوم آج عمل پیرا ہے۔کوئی قوم اپنے دشمن کے ساتھ دوستی کے مراسم استوار نہیں کرتی اور نہ ہی کسی غیر دشمن قوم کے ساتھ خواہ مخواہ تعلقات خراب کرتی ہے۔

یہ آیت ان مسلمانوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے جو مسلمانوں کو چھوڑ کر ان کفار کا ساتھ دیتے ہیں جو مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ بلاشبہ پُر امن غیر مسلم اقوام کے ساتھ اچھے تعلقات اور دوستانہ مراسم پیدا کرنے سے اسلام نہیں روکتا اور حضور اکرم ﷺ نے اپنے دور میں اس پر عمل بھی کیا ہے لیکن مسلمانوں کی قیمت پر کسی غیر مسلم قوم کا ساتھ دینا قطعاً جائز نہیں ہے۔

[۱۱۵] اگرچہ سارے کفار اسلام دشمنی میں سخت ہیں مگر یہود و مشرکین کی اسلام دشمنی کے مقابلہ میں نصاریٰ کا رویہ کچھ نرم ہے۔لہٰذا دوستی کے اعتبار سے عیسائی لوگ مسلمانوں کے زیادہ قریب ہیں۔قرآن مجید نے اس کی تین وجوہات بیان کی ہیں۔

(۱) عیسائیوں میں قسیس یعنی اہل علم ہیں جو کسی کی بات سننے اور اس میں غور کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں اور جب ان پر حق واضح ہو جائے تو قبول کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے جبکہ یہود اپنے تعصب کی وجہ سے حق کو حق جانتے ہوئے بھی قبول نہیں کرتے۔

(۲) عیسائیوں میں راہب یعنی درویش متقی لوگ بھی ہیں جو دنیا کو چھوڑ کر ساری زندگی عبادت میں گزار دیتے ہیں جبکہ یہود دنیا پرستی کے زیادہ حریص ہیں۔

(۳) عیسائی غرور نہیں کرتے یعنی تواضع اور رواداری سے پیش آتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم بھی یہی تھی۔" خود غرضی اور دوسروں سے بڑا بننے کی کوشش نہ کرو۔عاجزی اختیار کرو اور دوسروں کو اپنے سے بہتر خیال کرو۔" (فلپیوں ۲: ۳: لیونگ بائیبل ۱۹۷۵)

جن عیسائی حضرات میں یہ صفات پائی جاتی تھیں وہ ہر دور میں اسلام کے قریب رہے اور ان میں سے اکثریت نے اسلام قبول کر لیا۔اس کی ایک تاریخی مثال حبشہ کے عیسائی علماء اور راہب تھے۔جو قرآن مجید کی تلاوت سن کر مسلمان ہو گئے۔

Marfat.com

اس کی تفصیل آئندہ آیت کے ضمن میں ملاحظہ کریں۔
آج بھی جن عیسائی حضرات میں ان تین صفات میں سے ایک بھی پائی جائے تو وہ یہود کی نسبت مسلمانوں سے زیادہ ہمدردی رکھتے ہیں۔ جیسے فرانس کا مورس بکائی اور امریکہ کا مائیکل ایچ ہارٹ۔ جنہوں نے اپنی شہرہ آفاق کتابوں میں اسلام کی عظمت کو اجاگر کیا ہے۔ جنوری ۲۰۰۱ء میں جب مجھے فلسطین جانے کا موقع ملا تو میں نے اس کے مشہور اور عظیم شہر بیت اللحم میں خود مشاہدہ کیا کہ وہاں مسلمان اور عیسائی اتفاق سے رہتے ہیں اور جب کبھی یہود سے لڑائی کا موقع آئے تو عیسائی مسلمانوں کے شانہ بشانہ یہودیوں کے خلاف لڑتے ہیں۔ ۲۰۰۳ء میں جب امریکہ اور برطانیہ نے صدام حسین کے خاتمہ کے لئے عراق پر حملہ کیا تو ان کو سب سے زیادہ حمایت یہودیوں کی حاصل تھی جبکہ عیسائی حکمرانوں کی اکثریت نے اقوام متحدہ میں اس کی مخالفت کی اور امریکہ و یورپ میں لاکھوں عیسائی عوام نے بازاروں میں نکل کر ان کے خلاف احتجاج کیا۔
ان متقی عیسائیوں کے برعکس مسلمانوں کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین ہیں کیونکہ وہ ان صفات سے محروم ہیں جو عیسائی حضرات میں پائی جاتی ہیں یعنی:
(۱) یہود علم کے تقاضوں سے ہٹ کر تعصب اور عناد کا شکار ہیں اور انبیائے کرام علیھم السلام جیسی مقدس ہستیوں کو بھی قتل کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔
(۲) وہ خدا کی رضا جوئی اور عبادت کی بجائے دولت کمانے میں سرگرم رہتے ہیں اور ہر وہ ذریعہ استعمال کرتے ہیں جس سے دولت میں اضافہ ہو۔
(۳) وہ انکساری اور رواداری کی بجائے تکبر کا شکار ہیں اور اپنے آپ کو بڑا ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہود کے متعلق فرمایا:
کہ وہ ریاکار، سانپ اور زہریلے سانپ کے بچے ہیں۔ (متی کی انجیل: باب ۲۳) اور حضرت داؤد علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے متعلق فرمایا کہ وہ متکبر، بے ادب، جھوٹے اور دھوکہ باز ہیں۔ (زبور: باب ۱۰)
نوٹ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ علم، ترک دنیا اور تواضع قابل قدر صفات ہیں اور ان کے اچھے اثرات ظاہر ہوتے ہیں چاہے وہ اہل اسلام میں ہوں یا غیر مسلموں میں جبکہ جہالت، حب دنیا اور تکبر قابل نفرت صفات ہیں اور ان سے نجات لازمی ہے۔
رہبانیت: اس آیت میں راہب ہونا ایک قابل تعریف صفت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس کا قطعی یہ مطلب نہیں کہ اسلام رہبانیت کو پسند کرتا ہے یا اسلام عیسائیت کے رہبانیت کے تصور سے کلی طور پر متفق ہے۔ اسلام جہاں رہبانیت کے چند پہلوؤں (حب دنیا کی نفی اور رجوع الی اللہ وغیرہ) کو پسند کرتا ہے۔ وہیں رہبانیت کی ناروا پابندیوں، بے جا مشقتوں اور افراط و تفریط مثلاً رزق حلال کمانے، اچھا کھانے پینے اور شادی سے مکمل اجتناب وغیرہ سے براءت کا اظہار بھی کرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہم پر رہبانیت فرض نہیں کی گئی۔'' (احمد: جلد ۶: ص ۲۲۶) ''مجھے رہبانیت کا حکم نہیں دیا گیا۔'' (سنن نسائی: کتاب النکاح: باب ۳) اسلام دنیا کو بالکل چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی معبود حقیقی کو بھول کر اور عبادت کو چھوڑ کر صرف دنیاوی عیش و عشرت کو برداشت کرتا ہے۔ اسلام دنیا اور عبادت دونوں میں توازن کا درس دیتا ہے کیونکہ انسان کی کامیاب زندگی کے لئے دونوں ضروری ہیں۔

Marfat.com

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨٣﴾

۸۳۔ اور جب وہ اس (قرآن) کو سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ [۱۱۶] وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے تو ہم کو (حق کی) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔

---

[۱۱۶] اگر چہ ان آیات کا حکم عام ہے لیکن ان کے نازل ہونے کی وجہ حبشہ کے وہ عیسائی علماء اور راہب تھے جن کو نجاشی نے حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کے لئے مدینہ بھیجا تھا۔ یہ واقعہ حدیث، تفسیر اور تاریخ کی کتب میں بالتفصیل موجود ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے جب دیکھا کہ کفار مکہ کے مظالم بڑھتے جا رہے ہیں اور مکہ میں مسلمانوں کے لئے عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے تو آپ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ کچھ عرصہ کے لئے ہجرت کر کے حبشہ چلے جائیں کیونکہ وہاں کا بادشاہ اصحمہ نجاشی اگر چہ عیسائی ہے مگر بڑا رحمدل اور انصاف پسند ہے۔ نہ خود ظلم کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو کسی پر ظلم کرنے دیتا ہے۔ چنانچہ نبوت کے پانچویں سال مہاجرین کا پہلا قافلہ مکہ کو چھوڑ کر حبشہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہ قافلہ بارہ مردوں اور چار خواتین پر مشتمل تھا۔ قافلہ سالار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے اور حضور اکرم ﷺ کی لخت جگر حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ بھی اس ہجرت میں شامل تھیں۔ جب یہ مسلمان مہاجر حبشہ پہنچے تو نجاشی نے انہیں بڑے احترام سے خوش آمدید کہا اور ٹھہرنے کے لئے پر امن جگہ عطا فرمائی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سر کردگی میں مسلمانوں کا ایک بڑا قافلہ حبشہ روانہ ہوا جو عورتوں اور بچوں کے علاوہ بیاسی مردوں پر مشتمل تھا۔ جب مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد مکہ کو چھوڑ کر حبشہ چلی گئی تو مشرکین مکہ کو فکر لاحق ہوئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں مسلمان اپنی طاقت جمع کر کے ہم پر دھاوا بول دیں۔ چنانچہ انہوں نے دو سفیر (عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ) نجاشی کے پاس بھیجے اور انہیں بڑے نفیس اور قیمتی تحائف بھی دیئے تا کہ وہ بادشاہ اور اس کے درباریوں کو دے کر ان کی حمایت حاصل کریں۔ چنانچہ حبشہ پہنچ کر مکہ کے سفیروں نے نجاشی سے عرض کی:

"ہمارے شہر مکہ میں ایک دیوانے نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے (نعوذ باللہ) کچھ لوگ اس کے ساتھ لگ کر بہت فساد پھیلا رہے ہیں ان میں سے بعض آپ کے ملک میں آ کر آباد ہو گئے ہیں۔ ان احمقوں نے اپنی قوم کا دین ترک کر دیا ہے اور آپ کا دین بھی قبول نہیں کیا بلکہ انہوں نے ایک نیا دین گھڑا ہے۔ ہمیں مکہ کے سرداروں نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تا کہ آپ انہیں اپنے ملک سے نکال دیں ورنہ یہ تیرے ملک میں بھی فساد پھیلا سکتے ہیں۔"

Marfat.com

نجاشی بادشاہ نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا اور اپنے عیسائی علماء کو بھی بلالیا جو بادشاہ کے گرد اپنی کتابیں کھول کر بیٹھ گئے۔ اب نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا؟ وہ کیسا دین ہے جس کے لئے تم نے اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ دیا ہے؟ اس پر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ''اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے، بتوں کی پوجا کرتے، مردار کھاتے، بے حیائی کے کام کرتے، رشتوں کو توڑتے، پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے اور کمزوروں پر ظلم کرتے۔ ہم اسی حال پر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہی ہماری طرف ایک رسول بھیجا جس کے نسب، صداقت، امانت اور طہارت کو ہم پہلے سے جانتے تھے۔ اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تا کہ ہم بتوں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کی عبادت کریں، سچ بولیں، امانتوں کا پاس رکھیں، رشتوں کو ملائیں، پڑوسیوں سے اچھا سلوک کریں اور بے حیائی سے باز آجائیں۔ ہم نے اس دعوت کو قبول کرلیا ہے اور اس وجہ سے مکہ والے ہمارے دشمن بن گئے ہیں اور ہم ان سے تنگ آ کر آپ کے ملک میں امن تلاش کرنے آئے ہیں۔'' پھر نجاشی نے پوچھا۔ ''تمہارا قرآن ہمارے عیسیٰ ؑ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟''

اس پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم کی چند آیات تلاوت کیں جن کو سن کر نجاشی اور اس کے مصاحب رونے لگے۔ ان کی داڑھیاں اور ان کے سامنے پڑے انجیل کے اوراق بھی تر ہوگئے اس پر نجاشی نے کہا کہ یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰ ؑ پر نازل ہوا تھا ایک ہی سورج کی کرنیں ہیں۔ اس کے بعد نجاشی نے مکہ کے سفیروں کے تحفے واپس کر دیئے اور ان کو صاف جواب دے دیا کہ وہ ایسے لوگوں کو اپنے ملک سے نکلنے کا کبھی حکم نہیں دے سکتا۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو سے حبشہ کے بادشاہ، حکام اور عوام کے دلوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی عظمت پیدا ہوگئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب حضور اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے اور وہاں اسلامی معاشرہ وجود میں آگیا اور مہاجرین حبشہ نے مدینہ طیبہ جانے کا عزم کرلیا تو نجاشی بادشاہ نے مسلمانوں کے ساتھ ستر عیسائی علماء اور راہبوں کا ایک وفد مدینہ بھیجا اور جب حضور اکرم ﷺ نے اس وفد کے سامنے سورہ یٰسین کی تلاوت کی تو عیسائی علماء و راہبوں کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور وہ حق کو پہچان کر مسلمان ہوگئے۔ (تفسیر فتح القدیر) اور روتے ہوئے کہنے لگے۔ اے ہمارے رب! ہم تیرے کلام کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں اور تیری بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ ہم کو ان خوش نصیب اہل ایمان کے زمرہ میں شامل فرمادے جو تیری توحید اور تیرے انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت کی گواہی دینے والے ہیں۔

جب عیسائی مذہبی لیڈروں کا یہ وفد مدینہ سے واپس حبشہ پہنچا اور نجاشی کو حضور اکرم ﷺ سے ملاقات اور اپنے اسلام قبول کرنے کی خبر دی تو بادشاہ نجاشی بھی مسلمان ہوگیا اور آخر دم تک مسلمان رہا حتیٰ کہ جب نجاشی فوت ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا۔ تمہارا بھائی نجاشی فوت ہوگیا ہے اس کی نماز جنازہ پڑھو۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ میں اس کی نماز جنازہ پڑھی جبکہ نجاشی کی میت حبشہ میں تھی۔ (بخاری و مسلم: کتاب الجنائز)

Marfat.com

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٤﴾

۸۴۔ اور ہمارے پاس کون سا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائیں اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے۔[۱۱۷] حالانکہ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ شامل کر دے۔[۱۱۸]

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٥﴾

۸۵۔ ان کے اس قول کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی جنتیں عطا کیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور نیک لوگوں کی یہی جزا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿٨٦﴾ ع

۸۶۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہی دوزخی ہیں۔

---

[۱۱۷] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبشہ کے علماء اور راہب جب اسلام قبول کر کے مدینہ سے واپس اپنے وطن لوٹے تو یہود نے ان کو طعنہ دیا اور ملامت کی (تفسیر البحر المحیط) کہ تم نے اپنا دین چھوڑ دیا تو اس پر ان نومسلموں نے یہود کو جو جواب دیا وہ اس آیت میں مذکور ہے یعنی ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق پر ایمان کیوں نہ لائیں جب وہ رسول ہمارے پاس آ گیا اور ہم نے اسے پہچان بھی لیا تو ایمان لانا ضروری تھا جو ہم لے آئے اور اب ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ شامل کر دے۔ ان کے اس قول (تصدیق حق) کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت عطا فرمائی جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نیک لوگوں کی یہی جزا ہے اور جو لوگ حق کو تسلیم نہیں کرتے ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

[۱۱۸] جن خوش نصیب حضرات کا مذکورہ آیات میں ذکر کیا گیا اور انہیں جنت کی خوشخبری سے بھی نوازا گیا۔ ایمان لانے کے بعد ان کے دل کی تمنا یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیک لوگوں میں شامل کر دے۔ اس سے نیک لوگوں کی صحبت کی اہمیت اُجاگر ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے نیکوں کی سنگت کے متعلق چند انبیائے کرام علیہم السلام کی دعائیں بھی ذکر کی ہیں۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام دعا کرتے ہیں۔ ''اے آسمان و زمین پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا و آخرت میں میرا کارساز ہے۔ مجھے اسلام کی حالت میں وفات دے اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دے۔'' (قرآن: ۱۲ : ۱۰۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں۔ ''مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دے۔'' (قرآن: ۲۶ : ۸۳) حضرت سلیمان علیہ السلام عرض کرتے ہیں۔ ''اے میرے پروردگار! مجھے اپنی رحمت کے باعث اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے۔'' (قرآن: ۲۷ : ۱۹) الغرض نیک لوگوں کی صحبت، سنگت اور ان کے زمرے میں شمولیت ایک عظیم نعمت اور سعادت ہے جس کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی دعائیں کیں۔ کاش ہم بھی آج اس کی اہمیت کو سمجھیں اور فضول مجلسوں سے اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو دور رکھیں۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

۸۷۔ اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں انہیں حرام قرار نہ دو۔ [۱۱۹] اور

[۱۱۹] انسان اپنی مملوکہ چیز میں جس طرح چاہے تصرف کرسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ اختیار دے رکھا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ چیز حلال ہو۔ اور کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کیونکہ وہی ہر چیز کا خالق، مالک اور رازق ہے۔ یا پھر یہ اختیار اللہ تعالیٰ کی عطا اور وحی کے واسطہ سے رسول مکرم ﷺ کے پاس ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ اعظم ہیں۔ اب اگر کوئی انسان اپنے اختیار سے کسی حلال چیز کو حرام قرار دینے کی کوشش کرے تو وہ اپنی حدود سے تجاوز کرکے اللہ تعالیٰ کے حقوق میں تصرف کرنے کا مرتکب ہوگا جو کہ سراسر زیادتی اور ظلم ہے۔

لہٰذا بندۂ مؤمن کیلئے ضروری ہے کہ وہ کسی حلال چیز کے حرام ہونے کا نہ عقیدہ رکھے، نہ زبان سے اسے حرام کہے، نہ حرام کی طرح اس سے اجتناب کرے، نہ اس کے حرام ہونے کا فتویٰ دے اور نہ کسی حرام چیز کی نذر مانے۔ ہاں ایک شخص اگر کسی حلال چیز کو اپنی جسمانی یا روحانی بیماری کے علاج کے لئے عارضی طور پر اس سے اجتناب کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے ذیابیطس کے مریض کو ڈاکٹر کہے کہ میٹھی چیز کھانا چھوڑ دے تاکہ اس کی شوگر کنٹرول میں رہے یا کسی بے نماز مرید کو شیخ طریقت کہے کہ تین دنوں کے لئے اپنے گھر کو چھوڑ دے اور مسجد میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھ کر کثرت سے استغفار کرے تاکہ اسے نماز کی عادت پڑ جائے۔

حدیث اور تفسیر کی کتب میں کئی واقعات مذکور ہیں جو ان آیات کے نزول کا سبب بنے۔ ان کو پڑھنے سے ان آیات کا مفہوم سمجھنے میں اور بھی آسانی ہوجاتی ہے۔ میں یہاں ان میں سے دو کا ذکر کررہا ہوں۔

۱۔ ایک دفعہ تین جلیل القدر صحابہ کرام رضي الله عنهم نے حضور اکرم ﷺ کی عبادت کے متعلق معلومات حاصل کیں اور ان میں سے ایک نے کہا میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی ناغہ نہیں کروں گا اور تیسرے نے کہا میں عورتوں سے کنارہ کشی کروں گا شادی نہیں کروں گا۔ اتنے میں حضور اکرم ﷺ خود تشریف لے آئے اور فرمایا۔ ''تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے۔ سن لو۔ خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں، (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ سو جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔'' (بخاری: کتاب النکاح: باب ۱)

۲۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اے عبداللہ! کیا مجھے یہ صحیح خبر نہیں پہنچائی گئی کہ تو سارا دن روزہ رکھتا ہے اور ساری رات عبادت میں گزار دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضي الله عنه نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! یہ خبر درست ہے (میں ایسا ہی کرتا ہوں) تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''ایسا مت کرو، روزہ بھی رکھو اور ناغہ بھی کرو، رات کو عبادت بھی کرو اور نیند بھی کرو کیونکہ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔'' (بخاری: کتاب النکاح: باب ۸۹)

Marfat.com

يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾

حد سے نہ بڑھو۔ [۱۲۰] بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو حلال اور پاکیزہ رزق تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے کھاؤ۔ [۱۲۱] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ

۸۹۔ اللہ تعالیٰ تمہاری فضول قسموں پر تم سے مؤاخذہ نہیں کرے گا۔ [۱۲۲] لیکن ان قسموں پر تم سے مؤاخذہ

[۱۲۰] حد سے بڑھنے کا مفہوم بڑا وسیع ہے مثلاً کسی حلال چیز کو حرام قرار دینا یا کسی حرام چیز کو حلال قرار دینا یا کسی حلال چیز کے استعمال میں افراط و تفریط سے کام لینا یہ ساری چیزیں حد سے بڑھنے کے ضمن میں آتی ہیں اور جو بھی ان میں سے کسی ایک کا بھی ارتکاب کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور ناپسندیدگی کا مستحق قرار پائے گا لہٰذا اہل اسلام کو چاہیے کہ وہ نہ تو یہود کی طرح دنیا کی لذات میں کھو جائیں اور نہ ہی عیسائی راہبوں کی طرح دنیا سے بالکل لاتعلق ہو جائیں بلکہ اعتدال اور میانہ روی اختیار کریں یہی دین اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔

[۱۲۱] حلال: سے مراد وہ چیزیں ہیں جو شریعت میں حرام نہ ہوں۔ حرام چیزوں کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) بذاتِ خود حرام ہو جیسے کتا اور گدھا وغیرہ۔

(۲) کسی حادثہ کی وجہ سے حرام ہو جیسے مردار مرغی اور مردار بکری وغیرہ۔

(۳) حصول کا طریقہ حرام ہو جیسے رشوت اور چوری وغیرہ کا مال۔

طیب: سے مراد عمدہ اور پاکیزہ چیزیں ہیں جو گلی سڑی اور گندی نہ ہوں۔ بعض چیزیں حلال ہوتی ہیں مگر بہت پرانی یا کسی اور عارضہ کی وجہ سے ان کا رنگ، ذائقہ اور اثر بدل جاتا ہے اور ان کا استعمال طبیعت اور صحت دونوں کے لئے مضر ہو سکتا ہے لہٰذا ان سے اجتناب کیا جائے۔

اس آیت میں حلال اور طیب چیزیں کھانے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو چیزیں حلال ہیں انہیں کھا جاؤ۔ ایسا نہیں۔ حکم یہ ہے کہ حلال اور پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ یعنی ساری نہ کھا جاؤ بلکہ جو ضرورت ہے اور جتنا ضرورت ہے اُتنا کھاؤ۔ اسراف یعنی ضائع اور فضول خرچی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان میں سے کچھ صدقہ و خیرات بھی کرو۔

[۱۲۲] غیر ارادی یا عادت کے طور پر جو قسمیں زبان سے نکل جاتی ہیں ایسی قسموں پر نہ کفارہ ہے اور نہ مؤاخذہ (گناہ) ہو گا لیکن جو قسمیں دانستہ اور پورے ارادے کے ساتھ کھائی جائیں اگر ان کو پورا نہ کیا جائے تو ان کو توڑنے پر مؤاخذہ (گناہ) ہو گا اور کفارہ بھی دینا پڑے گا۔ قسم چاہے دانستہ توڑی جائے یا نادانستہ ٹوٹ جائے۔ دونوں صورتوں میں کفارہ لازم ہو جاتا ہے

Marfat.com

الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ

کرے گا جن کو تم نے پختہ کیا۔ تو اس (قسم کو توڑنے) کا کفارہ [۱۲۳] دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے اور جو (ان میں سے کوئی چیز) نہ پائے تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو) اور اپنی قسموں کی حفاظت کیا

البتہ کفارہ کی ادائیگی قسم توڑنے کے بعد ہی ہوگی۔ قسم توڑنے سے پہلے اگر کفارہ دے دیا جائے تو وہ معتبر نہیں ہوگا کیونکہ کفارہ لازم ہونے کا سبب قسم توڑنا ہے جب تک قسم نہ ٹوٹے کفارہ واجب ہی نہیں ہوتا جیسے وقت سے پہلے نماز نہیں ہوتی اسی طرح قسم ٹوٹنے سے پہلے اس کا کفارہ بھی ادا نہیں ہوتا۔

[۱۲۳] اس آیت سے کفارہ کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ کفارہ کا لغوی معنیٰ ہے ''چھپانے والی چیز'' کسی نیک کام کو گناہ کا کفارہ قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیکی اس گناہ کو چھپا لیتی ہے۔

کفارہ کی تین صورتیں ہیں:

(۱) دس مسکینوں کو درمیانے درجے کا کھانا کھلانا جو وہ اپنے گھر والوں کو کھلاتا ہے۔

(۲) یا دس مسکینوں کو کپڑے دینا ہے۔ کپڑوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ کیسے اور کتنے ہوں میرے نزدیک کھانے کی طرح یہ بھی درمیانے درجے کے ہونے چاہیں جو وہ اپنے گھر والوں کو پہناتا ہے۔

(۳) یا غلام آزاد کرنا جو کہ اس دور میں ناپید ہو چکا ہے کیونکہ اسلامی اصولوں کی برکت سے غلامی کا رواج بتدریج ختم ہو گیا ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے سورہ النساء کی آیت نمبر ۳ اور حاشیہ نمبر ۷ ملاحظہ کریں۔

اگر مذکورہ تین صورتوں میں سے کسی ایک پر بھی قدرت نہ ہو تو تین دن کے لگاتار روزے رکھے جائیں تو بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کا کیا کہنا۔ بندہ جرم کر کے اپنے نامۂ اعمال کو داغدار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس داغ کو ڈھانپنے کی ایسی میٹھی سزا تجویز کرتا ہے جس سے اس کا جرم بھی چھپ جاتا ہے۔ اور مسکینوں کو کھانا یا کپڑے دینے کی صورت میں غریب پروری کے صلہ میں ان کی دعائیں لیتا ہے اور روزے رکھنے کی صورت میں روزے کی برکتوں سے فیضیاب ہوتا ہے۔ مثلاً حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''روزیدار کے منہ سے جو بو آتی ہے بارگاہِ خداوندی میں وہ کستوری سے بھی زیادہ محبوب ہے۔'' (مسلم: کتاب الصیام) سبحان اللہ! بندہ ایک طرف اپنے گناہ معاف کرا رہا ہے اور دوسری طرف اس کے منہ کی بو خدا کے قرب اور خوشنودی کا سبب بن رہی ہے۔ الحمد لله رب العالمین

Marfat.com

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٨٩﴾

کرو۔[۱۲۴] اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم شکریہ ادا کرو۔ [۱۲۵]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٩٠﴾

۹۰۔ اے ایمان والو! یہ شراب[۱۲۶] اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں۔شیطان کے کاموں سے ہیں۔سوان سے بچو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾

۹۱۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آنے والے ہو؟

[۱۲۴] یعنی قسم اٹھانے سے پہلے پوری طرح غور وفکر کرلو کہ اس قسم سے کسی کی حق تلفی یا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی تو نہیں ہوگی کیونکہ ایسی قسموں کا توڑنا ضروری ہے۔تفصیلات کے لئے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۴ اور حاشیہ نمبر ۱۸۳ ملاحظہ کریں۔البتہ جب کسی صحیح معاملہ میں بالارادہ قسم کھالی جائے تو پھر اس کی پوری طرح پابندی اور حفاظت ضروری ہے اور اگر اس کی خلاف ورزی ہوجائے تو اس کا کفارہ ادا کیا جائے۔

[۱۲۵] اس آیت میں قسم اور اس کے کفارہ کا بیان ہے۔غیر ارادی قسموں کو تو اللہ تعالیٰ بالکل معاف کر دیتا ہے ان پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا اور دانستہ قسم اٹھانے والے بھی اگر اپنی قسموں کو توڑ دیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کفارہ کی تین صورتیں بتائی ہیں ان میں سے جو بھی اس کے لئے آسان ہو اس پر عمل کر سکتا ہے (تفسیر ابن کثیر) اور اگر تینوں میں سے کسی ایک پر بھی قدرت نہ ہو تو صرف تین دن کے روزے رکھ کر بھی کفارہ ادا کر سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے کہ کس قدر سہولتیں اور آسانیاں فراہم کر رہا ہے اس کے باوجود بھی ہم اس کا شکر ادا نہ کریں تو ہم سے بڑھ کر ناشکر گزار کون ہوگا؟

[۱۲۶] سب سے پہلے اس آیت میں بیان کردہ پانچ عربی الفاظ کا مفہوم ملاحظہ کریں پھر شراب کے متعلق کچھ تفصیل سے عرض کروں گا۔

خمر: سے مراد ہر وہ شراب ہے جو انسانی عقل کو ڈھانپ دے اور اس کے ہوش وحواس کو معطل کر دے۔

میسر: سے مراد ہر قسم کا جوا ہے جس میں ایک انسان کو تو بغیر محنت کے بہت سی دولت مل جاتی ہے جب کہ کئی نادان پوری زندگی کی کمائی ضائع کر بیٹھتے ہیں۔پھر ساری عمر بھیک مانگتے ہیں اور اس برے فعل پر پچھتاتے رہتے ہیں۔

انصاب: سے مراد بت اور پتھر ہیں جن کی عبادت کی جاتی تھی اور ان کے لئے جانور بھی ذبح کئے جاتے تھے (صفوة التفاسیر) دوسرے لفظوں میں یہ بت پرستی تھی۔

Marfat.com

ازلام: سے مراد وہ تیر ہیں جن سے فال نکالی جاتی یا جوا کھیلا جاتا تھا۔ (تفصیل کے لئے اسی سورت میں پیچھے آیت نمبر ۳ حاشیہ نمبر ۹ ملاحظہ کریں۔)

رجس: کا معنیٰ ناپاکی، گندگی اور پاخانہ ہے۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ یہ لفظ حرام، عذاب، برے کام اور کفر کے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ (الرجس: القَذَر ویُعَبَّر به عن الحرام والفعل القبیح والعذاب والکفر: لسان العرب) قرآن مجید میں رجس کا لفظ دس مقامات پر موجود ہے اور ہر جگہ مذکورہ معانی میں سے کسی ایک پر دلالت کرتا ہے۔ اس آیت میں ناپاک اور حرام کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔

شراب کے متعلق احادیث اور روایات

(۱) عرب میں شراب عام تھی اور لوگوں کا ایکدم شراب چھوڑ دینا مشکل تھا اس لئے حرمتِ شراب کا حکم بتدریج نازل ہوا۔ محمد بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ شراب پیتے تھے اور جوا کھیلتے تھے مسلمانوں نے آپ ﷺ سے ان کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرمایئے ان دونوں میں بڑی خرابی ہے اگرچہ ان میں لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔ سورہ بقرہ: آیت نمبر ۲۱۹) تو لوگوں نے کہا اس آیت میں ہمارے لئے رخصت ہے لہٰذا ہم شراب پئیں گے اور جوا کھیلیں گے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں گے حتیٰ کہ مغرب کی نماز میں ایک امام نے سورہ کافرون اس طرح شروع کی قل یا ایها الکافرون اعبد ما تعبدون...... (اے کافرو! میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو) اور اسے پتہ نہ چلا کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے۔ (حالانکہ دانستہ ایسا پڑھنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے) تب یہ آیت نازل ہوئی۔

یا ایها الذین آمنوا لا تقربوا الصّلوة وانتم سُکارٰی (اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ سورۃ النساء: آیت نمبر ۴۳) پھر بھی لوگ شراب پیتے رہے اور جب نماز کا وقت آتا تو شراب پینا چھوڑ دیتے اور اس وقت نماز پڑھتے جب انہیں علم ہوتا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ وہ اسی معمول پر برقرار تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ "شراب اور جوا...... ناپاک ہیں...... کیا تم باز آنے والے ہو؟ (سورہ المائدہ آیات ۹۱-۹۰) ان آیات کے نزول کے بعد مسلمانوں نے کہا۔ اے رب! ہم باز آگئے، ہم باز آگئے۔ (تفسیر جامع البیان لابن جریر طبری۔ سنن نسائی: کتاب الأشربة: باب ۱)

(۲) ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں: جمہور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت شراب کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر فرمایا تھا کہ اس آیت نے شراب کو حرام قرار دیا ہے۔ (تفسیر البحر المحیط)

Marfat.com

(۳) احادیث وروایات اور دیگر آیات جن میں حرمتِ شراب کے شواہد ملتے ہیں اگر وہ موجود نہ ہوں تو بھی صرف یہی دو آیات حرمتِ شراب کے لئے کافی ہیں کیونکہ جس شدت کے ساتھ شراب کی مذمت ان آیات میں بیان کی گئی ہے کسی اور چیز کی مذمت میں اتنا زور نہیں ہے۔

(۴) قرآن مجید کے اولین مخاطبین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جو اہل زبان تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے براہ راست قرآن مجید سنتے تھے اور اگر کسی حکم میں شبہ ہوتا تو وضاحت کے لئے سوال کرتے تھے۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنا تو انہوں نے توبہ کا اعلان کر دیا اور دوبارہ تاکید کے ساتھ اقرار کیا: ہم باز آ گئے، ہم باز آ گئے۔ کیونکہ انہیں شراب کی حرمت میں اب کوئی شبہ نہیں تھا۔

(۵) اس آیت کے نزول کے بعد جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شراب کی حرمت اور شراب پینے والے کے انجام بد کا یقین ہو گیا تو اپنے مرنے والے مسلمان بھائیوں کے متعلق پریشان ہو گئے اور پوچھا۔ ''اے اللہ کے رسول! ہمارے ان مسلمان بھائیوں کا کیا بنے گا جو اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے فوت ہو چکے ہیں حالانکہ وہ شراب پیتے تھے۔'' تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی ''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان پر کوئی گناہ نہیں۔ جو کچھ وہ (ان احکام کے نازل ہونے سے پہلے) کھا پی چکے۔'' (احمد: جلد اول: ص ۲۳۴) کیونکہ اس وقت شراب پینا گناہ نہیں تھا لہٰذا وہ نافرمان نہیں تھے بلکہ اہل ایمان اور اہل تقویٰ تھے اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر ان کے زمانہ میں شراب حرام کی جاتی تو وہ بھی شراب چھوڑ دیتے جس طرح تم نے چھوڑ دی ہے۔'' (تفسیر در منثور اور تفسیر ابن کثیر)

(۶) حضرت ابن عباس ﷠ نے فرمایا: جب شراب کو حرام کر دینے والی یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے پاس گئے اور کہنے لگے شراب حرام کر دی گئی ہے اور اسے شرک کی مثل قرار دیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بتوں کے لئے جانور ذبح کرنے کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے جو کہ شرک ہے۔ (تفسیر قرطبی)

(۷) جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے منادی کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ مدینہ کی گلیوں میں منادی کر دے۔ خبردار۔ غور سے سن لو! بے شک شراب حرام کر دی گئی ہے۔ (یہ اعلان سنتے ہی) شراب کے مٹکے توڑ دیئے گئے حتیٰ کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔ (تفسیر قرطبی)

(۸) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دائمی شراب پینے والا بت پرست کی طرح ہے۔ (ابن ماجة: حدیث نمبر ۳۳۷۵: کتاب الأشربة) یعنی بتوں کی پوجا کرنا بھی حرام ہے اور شراب پینا بھی حرام ہے۔

(۹) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ والدین کا نافرمان، دائمی شراب پینے والا اور احسان جتانے والا۔ (نسائی: کتاب الزکوۃ: باب ۶۹)

Marfat.com

(۱۰) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر، اس کو کشید کرنے والے پر، کشید کرانے والے پر، اس کے پینے والے پر، اس کے پلانے والے پر، اس کو اُٹھانے والے پر، اُس شخص پر جس کے لئے شراب اُٹھا کر لائی جائے، اس کے بیچنے والے پر، اس کے خریدنے والے پر اور اس کی قیمت کھانے والے پر۔ (تفسیر ابن کثیر)

(۱۱) حضرت عمر فاروق ؓ نے منبر رسول پر اپنے خطبہ میں فرمایا۔ اے لوگو! شراب کو حرام کرنے والا حکم نازل ہو گیا اور شراب پانچ چیزوں سے ہے انگور سے، کھجور سے، شہد سے، گندم سے اور جو سے اور شراب سے مراد وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانپ دے۔ (بخاری: تفسیر القرآن: سورہ مائدہ) صحابہ کرام ؓ کے سامنے حضرت عمر ؓ نے یہ اعلان فرمایا اور کسی نے اعتراض نہیں کیا اس سے حرمتِ شراب پر صحابہ کرام ؓ کا اجماع ثابت ہوتا ہے۔

(۱۲) حضرت عثمان ؓ نے فرمایا: شراب سے اجتناب کرو کیونکہ یہ تمام برائیوں کی ماں ہے (یعنی اس سے کئی برائیاں جنم لیتی ہیں)۔ تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص عبادت گزار تھا اس پر ایک بدکار عورت فریفتہ ہو گئی اس نے اپنی خادمہ اس عابد کی طرف بھیجی اور گواہی دینے کے بہانے اسے اپنے پاس بلوایا جب وہ عابد اس کے پاس پہنچا تو خادمہ نے دروازہ بند کر دیا۔ اس عابد نے دیکھا وہاں ایک حسین عورت ہے۔ اس کے پاس ایک بچہ ہے اور ایک شراب کا برتن ہے۔ اس عورت نے کہا۔ خدا کی قسم! میں نے تجھے گواہی کیلئے نہیں بلایا بلکہ اس لئے بلایا ہے کہ تو میرے ساتھ بدکاری کرے یا اس شراب سے ایک پیالہ پیئے یا اس بچہ کو قتل کرے۔ اس عابد نے (تینوں میں سے شراب کو کم تر برائی تصور کرتے ہوئے) کہا مجھے اس شراب کا ایک پیالہ پلا دے۔ اس عورت نے اس عابد کو ایک پیالہ شراب پلائی۔ اس نے کہا اور پلاؤ پھر اس نے (بے ہوشی میں) اس عورت سے بدکاری کی اور اس بچے کو بھی قتل کر دیا۔ لہٰذا شراب سے اجتناب کرو۔ خدا کی قسم! شراب نوشی کے ساتھ ایمان باقی نہیں رہتا۔ (نسائی: کتاب الأشربة: باب ۴۴)

(۱۳) ایک دفعہ حضرت عمر ؓ کو اطلاع ملی کہ شام میں کچھ لوگوں نے شراب پی اور ساتھ دعویٰ بھی کیا کہ شراب حلال ہے۔ حضرت علی ؓ اور حضرت عمر ؓ نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے۔ اگر وہ توبہ نہ کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے کیونکہ وہ شراب کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھے وہ کافر ہے۔ (تفسیر البحر المحیط اور احکام القرآن للجصاص)

(۱۴) حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے اس آیت کو شراب حرام کرنے والی آیت کے نام سے یاد کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے قرآن مجید اللہ تعالیٰ سے پڑھا اور اس آیت کا مطلب حرمتِ شراب بتایا۔ صحابہ کرام ؓ نے قرآن مجید حضور اکرم ﷺ سے پڑھا اور اس آیت کو حرمتِ شراب کا اعلان سمجھا۔ اب چودہ سو سال بعد کسی عام عالم سے قرآن پڑھنے والے اگر شراب کو حرام کہنے سے انکار کریں تو فیصلہ قارئین خود کر سکتے ہیں کہ ان میں سے کون صحیح ہے؟

Marfat.com

شراب کے متعلق بائبل کا بیان

1- Now the Lord instructed Aaron, "Never drink wine or strong drink when you go into the Tabernacle, lest you die; and this rule applies to your sons and to all your descendants from generation to generation. Your duties will be to arbitrate for the people, to teach them the difference between what is holy and what is ordinary, what is pure and what is impure. (The Living Bible 1975 : Leviticus : 10 : 8-10)

اب خداوند نے ہارون (علیہ السلام) کو حکم دیا! جب تم عبادت خانہ میں جاؤ اور تمہیں مرنے کا خطرہ نہ ہو تو کبھی بھی شراب نہ پیو۔ یہ حکم تیرے بیٹوں اور تیری اولاد سے آنے والی تمام نسلوں کے لئے نافذ العمل ہے۔ تمہاری ڈیوٹی یہ ہے کہ تم لوگوں کو پاک اور ناپاک کا فرق بتاؤ۔

2- Don't let the sparkle and the smooth taste of strong wine deceive you. For in the end it bites like a poisonous serpent; it stings like an adder. You will see hallucinations and have delirium tremens, and you will say foolish, silly things that would embarrass you no end when sober. You will stagger like a sailor tossed at sea, clinging to a swaying mast. (The Living Bible 1975 : Proverbs : 23 : 31-34)

جگمگ کرتے خوش گوار شراب کو یہ موقع نہ دو کہ وہ تمہیں دھوکہ دے کیونکہ آخر کار شراب ایک زہریلے سانپ کی طرح کاٹتا ہے۔ اس میں فریب نظر اور دیوانگی ہے۔ تو حماقت اور بے وقوفی کی باتیں کرے گا اور جب تو ہوش میں آئے گا تو یہ باتیں تجھے پریشان کریں گی۔ تو سمندر میں پھینکے گئے ملاح کی طرح ڈگمگائے گا جو کہ ڈگمگاتی لکڑی کے شہتیر کے ساتھ چمٹا ہوا ہو۔

3- Don't drink too much wine, for many evils lie along that path; be filled instead with the Holy Spirit, and controlled by him. (The Living Bible 1975 : Ephesians : 5 : 18)

زیادہ شراب نہ پیو کیونکہ اس میں بہت سی برائیاں ہیں۔ اس کی بجائے مقدس روح سے اپنے آپ کو شرابور رکھو۔

شراب پینا حرام ہے

(۱) کچھ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں شراب کے متعلق حرام کا لفظ نہیں ہے لہٰذا شراب پینے کو حرام کہنا درست نہیں۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ قرآن مجید میں شیر، چیتا، کتا، بلی اور چیل وغیرہ کا گوشت کھانے کے متعلق بھی حرام کا لفظ نہیں ہے تو جو لوگ حدیث کی رو سے کتے اور بلی کا گوشت کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ (مسلم : کتاب الصید : باب ۳ اور ابن ماجة: کتاب الصید: حدیث نمبر ۳۲۵۰) انہیں حدیث کی رو سے شراب کو حرام سمجھنے میں کیا رکاوٹ ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہر نشہ والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔'' (مسلم : کتاب الأشربة : باب ۷ : حدیث ۲۰۰۳)

Marfat.com

(۲) قرآن مجید میں شراب پینے کے متعلق رِجس کا لفظ استعمال ہوا ہے جو کہ حرام کا ہم معنیٰ ہے۔(لسان العرب) لہٰذا شراب حرام ہے۔

(۳) رِجس کا لغوی معنیٰ گندگی اور پاخانہ ہے اور یہ ایسا بدیہی حرام ہے جس کو مسلمان اور غیر مسلم دونوں فطری طور پر حرام سمجھتے ہیں اور اس سے دور بھاگتے ہیں۔لہٰذا کسی چیز کو رجس کہہ دینا اسے حرام کہنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔

(۴) سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۴۶ میں مردار اور خنزیر کے گوشت کو حرام کہا گیا ہے اور اس کی وجہ بیان کی گئی کہ وہ رجس (ناپاک) ہیں۔اور اس آیت میں شراب کو بھی رجس کہا گیا ہے۔اب اگر مردار اور خنزیر کا گوشت رجس ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے تو شراب بھی حرام ہے کیونکہ قرآن مجید نے اس کو بھی رجس کہا ہے۔

(۵) کوئی بھی حرام کام جس کے ارتکاب سے انسان گھبراتا ہے شراب کا نشہ اس کے لئے آسانی پیدا کر دیتا ہے۔چونکہ شراب کا نشہ حرام کام کے ارتکاب کا سبب بن سکتا ہے اس لئے شراب حرام ہے۔جیسا کہ ایک صحابی نے شراب کے نشہ میں قرآن مجید کو اس انداز میں پڑھا جس سے کفر لازم آتا ہے اور ایک عابد نے شراب کے نشہ میں بدکاری اور قتل ناحق کا ارتکاب کیا۔(ان کے حوالہ جات اسی حاشیہ میں پہلے گزر چکے ہیں۔)

(۶) شرابی جنت میں نہیں جائے گا۔(نسائی: کتاب الزکوۃ: باب ۶۹) اور جنت میں وہی نہیں جاتا جو حرام کام کرتا ہے لہٰذا شراب حرام ہے۔

(۷) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شراب کو بت پرستی کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے اور بت پرستی حرام ہے۔لہٰذا شراب بھی حرام ہے۔

(۸) یہ شیطانی کام ہے اور شیطان انسان کو حرام کام کرنے کی ترغیب دیتا ہے لہٰذا شراب حرام ہے۔

(۹) نماز سے روکنا حرام ہے۔(تفسیر ابن عباس : سورۃ الجمعة) اور شراب کا نشہ نماز میں رکاوٹ بنتا ہے لہٰذا شراب حرام ہے۔

(۱۰) اللہ کے ذکر سے روکنا حرام ہے اور شراب کا نشہ اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتا ہے لہٰذا شراب حرام ہے۔

(۱۱) شراب کے ذریعہ شیطان بغض پیدا کرتا ہے اور بغض پیدا کرنا حرام ہے لہٰذا شراب حرام ہے۔

(۱۲) شراب کے ذریعہ شیطان انسانوں میں عداوت پیدا کرتا ہے اور عداوت پیدا کرنا حرام ہے لہٰذا شراب حرام ہے۔

نوٹ: شراب کے نشہ میں انسان ایسی راز کی باتیں کہہ جاتا ہے جو آپس میں بغض اور عداوت کا سبب بن جاتی ہیں۔

(۱۳) شراب دولت کو ضائع کرتی ہے اور اپنی دولت کو ضائع کرنا حرام ہے لہٰذا شراب حرام ہے۔

(۱۴) شراب سے کئی بیماریاں جنم لیتی ہیں جیسے Cirrhosis of liver اور دانستہ اپنے آپ کو بیمار کرنا حرام ہے لہٰذا شراب حرام ہے۔

Marfat.com

(۱۵) عقل انسان کو جانوروں سے ممتاز کرتی ہے اور شراب کے نشہ میں انسان جانور بن جاتا ہے تو جو چیز انسان کو جانور بنادے اسے حرام نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟

(۱۶) عقل انسان کو حرام سے بچاتی ہے لیکن شراب عقل کو ضائع کرتی ہے لہٰذا شراب حرام ہے۔

(۱۷) شراب سے اجتناب کرنے کا حکم ہے اور جس سے اجتناب کرنا واجب ہو اس کا ارتکاب کرنا حرام ہے۔

(۱۸) شراب سے اجتناب کرنے میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے ارتکاب میں دنیا و آخرت کی ناکامی ہے اور جو چیز دونوں جہاں میں ناکامی کی موجب ہو وہ حرام ہے۔

(۱۹) شراب کے نشہ میں انسان ایسی راز کی باتیں کہہ جاتا ہے جن سے اس کی زندگی کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ جو چیز انسان کی زندگی کے لئے خطرہ ثابت ہوسکے اسے حرام نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟

(۲۰) بائبل میں لکھا ہے کہ شراب کا نشہ انسان کے لئے بے وقوفی، حماقت اور دیوانگی کا باعث ہے جو بالآخر انسان کو زہریلے سانپ کی طرح کاٹتا ہے۔ (لیونگ بائبل: امثال: ۲۳: ۳۱۔ ۳۴) زہریلے سانپ کے قریب جانا حرام ہے لہٰذا شراب کے قریب جانا بھی حرام ہے۔

(۲۱) الغرض جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ناپاک، پلید اور شیطانی عمل فرمایا اور ان سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اگر وہ حلال ہیں تو پھر حرام کون سی چیزیں ہوں گی؟

نوٹ: شراب کے متعلق مزید تفصیلات کے لئے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۹ اور حاشیہ نمبر ۱۷۸ ملاحظہ کریں۔

شرابی کی سزا

حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں شراب پینے والے کے لئے کوئی خاص سزا مقرر نہ تھی۔ جو شخص اس جرم کا ارتکاب کرتا اسے جوتے، ڈنڈے اور مکے وغیرہ مارے جاتے۔ (تفسیر قرطبی) البتہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک شرابی لایا گیا تو اسے تقریباً ۴۰ ڈنڈے مارے گئے۔ (مسلم: کتاب الحدود: باب ۸) حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۴۰ کوڑے مارے جاتے تھے۔ (بخاری: کتاب الحدود: باب ۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانے میں بھی چالیس کوڑوں کی سزا ہی برقرار رہی پھر جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ شراب پینے سے باز نہیں آتے اور اس کے مفاسد بڑھتے جارہے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے اسی کوڑے سزا مقرر کردی (بخاری: کتاب الحدود: باب ۴) اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ شرابی جب مدہوش ہوتا ہے تو ہذیان بکتا ہے اور تہمت لگاتا ہے اور تہمت کی سزا قرآن مجید میں اسی کوڑے ہے لہٰذا شرابی کو بھی اسی کوڑے لگائے جائیں۔ (تفسیر المنار)

Marfat.com

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٩٢﴾

۹۲۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور محتاط رہو [۱۲۷] پھر اگر تم نے روگردانی کی تو خوب جان لو کہ ہمارے رسول پر تو صرف (احکام کو) صاف طور سے پہنچا دینا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٣﴾ ع ۱۲/۲

۹۳۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔ ان پر کوئی گناہ نہیں جو کچھ وہ (ان احکام کے نازل ہونے سے پہلے) کھا پی چکے۔ [۱۲۸] جبکہ وہ پہلے بھی (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے تھے اور ایمان رکھتے تھے اور نیک عمل کیا کرتے تھے پھر (ان احکام کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے رہے اور ایمان پر قائم رہے۔ پھر (ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے رہے اور اچھے کام کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

---

[۱۲۷] یعنی اللہ تعالیٰ نے جو احکام قرآن مجید میں نازل فرمائے یا جن احکام کی نشاندہی حضور اکرم ﷺ نے حدیث پاک میں فرمائی۔ تم ان سب کی نافرمانی سے بچو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے اور اگر تم نے احتیاط سے کام نہ لیا اور ان احکام سے روگردانی کی تو پھر یاد رکھو حضور اکرم ﷺ کا جو فرضِ تبلیغ تھا وہ تو انہوں نے پوری دیانتداری کے ساتھ ادا کر دیا ہے اب تمہارے پاس کسی عذر کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

[۱۲۸] جب حرمتِ شراب کا حکم نازل ہوا تو صحابہ کرام اپنے مرنے والے مسلمان بھائیوں کے متعلق پریشان ہو گئے اور پوچھا۔ ''اے اللہ کے رسول! ہمارے ان مسلمان بھائیوں کا کیا بنے گا جو اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے فوت ہو چکے ہیں حالانکہ وہ شراب پیتے تھے۔'' تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان پر کوئی گناہ نہیں جو کچھ وہ (ان احکام کے نازل ہونے سے پہلے) کھا پی چکے۔'' (احمد : جلد اول : ص ۲۳۴) کیونکہ اس وقت شراب پینا گناہ نہیں تھا لہٰذا وہ نافرمان نہیں تھے بلکہ اہل ایمان و اہل تقویٰ تھے اور حضور اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا۔ ''اگر ان کے زمانہ میں شراب حرام کی جاتی تو وہ بھی شراب چھوڑ دیتے جس طرح تم نے چھوڑ دی ہے۔'' (تفسیر در منثور اور تفسیر ابن کثیر) نیز اس آیت میں صحابہ کرام ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جو مسلمان اس حکم کے نزول سے پہلے شراب پیتے تھے انہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ پہلے اس کی اجازت تھی ہاں اس حکم کے نازل ہونے کے بعد جو شراب پئیں گے وہ قابل گرفت ہوں گے اور جو توبہ کر کے تقویٰ اور احسان کے راستہ پر گامزن رہیں گے ان سے گذشتہ شراب پینے پر مواخذہ نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ، تقویٰ اور اچھے کاموں کے عوض ان سے محبت کرے گا۔

Marfat.com

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾

۹۴۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تمہیں ایسے شکار سے ضرور آزمائے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکتے ہیں [۱۲۹] تاکہ اللہ یہ جان لے (پہچان کرادے) کہ کون اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے۔ سو جس نے (تنبیہ) کے بعد حد سے تجاوز کیا اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ

۹۵۔ اے ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار نہ مارو۔ اور تم میں سے جس نے جان بوجھ کر شکار کو قتل کیا تو اس کی جزا یہ ہے [۱۳۰] کہ اسی قسم کا جانور دے جو

---

[۱۲۹] اہل عرب کو شکار سے ایک خصوصی دلچسپی تھی کیونکہ ان میں سے اکثر جانوروں اور پرندوں کا شکار کر کے گزر اوقات کیا کرتے تھے۔ لیکن احرام کی حالت میں جب اللہ تعالیٰ نے انہیں شکار کرنے سے منع فرمادیا تو یہ ان کے لئے بڑا صبر آزما مرحلہ تھا۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ شکار کثرت میں موجود ہوں اور ان کو پکڑنا یا نشانہ بنانا بالکل آسان ہو۔ اس حکم سے اہل ایمان کا امتحان لیا جارہا ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ کون اللہ تعالیٰ سے ڈر کر شکار سے باز رہتا ہے اور کون اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے دردناک عذاب کا مستحق بنتا ہے۔

نیز حلال شکار سے عارضی طور پر اجتناب کرنے سے انسان کے اندر ضبطِ نفس کا جذبہ مضبوط ہو جاتا ہے جو بالآخر سے حرام کاموں سے اجتناب کرنے میں مدد دیتا ہے۔

[۱۳۰] حالتِ احرام میں شکار کرنا منع ہے لیکن اگر کوئی انسان احرام کی حالت میں جان بوجھ کر شکار کو مار ڈالے تو اس کی سزا یہ ہے کہ وہ درج ذیل تین طریقوں میں سے کسی ایک پر عمل کرے۔

۱۔ شکار کردہ جانور کی قیمت کا اندازہ اس علاقے کے دو معتبر آدمی کریں جس علاقے میں وہ شکار کیا گیا پھر شکار کرنے والا اس قیمت سے جانور خریدے اور اس جانور کو حرم میں لا کر ذبح کرے اور وہاں کے فقراء میں اس کا گوشت تقسیم کردے۔

۲۔ یا اس قیمت سے غلہ خریدے اور دو کلوگرام گندم یا چار کلوگرام کھجور فی کس کے اعتبار سے اسی علاقے میں یا حرم شریف میں لا کر مسکینوں میں تقسیم کردے۔

۳۔ یا اس کی قیمت سے دو کلوگرام گندم فی کس کے اعتبار سے جتنے مسکینوں میں وہ غلہ تقسیم ہو سکتا ہے اتنے روزے رکھے یعنی اس کی قیمت سے اگر دس کلوگرام گندم مل سکتی ہے تو یہ گندم پانچ مسکینوں میں تقسیم ہوگی لہٰذا یا تو پانچ مسکینوں میں یہ گندم تقسیم کردے یا پانچ روزے رکھ لے۔

Marfat.com

ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ
كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ أَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ
صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ أَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ
عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ
مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٩٥﴾

اس نے قتل کیا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں درآں حالیکہ یہ قربانی کعبہ کو پہنچنے والی ہو یا کفارہ ادا کرے (اور وہ) یہ کہ چند مساکین کو کھانا دے یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ وہ اپنے کئے کی سزا چکھے۔ جو گزر چکا اس کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا [۱۳۱] اور جس نے دوبارہ یہ کام کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا اور اللہ تعالیٰ غالب ہے انتقام لینے والا ہے۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا
لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ
الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ
إِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٩٦﴾

۹۶۔ تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لئے اور خشکی کا شکار تم پر حرام کیا گیا ہے جب تک تم احرام کی حالت میں ہو [۱۳۲] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تم جمع کئے جاؤ گے۔

---

[۱۳۱] اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے جس کسی نے احرام کی حالت میں شکار کیا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے لیکن اس حکم کے بعد جس نے احرام کی حالت میں شکار کیا تو وہ توبہ کرے اور مذکورہ تین طریقوں میں سے کسی ایک کے ذریعہ اس کا تاوان بھی ادا کرے۔ اور اگر وہ تاوان ادا نہیں کرے گا تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے انتقام اور عذاب کا شکار ہوگا۔
نوٹ: موذی جانور مثلاً سانپ، بچھو اور باؤلا کتا وغیرہ کو احرام کی حالت میں بھی مارنے کی اجازت ہے کیونکہ یہ انسانی جان کے لئے خطرہ ہیں جس کی حفاظت فرض ہے۔

[۱۳۲] حج وعمرہ پر انسان اس لئے جاتا ہے تاکہ زندگی کے کچھ ایام صرف اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے وقف کر دے اس لئے ایسی چیزوں سے اسے منع کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں رکاوٹ بن سکتی ہیں جن میں سے ایک شکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے احرام کی حالت میں خشکی کا شکار منع کر دیا کیونکہ اس کے مواقع بہت زیادہ تھے لیکن پانی کے شکار کی اجازت دے دی کیونکہ اس کا موقع بہت کم میسر آتا ہے۔ حرم شریف کی حدود میں تو کوئی دریا یا نہر ہے ہی نہیں کہ ان میں شکار کیا جائے البتہ وہ لوگ جو سمندر کے راستے سے مکہ حاضری دیتے ہیں انہیں احرام کے بعد محدود وقت کے لئے سمندر میں شکار کا موقع مل سکتا ہے اور بعض دفعہ سمندر میں زادِ راہ ختم ہو جانے سے شکار ان کی ضرورت بھی بن سکتا ہے لہٰذا انہیں سمندری شکار کی اجازت ہے تاکہ وہ شکار سے فائدہ اٹھا سکیں۔

Marfat.com

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾

۹۷۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو عزت والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنایا ہے۔ [۱۳۳] اور حرمت والے مہینہ کو اور حرم میں قربان ہونے والے جانور کو اور گلے میں پٹے پڑے ہوئے جانوروں کو تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

اس آیت کے آخر میں تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی سے بچو کیونکہ ایک دن سب کو اس کے حضور جمع ہونا ہے جہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

نوٹ: خشکی کا شکار صرف احرام کی حالت میں حرام ہے۔ احرام کھولنے کے بعد اس کی اجازت ہے۔ پانی کا شکار ہر حالت میں جائز ہے چاہے احرام میں ہو یا بغیر احرام کے۔ حرم شریف کا شکار ہر حال میں حرام ہے چاہے احرام میں ہو یا بغیر احرام کے کیونکہ حرم میں رہنے والے جانور اللہ تعالیٰ کی امان میں ہیں۔

[۱۳۳] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلی چیز کعبہ جو کہ عزت والا گھر ہے۔ دوسری چیز حرمت والے چار مہینے ہیں یعنی رجب ، ذوالقعدة ، ذوالحجة اور محرم۔ (ذوالقعدة اور ذوالحجة میں لوگ حج کے لئے سفر کرتے۔ محرم میں حج سے واپس جاتے اور رجب میں عمرہ کے لئے سفر کرتے) تیسری چیز قربانی کے جانور جن کو حاجی حرم شریف میں ذبح کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور چوتھی چیز وہ جانور جن کو حاجی حرم شریف میں ذبح کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے جاتے اور ان کے گلے میں قربانی کی نشانیاں آویزاں کر دیتے تھے۔

ان مذکورہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص عزت اور عظمت عطا فرمائی ہے یعنی ان چیزوں کو لوگوں کی امن وسلامتی، حفظ و بقاء اور طلب معاش کا سبب بنایا۔ نیز بہت سے دینی اور دنیاوی معاملات بھی ان سے وابستہ کر دیئے۔

عرب کے اکثر لوگ غریب تھے۔ مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے اور اکثر ایک دوسرے سے برسرپیکار تھے۔ تجارتی قافلوں کو لوٹ لیتے۔ نہ کوئی حکومت تھی اور نہ کوئی قانون بلکہ ہر طرف بدامنی اور خوف وہراس کا دور دورہ تھا۔ اگر سارا سال حالات ایسے ہی رہتے تو کمزور قبیلے ظلم کی چکی میں پس کر رہ جاتے اور غریب بے چارے بھوک سے مرجاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو زمین وآسمان کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اس نے اہل عرب پر کرم فرمایا اور ان کے دلوں میں کعبہ، حرمت والے مہینے اور قربانی کے جانوروں کا احترام پیدا کر دیا جس کی بدولت سال کا تیسرا حصہ یعنی پورے چار مہینے وہ لوٹ مار اور قتل وغارت سے باز آجاتے اور اس طرح پورے ملک میں تجارتی قافلے امن وسکون کے ساتھ سفر کرتے اور غریب لوگ ان چار ماہ میں تجارت کے ذریعہ

Marfat.com

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٨﴾

۹۸۔ خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا (بھی) ہے۔ [۱۳۴] اور بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا (بھی) ہے۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٩٩﴾

۹۹۔ رسول پر تو صرف پیغام پہنچانے کی ذمہ داری ہے۔ [۱۳۵] اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

سال بھر کی معیشت جمع کر لیتے اور حرم شریف میں تو بہت بڑی سالانہ منڈی کا انتظام ہوتا تھا۔ اس طرح اہل عرب کی معاشی کفالت کا سامان پیدا ہو جاتا اور قربانی کے جانور حرم شریف میں پہنچ جاتے اور اس بے آب و گیاہ علاقہ کے غریب لوگوں کی معیشت کو بھی سہارا مل جاتا اور حرم شریف کو تو پورے سال کے لئے ایسی عزت عطا فرمائی کہ باپ کا قاتل بھی اگر وہاں آ جاتا تو اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا جاتا۔ ان دنیاوی مفادات کے علاوہ حج وعمرہ کی سعادت حاصل کرنے کا ذریعہ کعبہ تھا اور قربانی کے جانور حرم شریف تک لے جانے کا ذریعہ حرمت والے مہینے تھے وگرنہ قافلوں کو لوٹ لیا جاتا۔

[۱۳۴] یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے اور جو توبہ کر کے فرمانبردار بن جائے گا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب کو دیکھ کر مایوس ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ خلوصِ نیت سے توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ اسی طرح اس کی وسیع رحمت کو دیکھ کر نافرمانی کی جرأت نہ کرو وگرنہ اس کی سزا بھی بہت سخت ہے۔ الغرض ایک طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت پر امید رکھنا اور دوسری طرف اس کی سزا سے ڈرتے رہنا۔ ایسا حسین توازن ہے جس سے انسان کے ایمان میں نکھار اور اس کے اعمال میں اعتدال پیدا ہوتا ہے۔ امام ابوزہرہ ؒ لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "اگر مؤمن کے خوف (خداوندی) اور اس کی امید (رحمت) کا وزن کیا جائے تو دونوں کا وزن برابر ہوگا۔" (زهرة التفاسير)

☆ اس آیت کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نرمی کی آیت سختی کی آیت کے ساتھ اور سختی کی آیت نرمی کی آیت کے ساتھ ذکر فرمائی تاکہ مؤمن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی رغبت اور اس کی سزا کا خوف پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ سے باطل امید نہ کرنے لگے اور اپنے آپ کو تباہی میں نہ ڈالے۔ (تفسیر در منثور)

[۱۳۵] حضورِ اکرم ﷺ کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام انسانوں تک پہنچا دیں جو آپ ﷺ نے پوری دیانتداری کے ساتھ پہنچا دیا۔ اب اس پر عمل کرنا انسانوں کی ذمہ داری ہے اور جو اس پر عمل نہیں کرتے انہیں اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن، ان کے قول و فعل اور ان کے نفاق و اخلاص سے خوب آگاہ ہے اور اسی کے مطابق وہ انسانوں

Marfat.com

قُلۡ لَّا یَسۡتَوِی الۡخَبِیۡثُ وَ الطَّیِّبُ وَلَوۡ اَعۡجَبَکَ کَثۡرَۃُ الۡخَبِیۡثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ یٰۤاُولِی الۡاَلۡبَابِ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۳

۱۰۰۔ آپ فرمادیجئے! ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ ناپاک کی کثرت آپ کو اچھی لگتی ہو۔ [۱۳۶] اے عقل والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَسۡـَٔلُوۡا عَنۡ اَشۡیَآءَ اِنۡ تُبۡدَ لَکُمۡ تَسُؤۡکُمۡ ۚ وَ اِنۡ تَسۡـَٔلُوۡا عَنۡهَا

۱۰۱۔ اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔ [۱۳۷] اور اگر تم ایسے وقت پوچھو گے جب قرآن نازل کیا

کو ثواب اور عذاب دے گا۔ یعنی جو حضورِ اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین پر عمل کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سے فیضیاب ہوں گے اور جو اس کا انکار کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے دوچار ہوں گے۔

اس کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پوری دیانتداری کے ساتھ پہنچادیا اب امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس پیغامِ حق کو آنے والی نسلوں تک پہنچائے اور اس میں کمی بیشی نہ کرے اور جو اس میں سے کچھ چھپانے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کے ظاہر و باطن سے خوب آگاہ ہے اور ان کی نیتوں کے مطابق انہیں جزا اور سزا دے گا۔

[۱۳۶] دنیا میں ناپاک چیزیں بھی کثرت سے پائی جاتی ہیں اگر کوئی انسان ان کی کثرت سے مرعوب ہو کر ان کو اچھا تصوّر کرنے لگے یا ان کی ظاہری خوبصورتی کو دیکھ کر ان کا گرویدہ ہوجائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ناپاک چیزیں اچھی ہوگئی ہیں۔ بلکہ جس طرح خیر و شر، روشنی و تاریکی، عالم و جاہل اور دوزخی و جنتی برابر نہیں ہوسکتے اسی طرح ناپاک چیزیں بھی پاک چیزوں کے برابر نہیں ہوسکتیں۔

الغرض کسی چیز کے اچھا یا برا ہونے میں کسی انسان کی ذاتی پسند کا دخل نہیں ہے اور نہ ہی کسی چیز کی کثرت اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اچھی ہے دراصل جس چیز کو اللہ تعالیٰ پسند کرے وہی پاک بھی ہے اور اچھی بھی، چاہے وہ بہت کم ہو اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرے وہ ناپاک بھی ہے اور بری بھی چاہے وہ بہت زیادہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی خاصیت اور انسانی ضرورت دونوں سے بخوبی آگاہ ہے اور انسان کے لئے وہی چیزیں پسند کرتا ہے جو اس کے لئے مفید ہیں لہٰذا اہل عقل کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے اور ناپاک سے دامن بچا کر پاک لوگوں اور پاک چیزوں سے وابستہ رہنا چاہیے تا کہ فلاحِ دارین کے مستحق قرار پائیں۔

[۱۳۷] بعض لوگ حضورِ اکرم ﷺ سے عجیب و غریب اور غیر ضروری سوالات پوچھتے جو حضورِ اکرم ﷺ کی طبیعت پر گراں گزرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سوالات سے منع فرمایا۔ مثال کے طور پر:

Marfat.com

۱۔ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ سے ازراہِ مذاق سوال کرتے تھے۔ کوئی کہتا کہ میرا باپ کون ہے؟ کوئی پوچھتا میری اونٹنی گم ہو گئی ہے وہ کہاں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (بخاری: تفسیر القرآن: سورہ المائدہ) صحابہ کرام ؓ کا بارگاہ نبوی کا ادب واحترام ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایسے سوالات کرتے ہوں گے۔ غیر شعوری طور پر اور لاعلمی میں کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہو تو الگ بات ہے۔ البتہ اس وقت منافقین بھی بظاہر مسلمان ہی شمار ہوتے تھے اس لئے میرے خیال میں ایسی ناشائستہ حرکات کے اصل محرک منافقین ہی ہوں گے۔

۲۔ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ سے بکثرت سوال کرتے اور بار بار اصرار کرتے۔ تو ایک دن حضور اکرم ﷺ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا۔ آج تم جس چیز کے متعلق مجھ سے سوال کرو گے میں تمہیں اس چیز کے بارے میں کھول کر بیان کروں گا۔ (پوچھو کیا پوچھتے ہو؟) حضرت انس ؓ کہتے ہیں یہ سن کر میں نے دائیں بائیں دیکھا ہر شخص اپنے کپڑوں میں سر ڈالے ہوئے رو رہا تھا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ جن کے نسب کے متعلق لوگ شبہ کرتے تھے اُٹھے اور عرض کی۔ یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ (آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ سوال میرے علم سے بالاتر ہے بلکہ اپنے خداداد وسیع علم کا اظہار کرتے ہوئے) فرمایا۔ تیرا باپ حذافہ ہے..... (مسلم: کتاب الفضائل: حدیث نمبر ۱۳۷)

۳۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے لہٰذا حج کرو۔ تو ایک شخص نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال (حج فرض ہے)؟ حضور اکرم ﷺ خاموش رہے اس نے دوبارہ اور سہ بارہ اپنا سوال دہرایا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور اگر ایسا ہو جاتا تو ہر سال حج کرنا تمہارے لئے ممکن نہ ہوتا۔ (مسلم: کتاب الحج: حدیث ۴۱۲)

نبی اس مقدس انسان کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عطا سے غیب اور مستقبل کی خبریں دیتا ہے۔ (المنجد) لہٰذا اس کی بارگاہ میں ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو جن کا اظہار تمہارے لئے مشکلات پیدا کر دے اور پھر پچھتانے لگو کہ کاش یہ سوال نہ کرتے تو بہتر ہوتا۔ مثال کے طور پر حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ نے پوچھا تھا کہ ان کا باپ کون ہے؟ خدانخواستہ اگر ان کے باپ حذافہ نہ ہوتے کوئی اور ہوتے تو وہ خود بھی رسوا ہو جاتے اور ان کی ماں کی ناموس بھی داغدار ہو جاتی۔ اسی طرح جس شخص نے یہ سوال کیا تھا۔ کیا ہر سال میں حج کرنا فرض ہے؟ اگر آپ ہاں فرما دیتے تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور مسلمان اس کے سوال کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہو جاتے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں ان کو ضائع نہ کرو۔ کچھ حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔ کچھ چیزوں سے منع فرمایا ہے ان میں ملوث نہ ہو اور بعض چیزوں کے متعلق دانستہ سکوت فرمایا ہے ان کے متعلق بحث نہ کرو۔ (سنن کبریٰ: للبیہقی: جلد ۱۰ ص ۱۲)

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے سوال بالکل نہ کیا جائے بلکہ کسی چیز کا حکم معلوم کرنے کے لئے، کسی حکم کی وضاحت کے لئے اور کسی اشتباہ کو دور کرنے کے لئے سوالات کرنے جائز ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

جارہا ہو تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان (گزشتہ فضول سوالات) کو معاف کر دیا ہے۔ [۱۳۸] اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بڑے حلم والا ہے۔

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

۱۰۲۔ تم سے پہلے ایک قوم نے اس قسم کے سوالات کئے تھے پھر وہ لوگ ان (میں بیان کردہ) احکام کا انکار کرنے والے ہو گئے۔ [۱۳۹]

اگر تم کو علم نہیں تو اہل علم سے سوال کرو۔ (قرآن: ۱۶ : ۴۳) اور حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جہالت (ایک بیماری ہے اور اس) کی شفا سوال کرنا ہے۔ (سنن ابو داؤد: حدیث نمبر ۳۳۶) اور اس آیت کے آخری حصہ میں بھی اس طرف اشارہ ہے۔ ''اور اگر تم ایسے وقت سوال کرو گے جب قرآن نازل کیا جارہا ہو تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی۔'' یعنی نزولِ قرآن کے وقت جو حکم مجمل یا سمجھ سے بالاتر ہو اس کے متعلق سوال کرو تاکہ وضاحت کر دی جائے۔

[۱۳۸] اس حکم کے نزول سے پہلے جو بے مقصد سوالات تم پوچھا کرتے تھے اور ان سے حضورِ اکرم ﷺ کو جو تکلیف پہنچی اللہ تعالیٰ نے تمہاری اس کوتاہی کو معاف کر دیا ہے لیکن آئندہ ایسے فضول سوالات نہ کرو جو حضورِ اکرم ﷺ کی طبیعت پر گراں گزریں۔ حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی تو بہت اعلیٰ اور ارفع ہے مسلمان کو تو کسی عام آدمی سے بھی ایسی فضول اور بے مقصد گفتگو نہیں کرنی چاہئے جس سے اس کی دل آزاری ہو۔ اس لئے حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: مسلمان کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ فضول باتوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ (ترمذی: کتابُ الزھد: باب ۱۱)

[۱۳۹] یعنی تم سے پہلے بھی بعض قوموں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام سے ایسے غیر ضروری سوالات کئے اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کے سوالات کو پورا کر دیا تو وہ ان نبیوں پر ایمان لانے کی بجائے اپنے کفر پر قائم رہے اور احکام خداوندی پر عمل کرنے کی بجائے بے عملی میں سرگرم رہے۔ جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے ان سے اونٹنی کا سوال کیا اور جب وہ اونٹنی آ گئی تو اس ظالم قوم نے اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے اس ظالم قوم کو ہلاک کر دیا۔ (قرآن ۷ : ۷۳ تا ۷۸) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس آیت کے ذریعہ تنبیہ کی ہے کہ وہ سوالات میں پہلی اُمتوں کے راستہ پر نہ چلیں اور حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے اجتناب کرو اور جن چیزوں کا حکم دیا ہے ان کو بجا لاؤ جتنی تمہاری استطاعت ہے کیونکہ تم سے پہلے لوگ زیادہ سوالات کرنے اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے (مسلم: کتاب الفضائل: حدیث نمبر ۱۳۰)

Marfat.com

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۢ بَحِيۡرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيۡلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ ؕ وَاَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۰۳﴾

۱۰۳۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ نہیں بنایا اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام۔[۱۴۰] لیکن جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔

---

[۱۴۰] اس آیت میں ان جانوروں کا ذکر ہے جو اہل عرب اپنے بتوں کی نذر کرتے اور ان سے کسی قسم کا فائدہ اُٹھانا اپنے اوپر حرام کر لیتے۔ان جانوروں کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔

۱۔بحیرۃ: اس اونٹنی کو کہتے تھے جو پانچ بچے جنتی اور آخری بچہ اگر نر ہوتا تو اس اونٹنی کا کان چیر کر اسے آزاد چھوڑ دیتے۔اس پر سواری کرنا یا اسے ذبح کرنا اپنے اوپر حرام کر لیتے۔جس کسی کے کھیت میں وہ اونٹنی جاتی سبھی اس کا احترام کرتے اور کوئی اسے روکتا نہیں تھا۔

۲۔سائبۃ: اگر کوئی آدمی سفر پر جاتا یا بیمار ہوتا تو وہ نذر مانتا کہ اگر وہ خیریت سے گھر آ گیا یا بیماری سے صحت یاب ہو گیا تو اس کی فلاں اونٹنی سائبہ ہو گی اور اس کا دودھ، گوشت اور اس پر سواری بحیرہ کی طرح حرام تصور کرتے۔

۳۔وصیلۃ: ان کی بکری اگر بچی جنتی تو اسے اپنے لئے رکھ لیتے اور بچہ جنتی تو وہ بتوں کا ہوتا اور اگر ایک شکم سے بچی اور بچہ دونوں جنتی تو پھر بچی کو بھی بچہ کے ساتھ ملا کر بتوں کی نذر کر دیتے۔بتوں کے نام پر چھوڑی ہوئی اس بکری کو وصیلہ کہتے تھے۔

۴۔حام: وہ اونٹ جس کے نطفہ سے دس بچے پیدا ہو جاتے اس کی سواری وغیرہ بھی اپنے اوپر حرام کر لیتے اور اسے حام کہا جاتا۔

مذکورہ جانوروں کا دودھ اور گوشت وغیرہ اللہ تعالیٰ نے حلال کیا مگر کفار اپنے من گھڑت تصورات سے ان کو اپنے اوپر حرام کر لیتے اور دعویٰ یہ کرتے کہ ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ پر سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔اللہ تعالیٰ نے تو ان جانوروں کو انسان کی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے۔دراصل یہ لوگ خود بے وقوف ہیں اور حلال چیزوں کو بلا وجہ حرام قرار دے کر ان نعمتوں کو ضائع کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو ان کے استفادہ سے محروم کر رہے ہیں۔

نوٹ: مذکورہ جانور دراصل حلال ہیں اور یہ جانور جب مالِ غنیمت کی صورت میں اہل ایمان کے قبضہ میں آ جاتے تو وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ذبح کر کے کھایا کرتے تھے۔صرف بحیرہ اور وصیلہ وغیرہ کے ناموں سے شہرت انہیں حرام نہیں کر سکتی بشرطیکہ ذبح کرنے یا کرانے والے کا مقصد غیر اللہ کی عبادت نہ ہو۔اسی طرح اگر جانور کو صدقہ، عقیقہ، ولیمہ، قربانی اور ایصالِ ثواب کے لئے کسی بزرگ یا والدین کے نام سے پکارا جائے اور اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو اس کا گوشت کھانا حلال ہے اس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں ہے اور اگر ہم ان جانوروں کو اس لئے حرام قرار دیں کہ وہ غیر اللہ کی طرف منسوب ہیں تو پھر وصیلہ اور بحیرہ وغیرہ بھی حرام ہونے چاہئیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حلال قرار دیا ہے۔لہٰذا اہل اسلام کو بھی عقل سے کام لینا چاہیے اور کفار کی طرح حلال جانوروں کو حرام قرار دینے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

Marfat.com

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

۱۰۴۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس (دین) کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور آؤ (اس کے) رسول کی طرف تو کہتے ہیں کہ ہم کو تو وہی (طریقہ) کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ [۱۴۱] اگر چہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ وہ ہدایت یافتہ ہوں۔ (تو کیا پھر بھی یہ اپنے باپ دادا کی ہی پیروی کریں گے۔)

---

[۱۴۱] کفار کو جب شرک اور بت پرستی سے باز آنے اور قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ کی اطاعت کے لئے دعوت دی جاتی تو کہتے ہمیں تمہاری رہنمائی کی ضرورت نہیں۔ ہمارے لئے تو صرف وہ راستہ کافی ہے جس پر ہمارے باپ دادا چلا کرتے تھے اور ہم صرف اپنے باپ دادا کی ہی تقلید کریں گے۔ اور جب کوئی خوش نصیب دعوتِ حق کو قبول کرتے ہوئے مسلمان ہو جاتا تو کفار اس پر طعنوں کی بارش برسا دیتے کہ تو نے اپنے باپ دادا کو بے وقوف قرار دیا اور ان کے طریقہ کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کر لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر ان کے باپ دادا جاہل اور گمراہ ہوں تو کیا وہ پھر بھی اپنے باپ دادا ہی کی پیروی کریں گے یعنی اگر ان کے باپ دادا اہل علم اور ہدایت یافتہ ہوتے تو ان کی پیروی درست تھی لیکن جب ان کے اسلاف خود گمراہ ہوں تو ان کی پیروی ان کو بھی گمراہی میں لے جائے گی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کے پاس اپنے کفر پر قائم رہنے کے لئے اپنے باپ دادا کی تقلید کے علاوہ کوئی اور عقلی یا نقلی دلیل نہیں تھی اور کسی نظام کی صداقت کے لئے یہ دلیل ناکافی ہے اور دنیا کا کوئی اہل عقل و دانش اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

اس آیت میں جاہل اور گمراہ لوگوں کی تقلید سے منع کیا گیا ہے چاہے وہ گمراہ کسی کے باپ دادا ہی کیوں نہ ہوں۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ تقلید تو صرف اہل علم اور ہدایت یافتہ لوگوں کی مناسب ہے چاہے وہ ہدایت یافتہ لوگ کسی بھی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہوں کیونکہ صحیح عالم اور ہدایت یافتہ وہی ہوگا جس کا قول و فعل قرآن و سنت کے مطابق ہو تو ان کی تقلید کرنے والا دراصل قرآن و سنت پر عمل کرتا ہے۔

آئمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے مقلدین اپنے امام کے قول پر اس لئے عمل نہیں کرتے کہ یہ ان کے امام کا قول ہے بلکہ اس قول پر اس لئے عمل کرتے ہیں کہ ان کا قول قرآن و سنت کی کسی نہ کسی دلیل پر مبنی ہے۔ اور آئمہ کرام کی خدا خوفی اور نیک نفسی کا عالم یہ ہے کہ انہوں نے کہا اگر ہمارا کوئی قول کسی صحیح حدیث کے خلاف ہو تو ہمارا قول مسترد کر دو اور حدیث پر عمل کرو وہی ہمارا مذہب ہے۔ نیز ایک عام آدمی کا علم اتنا وسیع نہیں ہوتا کہ وہ قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط کر سکے۔ اس لئے اسے کسی ایسے عالم باعمل کی طرف رجوع کرنا ہی پڑتا ہے جو قرآن

Marfat.com

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

۱۰۵۔ اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو۔ جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کا گمراہ ہونا تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ [۱۴۲] اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو تم (اس دنیا میں) کیا کرتے تھے۔

وحدیث کا عالم ہوتا کہ انسان اس کی تقلید کرتے ہوئے قرآن وسنت کا منشاء پورا کر سکے۔ الغرض کسی کو اپنا رہبر ومقتدا بنانے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لو کہ جس مقصد کے لئے تم اس کو رہبر بنا رہے ہو کیا وہ اس مقصد کا پورا علم رکھتا ہے؟ اور اگر علم رکھتا ہے تو کیا اس کا عمل اپنے علم کے مطابق ہے؟ اگر اس کا علم صحیح اور عمل درست ہے تو اس کی پیروی ذریعہ نجات ہے۔

نوٹ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ فقط قرآن مجید کی طرف آنا کافی نہیں بلکہ صاحبِ قرآن نبی مکرم ﷺ کی طرف بھی رجوع ضروری ہے کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ کی زبانِ اقدس ہی قرآن مجید کے ثبوت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

[۱۴۲] مسلمانوں نے کفار کو اسلام کی طرف بلانے کی پوری کوشش کی لیکن وہ اپنے باپ دادا کی جہالت اور گمراہی پر قائم رہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے مسلمانو! تم نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے اس کے باوجود اگر وہ گمراہی پر مُصر ہیں تو تمہیں ان کی وجہ سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم اپنی اصلاح اور سلامت روی میں سرگرم رہو۔ اگر تم خود راہِ راست پر ثابت قدم رہے تو کسی کی گمراہی تمہیں ضرر نہیں پہنچائے گی۔ اور بالآخر سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہاں ہر ایک کے اعمال اس کے سامنے ظاہر کر دیئے جائیں گے۔ نیک لوگ اپنی نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور برے لوگ اپنی برائیوں کے عذاب سے پریشان ہوں گے۔

اس آیت سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ اگر لوگ بُرے کام کر رہے ہیں تو کرنے دو۔ انہیں برائی سے روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے خطبہ میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ "اے لوگو! تم یہ آیت (قرآن: ۵: ۱۰۵) تلاوت کرتے ہو اور اس کا مطلب غلط سمجھتے ہو۔ میں نے حضورِ اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب لے آئے گا۔" اور ہیثم کی روایت ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔ "جس کسی قوم میں گناہوں پر عمل کیا جاتا ہے اور وہ ان گناہوں کو مٹانے پر قادر ہوں پھر وہ نہ مٹائیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب لے آئے گا۔" (ابو داؤد: حدیث نمبر/۴۳۳۸ ترمذی: حدیث نمبر ۳۰۵۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا۔ کچھ لوگ قرآن مجید بھی پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے کو مشرک بھی کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ شاید تیرا یہ خیال ہو کہ میں تمہیں حکم دوں کہ ان سے جا کر لڑائی کرو۔ ہرگز نہیں بلکہ

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُم مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ ۚ تَحْبِسُونَهُمَا مِن بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الْآثِمِينَ ﴿١٠٦﴾

۱۰۶۔ اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت (کا وقت قریب) آ جائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو آپس میں تمہاری گواہی کا نصاب یہ ہے کہ تم میں سے دو عادل آدمی (گواہ ہوں) یا اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو اور وہاں تمہیں موت کی مصیبت آ پہنچے تو غیروں میں سے ہی دو شخص (گواہ ہوں) [۱۴۳] اگر تمہیں ان پر شک پڑ جائے تو نماز کے بعد دونوں گواہوں کو روک لو وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ ”ہم اس قسم کے عوض کوئی مال نہیں لیں گے اگر چہ کوئی قریبی رشتہ دار ہی ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کی گواہی نہیں چھپائیں گے (اگر ہم ایسا کریں تو) یقیناً ہم گناہگاروں میں شمار ہوں گے۔“

انہیں نصیحت کرو اور اختلاف سے منع کرو۔ پس اگر وہ تیری بات ماننے سے انکار کر دیں تو پھر تم ان کی فکر چھوڑ دو اور اپنی فکر کرو۔ (تفسیر دُرِّ منثور)

ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے لیکن اگر ایسی صورتِ حال پیدا ہو جائے کہ لوگ اپنی خواہشات کے غلام بن جائیں اور داعی کے لئے مشکلات اور خطرات پیدا کر دیں تو پھر داعی کے لئے گنجائش ہے کہ وہ اپنی فکر کرے اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے، خواہش کی پیروی کی جا رہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور عام لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو۔“ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۰۵۸)

[۱۴۳] حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں ایک خاص واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے جو ان آیات کے نازل ہونے کا سبب بنا۔ وہ واقعہ کچھ اس طرح ہے:

ایک مسلمان جس کا نام بُدَیل ؓ تھا وہ دو عیسائی حضرات یعنی تمیم اور عدی کے ہمراہ تجارت کی غرض سے ملک شام گیا۔ بُدَیل ؓ شام پہنچا تو اچانک بیمار ہو گیا اس نے اپنے مال کی فہرست لکھ کر اپنے سامان کے اندر چھپا دی۔ مرض جب زیادہ بڑھا تو اس نے اپنے دونوں عیسائی ساتھیوں کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا سامان میرے گھر پہنچا دینا۔ چنانچہ

Marfat.com

بدیل ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ تمیم اور عدی نے اس کا سامان کھولا۔ اس میں ایک چاندی کا پیالہ تھا جس پر سنہری نقش و نگار تھے وہ انہوں نے نکال لیا اور بقیہ سامان مدینہ پہنچ کر بدیل ﷺ کے گھر پہنچا دیا۔ گھر والوں نے جب سامان کھولا تو انہیں سامان کی فہرست مل گئی جس کے مطابق چاندی کا پیالہ غائب تھا۔ میت کے اہل خانہ نے تمیم اور عدی سے پوچھا کہ میت نے اپنا کچھ مال فروخت کیا تھا یا نہیں؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ تو میت کے اہل خانہ نے کہا کہ سامان سے جو فہرست ملی ہے اس کے مطابق چاندی کا پیالہ غائب ہے۔ جس پر تمیم اور عدی نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ چنانچہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کی گئی۔ حضورِ اکرم ﷺ نے عصر کی نماز کے بعد ان دونوں کو مسجد میں بلایا اور ان سے کہا۔ میت کے وارثوں کا دعویٰ ہے کہ تم نے چاندی کا پیالہ غائب کر دیا ہے جب انہوں نے انکار کیا تو حضورِ اکرم ﷺ نے ان سے قسم لی۔ انہوں نے قسم اٹھا کر کہا کہ انہیں چاندی کے پیالے کے متعلق کوئی علم نہیں۔ کچھ عرصہ بعد وہ پیالہ مکہ مکرمہ کے ایک سنار کے پاس پایا گیا اور اس نے بتایا کہ اس نے یہ پیالہ تمیم اور عدی سے ایک ہزار درہم میں خریدا تھا۔ چنانچہ جب مقدمہ بارگاہِ رسالت میں پیش ہوا تو تمیم اور عدی نے دعویٰ کر دیا کہ انہوں نے یہ پیالہ بدیل ﷺ سے خرید لیا تھا۔ اب معاملہ برعکس ہو گیا کیونکہ تمیم اور عدی پیالے کے مدعی بن گئے حالانکہ وہ پہلے لاعلمی کا اظہار کر چکے تھے اور ان کے پاس پیالہ خریدنے کا کوئی گواہ نہیں تھا اس لئے بدیل ﷺ کے وارثوں سے قسم لی گئی کہ یہ پیالہ ان (تمیم اور عدی) کا نہیں بلکہ بدیل ﷺ کا ہے۔ تمیم اور عدی نے خیانت کی ہے اور ان کی خیانت سنار کے بیان سے ظاہر بھی ہو چکی ہے لہٰذا ہماری گواہی ان سے زیادہ درست ہے۔ میت کے وارثوں کی قسم کے بعد تمیم اور عدی کی جھوٹی قسموں کو مسترد کر دیا گیا اور حضورِ اکرم ﷺ نے ان سے ہزار درہم لے کر بدیل ﷺ کے وارثوں کو دے دیا۔

ان تین آیات کو اعراب، معنیٰ اور حکم کے اعتبار سے قرآن مجید کے مشکل ترین مقامات میں شمار کیا گیا ہے۔ (تفسیر قرطبی) ان آیات سے درج ذیل احکام کی نشاندہی ہوتی ہے:

۱۔ جب کسی مسلمان کی موت کا وقت قریب آ جائے اور وہ وصیت کرنا چاہے تو وہ دو قابل اعتبار مسلمان گواہوں کی موجودگی میں وصیت کرے تا کہ بعد میں اختلاف پیدا نہ ہو۔

۲۔ اگر سفر کی حالت میں کسی مسلمان کی موت کا وقت قریب آ جائے اور وہ وصیت کرنا چاہے تو وہ بھی دو قابل اعتبار مسلمان گواہوں کی موجودگی میں وصیت کرے لیکن پردیس میں اگر مسلمان گواہ دستیاب نہ ہوں تو غیر مسلم گواہوں کے سامنے بھی وصیت کر سکتا ہے۔ اگرچہ مسلمان کے خلاف کافر کی گواہی قبول نہیں لیکن بعض فقہاء کے نزدیک پردیس میں وصیت کے لئے کافر کو گواہ بنایا جا سکتا ہے جب کہ کوئی مسلمان گواہ دستیاب نہ ہو سکے۔

۳۔ اگر میت کے وارثوں کو گواہوں پر خیانت کا شبہ پڑ جائے اور وہ خیانت کے منکر ہوں تو ان دونوں گواہوں سے نماز کے بعد مسجد میں لوگوں کے سامنے قسم لی جائے جس میں وہ دونوں گواہ اقرار کریں کہ وہ رشوت کا مال لے کر جھوٹی گواہی نہیں دیں گے

Marfat.com

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

۱۰۷۔ پھر اگر پتہ چلے کہ وہ دونوں گواہ کسی گناہ کے سزاوار ہوئے ہیں تو ان کی جگہ دو اور گواہ کھڑے ہوں ان لوگوں میں سے جن کا حق پہلے گواہوں نے ضائع کیا ہے۔ پھر (یہ نئے دونوں گواہ) اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ "ہماری گواہی ان دو کی گواہی سے زیادہ بر حق ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا (اگر ہم ایسا کریں تو) یقیناً ہم ظالموں میں شمار ہوں گے۔"

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع

۱۰۸۔ یہ طریقہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک گواہی دیں۔ [۱۴۴] یا اس بات سے خوف کریں کہ (ورثاء کی) قسموں کے بعد ان کی قسمیں مسترد کر دی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور (اس کے احکام) سنو اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اور نہ کسی رشتہ داری کی وجہ سے حق بات کو چھپائیں گے بلکہ ہر صورت میں سچی گواہی دیں گے۔ اس صورت میں وارث مدعی ہیں اور گواہ منکر ہیں اس لئے ان سے قسم لی جا رہی ہے کیونکہ اسلام میں مدعی گواہ پیش نہ کر سکے تو منکر سے قسم لی جاتی ہے۔

۴۔ بعد میں اگر ثابت ہو جائے کہ گواہوں نے جھوٹی قسم کھا کر وارثوں کے بعض مال پر ناجائز قبضہ کر لیا اور دعویٰ یہ کیا کہ ان کا قبضہ درست ہے (جیسا کہ تمیم اور عدی نے بدیل ﷺ کے پیالے پر ناجائز قبضہ کر لیا اور پھر خریدنے کا جھوٹا دعویٰ کر دیا) ایسی صورت میں جھوٹے دعویداروں سے گواہ طلب کئے جائیں گے اور گواہ دستیاب نہ ہونے کی صورت میں میت کے وارث ان کے دعویٰ کے خلاف قسم اٹھائیں گے اور ان کی قسم سے سابق گواہوں کی جھوٹی قسمیں مسترد کر دی جائیں گی اور وارثوں کی قسم کے مطابق فیصلہ صادر کر دیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں جھوٹے گواہ مالک ہونے کے مدعی تھے اور وارث ان کے دعویٰ کے منکر تھے اس لئے وارثوں سے قسم لی گئی۔

[۱۴۴] یعنی نماز کے بعد مسجد میں لوگوں کے سامنے قسم لینے کا طریقہ زیادہ مناسب ہے۔ اس طرح گواہ جھوٹ بولنے سے اجتناب کریں گے اور وارث بھی کسی ناجائز چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے دونوں کو علم ہوگا کہ خدا تعالیٰ کے گھر میں لوگوں کے سامنے اگر جھوٹی قسم اٹھائی اور کل کو جھوٹ ظاہر ہو گیا تو سب لوگوں کے سامنے رسوائی ہوگی جیسے تمیم اور عدی کی رسوائی ہوئی۔

Marfat.com

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿١٠٩﴾

۱۰۹۔ جس دن اللہ تعالیٰ سب رسولوں کو جمع فرمائے گا پھر (ان سے) پوچھے گا تمہیں کیا جواب دیا گیا؟ وہ عرض کریں گے ہمیں کوئی علم نہیں۔ [۱۴۵] بے شک تو ہی سب غیبوں کو جاننے والا ہے۔

---

[۱۴۵] اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سارے بنی نوع انسان کو اکٹھا فرمائے گا لیکن اس آیت میں صرف انبیائے کرام کے ذکر پر اس لئے اکتفا کیا کیونکہ امتیں انبیائے کرام علیہم السلام کے تابع شمار کی جاتی ہیں اور قیامت کے دن وہ بھی اپنے نبیوں کے ساتھ موجود ہوں گی۔ (تفسیر روح المعانی) لہٰذا امتوں کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ انبیائے کرام علیہم السلام سے سوال کرے گا کہ ان کی تبلیغ کے جواب میں ان کی امتوں نے کیا کہا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ خود امتوں کے جواب سے خوب آگاہ ہے۔ اس پر انبیائے کرام علیہم السلام ازراہ ادب و تعظیم عرض کریں گے۔ ہمیں کوئی علم نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے غیر محدود اور کامل علم کے مقابلہ میں ہمارا علم نہ ہونے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے احوال کو ہماری نسبت بہتر جانتا ہے کیونکہ وہ سب غیبوں کو جاننے والا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی امتوں کے احوال سے لاعلم ہیں۔ جن انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کی گئی۔ جن کو زخمی یا قتل کیا گیا وہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی ان تکالیف سے کیسے لاعلم ہو سکتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اپنی امتوں پر شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود خاموش ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے جو سلوک ان کی امتوں کے ساتھ کرنا چاہتا ہے کرے۔ میدانِ حشر میں ہمارے شکوہ سے ان کی سزا میں کہیں زیادتی نہ ہو جائے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ازراہ ادب اور اپنی امت پر شفقت کی خاطر لاعلمی کا اظہار کریں گے لیکن درحقیقت وہ اپنی امتوں کے احوال سے لاعلم نہیں ہیں۔ وگرنہ وہ اپنی امتوں پر گواہی کیسے دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''تو اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لے آئیں گے اور (اے حبیبِ مکرم ﷺ) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لے آئیں گے۔'' (قرآن: ۴: ۴۱) اس آیت میں سوال اگرچہ انبیائے کرام علیہم السلام سے پوچھا جارہا ہے لیکن مقصد نافرمان امت کی سرزنش اور تحقیر ہے جیسا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے سوال کرے گا کہ کس گناہ کے بدلے میں اسے قتل کیا گیا؟ (قرآن: ۸:۸۱) یہ سوال بھی اگرچہ زندہ درگور کی گئی لڑکی سے پوچھا جارہا ہے لیکن مقصد قاتل کی سرزنش اور تحقیر ہے۔ اس میں امتِ مسلمہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ قیامت کے دن کی جوابدہی کے لئے ابھی سے تیاری کرے۔ اس ضمن میں ایک حدیث ملاحظہ کریں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن کسی آدمی کا قدم اس وقت تک میزانِ عدل سے علیحدہ نہ ہو سکے گا جب تک اس سے پانچ سوالوں کا جواب نہ لیا جائے۔

Marfat.com

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ

وقف لازم

۱۱۰۔ جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے عیسیٰ ابن مریم! تم اپنے اور اپنی والدہ پر میرا انعام یاد کرو۔[۱۴۶] جب میں نے روح القدس (جبریل علیہ السلام) سے تمہاری مدد کی۔ تم گہوارے میں بھی لوگوں سے کلام کرتے تھے اور پختہ عمر میں بھی۔ اور جب میں نے تمہیں کتاب، حکمت، توراۃ اور انجیل کا علم دیا۔ اور جب تم

حکیم محمد موسیٰ امرتسری

۱۔ اس نے اپنی عمر کن کاموں میں صرف کی۔ (اچھے یا برے)؟

۲۔ اس نے اپنی جوانی کس کام میں صرف کی۔ (اچھے یا برے)؟

۳۔ اس نے اپنا مال کہاں سے کمایا۔ (حلال طریقہ سے یا حرام سے)؟

۴۔ اس نے اپنا مال کہاں خرچ کیا۔ (اچھے کاموں میں یا برے کاموں میں)؟

۵۔ اس نے اپنے علم پر کیا عمل کیا۔ (اپنے علم پر کتنا عمل کیا)؟ (ترمذی: کتاب القیامۃ: باب ۱)

[۱۴۶] قیامت کے دن نعمتیں یاد کرنے اور ان کا ذکر کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھول گئی ہیں۔ دراصل یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف حجت قائم کی جا رہی ہے تاکہ یہود کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس کو قتل کرنے کی وہ سازشیں کیا کرتے تھے وہ تو اللہ تعالیٰ کے عظیم نبی ہیں اور عیسائیوں کو پتہ چل جائے کہ جن کو وہ خدا یا خدا کا بیٹا کہتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور نبی ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم سلامُ اللہ علیہا پر اپنے انعامات کا ذکر فرمایا ہے یعنی حضرت مریم سلامُ اللہ علیہا وہ خوش نصیب ماں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا بیٹا عطا فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ عظیم نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی عظمتوں سے نوازا۔ مثلاً:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تائید اور مدد کے لئے بھیجا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تاکہ یہودی انہیں قتل نہ کر سکیں۔

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارے اور بچپن میں بھی کلام کیا اور پختہ عمر میں بھی کلام کریں گے۔ ماں کی گود میں کلام کرنا تو یقیناً ایک معجزہ ہے لیکن پختہ عمر میں کلام کرنا کوئی عجیب بات نہیں۔ سارے انسان اس عمر میں بات کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور پختہ عمر زندگی کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو جوانی اور بڑھاپے کے درمیان ہے یعنی جب بال سفید ہونا شروع ہو جاتے ہیں کیونکہ جب تک سارے بال سیاہ یا پیدائشی رنگت والے ہوں وہ جوانی ہے اور جب سارے بال سفید ہو جائیں تو وہ بڑھاپا ہے۔ ان کے درمیان والی عمر کو پختہ عمر کہا جاتا ہے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پختہ عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی اس دنیا سے

Marfat.com

اٹھا لئے گئے تھے۔ لہٰذا جب وہ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لا کر پختہ عمر کو پہنچ کر کلام کریں گے تو آپ کا دوبارہ زمین پر آ کر کلام کرنا بھی ایک خصوصی معجزہ ہوگا۔

اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں بھی ایسی ہی علم و حکمت سے بھرپور کلام کیا جیسا کہ پختہ عمر میں آپ عاقلانہ کلام کریں گے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتاب، حکمت، تورات اور انجیل سکھائی۔ کتاب سے مراد یا تو لکھنا ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے لکھنا سکھایا یا جنس کتاب مراد ہے یعنی پہلے عام آسمانی کتابوں کا ذکر کر کے پھر تورات و انجیل کا ذکر کیا جیسے قرآن مجید میں پہلے جملہ فرشتوں کا ذکر کر کے پھر جبریل امین علیہ السلام کا ذکر کیا حالانکہ وہ جملہ فرشتوں میں شامل ہے مگر خصوصی فضیلت کے اعتبار سے دوبارہ ذکر کر دیا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کتاب سے مراد قرآن مجید اور حکمت سے مراد حدیث پاک ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن و حدیث کی تعلیم دی کیونکہ آسمان سے نازل ہونے کے بعد آپ قرآن و حدیث کی تبلیغ فرمائیں گے۔ (تفسیر نعیمی)

۴۔ کیچڑ سے پرندے کی سی صورت بناتے اور اس میں پھونک مارتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ پرندہ بن جاتا۔

۵۔ مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرست کر دیتے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتے۔

موجودہ بائبل میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت سے معجزات کا ذکر موجود ہے۔ مثلاً:

(1) The home was filled with mourning people, but he said, "Stop the weeping! She is not dead; she is only asleep!".....Then he took her by the hand and called, "Get up, little girl!" And at that moment her life returned and she jumped up. (Luke:8:52-55:The Living Bible:1975)

ایک سردار کی بچی مرگئی اور اس کا گھر رونے والے لوگوں کے ساتھ بھر گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس گھر میں گئے اور لوگوں کو کہا۔ ''رونا بند کردو۔ وہ مردہ نہیں۔ صرف سو رہی ہے۔''..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کا ہاتھ پکڑا اور پکار کر کہا۔ ''اے لڑکی اُٹھ۔ اسی لمحہ اس کی زندگی واپس آ گئی اور وہ اُٹھ بیٹھی۔''

(2) Large crowds followed Jesus as he came down the hillside. Look! a leper is approaching. He kneels before him, worshipping. "Sir," the leper pleads, "if you want to, you can heal me." Jesus touches the man, "I want to," he says; "be healed." And instantly the leprosy disappears. (Matthew:8:1-3: The Living Bible:1975)

جب عیسیٰ علیہ السلام اس پہاڑ سے اترے تو لوگوں کا ایک بہت بڑا ہجوم آپ کے ساتھ ہولیا دیکھو ایک کوڑھی عبادت کرتے ہوئے اس کے سامنے جھک گیا اور عرض کی۔ جناب! اگر آپ چاہیں تو آپ مجھے تندرست کر سکتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ

Marfat.com

تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِیْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِیْ ۚ وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ

میرے حکم سے کیچڑ سے پرندے کی سی صورت بناتے تھے پھر تم اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔ اور تم میرے حکم سے مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو تندرست کر دیا کرتے تھے۔ جب تم میرے حکم سے مردوں کو (زندہ کر کے) نکالا

علیہ السلام نے اس کوڑھی کو اپنے ہاتھ سے چھوا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ تو تندرست ہو جائے اور فوراً اس کا کوڑھ غائب ہو گیا یعنی وہ تندرست ہو گیا۔

(3) Then he touched their eyes and said, "Because of your faith it will happen." And suddenly they could see. (Matthew: 9:29-30: The Living Bible 1975)

دو اندھے آدمیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کی۔ ہمارے اوپر رحم فرما! تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی آنکھیں چھو کر کہا تمہارے عقیدہ کے مطابق تمہارے لئے ہو جائے اور اچانک ان کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ دیکھنے لگ گئے۔

(4) They rushed over and woke him up. "Master, Master, we are sinking!". They shouted. So he spoke to the storm: "Be quiet," he said, and the wind and waves subsided and all was calm!...... And they were filled with awe and fear of him and said to one another, "Who is this man, that even the winds and waves obey him?" (Luke:8:24-25:The Living Bible 1975)

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے شاگردوں کے ساتھ کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشتی میں سو گئے اور اچانک ہوا اور پانی کا اتنا زبردست طوفان اُمڈ آیا کہ ان کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہو گیا۔

شاگردوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جلدی سے جگایا اور چلا کر کہا۔ صاحب! صاحب! ہم ڈوب رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اٹھ کر ہوا اور پانی کو رُکنے کا حکم دیا تو وہ دونوں تھم گئے اور امن ہو گیا...... یہ دیکھ کر شاگردوں پر خوف طاری ہو گیا اور گھبرا کر ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ یہ کون آدمی ہے کہ ہوا اور پانی بھی اس کا حکم مانتے ہیں؟

(5) And there are also many other things which Jesus did, the which, if they should be written everyone, I suppose that even the world itself could not contain the books that should be written.(John:21:25: The Holy Bible 1954)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر کرتے ہوئے ان کا ایک شاگرد کہتا ہے۔ ''اور بھی بہت سے کام جو یسوع نے کئے۔ اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں ان کے لئے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی یعنی وہ اتنی زیادہ ہوتیں کہ دنیا میں سما نہ سکتیں۔''

Marfat.com

إِسْرَآءِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٠﴾

کرتے تھے اور میں نے ہی تم کو بنی اسرائیل سے بچایا تھا۔ [۱۴۷] جب تم ان کے پاس روشن معجزات لے کر گئے تو ان میں سے کافروں نے کہا یہ کھلے ہوئے جادو کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيّٖنَ أَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿١١١﴾

۱۱۱۔ اور (یاد کرو) جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ انہوں نے کہا ہم ایمان لائے۔ [۱۴۸] اور آپ گواہ رہیے کہ ہم مسلمان ہیں۔

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

۱۱۲۔ جب حواروں نے کہا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کرسکتا

---

[۱۴۷] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روشن معجزات کو دیکھ کر یہودیوں نے آپ کو جادوگر کہنا شروع کر دیا اور مخالفت میں اس حد تک آگے نکل گئے کہ آپ کو قتل کرنے اور سولی دینے کا فیصلہ کرلیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی سازشوں سے بچالیا اور زندہ آسمانوں پر اٹھالیا۔ تفصیلات کے لئے سورہ النساء کی آیات نمبر ۱۵۷-۱۵۹ ملاحظہ کریں۔ آپ کو قتل کرنے کی یہودی سازشوں کے چند نمونے موجودہ بائیبل میں بھی مذکور ہیں۔ مثلاً:

(1) At that point the Jewish leaders picked up stones to kill him. But Jesus was hidden from them, and walked past them and left the Temple. (John:8:59: The Living Bible 1975)

تب یہودی لیڈروں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے پتھر اُٹھائے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوگئے اور ان کے درمیان سے گزر کر ہیکل سے باہر نکل گئے۔

(2) Once again they started to arrest him. But he walked away and left them. (John:10:39:The Living Bible 1975)

ایک دفعہ پھر یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ان کو چھوڑ کر دور نکل گئے۔

[۱۴۸] حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر شروع ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص ساتھیوں (حواریوں) کے دل میں ایمان کی رغبت پیدا کردی اور جونہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو حواری آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کو گواہ بنا کر اعلان کردیا کہ وہ مسلمان ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام کوئی نیا مذہب نہیں ہے بلکہ ہر وہ خوش نصیب انسان مسلمان ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے نبیوں پر کامل ایمان رکھتا ہے۔

Marfat.com

هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

ہے؟ |۱۴۹| (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے) کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

|۱۴۹| اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حواریوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک تھا یعنی وہ آسمان سے مائدہ (پکا پکایا کھانا) نازل کر سکتا ہے یا نہیں؟ لیکن اس طرح کے اسلوب کلام کا صرف یہی معنیٰ نہیں ہوتا بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مائدہ نازل کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا کیا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ مائدہ نازل کرنا پسند کرے گا؟ (تفسیر روح المعانی) بالکل اسی طرح کے الفاظ بخاری شریف میں بھی موجود ہیں جس میں ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "أتستطيع أن تُريني كيف كان رسول الله ﷺ يتوضأ"۔ (بخاری: کتاب الوضوء: باب ۳۸) کیا آپ مجھے (عملاً کر کے) دکھا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ وضو کس طرح کرتے تھے؟ اس سوال کا مطلب یہ نہیں کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ وضو کرنے کا علم رکھتے ہیں یا نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ علم تو رکھتے ہیں لیکن کیا ان کے پاس فرصت ہے اور وہ پسند کریں گے کہ اس وقت مجھے وضو کر کے دکھائیں۔ اور آج کل انگریزی میں تو یہ اندازِ تکلم بہت عام ہے۔ Can I borrow your pen? (کیا میں آپ کا قلم ادھار لے سکتا ہوں؟) اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ قلم دینے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس وقت اپنا قلم مجھے دینا پسند کریں گے۔

یا اس کی ایک مثال یہ بھی ہوسکتی ہے: اگر ایک طالب علم پروفیسر کو کہے۔ اگر آپ پرنسپل صاحب کو کہیں تو کیا پرنسپل صاحب میرے گھر کھانا کھانے کے لئے آسکتے ہیں؟ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پرنسپل صاحب طالب علم کے گھر جانے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں بلکہ سوال کا مقصد یہ ہے کہ کیا ایک طالب علم کا پرنسپل صاحب کو دعوت دینا مناسب ہے یا نہیں؟ کیا کالج کے اصول وضوابط اس سے مانع تو نہیں کہ پرنسپل صاحب کسی طالب علم کے گھر جائیں؟ اسی طرح حواریوں کے سوال کا یہ معنیٰ نہیں کہ اللہ تعالیٰ مائدہ نازل کرنے کی طاقت رکھتا ہے یا نہیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ مائدہ نازل کرنا مناسب سمجھے گا؟ (بحر محیط) کیا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے نزول مائدہ کی دعا کرنا پسند کریں گے؟ (تفسیر کبیر) کیا اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کرلے گا؟ (روح المعانی) کیا ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسا سوال کرنا جائز ہے؟ (تفسیر کبیر)

حواریوں کی اس درخواست پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور بلاضرورت معجزات کا مطالبہ کر کے اپنے آپ کو امتحان میں نہ ڈالو۔ ایسا نہ ہو کہ پہلی امتوں کی طرح تم بھی اس عظیم نعمت کا کما حقہ شکر ادا نہ کر سکو اور پھر ناشکری کی سزا کے مستحق قرار پاؤ لہٰذا ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ قدرت کے مقرر کردہ ذرائع کے مطابق رزق حلال تلاش کرو۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں جو کچھ رکھا ہے اسی پر قناعت کرو اور گھر بیٹھے پکے پکائے آسمانی کھانے کا مطالبہ نہ کرو۔

Marfat.com

قَالُوۡا نُرِيۡدُ اَنۡ نَّاۡكُلَ مِنۡهَا وَتَطۡمَئِنَّ قُلُوۡبُنَا وَنَعۡلَمَ اَنۡ قَدۡ صَدَقۡتَنَا وَنَكُوۡنَ عَلَيۡهَا مِنَ الشّٰهِدِيۡنَ ﴿۱۱۳﴾

۱۱۳۔ حواریوں نے کہا ہم تو بس یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس مائدہ سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم جان لیں کہ آپ نے ہم سے سچ کہا تھا اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں۔[۱۵۰]

قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ لَنَا

۱۱۴۔ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے عرض کی: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرما [۱۵۱] تاکہ وہ ہم سب (یعنی) ہمارے اگلوں اور

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہیں بلکہ مریم کا بیٹا اور اللہ تعالیٰ کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر جو معجزات کا ظہور ہوتا ہے یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اسی لیے حواریوں نے نزول مائدہ کا مطالبہ براہ راست حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نہیں کیا بلکہ پوچھا کیا آپ کا رب آپ کی دعا قبول کر لے گا اور ہم پر مائدہ نازل کرنا پسند کرے گا؟

[۱۵۰] حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے اپنے مطالبہ کی تائید میں چار وجوہات بیان کیں:

۱۔ ہمیں آپ کی نبوت یا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی شک نہیں۔ ہم تو اپنی بھوک کا علاج اور آسمانی کھانے کی برکت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔(تفسیر روح المعانی)

۲۔ ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن اس معجزہ کے مشاہدہ کے بعد ہمارے دلوں کو مزید اطمینان نصیب ہوگا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اطمینان قلب کے لئے عرض کیا تھا۔ اے میرے پروردگار! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا؟(قرآن: ۲:۲۶۰)

۳۔ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں لیکن اس معجزہ کے مشاہدہ سے ہمیں آپ کی صداقت کی ایک اور قوی دلیل مل جائے گی۔

۴۔ اب تک جن معجزات کا آپ سے ظہور ہوا ہے ان کا تعلق زمین سے ہے۔ لیکن نزول مائدہ کا تعلق آسمان سے ہوگا لہٰذا یہ معجزہ دیگر معجزات کے مقابلہ میں زیادہ حیران کن ہوگا۔ اور جب ہم اس معجزہ کے عینی شاہد ہو جائیں گے اور دوسرے لوگوں کو اس معجزہ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کریں گے تو ان کے لئے ہدایت قبول کرنا اور آسان ہو جائے گا۔

[۱۵۱] حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب حواریوں کے دلائل سنے تو دعا کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے غسل کر کے کمبل کا لباس پہن کر نماز پڑھی اور آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دستِ سوال دراز کیا: ”اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرما۔“ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور سرخ رنگ کا ایک

Marfat.com

عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿١١٤﴾

پچھلوں کے لئے عید کا دن ہو جائے۔ [۱۵۲] اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو جائے۔ [۱۵۳] اور ہم کو رزق (مائدہ) دے اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١١٥﴾ ع ١٥

۱۱۵۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں اس مائدہ کو تم پر نازل کرنے والا ہوں۔ [۱۵۴] پھر تم میں جو شخص اس کے بعد کفر کرے گا تو میں ضرور اس کو ایسا عذاب دوں گا جو تمام جہاں والوں میں کسی کو بھی نہ دوں گا۔

دستر خوان لوگوں کے سامنے نازل فرمایا جس کو دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے حواری سب سجدہ میں گر گئے تاکہ اس غیبی رزق پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ (تفسیر درمنثور)

[۱۵۲] خوشی کے دن کو عید کہا جاتا ہے۔ یعنی جس دن مائدہ نازل ہوگا وہ دن ہمارے لئے اور ہم سے بعد میں آنے والے سب عیسائیوں کے لئے عید کا دن ہوگا۔ کیونکہ مائدہ اتوار کے دن نازل ہوا۔ اسی لئے اتوار کا دن عیسائیوں کے لئے عید کی حیثیت رکھتا ہے (تفسیر خازن اور روح المعانی) جیسا کہ جمعہ کا دن مسلمانوں کے لئے عید کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک جمعہ کا دن عید کا دن ہے۔ اس دن روزہ نہ رکھو، ہاں اگر جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد روزہ رکھنا ہے تو درمیان میں جمعہ کو بھی روزہ رکھ سکتے ہو'' (احمد: جلد ۲ ص ۳۰۳)

اس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل حضرت محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے:

''اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اس روز کو عید بنانا اور خوشیاں منانا، عبادتیں کرنا، شکر الٰہی بجالانا طریقۂ صالحین ہے اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ ترین رحمت ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکر الٰہی بجالانا اور اظہارِ فرح و سرور کرنا مستحسن و محمود اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ (خزائن العرفان)

[۱۵۳] یعنی آسمان سے مائدہ کا نازل ہونا ایسا نشان ہوگا جو ایک طرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی دلیل ہوگی اور دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا ثبوت ہوگا۔

[۱۵۴] جمہور مفسرین کا قول یہ ہے کہ مائدہ بالفعل نازل ہوا تھا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ مائدہ نازل نہیں ہوا تھا تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزولِ مائدہ کے لئے دُعا مانگنا، اسے عید اور نشان قرار دینا اور اللہ تعالیٰ کا اس دعا کو قرآن مجید میں پورے اہتمام کے ساتھ بیان کرنا ایک عجیب سی بات لگتی ہے۔ لہٰذا میری رائے بھی یہی ہے کہ مائدہ بالفعل نازل ہوا تھا اور اس آیت کے

Marfat.com

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ
قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ
اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ؔ اِنْ
كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ
وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ
الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۱۶۔ اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے سوا دو خدا بنا لو؟ [۱۵۵] عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے: تو پاک ہے۔ میری مجال نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے (بالفرض) ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے اس کا علم ضرور ہوتا کیونکہ تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بے شک تو ہی سب غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔

الفاظ بھی نزول مائدہ کی تائید کرتے ہیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک میں اس مائدہ کو تم پر نازل کرنے والا ہوں۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قسم کا وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ (تفسیر خازن) اور اس آیت میں بیان کی گئی تنبیہ بھی اسی رائے کی تائید کرتی ہے یعنی جب میں یہ وعدہ پورا کروں تو تمہیں اس عظیم نعمت پر میرا شکر ادا کرنا ہوگا اور اگر تم میں سے کسی نے بھی میری اس نعمت کی ناشکری کی تو میں اسے ایسی سخت سزا دوں گا جو بعد میں تمام جہان والوں میں کسی کو بھی نہ دوں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جادوگر کہنے والوں کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔ یہ سزا نزولِ مائدہ سے پہلے تو کچھ لوگوں کو دی جا چکی تھی لیکن نزولِ مائدہ کے منکروں کو بندر و خنزیر بنانے کے بعد جہان والوں میں کسی اور کو نہیں دی گئی۔

امام ترمذی کی روایت بھی اسی رائے کی تائید کرتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آسمان سے جو مائدہ نازل کیا گیا تھا اس میں روٹی اور گوشت تھا۔ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس میں خیانت نہ کریں اور نہ اس کو کل کے لئے بچا کر رکھیں۔ انہوں (ان میں سے بعض) نے خیانت بھی کی اور اگلے دن کے لئے بچا کر بھی رکھا۔ (تو یہ مائدہ اٹھا لیا گیا۔ بحر محیط) پس ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔'' (ترمذی: تفسیر القرآن: حدیث ۳۰۶۱)

[۱۵۵] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھیں گے۔ ''کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا بنا لو؟'' حالانکہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ لیکن اس سوال سے ان عیسائیوں کی سرزنش مقصود ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو خدا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے۔ یا اللہ! ''تو پاک ہے۔ میری مجال نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے بالفرض ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے اس کا علم ضرور ہوتا کیونکہ تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بے شک تو

Marfat.com

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَآ أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١١٧﴾

۱۱۷۔ میں نے انہیں نہیں کہا مگر وہی کچھ جس کا تو نے مجھے حکم دیا (اور وہ یہ) کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ اور میں ان پر نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا۔ پھر جب تو نے مجھے (آسمان پر) اٹھالیا۔[۱۵۶] تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

ہی سب غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔ میں نے تو انہیں صرف وہی کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا اور وہ یہ کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔''

نوٹ: حضرت مریم علیہا السلام کو خدا کہنے کا بائیبل میں کوئی اشارہ نہیں ملتا لیکن بعد میں حضرت مریم علیہا السلام کے لئے ''مادرِ خدا'' کی اصطلاح وضع کی گئی اور جب قرآن مجید نازل ہوا تو اس وقت حضرت مریم علیہا السلام کے مجسمے کلیساؤں میں رکھے جاتے تھے اور بعض عیسائی فرقے ان کے سامنے عبادت کے وہ مراسم بھی ادا کرتے تھے جو صرف خدا کے سامنے ادا کیے جاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت مریم علیہا السلام کو کسی نہ کسی شکل میں خدا سمجھتے تھے۔ عیسائی حضرات اگرچہ خدا کی عبادت کرتے تھے لیکن خدا کی عبادت کے ساتھ اگر غیر خدا کی عبادت بھی کی جائے تو یہ خدا کی عبادت نہیں بلکہ شرک ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تنہا عبادت کے لائق ہے۔ اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرنے سے خدا کی عبادت کی نفی ہو جاتی ہے اور شرک لازم آجاتا ہے۔

[۱۵۶] حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے۔ یا اللہ! جب تک میں اپنی امت میں رہا میں ان کی نگہبانی کرتا رہا اور انہیں بار بار صرف ایک خدا کی عبادت کی تلقین کرتا رہا۔ لیکن جب تو نے مجھے اٹھالیا تو پھر تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ بعض لوگ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُٹھائے جانے کو ان کی موت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اُٹھائے جانے کا اگرچہ ایک معنی موت بھی ہے لیکن احادیث اور دیگر آیات کی روشنی میں یہی ترجمہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر زندہ اٹھالیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے عیسیٰ! یقیناً میں تمہیں پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔'' (قرآن: ۳:۵۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب دمشق میں آسمان سے اتریں گے۔ (ترمذی : کتاب الفتن : باب ۵۹) اور امام مہدی علیہ السلام کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے۔ (بخاری : کتاب الانبیاء : باب ۴۹) اور اسلام کی تبلیغ میں بقیہ زندگی گزار کر روضہ رسول ﷺ میں دفن ہوں گے۔ (ترمذی : حدیث ۳۶۱۷)

Marfat.com

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١٨﴾	۱۱۸۔	اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں۔ [۱۵۷] اور اگر تو ان کو بخش دے تو بلا شبہ تو ہی غالب اور دانا ہے۔
قَالَ اللَّهُ هَٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ ۚ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١٩﴾	۱۱۹۔	اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی فائدہ پہنچائے گی۔ [۱۵۸] ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ یہی بڑی کامیابی ہے

[۱۵۷] حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے۔ یا اللہ! جن لوگوں نے میرے بعد تیری نافرمانی کی اگر تو انہیں سزا دے تو وہ تیرے بندے ہیں تجھ پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا اور ان میں سے توبہ کرنے والوں کو اگر تو بخش دے تو تجھے کوئی روک نہیں سکتا کیونکہ تو غالب اور دانا ہے۔ تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ بہر حال دونوں صورتوں میں تو ہی قادرِ مطلق اور مختارِ کل ہے جو چاہے کرے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ "اے میرے رب! جس نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ میں سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔" (قرآن: ۱۴: ۳۶) پھر یہ آیت تلاوت کی۔ "اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بلا شبہ تو ہی غالب اور دانا ہے۔" (قرآن: ۵: ۱۱۸) اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ بلند کئے اور کہا: اے اللہ! میری امت، میری امت۔" اور آپ ﷺ رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو انہیں کیا چیز رلاتی ہے؟ جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو خبر دی (کہ آپ ﷺ امت کی فکر میں رو رہے ہیں)۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو ہم آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کریں گے اور آپ کو رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے۔ (مسلم: الایمان: حدیث ۳۴۶)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہاتھ بلند کر کے دعا کرنا حضور اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ نیز اس حدیث کا مفہوم قرآن مجید کی اس آیت کے بھی موافق ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔" (قرآن: ۹۳: ۵)

[۱۵۸] جو اہل ایمان اپنے اقوال اور افعال میں سچے ہیں اکثر انہیں سچائی کا فائدہ اس دنیا میں بھی ملتا ہے لیکن بعض دفعہ اس دنیا میں اس کا بدلہ ظاہر نہیں ہوتا البتہ قیامت کے دن سچائی کا بدلہ بہر صورت ملے گا جس کی وجہ سے انہیں جنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوگی جو کہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔

Marfat.com

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع

۱۲۰۔ آسمانوں، زمین اوران کے درمیان جو کچھ ہے سب کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ [۱۵۹] اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم پر سچ بولنا لازم ہے کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جو انسان سچ بولتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سچا لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ بولنے سے بچو کیونکہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے اور جو انسان جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔'' (مسلم : کتاب البر : باب ۲۹)

[۱۵۹] جب زمین وآسمان اوران کے درمیان کی ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو ظاہر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا وہ خدا کی مخلوق اور مملوک ہیں خدا نہیں ہیں۔

☆☆☆

۳۰ ستمبر ۲۰۰۰ء بروز ہفتہ بعد از نماز مغرب مطابق یکم رجب ۱۴۲۱ھ جامعہ الکرم ایٹن ہال انگلستان میں تفسیر لکھنے کی ابتدا کی تھی اور آج تین سال اور چند ماہ کے بعد چار دسمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعرات بعد از نماز فجر مطابق دس شوال ۱۴۲۴ھ کو جامعہ الکرم میں ہی پہلی جلد سورہ الفاتحہ تا سورہ المائدہ تکمیل پذیر ہوئی ہے۔ الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام علیٰ سيد المرسلين و علیٰ آله و اصحابه اجمعين۔

اب کچھ عرصہ کے لئے تفسیر لکھنے کا سلسلہ منقطع کر کے اس کا انگریزی ترجمہ کرانے پر توجہ مرکوز رکھوں گا تاکہ سورہ المائدہ تک پہلی جلد دو زبانوں (انگریزی اور اردو) میں بیک وقت شائع کی جا سکے۔ یا رب العالمين ! اس فقیر کی یہ عاجزانہ کوشش قبول فرما، اس کو لوگوں کے لئے ہدایت اور اس فقیر کے لئے نجات کا ذریعہ بنا۔ آمين بجاه حبيبك الكريم عليه التحية و التسليم۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ

جامعہ الکرم ایٹن ہال انگلستان

Marfat.com

فہرست مطالب

(سورۃ الفاتحہ تا سورۃ المائدہ)

اللہ جل جلالہ

مضمون	سورت	آیت	حاشیہ	صفحہ
تعریف کا حقیقی مستحق	1	1	4	13
ایمان کی نشانی	1	3	6	14
حقیقی مددگار	1	4	8	15
رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے	2	3	6	21
اللہ تعالیٰ کا ذکر	2	152	109	78
اللہ تعالیٰ انسان کے نزدیک ہے	2	186	141	90
صفاتِ باری تعالیٰ	2	255	218	127
سنت وقدرت	2	259	221	129
وجودِ باری تعالیٰ	3	190	136	220
اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا	4	48	64-65	270
اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا	4	116	125	305
اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے حرمتی	5	2	5	335
سنت اور قدرت	5	17	35	354
تقدیر کا مسئلہ	5	41	60	370
مختار حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے	5	76	109	398

Marfat.com

محمد رسول اللہ ﷺ

مضمون	سورت	آیت	حاشیہ	صفحہ
حضور اکرم ﷺ کا علم	2	1	1	19
آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل	2	7	10	23
آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل	2	23	21	29
حضور اکرم ﷺ کا علم	2	31	30	33
حضور اکرم ﷺ کا وسیلہ	2	37	34	37
حضور اکرم ﷺ کا وسیلہ	2	89	62	53
آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل	2	89	63	53
آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل	2	94	66	56
تعظیم نبوت	2	104	71	59
فرائض نبوت	2	129	86	67
نبی اور قاصد میں فرق	2	129	86	68
حضور اکرم ﷺ کا مقام	2	144	101	75
حضور اکرم ﷺ کی نبوت کی پہچان	2	146	104	76
تبرکات	2	248	209	121
حضور اکرم ﷺ کی فضیلت	2	253	215	124
حضور اکرم ﷺ کی اتباع	3	31	16	157
سنت کی ضرورت	3	32	17	158
مباہلہ	3	61	32	168
میلاد النبی ﷺ	3	81	43	175

Marfat.com

175	43	81	3	اہلِ کتاب کی ضرورت
175	43	81	3	حضور اکرم ﷺ کی عظمت
175	43	81	3	یثاقِ انبیائے کرام
197	87	144	3	اسمِ گرامی 'محمد' کا مفہوم
205	106	159	3	حضور اکرم ﷺ کا وسیلہ
206	109	161	3	نگاہِ نبوت
207	111	164	3	نبوت کے فرائض
213	125-126	179	4	علمِ نبوت
269	62	46	4	توہینِ نبوت
276	76	64	4	حضور اکرم ﷺ کا وسیلہ
277	77	65	4	حضور اکرم ﷺ کی غیر مشروط اطاعت
283	90	80	4	حضور اکرم ﷺ معصوم ہیں
303	121-122	113	4	حضور اکرم ﷺ کے علم کی حد
342	11	3	5	ختمِ نبوت کی دلیل
353	31	15	5	حضور اکرم ﷺ کی نبوت کا ثبوت
377	77	49	5	حضور اکرم ﷺ کی استقامت
386	92	64	5	اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کی گستاخی
389	99	67	5	آپ ﷺ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا
422	137	101	5	حضور اکرم ﷺ کا خداداد علم
438	152	114	5	عید میلاد النبی ﷺ
441	157	118	5	حضور اکرم ﷺ کا امت کے لئے رونا

Marfat.com

انبیائے کرام

مضمون	سورت	آیت	حاشیہ	صفحہ
غیب جاننے کا ذریعہ	2	3	4	21
خلیفہ	2	30	28	32
آدم علیہ السلام کا علم	2	31	30	33
تعظیم نبوت	2	34	32	36
انبیائے کرامؑ معصوم ہیں	2	36	33	36
انبیائے کرامؑ معصوم ہیں	2	124	81	65
کسی عورت کو نبی نہیں بنایا گیا	3	42	21	161
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات	3	49	26	164
حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے نبی تھے	3	49	25	164
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش	3	54	29	166
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش	3	55	30	167
تمام انبیائے کرامؑ پر ایمان	3	84	44	176
سب انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں	4	1	1	227
حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے	4	157	164	322
حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے	4	158	165	322
انبیائے کرامؑ کی تعداد	4	164	172-173	325
تثلیث کا عقیدہ	4	171	179	328
حضرت عیسیٰ خدا نہیں ہیں	5	72	106	392
نزول عیسیٰ علیہ السلام	5	72	106	392

Marfat.com

تثلیث	5	73	107	393
حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہیں	5	75	108	395
حضرت مریم نہ خدا ہیں اور نہ نبی	5	75	108	395
حضرت عیسی علیہ السلام عبادت کے لائق نہیں	5	76	109	398
حضرت عیسی علیہ السلام خدا نہیں ہے	5	77	110	399
انبیائے بنی اسرائیل کی لعنت	5	78	111	399
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات بائبل میں	5	110	146	432

قرآن مجید

مضمون	سورت	آیت	حاشیہ	صفحہ
تعارفِ قرآن مجید (سورۃ فاتحہ سے پہلے)	-	-	-	1
بغیر سمجھے قرآن مجید کی تلاوت	2	1	1	19
لاریب کتاب	2	2	2	20
کلامِ الٰہی اور زندہ معجزہ	2	23	21	29
ناسخ ومنسوخ کی حکمت	2	106	72	60
صرف الفاظ کی تلاوت	2	129	86	67
محکم ومتشابہ آیات	3	7	3-4	150
قرآن ، اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے	4	82	92	284
آسمانی کتابوں میں ہدایت اور نور ہے	5	44	64	373
قرآن کی صداقت کی دلیل	5	45	68	374
قرآن مجید سے کفر میں اضافہ	5	64	94	387
قرآن مجید سے کفر میں اضافہ	5	68	103	390

Marfat.com

إسلام

مضمون	سورت	آیت	حاشیہ	صفحہ
صراط مستقیم کی پہچان	1	6	10	16
اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ	2	208	169	101
دین صرف اسلام ہے	3	19	9	153
اسلام کامل دین ہے	5	3	11	342
رہبانیت	5	82	115	402
نجاشی اور عیسائی علماء کا قبول اسلام	5	83	116	404

شریعت

مضمون	سورت	آیت	حاشیہ	صفحہ
قصاص	2	178-179	128	87
نفلی صدقات	2	215	175	103
صدقات	2	261	223	131
صدقات	2	274	234	137
پہلا عبادت خانہ	3	96	50-51	179
فرضیت حج	3	97	55	181
تیمّم	4	43	60	268
اجتہاد و قیاس کرنا	4	83	93	285
سلام کی حقیقت اور فضیلت	4	86	97	286
غلطی سے قتل کرنا	4	92	102	291
جان بوجھ کر قتل کرنا	4	93	103	292

Marfat.com

اجماعِ امت حجت ہے	4	115	124	305
حرام جانور	5	3	9	336
خنزیر کا گوشت کیوں حرام ہے	5	3	9	336
اہل کتاب کا ذبیحہ	5	5	15	344
ایک جان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے	5	32	46	360
ڈاکو کی سزا	5	33	48	362
ڈاکو کی توبہ	5	34	49	363
چور کی سزا	5	38	54-56	365
چور کی توبہ	5	39	57	368
تورات میں رجم کی سزا	5	41	59	369
رشوت	5	42	61	371
حلال اور طیب چیزیں کھاؤ	5	88	121	408
قسم توڑنے کا بیان	5	89	122	408
قسم توڑنے کا کفارہ	5	89	123	409
بزرگوں کے نام کے جانور	5	103	140	425
تقلید	5	104	141	426
نماز				
عبادت اور تعظیم میں فرق	1	4	7	14
نماز سے محبت	2	45-46	40	40
نماز سے مدد حاصل کرو	2	153	110	79
مقبول دعا	2	186	142	91

Marfat.com

نمازوں کی پابندی	2	238	200	117
نمازِ قصر	4	101	110	296
نمازِ خوف	4	102	111	297
ہر نماز اپنے مقررہ وقت میں فرض ہے	4	103	115	299
وضو	5	6	19-22	347
اذان کا مقصد	5	58	86	382
شراب				
شراب حرام ہے	2	219	178	105
شراب	4	43	58	267
شراب اسلام میں	5	90	126	410
شراب بائبل میں	5	90	126	414
شراب پینا حرام ہے	5	90	126	414
شرابی کی سزا	5	90	126	416
سود				
سود حرام ہے	2	275	235	138
سود حرام ہے	2	279	240	141
سود	3	130	80	194
یہود کو سود کی ممانعت	4	161	168	323

Marfat.com

اہل إیمان

مضمون	سورت	آیت	حاشیہ	صفحہ
اہل ایمان کی شفاعت	2	48	41	41
صحابہ کرامؓ کا کردار ایمان کا معیار ہے	2	137	91	70
اہل ایمان کی گواہی	2	143	98	73
اہل ایمان کی شفاعت	2	254	217	126
کرامات کا ثبوت	3	37	19	159
اللہ والوں سے تعلق رکھنے والے مقامات	3	38	20	160
اللہ والوں سے تعلق رکھنے والی چیزیں	3	97	53	180
نیکی کا حکم دینے والی جماعت	3	104	62	183
بہترین امت کیسے ؟	3	110	66	185
صحابہ کرامؓ کی تعظیم	3	152	96	201
متقین کا اجر	3	198	141	224
ایمان کی برکت	4	48	65	271
اہل ایمان طاغوت سے دور رہیں	4	60	72	274
اللہ والوں کی سنگت	4	69	79	278
نقیب اور پیر طریقت	5	12	27	351
مومن کی حرمت کعبہ کی حرمت سے بڑھکر ہے	5	32	46	360
پیر کامل کی پہچان	5	35	51	363
علماء و مشائخ کے فرائض	5	63	90	384
ایمان اور عمل صالح	5	69	104	391

Marfat.com

ہجرت حبشہ	5	83	116	.404
نیک لوگوں کی محبت	5	84	118	406

علم اور اہل علم

مضمون	سورت	آیت	حاشیہ	صفحہ
سائنسی علوم	2	31	30	33
علم عبادت سے افضل ہے	2	34	32	36
قول وفعل میں تضاد	2	44	39	40
سائنس اور ٹیکنالوجی کی اہمیت	3	110	66	185
تخلیق کائنات میں تفکر	3	191	137	221
تبلیغ کی حد اور اپنی فکر	5	105	142	427

جہاد و شہادت

مضمون	سورت	آیت	حاشیہ	صفحہ
شہید کی زندگی	2	154	111	79
جہاد کی اجازت	2	190	150	93
مجاہد کی دعا	2	250	212	123
جنگ احد	3	121	75	190
شہید	3	169	117	210
دشمن سے محتاط رہو	4	102	112	298

Marfat.com

جبر و قدر اور قیامت

مضمون	سورت	آیت	حاشیہ	صفحہ
قیامت کی یاد	1	3	6	14
تصورِ قیامت	2	4	8	22
تقدیر	2	7	10	23
عقیدۂ آخرت کی ضرورت	4	87	98	288

عورت

مضمون	سورت	آیت	حاشیہ	صفحہ
میاں بیوی کا تعلق	2	187	143	92
مطلقہ کی عدت	2	228	186	111
خلع کا بیان	2	229	189	113
رضاعت کا بیان	2	233	193-195	115
بیوہ کی عدت	2	234	196	116
عورت ثواب میں مرد کے برابر	3	195	139	223
ایک سے زائد بیویاں	4	3	6	230
ایک سے زائد خاوند	4	3	6	232
حضور اکرم ﷺ کی چار سے زیادہ بیویاں	4	3	6	234
مہر	4	4	8	239
وراثت میں عورت کا بھی حق ہے	4	7	10	240
وراثت میں مرد کا حصہ عورت سے دگنا	4	11	14	243

Marfat.com

عورت کے ساتھ حسن سلوک	4	19	26	251
مرد عورت پر حاکم ہے	4	34	46	261
اہل کتاب عورت سے نکاح	5	5	16	345

والدین اور دیگر رشتہ دار

مضمون	سورت	آیت	حاشیہ	صفحہ
رشتہ دار	2	215	175	103
قطع رحمی سے ممانعت	4	1	3	228
والدین	4	36	51	263
رشتہ داروں سے حسن سلوک	4	36	52	265

متفرقات

مضمون	سورت	آیت	حاشیہ	صفحہ
جنت	2	25	23	30
فرشتے	2	30	27	32
گناہ کا مفہوم	2	36	33	36
شیطان سے محتاط	2	36	33	36
اللہ کی نشانیاں (صفا و مروہ)	2	158	113	80
قرض حسن	2	245	206	119
قرض کا لین دین	2	282	241	142
نیکی و برائی کا ارادہ	2	284	242	144

Marfat.com

مشورہ	3	159	107-108	205
کفار کی ظاہری شان وشوکت	3	196	140	223
موت	3	185	131	217
دنیا	3	185	132	217
توبہ	3	90	46	177
توکل	3	122	77	191
یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک	4	2	6	228
اسلام میں غلام اور لونڈی کا تصور	4	3	7	236
توبہ کا بیان	4	17	23	249
صغیرہ اور کبیرہ گناہ	4	31	43	259
پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک	4	36	54	265
امانتیں ان کے حقداروں کو دیدو	4	58	70	273
دنیا کا سامان بہت قلیل ہے	4	77	86	282
ہجرت کی فضیلت	4	100	109	295
کسی کی برائی بیان کرنا	4	148	157	318
سادات کا احترام	5	20	38	355
صحابہ کرام کی وفا	5	24	41	357
اچھی بدعت شروع کرنا	5	32	46	360
کافر ہمیشہ جہنم میں رہیں گے	5	37	53	365
موجودہ بندر وخنزیر	5	60	88	383
غربت کی ایک وجہ	5	64	93	386

Marfat.com

بنی اسرائیل کی برائیاں	5	78	112	400
برائی سے نہ روکنا بھی برائی ہے	5	79	113	400
کفار سے گہری دوستی رکھنا	5	80	114	401
عیسائی اہل اسلام کے زیادہ قریب ہیں	5	82	115	402
حد سے تجاوز نہ کرو	5	87	119-120	407
سچائی جنت کا ذریعہ ہے	5	119	158	441

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

Marfat.com

مآخذ و مراجع

تفاسیر

۱۔ تفسیر ضیاء القرآن : پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۵ (۵ جلدیں)

۲۔ الدر المنثور : امام جلال الدین السیوطی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ (۸ جلدیں)

۳۔ الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی) : محمد بن احمد الأنصاری القرطبی : دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان (۲۰ جلدیں)

۴۔ التفسیر الکبیر : امام فخر الدین الرازی : دارالفکر، بیروت، لبنان (۱۶ جلدیں)

۵۔ حاشیة الصاوی علی الجلالین : شیخ احمد الصاوی المالکی : دار الفکر، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۶۔ فی ظلال القرآن (اردو) : سیّد قطب شہید : ادارہ منشورات اسلامی لاہور، پاکستان، ۱۹۹۶

۷۔ جامع البیان (تفسیر طبری / تفسیر ابن جریر) : ابو جعفر محمد بن جریر الطبری : دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۹۸۴ (۱۵ جلدیں)

۸۔ تفسیر روح البیان : امام اسماعیل حقی : دارالفکر، بیروت، لبنان (۱۰ جلدیں)

۹۔ صفوة التفاسیر : محمد علی الصابونی : دار القرآن الکریم، بیروت، لبنان، ۱۹۸۱ (۳ جلدیں)

۱۰۔ تفسیر البیضاوی : امام ناصر الدین البیضاوی : دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ۱۹۸۸ (۲ جلدیں)

۱۱۔ تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی : اردو) : شاہ عبدالعزیز دہلوی: علیمی پریس، دہلی، انڈیا

۱۲۔ تفسیر ابن کثیر : الحافظ اسماعیل بن کثیر : دار القلم، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)

۱۳۔ تفسیر مظہری : قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی: دارالاشاعت، کراچی، پاکستان، ۱۹۹۹ (۱۲ جلدیں)

۱۴۔ تفسیر نعیمی : مفتی احمد یار خان نعیمی : مکتبہ اسلامیہ، گجرات، پاکستان

۱۵۔ تفسیر روح المعانی : امام شہاب الدین السید محمود البغدادی : دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۸ (۱۰ جلدیں)

۱۶۔ تفسیر الشعراوی : محمد متولی الشعراوی : داراخبار الیوم، قاہرہ، مصر، ۱۹۹۱ (۱۴ جلدیں)

۱۷۔ تفسیر الحسنات : علامة ابوالحسنات القادری : ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان

۱۸۔ تفسیر الخازن : امام علاء الدین البغدادی : دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۹ (۷ جلدیں)

Marfat.com

۱۹۔ تنویر المقباس : عبداللہ بن عباس : المکتبة الشعبية ،قاہرہ،مصر ۱۹۷۲

۲۰۔ البحر المحیط : محمد بن یوسف الغرناطی : دار الفکر ،بیروت،لبنان(۱۱ جلدیں)

۲۱۔ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) : امام عبداللہ بن احمد النسفی : دارالنفائس ،بیروت،لبنان،۱۹۹۶

۲۲۔ خزائن العرفان : سید محمد نعیم الدین مرادآبادی: حفیظ بک ڈپو،دہلی،انڈیا

۲۳۔ احکام القرآن : امام احمد بن علی الجصاص : دار إحیاء التراث العربی ،بیروت،لبنان

۲۴۔ زہرۃ التفاسیر : محمد ابو زہرۃ : دار الفکر العربی ،قاہرہ،مصر

۲۵۔ تفسیر المنار : محمد رشید رضا : دار الفکر ،بیروت،لبنان

۲۶۔ تفسیر الکشاف : محمود بن عمر الزمخشری : دار الکتاب العربی ،بیروت،لبنان،۱۹۸۷

۲۷۔ فتح القدیر : محمد بن علی الشوکانی : دار اِحیاء التراث العربی ،بیروت،لبنان

کتبِ احادیث

۲۸۔ صحیح البخاری : محمد بن اسماعیل البخاری : دارالدعوۃ ،استنبول،ترکی،۱۹۸۱

۲۹۔ صحیح مسلم : مسلم بن الحجاج القشیری : دارالدعوۃ ،استنبول،ترکی،۱۹۸۱

۳۰۔ سنن الترمذی : محمد بن عیسیٰ : دارالدعوۃ ،استنبول،ترکی،۱۹۸۱

۳۱۔ سنن ابن ماجۃ : محمد بن یزید القزوینی : دارالدعوۃ ،استنبول،ترکی،۱۹۸۱

۳۲۔ سنن ابو داؤد : سلیمان بن الأشعث : دارالدعوۃ ،استنبول،ترکی،۱۹۸۱

۳۳۔ سنن النسائی : احمد بن شعیب : دارالدعوۃ ،استنبول،ترکی،۱۹۸۱

۳۴۔ مسند احمد : امام احمد بن حنبل : دارالدعوۃ ،استنبول،ترکی،۱۹۸۱

۳۵۔ الموطا : امام مالک بن انس : دارالدعوۃ ،استنبول،ترکی،۱۹۸۱

۳۶۔ مشکوٰۃ المصابیح : امام ابو محمد البغوی : قدیمی کتب خانہ،کراچی،پاکستان،۱۳۸۸ھ

۳۷۔ المعجم الکبیر : سلیمان بن احمد الطبرانی : مطبعة الزہراء الحدیثة،موصل،عراق،۱۹۸۴(۲۵ جلدیں)

۳۸۔ المستدرک : امام الحاکم النیساپوری : دار الکتب العلمیة،بیروت،لبنان،۱۹۹۰(۴ جلدیں)

۳۹۔ الجامع الصغیر : محمد ناصر الدین الالبانی : مکتبة الاسلامی ،بیروت،لبنان،۱۹۹۰(۲ جلدیں)

۴۰۔ ریا ض الصا لحین : یحییٰ بن شرف النووی الشافعی : دارالقلم،بیروت،لبنان،۱۹۷۰

۴۱۔ سنن الدار قطنی : علی بن عمر الدارقطنی : عالم الکتب،بیروت،لبنان ۱۹۹۳(۴ جلدیں)

Marfat.com

۴۲۔ شعب الإیمان : احمد بن الحسین البیهقی : دار الکتب العلمیة ،بیروت،لبنان،۱۹۹۰
۴۳۔ الترغیب و الترهیب : عبدالعظیم المنذری : دار إحیاء التراث العربی ،بیروت،لبنان،۱۹۶۸
۴۴۔ السنن الکبریٰ : احمد بن الحسین البیهقی : نشر السنة ،ملتان،پاکستان،(۱۰ جلدیں)
۴۵۔ المعجم الاوسط : سلیمان بن احمد الطبرانی : مکتبة المعارف،ریاض،سعودی عرب(۱۱ جلدیں)

دیگر کتب

۴۶۔ معجزات الرسول : محمد متولی الشعراوی : مکتبة الاسلامیة الشعراویة،قاہرہ،مصر
۴۷۔ الخصائص الکبریٰ : امام جلال الدین السیوطی : دار الکتب العلمیة،بیروت،لبنان(۲ جلدیں)
۴۸۔ السیرة النبویة : عبد الملک بن هشام : دار الجیل،بیروت،لبنان،۱۹۷۵(۴ جلدیں)
۴۹۔ البدایة و النهایة : الحافظ اسماعیل ابن کثیر : دار الفکر ،بیروت،لبنان،۱۹۸۲(۷ جلدیں)
۵۰۔ المفردات : امام راغب الاصفهانی : مکتبة مصطفیٰ البابی،مصر،۱۹۶۱
۵۱۔ لسان العرب : ابن منظور : دارالمعارف ،قاہرہ،مصر(۸ جلدیں)
۵۲۔ المنجد : دار المشرق ،بیروت،لبنان۱۹۷۵
۵۳۔ شرح المواهب اللدنیة : امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی : دارالفکر،بیروت،لبنان
۵۴۔ دلائل النبوة : احمد بن الحسین البیهقی : دار الکتب العلمیة،بیروت،لبنان،۲۰۰۲(۷ جلدیں)
۵۵۔ کتاب المبسوط : شمس الدین السرخسی : دار المعرفة،بیروت،لبنان،۱۹۸۰،(۱۵ جلدیں)
۵۶۔ الفتاویٰ العالمگیریة : علامة نظام الدین : بلوچستان بک ڈپو،کوئٹہ،بلوچستان،پاکستان،۱۹۸۵(۶ جلدیں)
۵۷۔ فتاویٰ قاضی خان : حسن بن منصور الفرغانی الحنفی : بلوچستان بک ڈپو،کوئٹہ،بلوچستان،پاکستان، ۱۹۸۵(۶ جلدیں)
۵۸۔ رد المحتار : ابن عابدین : دارالفکر،بیروت،لبنان،۱۹۷۹(۸ جلدیں)
۵۹۔ حاشیة الطحطاوی : امام احمد الطحطاوی : میرمحمد کتب خانہ،کراچی،پاکستان
۶۰۔ مراقی الفلاح : حسن بن عمار الحنفی : میرمحمد کتب خانہ،کراچی،پاکستان
۶۱۔ فتاویٰ افریقیة : امام احمد رضا قادری : مدینہ پبلشنگ کمپنی،کراچی،پاکستان
۶۲۔ بہارشریعت: علامہ محمد امجد علی: شیخ غلام علی اینڈ سنز،لاہور،پاکستان
۶۳۔ امداد الفقه : محمد امداد حسین پیرزادہ: دارالسلام،قاہرہ،مصر،۲۰۰۳

Marfat.com

۶۴۔ اسلامی عقائد: محمد امداد حسین پیرزادہ: الکرم پبلی کیشنز، ایٹن ہال، ناٹنگھم شائر، یو کے، ۱۹۹۹

۶۵۔ کنز العمال : علامة علاء الدین البرهان فوری : مؤسسة الرسالة، بیروت، لبنان، ۱۹۸۵ (۱۶ جلدیں)

۶۶۔ مجمع الزوائد : علی بن ابی بکر الهیثمی : دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ۱۹۸۸ (۱۰ جلدیں)

۶۷۔ نزهة المجالس (اردو): عبدالرحمٰن صفوری شافعی : ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، پاکستان

۶۸۔ نور الایضاح : الشیخ حسن بن علی : کتب خانہ مجیدیہ، ملتان، پاکستان

۶۹۔ قصیدة البردة : امام بوصیری : انگریزی ترجمہ محمد امداد حسین پیرزادہ، الکرم پبلی کیشنز، ایٹن ہال ناٹنگھم شائر، یو کے

۷۰۔ السیرة النبویة : الحافظ اسماعیل بن کثیر : دار الفکر، بیروت، لبنان

۷۱۔ ضیاء النبی : پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۴۱۵ھ (۷ جلدیں)

۷۲۔ صراط مستقیم : شاہ محمد اسماعیل دہلوی: اسلامی اکیڈمی، لاہور، پاکستان

۷۳۔ القول الجمیل (اردو): شاہ ولی اللہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، پاکستان

English Books

74) **Miracles of the Qur'an :** *Muhammad Mutawalli ash-Sha'raawi*, Published by Daar-ut-Taqwa Ltd. London.

75) **Encyclopedia Britannica :** *Peter B. Norton + Joseph Espsito*, USA, 1995, 15th-edition (32 volumes)

76) **Islam and the West :** *H.R.H. Charles Prince of Wales*, Printed by Uniskill Ltd. Eynsham, Oxford, UK.

77) **Muhammad at Madinah :** *Montgomery Watts* (Zia-un-Nabi)

78) **Oxford Encyclopedic Dictionary :** Published by Oxford University Press, USA, 1991

79) **Shari'ah the Islamic Law :** *Abdur Rahmaan Doi* (Zia-un-Nabi)

80) **The Holy Bible :** Published by Collins, London, 1954

81) **The Living Bible :** British edition, 1975

82) **The Hutchinson Encyclopaedia :** 1999 Edition

83) **The New Universal Encyclopaedia :** Caxton Publishing Co. Ltd. London.

84) **The English Pig :** Published by The Hambledon Press, London, 1998.

85) **American Government:** *Lowi & Ginsberg*. Published by W.W. Norton Publications. 1998.

86) **Fream's Agriculture :** Printed by Butler & Tanner Ltd. London, 16th Edition 1983

87) **Oxford Advanced Learner's Dictionary :** 4th Edition 1989

88) **The Hans Wehr Dictionary of Modern Written Arabic :** *Edited by J. M. Cowan*, 3rd Edition

PRINTED IN INDIA

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِمدادُ الکرم

قرآن مجید کی آسان اور عام فہم تفسیر

سُورۃ الفاتحہ تا سُورۃ المائدۃ

جلد اوّل

محمد امداد حسین پیرزادہ

Marfat.com